[illegible]

صاحبزادہ سید مصطفیٰ علیخان [illegible]

[illegible] سکریٹری مدرسہ [illegible]



[illegible]

۱۳۱[illegible]

حسب فرمائش [illegible] حامد علیخان بہادر عرف سلطان صاحب

با[illegible] [illegible]ق حسین صادق

[illegible]سرکاری [illegible] میں چھپا



بسم اللہ الرحمن الرحیم

نذرِ سلطان

قبلہ و کعبہ (نور اللہ مرقدہ) کی عرق ریزی اور ارادت کی آخری یادگار "گلفروش شہرہ" کو نہایت ادب کے ساتھ یہ ناچیز اپنے آقائے ولی نعمت سرپرست با شفقت پشت پناہ بیکسان اعلیحضرت بندگانِ حضور پُرنور عالیجاہ فرزند دلپذیر دولتِ انگلشیہ مخلص الدولہ ناصر الملک امیر الامرا۔ اے ڈی سی۔ کرنل نواب سر سید **محمد حامد علیخان بہادر** مستعد جنگ جی سی۔ آئی۔ ای جی سی۔ وی۔ او۔ فرمان روائے دار السرور رامپور خلد اللہ ملکہ کے حضور مین پیش کرکے اپنے جدِ بزرگوار کے اُس ارادہ کو پورا کرتا ہے جسکی تمنا مرحوم کے دل مین رہی۔

ساجد علی عرف سلطان

التماس

اے شرر چمکا دیئے ہین آہ نے داغِ جگر + سیر کے قابل ہے اب عالم مرے گلزار کا

دکھ بھری دنیا کے بے درد لوگ سمجھتے ہین کہ بچون کو صدمے کا احساس نہین ہوتا۔ یہ غلط ہے کپڑا جسقدر اُجلا ہوتا ہی اُتنا ہی جلد اور گہرا داغ پڑتا ہی۔ نرم چیز پر چوٹ کا زیادہ اثر ہوتا ہی لوہے اور موم پہ ضرب لگا کر تماشہ دیکھ لو۔ نینی تال سے ترد کی حالت مین آ اپنے پہنچنا اور شفقتِ پدری سے اپنے آپکو محروم پانا ابھی تو کل کی بات ہی لیکن اس واقعہ کا ایسا گہرا نقش میرے دل پر پڑا ہے کہ شاید تمام عمر بھی نہ مٹے قبلہ گاہی مرحوم کی خدمت مین حاضر ہونے کے اوقات انکے نشست و برخاست کے مقامات انکے شوق کی کثیر اشیا دیکھکر روزمرہ جو دلپر گزرتی ہی اُسکو بھی ظاہر کرنیکا یارا نہین۔

خلاصہ یہ کہ شفقت پدری سے محروم ہونے کے بعد دنیا اور دنیا کی ہر ایک شے فی الحال مجھے افسردہ کرنیوالی ہی

ممکن نہین کہ رحم نہ آئے انہین شرر + غیرون کا میرے حال پہ جب دل پگھل گیا

خوش قسمتی سے قبلہ گاہی کی حیات ہی مین مجھے اعلیحضرت بندگانِ حضور پرنور دام اقبالہم و ملکہم کا التفات خاص حاصل ہوگیا تھا جو بعدِ وصال قبلہ گاہی ایک سے ہزار درجے بڑھ گیا۔ اور آغوشِ عاطفت ظلِ سبحانی نے صرف نازشِ طفلانہ کو اپنے پہلو مین جگہ دی بلکہ میری تعلیم اور ہر ایک ضرورت کیطرف توجہ مبذول فرمائی۔ چنانچہ اسی الطاف و دلنوازی کا اِک ادنے کرشمہ ہی۔ کہ آج قبلہ گاہی مرحوم کا کلام آپکی نظر اقدس کے سامنے ہی ورنہ ایک چودہ ۱۴ سال کے لڑکے سے کہان ممکن تھا کہ ترتیب کلام و انطباع وغیرہ کا سرانجام کر سکتا

کیون بتاؤن مین شرر شعر مرے کیسے ہین + آپ منصف ہین سمجھ لینگے سخندان ملین

اگرچہ میرا طالب علمی کا زمانہ ہی۔ لیکن مین اس سے ناواقف نہین کہ کسی کتاب کے انطباع کے وقت صحت اور خوبیان پیدا کرنیکا بہت کچھ انتظام اور اہتمام کیا جاتا ہی یہانتک کہ حک و اصلاح کی تو انتہا ہے

اصل مصنف کا کلام ہی نہین رہتا - اور شاید قبلہ گاہی کی حیات مین یہ کلیات بھی اسا تذہ کا کلام
ہو کر چھپتا ۔ لیکن میرے خیال مین وہ چند خوبیان بھی بہت بیش قیمت ہین جو اصل مصنف کی طبع زاد
ہون - قبلہ گاہی نے یہ فن لطیف محض تفنن طبع کے لئے اختیار فرمایا تھا - جبکہ کثرت کار سرکار
و حاضری دربار جےپور و مخالف ہر وقت مسلط رہتے تھے - لہذا اس قلت فرصت مین اگرچہ اشعار
بھی بے داغ اور دلفریب اس سرمائے مین موجود ہین تو ضرور قبلہ گاہی کی محنت ٹھکانے لگی
رہا اعتراض اُنکی بابت مین سُنتا ہون کہ متقدمین و متاخرین مین سے کوئی بھی مبرا نہین ہان
لہذا ذاتی اور سرکاری کار و بار کی کثرت ہر ایک معترض کے اعتراض کا کافی جواب - اور جو بیان
مرحوم کی خداداد قابلیت اور طبع سلیم کی معتبر شاہد متصور ہونے کے قابل ہین - کلام کی عبارت
مصنف کے دل و دماغ - خیالات - جدت طرازی - شوخی طبع وغیرہ کا اندازہ ہی اور اُسکے لئے یہ رسالہ
کافی ہی - البتہ شوق کی ابتدا - نشو نما وغیرہ کی کیفیت لایق تذکرہ ہی - اور دل چاہتا ہی کہ کلیات
کے ساتھ یہ اُمور بھی شایع ہون - اِس بار کو مرحوم کے ایک تربیت یافتہ نے میری تحریک سے
اپنے ذمے لے لیا ہی - قبلہ گاہی مرحوم کی خوبیان اور مخصوصات کی نسبت اگرچہ کہون تو
میرے تعلق کا نتیجہ سمجھا جایگا - لہذا مین اس التماس کو قبلہ گاہی کے اس قطعہ پر ختم کرتا ہون

ہان کوئی شر رسا جو نکالو تو جان ہو ۔۔۔ یون چاہنے والے تو مری جان بہت ہین

خاکسار
ساجد علی خان عرف سلطان

صحت نامۂ دیوان

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
اول	۵	ای	اے
۹	۱۰	پنہا رہا ہی	عطا کیا ہے
۹	۱۲	ترا	تری
۱۶	۲۰	نجم جواہر	گوہر انجم
۲۴	۲۱	تیرسے	ترسے
۳۱	۱۰	کیا	کا
۴۱	۲۱	دینی	دیتے
۴۲	۱۲	لوٹسا	لوٹنا
۴۳	۱	ڈر	در
۴۶	۱۸	چھوٹا	جھوٹا
۴۸	۱۷	جراہت	جراحت
۵۶	۱۶	خنخر	خنجر
۶۱	۱۳	جانا	جانان
۶۳	۱۴	پچتایگا	پچتائیگا
۶۴	۱۲	کیات	کیا بات
۶۹	۱۳	ڈہوتے	ڈہونڈتے
۷۰	۲۰	گزرتی	گزرتی ہے
۷۱	۹	کی	کے
۷۲	۱۱	بیاسا	پیاسا
۷۳	۵	تری	تیری
۷۴	۱۵	نکرین	نکیرین
۷۵	۱۹	برباد	آباد
۸۷	۱۴	فریا	فریاد
۹۲	۱۳	مار	یار
۹۹	۱۹	قائل	قاتل
۱۰۸	۱۲	پشمان	پشیمان
۱۱۱	۱	کی	مین
۱۳۲	۷	مانت	امانت
۱۵۵	۲	تری	تیری
۱۶۱	۱۶	پرورگار	پروردگار
۱۶۷	۱۱	پہنچانے	پہچانے
۱۷۲	۹	زانون	زانو
۱۸۲	۸	پو	پور
۱۹۰	۱۴	میرے	مرے
۱۰۳	۲۱	ترسے	تیرسے

نوٹ عدیم الفرصتی کیوجہ سے نقاط مدو مرکز وغیرہ کی تصحیح ناظرین کی عیب پوش نظر کے ذمہ چھوڑی جاتی ہی۔

آغاز و انجام

یعنی

مختصر حالات

جناب صاحبزادہ سیّد محمّد مصطفٰے علیخان نوراللہ مرقدہ سابق ہوم سکریٹری

رامپور اسٹیٹ

بپاس خاطر

جناب صاحبزادہ سیّد محمّد ساجد علیخان بہادر عرف سلطان صاحب

خواجہ صادق حسین صادق نے تالیف کیا

اور

سرکاری پریس ریاست رامپور میں چھپا

Retained Withdrawn

عرضِ صادق

صاحبزادہ سلطان صاحب بہادر کا تقاضا ہی کہ مین اپنے ولی نعمت یعنی اُنکے قبلہ و کعبہ کی ایک مختصر مکمل سوانح عمری دیوان کے ساتھ شائع ہونے کے لئے اپنے چشم دید واقعات اور قابلِ وثوق یادداشت سے جلد مرتب کردون مختصر مکمل - جملہ مین مکمل کی قید سے دقتین پیش آگئین جنکی شرح مشکل ہی -

ارباب دانش جانتے ہین کہ سوانح عمری تاریخ کا شعبہ ہی - اور تاریخ جسقدر صحیح اور چاپلوسی سے پاک ہو اُسیقدر اہم ہوتی ہی - صحیح تاریخین ہمیشہ اپنے زمانۂ وقوع اور ترتیب سے عرصۂ بعید تک گمنامی کی صندوق مین محفوظ رہنے کے بعد مشتہر ہوئی ہین - وقت کے وقت زمانے نے کبھی اُنکے بارِ صداقت کو اٹھانے کی ہمت نہین کی - خصوصًا سوانح عمری مین عادات اور خصائل کے بیان کا موقع نہایت نازک ہوتا ہی - پسماندون کی خواہش ہوتی ہی کہ اُنکے بزرگ فرشتون کے لباس مین نظر آئین - حالانکہ خالقِ مطلق نے اپنی رحمت سے انسان مین جو خصائل رکھی ہین اُنکا صحیح موقع اور محل سے استعمال ہی مشکل ہی - اگر برمحل استعمال کی توفیق نہو تو یہی رحمت زحمت سے بدل جاتی ہی - مثلاً محل مین شجاعت و ظلم - سخاوت و اسراف - کفایت و خست وغیرہ وغیرہ کا اظہار ایک ہی قسم کے مادہ سے ہوتا ہی اگر برمحل صادر ہون تو اخلاق حسنہ سمجھے جاتے ہین ورنہ اخلاقِ ردیّہ مین داخل ہوتے ہین - اِسکی شرح کیجائے تو ایک ضخیم کتاب مرتب ہوگی - نیز صاحبِ تذکرہ کے واقعات و معاملات بہی ادنٰے اور اعلٰے ہر حیثیت کی ہستیون سے وابستہ ہوتے ہین اِس بحث پر بہی قلم اُٹھانا کچہ آسان نہین بلکہ سخت مشکل ہی - غرضکہ مکمل کی قید پوری نہین ہوسکتی - البتہ اسقدر حالات اور واقعات بلا کم و کاست بیان کرنے کی مین کوشش کرونگا جو نامور معنف دیوان کی شخصیت ظاہر کرنے کے لئے ضروری ہون - چونکہ خود میری نظر مین یہ مختصر تحریر سوانح عمری کے شمار مین نہین آتی - لہٰذا مین اِسکا نام بہی حیاتِ فلان وغیرہ کی نمونے پر تجویز کرنا مناسب نہین سمجہتا - اور ادائے مطلب کے لئے صرف **آغاز و انجام** اختیار کرتا ہون -

خاکسار صادق حسین صادق



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلّی علیٰ رسولہ الکریم

ز لافِ حمد و نعت اولیٰ است بر خاکِ ادب خفتن سجودے میتوان کردن درودے میتوان گفتن

صاحبزادہ سید مصطفےٰ علیخان عرف منا صاحب ابن صاحبزادہ سید محمد محمود علیخان خلفِ کوچک فردوس مکان (نواب محمد یوسف علیخان فرمانروائے سابق ریاست رامپور) ۲۷ جون ۱۸۷۱ء مطابق ۸ ربیع الاول ۱۲۸۹ھ بروز سہ شنبہ پیدا ہوئے - قدرت نے کچھ اسباب پہلے ہی سے ایسے فراہم کر رکھے تھے کہ ابتداءً قلعہ معلےٰ مین (اپنی حقیقی خالہ صاحبہ کے پاس) پرورش پانے لگے - ابھی تین سال کی عمر نہین ہوئی تھی کہ شفیق چچا (خلد آشیان) نے پیارے بھتیجے کی پرورش کو باقتضائے محبت خاص اپنی ذات سے منسوب کرلیا - اقبال کی سازگاری نے صرف ایک والی ملک کے آغوشِ محبت مین پرورش پانے پر کفایت نہین کی بلکہ ایسے اسباب پیدا کئے کہ تربیت و تعلیم نگہداشت خواہ مخواہ اعلےٰ درجے کی میسر ہو -

اِدھر قدرتِ ایزدی مین خلد آشیان کو انکی نیکیون کا ثمرہ ملنا قرار پاچکا تھا جو ۱۳ اگست ۱۸۷۵ء مطابق ۹ رجب ۱۲۹۲ھ کو اِسطرح ملا - کہ دن کے گیارہ بجے خلد آشیان کی آغوشِ تمنا ہونہار بلکہ فخرِ سلف ثابت ہونے والے پوتے سے پر ہوئی دیکھی - آقا بھی ایسا ملا جسکی بدولت جسکی رفاقت مین ہر قسم کی اعلےٰ نگہداشت اور تعلیم خود بخود حاصل ہوگئی - پرورش پائی تو ایک جگہ تعلیم پائی تو ایک مکتب مین - پھر بچپن کا ساتھ اگر آخر تک ارتباط و محبت کا باعث نہ ثابت ہوتا تو تعجب تھا - مولوی ولی محمد خان بسمل معلم سید مرتضےٰ صاحب - ثابت تخلص (ادیب) مرجان رقم مولوی الٰہی بخش غریب تخلص (خوشنویس) سے اکتساب کا مساوی موقع حاصل رہا - ابھی بچپن ہی تھا کہ خلد آشیان کی مآل اندیشی نے انکے مستقبل کو پر اطمینان بنادیا یعنی ڈیڑھ لاکھ روپیہ کی پرامیسری نوٹ خریدکر نامزد کردئیے جو ۱۸۸۷ء تک ریاست کی حفاظت مین رہے -

چودھوین سال مین قدم رکھا تھا کہ شفیق چچا کی محبت بھری نظر دنکو دائمی رفیق رنج و راحت کو پیدا کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی خلقی دوربینی نے صاحبزادہ سید کاظم علیخان خلف فردوس مکان (نواب محمد سعید خان نور اللہ مرقدہٗ) کی تیسری صاحبزادی کو انتخاب کیا - یہ صاحبزادی اِسوقت مع اپنی دوسری بہنون اور بھائی کے دبا سلسلہ کورٹ

کوئی ایسی خصوصیت ثابت نہیں ہوتی جو انہیں کی ذات تک محدود ہو۔ ہاں جو بات دیکھنے کی تھی افسوس ہے کہ مرحوم کے ساتھ معدوم ہو گئی اور اب کسی طرح نظر نہیں آ سکتی زیادہ غور و تأمل بلکہ تخیل سے کام لیا جائے اور جن کے تعلقات ہم مکتبی کے ارتباط پر نظر ڈالی جائے تو الفاظ میں بادیہ سے زیادہ یہی کہنے کا موقع ملیگا کہ ضرور سچی محبت اور خاص ارادت ہونا چاہیے لیکن اثرات کی مجسم تصویر نظر نہیں آ سکتی جو بندگان حضور کے زمانہ مفارقت و سیاحت یورپ وغیرہ میں اخباروں یا دیگر ذرائع اطلاع سے کوئی خبر بندگان حضور کے متعلق پانیکی حالتیں نظر آتی تھی چہرہ کی کیا کیفیت ہوجاتی آنکھوں سے کیا برستا تھا خیالات کی دھیرن میں کیسی بے خبری طاری ہو جاتی تھی غرضکہ یہ وہ امور ہیں کہ جو الفاظ اور حروف کے ذریعے سے ادا نہیں ہو سکتے پھر اس حالتیں کہ انتفاع مابعد کی کوئی امید شامل نہ تھی بلکہ کسی قسم کی وظیفہ خواری کا تعلق بھی ریاست سے نہ تھا کہ آئندہ افزائش کی امید تقنیع کا سبب گردانی جائے حقیقتاً یہ امور ناظرین کی محاسبے سے باہر بھی ہیں کیونکہ در حقیقت انکی اصلیت سچی تھی تو ناممکن ہے کہ اثر پیدا نہ ہوا در معاملہ جبکہ یہ تھا تو اتنا ذکر بھی فضول ہوا لیکن ایک اور جہت سے یقین ہوتا ہے کہ یہ ارتباط و ارادت مصنوعی نہ تھے اسلئے کہ بندگان حضور دام اقبالہم و ملکہم کا التفات ع دل بدل رہیست درین گنبد سپہر کے مصداق ہے اور اس تعلق کی تصدیق کرتا ہے جیسا کہ آئندہ ناظرین کو غور کرنے سے ثابت ہو گا۔

سنہ ۱۸۹۴ء میں کونسل آف ریجنسی جب شکست ہو کر نئی کونسل بصدارت بندگان حضور پر نور دام اقبالہم و ملکہم قرار پانیکی خبر مرحوم کے گوش زد ہوئی تو آقا کی قدمبوسی کے اشتیاق نے بیچین کیا اور ایک درخواست گنیش گھاٹ کے میلے میں شریک ہونیکے حیلے سے حضور میں بھیجی یا پرائیوٹ سکریٹری کو چٹھی لکھی جسکا جواب مشعر بہ عدم گنجائش کیمپ بوجہ ناموزونگی و کثرت مہمانان اس معنی خیز فقرے کے ساتھ ملا دیہات کی آب و ہوا آپکے ناموافق ہے اس شوق نے بلا اجازت حاضر ہونیکا مشورہ دیا لیکن اتفاق سے اثنائے راہ میں گھوڑے سے گرنیکی وجہ سے ران کی ہڈی ٹوٹ گئی اور عرصہ تک صاحب فراش رہے اسلئے وہ ارادہ پورا نہوا چند ماہ کے بعد جیسا کیونکر سہارے سے چلنے لگے تو بلا اطلاع راچپسور میں داخل ہوے اور اپنے باغ میں شب کو قیام کیا صبح کے دس بجے تک حضور کو اطلاع ہوئی اور مہمانخانہ سرکاری میں قیام ہوا کئی روز قیام رہا اور حاضری میسر آتی رہی۔ بندگان حضور نے بعض عادات ترک کرنیکی ہدایت فرمائی اس سرکاری حکم نے وہ اثر دکھایا کہ والدین و دیگر بزرگوں کی انتہائی کوشش پر فوق ثابت ہوا یعنی کہ بعد یک لخت تعمیل حکم کی اور سخت بیمار ہو گئے جانبری دشوار نظر آنے لگی۔ معالجین کے مشورے سے بھی حکم عدولی کو جائز نہ رکھا۔ اس تعمیل حکم تک بھی کوئی خاص امید انتفاع ملحوظ خاطر نہ تھی بلکہ وہی بچپن کی حلقہ بگوشی اپنا کرشمہ دکھا رہی تھی۔

سنہ ۱۹۰۹ء مین قبل از اختیارات کامل بندگان حضور پرنور دام اقبالہم و ملکہم بغرض ملاقات نواب لفٹننٹ گورنر بہادر بارادہ تشریف آوری
نینی تال بریلی مین رونق افروز ہوے شاہ نظام الدین حسین صاحب بریلوی کے اعتقاد کا اثر باامید حصول برکات و معتقد
حسب دستور شاہ صاحب کے مکان پر رونق افروزی کا سبب ہوا شاہ صاحب کی زیر سایہ پند مشرب بہی زندگی کا
تعلق دنیا کی ذکر مین گذر رہی تہی خانقاہ اور قیام گاہ زنانہ مین صرف ایک دالان حائل تہی آقا کی سلام کو وہین حاضر
ہوے۔ بیماری کی نقاہت چہرہ پر باقی تہی۔ التفات و ارتباط قدیمی نے نہین معلوم کیا سحر کیا کہ شاہ صاحب کی بہائی وہین
ان دل ریش از مفارقت کے مکان پر بےتکلف قدم رنجہ فرمایا آدہ گہنٹہ قیام کیا یہ وقت پچہلے تذکرہ مین صرف ہوا۔ المختصر
اسیوقت اپنی ہمرکاب نینی تال لیگئی اور دہی مین ایک روز کی مہلت بمشکل عطا ہوئی دوسرے دن متعلقین حسب قرار داد
روانہ ہوگئی قلعہ کا ایک مکان ہیلو ان کے مہمانداری مہیا تہا کچہ عرصہ تک حیثیت مہمان متفیض رہے۔ اور قدیمی ارتباط و تعلقات
اپنا کام کر رہی تہی سرکار کے تکمیل اختیارات کامل کے بعد ناموافق آب ہوا نے رفعت کی اور سلسلہ ملازمت شروع ہوا
اس موقع کے متعلق مرحوم کی مرتب کی ہوی یادداشت ناظرین صفحہ نمبر ا پر ملاحظہ فرمایئن۔

تفصیل خدمات اور حسن کارگزاری کے اظہار کے لئے بہت سے اوراق کی ضرورت ہے اور سچ تو یون ہے کہ خدمات کے حسن خوبی کا
تعلق عام نہین بلکہ آقا کی پسند پر منحصر ہے۔ البتہ چشم دید واقعات کے ثبوت سے یہ تو کہا جاسکتا ہے کہ مرحوم نے اپنا جسم
تو کیا بلکہ روح بہی تعمیل اور خوشنودی سرکار کے لئے وقف کردی تہی سونا۔ جاگنا اٹہنا بیٹہنا کہانا پینا غرضکہ ہر فعل
مین بندگان حضور کی رضامندی فرض سمجہی تہی ہر ایک منشاء سرکاری کی تعمیل اس تیور دلسوزی کرتے تہے کہ گویا اپنے دلی ارادے
دی فعل کی تکمیل کر رہے ہین بعض مہول آقاپرستی سے ناواقف اشخاص کے اعتراض جب کسی ذریعہ سے کانون تک پہنچتے تو یہ مختصر جواب
زبان پر آتا تہا سہ مابخو ہیم ننگ نام را۔ سفر شکار آگرہ دہلی کی دربار کی مشکل انتظامات معزز مہمانون کی پرشوکت مہمانداری
بہوکی بازار اور نمایان مقامات کی چہکنا برقی روشنی کا افتتاح وغیرہ یہ ایسے کارنامے ضرور ہین کہ جنکی تفصیل عام آدمی کا سبب ہوسکتی ہے
مگر تجربہ کار نظرون مین یہ سب کچہ بہی نہین کیونکہ حکومت اور روپیہ دونون ایسی طلسم آفرین قوتین ہین کہ سب کچہ کرسکتی ہین
اور ان دونون کا وجود اور باز بندگان حضور کی نظر التفات مین پوشیدہ ہے جسکو حاصل ہو جاوے سب کچہ کرسکتا ہے لیکن دیکہنی کی بات یہ ہے
کہ خادم نے خدمت کس طرح کی۔ اپنی ہستی اور انانیت کو مٹاکر۔ یا زعم کارگزاری کو بڑہاکر اپنی ہستی کو مٹاکر کام کرنیوالے
کم ہین خدمات ایسی ہی انجام پا جاتے ہین کہ پہر زمانہ انکی نظیر پیدا کرنیکا موقع نہین دیتا۔ غرضکہ مرحوم کے زمانہ خدمت

غور کرتی ہوئی اعتقاد تو بلا خوف تردید کہا جا سکتا ہے کہ اگر تعمیل حکم آلٰہی میں آپ سے نصف تو غفلت بھی ہوتا تو ولایت کبھی نہ گئی تھی -



۲۷ مارچ ۱۳ء کو مرحوم نے رامپور چھوڑنے کا ارادہ مصمم کر لیا تھا بعض وجوہ سے بعد حصول رخصت جدید
اپنے علاقہ (محمد پور) کو تشریف لیگئے اور دو چار دن کے بعد واپس آئے شروع اپریل ۱۹۱۳ء کو مع متعلقین کے
رامپور کو خیرباد کہا۔ آج میں سنتا ہوں کہ مرحوم صاحب نے اپنی روانگی کا انتظام اس خوش اسلوبی سے انجام دیا کہ
رامپور سے چلے جانیکے چند گھنٹے بعد تک کسیکو خبر نہ ہوئی اور جب خبر یقینی درجہ کو پہنچی اور دیکھا گیا تو مکان میں سوائے
معمولی چند میزوں کرسیوں اور پلنگ وغیرہ کے کچھ نہ تھا۔ یہ افواہ صحیح نہیں بلکہ ہر حیثیت و ہر تعلق سے کوٹھی پر جانیوالا
ہر شخص اس ارادہ کو محسوس کر چکا تھا کیونکہ آئے دن بعض انتظامات دیکھ کر کم از کم بآسانی یہ قیاس کر سکتا تھا
کہ کسی بڑے سفر کی تیاری ہے۔ اور سفر بھی وہ معافی خیز جسمیں میز کرسی تصاویر وغیرہ بھی درکار ہوں۔ خلاصہ یہ
ہر شخص کو ارادہ کا امتیاز ہو چکا تھا لیکن مرحوم کی تدبر کا خوف سب پر کچھ ایسا غالب تھا کہ کسیکو آپس میں بھی زبان
ہلانے کی جرأت نہ ہوتی تھی۔ ہر شخص بجائے خود اسلئے احتیاط کرتا تھا کہ تدبر واقعہ کو کسی دوسری صورت پر نہ پلٹ دے اور
افشاء راز کی پاداش میں خود کسی مصیبت میں مبتلا نہ ہونا پڑے۔ ترک سکونت کی وجوہ آجتک زیر بحث اور معما بنی ہوئی ہیں
سرکار کی پرورشوں پر اور مرحوم کی ہوشمندی پر نظر ڈالیجائے تو یہ معما اور بھی مشکل نظر آتا ہے بچپن سے الطاف کرم مبذول رہکر
اور اختیارات کامل ملے اور ہر نوازشات کا دروازہ کھل گیا۔ بریلی سے اپنے ساتھ لائے۔ بتدریج ترقی دیکر مہتمم سکریٹری بنایا بالا
الاکہ مثل اپنی اولاد کے سمجھا۔ دختر نیک اختر کی میوہ خوری کے لئے مثل اپنی اولاد کے دو سو روپیہ ماہوار مقرر کیا صاحبزادہ
شیر علیخان بہادر عرف ننھے صاحب (خلف خلد آشیان) سے شادی کی جملہ مراسم مثل اپنی اولاد کے ہوتے سلطان
صاحب پیدا ہوئے تو بیحد مسرت ہوئی۔ متواتر محفلوں کی شرکت سے ابنا جنس میں اعزاز بڑھایا۔ سلطان صاحب کے ختنے کے موقع پر
اٹھارہ ہزار روپیہ زر قرضہ معاف فرمایا وسیع آراضی اور لوازمہ تعمیر کوٹھی کے لئے عطا ہوا۔ مکان مسکونہ جو پہلے عنایت
ہوا تھا خود بقیمت کافی خرید لیا جس سے تعمیر کوٹھی میں آسانی ہوئی۔ منافع متاجری اور تنخواہ کی تعداد چوبیس ہزار
روپیہ سال سے کم نہ تھی۔ غرضکہ بیشمار الطاف خسروی کے مقابلہ میں ترک سکونت بظاہر حیرت انگیز ہے۔ بعض سطحی نظر
اشخاص دیانت و عزت کو متہم کرتے ہیں اور دلیل خریدہ مواضعات وغیرہ لاتے ہیں لیکن کبھی آمدنی و خرچ پر نظر نہیں
ڈالتے مرحوم کی مذکورہ آمدنی کے علاوہ ڈیوڑھی کی آمدنی بھی ۹۶۰۰ روپیہ سال سے کم نہ تھی۔ شباب کے مشاغل

عرصے سے ترک تھے۔ عمر کے ساتھ معاشرت میں سادگی بڑھتی جاتی تھی کفایت کے اصول اختیار کر لئے گئے تھے ذاتی ملازموں میں
ایک منشی ایک بہرا ایک باورچی۔ دو کہار ایک موٹر ڈرایور دو سائیس۔ چند مالی محل میں آٹھ نو عورتیں باقی تمام سپاہی
اور اردلی وغیرہ سرکاری زیادہ سے زیادہ پانچسو روپیہ ماہوار کا خرچ ۲۳ ہزار چھ سو روپیہ میں سے چھ ہزار نکالدو چھ
اور بھی سہی ۲ ہزار سالانہ کی کوری بچت اگر غریباری علاقہ میں ظہور پذیر نہ ہوتی تو کیا ہوتا پھر محل میں بجا
ئی روشنی کے خیالات ایسے اثر پذیر ہو چکے تھے کہ زیور اور بھاری لباس بلکہ زائد از ضرورت اسباب خانہ داری کو
فضول سمجھکر بخوشی علیحدہ کیا۔ اور یہ رقم بھی اسی سرمایہ کے ساتھ کام آئے لہذا ترکِ سکونت کے اسباب ایسے وجوہ میں تلاش کرنا
نہایت رکیک بات ہے اصل میں وہ بات ہی اور تھی حقیقت یہ ہے کہ شانِ لایزالی و ایزدی کا منشا ہے کہ اسکی مخلوق بالکل
وضعات ہمیشہ تغیر و تزلزل غیر اختیاری سے اپنی عاجزی محسوس کرتی ہے۔ پھر دنیا کو اسباب سے وابستہ کیا گیا ہے
کسی نہ کسی جہت سے اس قانون کا منشا بھی پورا ہونا ضروری ہے ورنہ بات وہی ہے کہ خواستہ نا خواستہ وہی راہ اختیار
کرنی پڑتی ہے جس سے منشاء الٰہی پورا ہو یہ واقعہ بھی ایسا ہی ہے اگر ہم نیک نیتی کے ساتھ اس معاملہ کے وجوہ تلاش
کریں اور فروع کی پیچیدگیوں میں نہ الجھیں تو مندرجہ ذیل نتیجہ پر پہنچ سکتے ہیں۔

(۱) ایک طرف تو روز افزوں ترقی مناصب و مراتب نے طبعاً یہ خواہش پیدا کر دی کہ جب عزت بڑھائی گئی ہے
تو کبھی کوئی خفیف بات بھی اسکے خلاف کیوں ہو۔ اب جب اپنی ہستی کو وقف خدمات کر چکے تو ضرور ہے کہ ہر ایک
گزارش بلا توقف سمع اقدس تک پہنچ سکے اور دربر ہو۔ (۲) اور دوسری جانب شانِ فرمانروائی و آزادی کے لئے
یہ ناممکن تھا کہ وہ اپنی آزادانہ قول و فعل پر کسی خیال کو اتالیق و محاسب منظور کریں۔ یا یہ ہر لحظہ سماعت گزارش
کے لئے تمام مشاغل سے دست بردار ہو کر گوش بر آواز رہیں۔

ان امور کا لازمی اثر یہ ہونا تھا کہ وہ معمولی باتیں جو پہلے قدیمی بے تکلفی کا ثمرہ سمجھی جاتی تھیں اور ہنسی میں اڑ جاتی تھیں فکر و رنج کا
بار ہو کر دل میں جمع ہوں اور ایک طرف سکوت و اضمحلال بنکر چہرہ پر چھا جائیں دوسری جانب خلاف
منشاء ہو کر سبب اعراض قرار پائیں۔ معاملہ نے جب یہ صورت اختیار کی تو ضرورت ہوئی کہ ایسا موقع حاصل کیا جائے
جس سے دل کی باتیں زبان پر آ جائیں اور چھاتی کا پتھر کسی طرح کھسک جائے دل ہلکا ہو۔ اور پہلی سی بحالی میسر آئے لہذا دو مرتبہ
پہلے کی بھی ہوئی چال پر کسیقدر زیادہ زور کے ساتھ عمل کیا گیا لیکن مقدر کا پانسہ پلٹ چکا تھا وہ رنگ نہ جما

شیت کو پورا ہونا تھا ہو کر رہی ورنہ درحقیقت مرحوم کی جاں نثاری و عقیدت اور سرکار کی بذل و کرم میں کبھی کوئی تغیر نہیں ہوا۔ دیکھیے یہی کہ اس کشاکشی کے زمانے میں بھی مرحوم نے اپنی ضرورت کو ہمیشہ بلا تکلف ظاہر کیا اور بندگان حضور کے الطاف خسروی نے بلا توقف قبول فرمایا چنانچہ محمد پور پہنچتے ہی سلطان صاحب علیل ہوگئے تو معالج کی درخواست کی گئی اور سرکاری حکم سے اسسٹنٹ سرجن مع ذخیرہ ادویہ فوراً روانہ ہوگئے۔ بحالت قیام نینی تال بلا پابندی سکونت و خدمت کچھ عرصہ تک پانچسو روپیہ ماہوار عطا ہوتی رہی غرضیکہ لاگ برابر لگی رہی حتی کہ آقا کی دوری و مجبوری صبر شکن ثابت ہونے لگی اور دل کے تقاضے سے مجبور ہو کر الہ آباد جبکہ بندگان حضور پرنور دام اقبالہم وملکہم ایک اتفاق سے تشریف لے گئے تھے سلام کو یا زخم دل کے التیام کو حاضر ہوئے۔ قدیمی التفات نے بندگان حضور پرنور کی عفو و کرم کو ابھارا تقصیر چشم پوشی کی خواہاں ہوئی۔ اور رامپور ساتھ لائے گئے۔ مرحوم کی خواہش کے مطابق قید خدمت بھی اٹھا دی گئی اور تنخواہ کھول دی گئی کچھ عرصہ تک یہ دستور رہا کہ ہفتہ عشرہ رامپور تو دو چار روز نینی تال کچھ عرصے کے بعد متعلقین کو بھی لے آئے لیکن پہاڑ کی سرد ہوا کے عادی ہوجانے والی طبیعتوں کو یہاں کی گرم ہوا کی برداشت نہ ہوئی لہذا پھر نینی تال لے گئے۔ ۱۶ مارچ سنہ ۱۹۱۵ء کو واپس آئے۔ گویا دنیا کی یہ آخری نقل و حرکت تھی اسکے بعد ایسا سفر کیا کہ قیامت تک ملنے کی امید منقطع کر گئی ؎ شکوہ ہے رفتگان مقام بعید کا ایسے گئے کہ خط بھی نہ بھیجا رسید کا

۲۳ مارچ سنہ ۱۸۸۱ء کو شفیق چچا کا سایہ سر سے اٹھا۔

۱۱ مارچ سنہ ۱۸۹۶ء کو حضور پرنور سے اختیار آنریری مجسٹریٹی عطا ہوئے

۷ مارچ سنہ ۱۸۹۸ء کو بعہدہ ہوم سکریٹری ممتاز ہوئے

۲۴ مارچ سنہ ۱۸۹۸ء کو دو سو روپیہ اضافہ ہوا

۲۷ مارچ سنہ ۱۹۰۶ء کو بخواہش خود کارخانہ جات سے مستعفی ہوئے

۲۷ مارچ سنہ ۱۹۱۰ء کو دوبارہ ہوم سکریٹری بنائے گئے میونسپلٹی و جیلخانہ وغیرہ وغیرہ متعلق ہوئے۔

۱۹ مارچ سنہ ۱۹۱۱ء کو شہر سے کوٹھی نو تعمیر (واقع خاص باغ) میں سکونت منتقل کی۔

۲۷ مارچ سنہ ۱۹۱۳ء کو رامپور چھوڑنے کا قصد عمل میں آنا شروع ہوا۔ اور شروع اپریل میں تکمیل ہوئی۔

۲۷ مارچ سنہ ۱۹۱۶ء کو انتقال فرمایا۔

یہ عجیب اتفاق ہے کہ مرحوم کے زمانہ حیات میں زیادہ تر قابل یادداشت واقعات مارچ ہی میں پیش آئے۔ افسوس ہے کہ مرحوم نے کوئی ڈائری نہیں لکھی ورنہ یقیناً اور واقعات بھی مارچ کے تحت میں نظر آتے

۱۔ نمبری ۳۵۴۴ رقمزده ۱۱ جون ۱۸۹۶ء افسر اعلےٰ کارخانہ جات مقرر ہوئے۔

۲۔ نمبری ۴۳۰ رقمزده ۲۵ جولائی ۱۸۹۶ء دوسو روپیہ مشاہرہ مقرر ہوا۔

۳۔ نمبری ۱۴۸ رقمزده ۱۷ اکتوبر ۱۸۹۶ء افسر آدٹ مقرر ہوئے۔

۴۔ نمبری ۳۱۳۴ رقمزده ۱۱ مارچ ۱۸۹۷ء کو مجسٹریٹ درجہ سوم کے اختیارات عطا ہوئے

۵۔ نمبری ۹۷۶ رقمزده ۲۹ اپریل ۱۸۹۷ء ممبر میونسپلٹی مقرر ہوئے۔

۶۔ بحکم ۷ مارچ ۱۸۹۸ء بعہدہ ہوم سکریٹری ممتاز ہوئے۔ اور مجسٹریٹ درجہ دوم کے اختیارات عطا ہوئے

۷۔ بحکم نمبری ۶۸۶ رقمزده ۲۴ مارچ ۱۸۹۸ء مبلغ دوسو روپیہ اضافہ ہوا۔

۸۔ بحکم ۱۹ دسمبر ۱۸۹۹ء گاؤخانہ خاص و اسلحہ خانہ خاص سپرد ہوا

۹۔ بحکم نمبری ۱۳۴۹ رقمزده ۲ اگست ۱۹۰۰ء مبلغ ایکسو روپیہ اضافہ ہوا۔

۱۰۔ بحکم نمبری ۹۱ مورخہ ۱۵ ستمبر ۱۹۰۴ء حسب درخواست تقرر بالا کی تصدیق ہوئی

۱۱۔ بحکم مورخہ ۲۷ اگست ۱۹۰۵ء ممبر کونسل خاندان مقرر ہوئے۔

۱۲۔ بحکم نمبری ۱۲۰۴ مورخہ ۲۷ مارچ ۱۹۰۶ء حسب درخواست خود کام سے دست کش ہوئے
صرف چمن قلعہ معلےٰ۔ خاص باغ۔ شاہ آباد۔ خسرو باغ۔ مچھی بھون پرائیوٹ و جنگلات متعلق رہے

۱۳۔ بحکم رقمزده ۱۰ مئی ۱۹۰۶ء پرائیوٹ سکریٹری مقرر ہوئے۔

۱۴۔ بحکم مورخہ ۲۷ مارچ ۱۹۱۰ء دوبارہ ہوم سکریٹری بنائے گئے۔ اور صیغہ جات ریاست
سررشتہ تعلیم۔ شفاخانہ جات جیل۔ میونسپلٹی۔ مویشی خانہ جات وغیرہ سپرد ہوئے۔

۱۵۔ بحکم رقمزده ۵ اپریل ۱۹۱۱ء مبلغ تین سو روپیہ ماہوار اضافہ ہوا۔ در اکیہزار کی تعداد پوری ہوگئی

علالت

۱۶ مارچ ۱۹۱۱ء کو صبح کی گاڑی سے رامپور پہونچے طبیعت مضمحل تھی جسکو سفر کی تکان سمجھا گیا۔ سہ پہر کو لرزہ آیا شب کو بھی لرزہ کی دوری پڑے۔ ڈاکٹر جگناتھ اسسٹنٹ سرجن ریاست کا علاج شروع ہوا ان کا تعلق ریاست میں مرحوم کے عہد میں بکوشش ہوا تھا۔ نیز سلطان صاحب کے معالجہ کیواسطے محمد پور بھی گئے تھے ایکماہ نشانہ روز کے اتفاق نے بہت کچھ تعلقات پیدا کردئے تھے ان وجوہ سے ڈاکٹر جگناتھ کو علاج کی موثر ثابت کرنے میں کد تھی

لیکن تقدیر ہنستی تہی شفاخانہ صدر اور ذات خاص کی شفاخانہ کی کوئی دوا بیش قیمت ایسی نہ تہی جسکے صرف مین کفایت لکہی جاتی ہو
اسیر ہی ایک موثر معین تہا دوا وغیرہ جو یہان نہوتی - فوراً مراد آباد سی آتی جملہ مصارف سرکاری تہی ہر گہنٹہ کی کیفیت نقشہ مین
درج ہوتی تہی نسخہ جات کا فائل نہایت احتیاط سی بنتا تہا ہمین شک نہین کہ علاج مین وہ کوشش بلیغ ہوئی کہ اگر
کسی فرمانروا کی لئے ہوگی تو اتنی ہی ہوگی -

سیجر ہنڈر سرجن نینی تال - ڈاکٹر انصاری - ڈاکٹر ماشاء اللہ خان سابق پروفیسر میڈیکل کالج آگرہ نے بہی دیکہا اور علاج مین
شرکت کی لیکن مرض بڑہتا گیا جون جون دوا کی - بیس ایس کی عمر سے پہیپہڑے مین نقصان پیدا ہو گیا تہا اسپر
مرض لاحق ہوا تو نمونیا زمانہ علالت مین معالجین کی گفتگو اگرچہ تسکین آمیز ہوتی تہی لیکن چہرہ کی آثار اوسکی تصدیق نہ کرتے تہے
تیمار داروں مین صاحبزادہ یوسف جمال خان بہادر عرف ننہن صاحب برادر خورد و تین نئی رفیق - دو قدیم خدمت کرنے والی
عیشو ڈاکٹر اور کچھہ پرانے ملازم تہے اہل و عیال نینی تال تہے مرحوم کا استقلال اجازت نہ دیتا تہا کہ مفصل حالت علالت
لکہکر بیویون کو پریشان کیا جائے لیکن افسوس یہ ہے کہ نادان دوستون نے بہی علیل رائے کا اتباع کیا اور کیفیت قہی نہ ظاہر کی
بلکہ اطمینان آمیز خطوط بہیجتے رہے - آخر ایک کم نصیب غمخوار سے نہ دیکہا گیا اور جلے کٹے الفاظ مین ایک مختصر خط بہیج ہی دیا
لیکن بے ذرا نہ کی آں کی آمیز خطوط کا رنگ جما ہوا تہا اعتبار نہ کیا گیا - تاہم صداقت کے اثر نے چین نہ لینے دیا اور ایک
ملازم بغرض دریافت حال نینی تال سے بہیجا گیا - غرضکہ اس توہمات مین بہت کچہہ بیش قیمت وقت تلف ہو گیا آخر کار ۲۵ تاریخ
رات کو دس بجے بیگم صاحبہ مسرکو نینی تال سے اپنے ساتہہ لیکر رامپور مین وارد ہوئین اور اسیوقت سے مس کا علاج شروع ہوا -
۲۹ مارچ ۱۹۱۸ء کو دن کے پانچ بجے سے پہر ڈاکٹر جگناتہہ سے علاج رجوع ہوا اسی تاریخ شب کو دو بجے سکتہ کا دورہ پڑا
محل مین کہرام مچگیا تین بجے سے پہلے بندگانحضور پرنور دام اقبالہم وملکہم بہی رونق افروز ہوئے یہ وہ وقت تہا کہ فریق
اور آقا کے اصلی تعلقات کا اثر دیکہنے والون نے دیکہا اور سمجہنے والون نے سمجہا - سرکار کا پہلا قدم جو کمرے مین داخل ہوا
نظر بیمار کے چہرہ پر اچہی طرح نہ جمنے پائی تہی کہ ایک بے اختیار چیخ سے کمرہ گونج گیا اور قدم بلا ارادہ کہنچ گیا - کچہہ توقف کے بعد
دل پر جبر کر کے بندگانحضور بیمار کی سہری کے پاس تشریف لیگئے اور فرمایا " بہائی کیا حال ہے " بیمار کے جسم کی حرکت نے
اسوقت بہی تسلیم و تعظیم کے دلی ارادہ کو ظاہر کیا اور اس نازک حالت مین بہی یہ جواب دیا کہ " حضور اب مین اچہا ہو گیا "
یعنی حضور تشریف لے آئے دلی آرزو پوری ہو گئی اب مرنے کا غم نہین اثر کا کیف الفاظ سے ظاہر ہونا ممکن نہین

دلی مفارقت کا امتیاز ممکن ہے کہ بیمار کو بوجہ عدم اعتدال حواس کافی طور پر نہ ہو لیکن خادم نواز آقا کی دلمین وہ قلق پیدا کر رہا تھا جسکا اندازہ دیکھنے والوں کو رنگ پریدہ اور مختلف آثار سے بخوبی ہو رہا تھا ضبط و خودداری پر گریہ بے اختیار بار بار غالب آجاتا تھا جس کے آنسوؤں نے رہا سہا غبار طبیعت بھی دھو دیا تھا۔ اس حالت مین جو الفاظ زبان سے نکلتے تھے وہ سننے والوں کے دلوں کو پاش پاش کئے دیتے تھے۔ بچوں کی یاد ایسی قیامت ستم ڈھا رہی تھی جو نادان دوستوں کی عقلمندی کی بدولت ابھی تک نینی تال مین پڑے ہوئے تھے۔ چھ بجے صبح کو بندگان حضور تشریف لے گئے لیکن سات بجے سے پہلے پھر تشریف لے آئے اس عرصہ مین ڈاکٹر ماشاء اللہ خان بھی موٹر مین مرادآباد سے آگئے تھے۔ بار بار بندگان حضور دریافت فرماتے تھے کہ آپ کو کچھ امید ہے لیکن ڈاکٹر صاحب کو سکوت تھا آخر کئی مرتبہ کے اصرار پر ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ مین چھ بجے شام تک کچھ نہین کہہ سکتا سرکار نے فرمایا اسکے بعد۔ ڈاکٹر صاحب نے کہا اسکے بعد مین ذمہ دار ہون نو بجے کے بعد بندگان حضور مغموم تشریف لے گئے ڈاکٹر جگناتھ مریض کے پاس رہے۔ اور آخری تدابیر سے طبیعت کی روک تھام کرتے رہے لیکن تین بجے کے بعد بالکل دست بردار ہو گئے۔ دوا وغیرہ اور جملہ سامان مریض کے پاس سے علیحدہ کر دیا گیا۔ تین بجے کے بعد یونانی اطباء کے مشورہ سے **جواہر مہرہ** وغیرہ کا استعمال ہوا لیکن افسوس صد افسوس کہ کوئی علاج موثر ثابت نہ ہوا۔ اور ٹھیک پونے چھ بجے شام کو اس دار فانی سے رخصت ہوئے **انا للہ وانا الیہ راجعون** اور جناب عالیہ کے مقبرہ مین دفن ہوئے۔ اور یہ تاریخ مزار پر کندہ ہوئی۔ **تاریخ**

حامیِ دینِ مصطفیٰ سالکِ راہِ مرتضیٰ	کیا عقیل و نامور تھا یہ امیر باسخا
طرزِ زمانہ دیکھ کر خلوتِ خلد کی پسند	آنکھوں سے ہو گیا نہاں ہائے فلک یہ کیا ہوا
نام تھا مصطفیٰ علی یعنی علی کا دوست تھا	بہرِ علی یقین ہے بخشش بے حساب کا
جان تھی جسم مین کبھی جسم تھا زینتِ جہان	اب ہے بجائے جسم و جان نقش فقط مزار کا
صادق خستہ دل نہ رو سالِ وفات نظم کر	خلد مین ہے بجا اب روحِ لطیف مصطفیٰ
	۱۳۴۵

پہلے سنت جماعت تھے۔ پھر اپنے اجدادی مذہب کی طرف عود کیا یعنی شیعہ ہو گئے۔ درحقیقت ان کے اصلی خیالات اس فرقہ بندی کے طلسم سے بالکل آزاد تھے۔ اہل اسلام کو کسی فرقہ سے کسی قسم کا تعصب کبھی نہ ظاہر ہوا مذہب اور عقائد کی گفتگو کا جب اتفاق ہوتا تھا تو نہایت آزادانہ رائے اور غیر متعصبانہ

طریق کا ثبوت ملتا تھا علما اور مجتہدین و اہل تصوف کی باہمی مخالفت کی ہمیشہ بحیان فرماتے تھے اس قسم کی گفتگو کی سنوانیکو
جو عادت سے واقف نہوتے۔ اس امر کے یقین کر لینے کا موقعہ ہوتا تھا کہ آپکو دلمین بزرگان دین کی تعظیم و تکریم بالکل یقین سے
لیکن بہ سبب بانی داخلہ تھا حقیقتاً دل بزرگان دین کی عظمت سے خالی نہ تہا۔ اکابر دین تو ایک طرف اگر کسی
دوسرے مذہب کا بظاہر کوئی مرتاض شخص نظر آتا۔ تو اُس سے بھی تعظیم پیش آتے۔ گنج مرادآبادا مولوی فضل الرحمن صاحب
کے خلیفہ سے ملنے کو نہایت عقیدت کے ساتھ گئے۔ اجمیر شریف کے بھی کئی سفر کئے جسمین تفریح کا خیال شامل نہ تھا کئی
سال سے روزانہ کلام شریف کی تلاوت کرتے تھے حرمین شریفین کی زیارت کا بھی عزم مصمم تہا۔ اگر جناب یورپ
وغیرہ کو واقعات پیش نہ آتے تو یقیناً بجائے نینی تال قیام کرنیکے مقامات متبرکہ کی زیارت اور طواف سے مستفید ہوتے
۱۳۰۱ھ ہجری مین بمقام مرادآباد ایک صاحبزادی پیدا ہوئین۔ جو حسب دستور روساء انا۔ کھلائی وغیرہ کے
سپرد کر دی گئین ۱۳۰۳ھ ہجری مین ایک صاحبزادہ پیدا ہوا جسکو اس دنیا مین چند انفاس کی مہلت ملی ولادت
پندرہ منٹ کے بعد آغوش زمین کو سپرد ہو گئی صاحبزادی صاحبہ کا عقد صاحبزادہ شبیر علیخان بہادر عرف ننہے صاحب
خلف خلد آشیان) سے ہوا۔ صاحبزادی صاحبہ کے بطن سے صاحبزادہ ساجد علیخان بہادر عرف سلطان صاحب
۱۳۲۲ھ ہجری مین پیدا ہوئے جنکو شفیق نانا نے اپنی آغوش محبت مین لیا اور اپنا فرزند قرار دیا سلطان صاحب کی
ایک ہمشیر ۱۳۲۹ھ ہجری مین پیدا ہوئین یہ دونون نونہال اسوقت سرکار کے سایۂ عاطفت مین اور اپنی نانی صاحبہ کی
آغوش محبت مین پرورش پا رہے ہین سلطان صاحب کی عمر اسوقت چودہ سال کی ہے انٹرنس کے امتحان کی تیاری کر رہے ہین
عادات و خصائل کی صحیح اندازہ کیواسطے عمر کا درمیانی حصہ مناسب مانا گیا ہے اسلئے کہ بچپن سے شباب کے
نشو ونما تک طبیعت کا مد وجزر غیر اختیاری ہوتا ہے عقل سلیم مین بیشتر اتنی قوت نہین ہوتی۔ کہ طبیعت کے
آئے دن بڑھنے والے جوش کی کافی حد تک روک تھام کر سکے۔ لہذا ۱۸۹۶ء تک کا زمانہ اسلئے قابل
بحث ہے کہ اسوقت تک مرحوم کی عمر صرف ۲۶ سال کی ہوتی ہے اسکے بعد ہی ریاست کے تعلقات شروع ہو جاتے ہین
یہ امر عموماً تسلیم کر لیا گیا ہے کہ ابتدا ہر شے کی پُر جوش اور حوصلہ خیز ہوتی ہے خصوصاً جب ترقی کی سنہری چوٹیان پیش نظر
ہون تو ہر راہ رو کو ضرورت مجبور کرتی ہے۔ کہ پیش پا افتادہ رکاوٹون کی پروا نکرے اور جسطرح ممکن ہو راستہ کو
صاف کرتا ہوا آگے بڑھے بعض حضرات ۱۸۹۶ء سے ۱۹۰۶ء تک کے زمانہ کا تذکرہ (مرحوم کی بابت) اچھا ...

نہیں کرتے اور بظاہر واقعات بھی اسکی تائید کرتے ہین لیکن سرکار کے التفات سے پیدا ہونیوالے حاسدون کے
دفع کرنے کی ضرورت اور انکی ریشہ دوانیون کی روک تھام کو پیش نظر رکھتے ہوئے جب اداے فرض آقا پرستی پر بھی
غور کیا جائے۔ تو شاید مرحوم کا دامن زیادہ ملوث نظر نہ آئے گا۔

زمانہ داری کی ضروریات سے کچھ وہی ہستیان واقف ہوسکتی ہین جنکو قرب سلطانی ملا ہو۔ جو (معترض)
از قرب سلطان آتش سوزان بود۔ کی حدت سے بہت دور ہین۔ جو چاہین چہ میگوئیان کرین غور کیا جائے تو یہ زمانہ بھی
بالکل خیر سے خالی نہین رہا۔ رامپور کے قدیمی باشندون مین سے بہت سے افراد کو شاہراہ ترقی پر ڈالدیا جنکی قدیمی تول کی
[illegible] سودہ بنیادین تو ضرور باقی نہین لیکن انکے لئے ایک از سر نو تعمیر کنندہ کی ضرورت تھی جسکو مرحوم نے پورا کیا
راج رامپور مین ممتاز عہدے اپنے گھرے ہوئے حق بحقدار رسید کی آواز بلند کررہی ہین۔ مارچ سنہ ۱۹۱۰ء
سے مارچ سنہ ۱۹۱۴ء تک کا قلیل زمانہ تو عجیب دلچسپ طریقہ سے گذارا۔ ذات خاص کی بجائے جب اس زمانہ مین
[illegible] تعلق رہا تو اخلاق کے اصلی جوہر کھلے اور پچھلی کدورت سے بہت کچھ دامن پاک کرکے تمام دل فریب
[illegible] کی اس قلیل مدت مین جو کام کئے اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ دلمین عام بہبودی کا کافی مادہ موجود تھا۔ اگر پہلے سے
[illegible] تو عامہ خلائق کو بہت کچھ راحت پہونچا سکتے تھے انتظامی قابلیت قدرتاً بہت بڑھی ہوئی تھی جسقدر زیادتی
[illegible] پیشتر تھا اسیقدر ضبط و تحمل سے کام لیتے اور خاموشی کے ساتھ تدبیرین مستغرق رہتے غصہ کی عادت تھی
[illegible] پیدا کرتے تھے رعب و داب ماتحتون سے بھی تجاوز کر گیا تھا۔ اسیطرح یہ تھا کہ ہر ایک شخص کے دلمین
[illegible] صاحب مجھ خصوصیت کی نظر سے دیکھتے ہین۔ کسی حیثیت کا آدمی ہو اور کیسی ہی عدیم الفرصتی
[illegible] دو تین باتین اسطرح پر ضرور کرلیتے تھے کہ وہ خوش ہوجاتا تھا مقابلہ دستور کی
[illegible] والتفات سے پیش آتے لیکن وقت پر وہ بھرپور ہاتھ مارتے کہ تسمہ بھی لگا نہ رہتا
[illegible] یہ حال [illegible] باین ہمہ عروج و موافقت زمانہ اپنی متوسلین خاص مین [illegible] ایک
[illegible] کو مسئلہ ملازمت سرکاری مین داخل نہ کیا اور انکو بھی آگے بڑہانا محض اس بنا پر جائز نہ رکھا
[illegible] سے ہوگا حسن کارگذاری او محنت کا صلہ صرف پُر اطمینان الفاظ اور محبت بھری نظر [illegible] دیتے رہے
[illegible] دل نہ [illegible] آدمیونسے ہمیشہ کھٹکتے رہتے تھے کہ بعد قطع تعلق ریاست کو بنام [illegible]

اگر کسی کو نوکر رکھوا بھی دیا تو نقش طبع کے زمرہ مین معاصرین سے حسب ضرورت کبھی شیر و شکر کبھی تیغ و تبر نظر آتے تھے۔
باتون باتون مین دشمن کو رام کر لینا بائین ہاتھ کا کرتب تھا اعلیٰ درجہ کی ہر چیز رکھنے کا بہت شوق تھا بہتیا
لباس۔ سواری چاہتی تھی۔ کہ اعلیٰ سے عمدہ ہو جس کام کو کرتے۔ اعلیٰ پیمانہ پر کرتے۔ صرف کی پروا نہ کرتے کسی کام کو
نہ کرنا ہوتا۔ تو ایسی باتین کرتے۔ کہ ناواقف کو اقتضا خست کا گمان ہوتا۔ جو بات دل مین آجاتی اُسی کر کے چھوڑتے
صلاح اور مشورہ بہت کم لیتے بلکہ نہ لیتے۔ اسلئے کہ اپنے ذہن کی جمی ہوئی بات کے خلاف کبھی کسی مشورہ کو قبول ہی کرتے
لیکن نتیجہ حسب مراد نکلنے پر جبت جلد اختیار کر لیتے۔

(شاعری) الشعرا تلامذۃ الرحمن

تخیل۔ احساس۔ ادراک۔ موزونیت۔ مذاق شاعری وغیرہ وغیرہ کے مادے بقدر حصہ شاعر اپنے ساتھ ہی لاتا ہے
کسب سے حاصل نہین ہوتے۔ کیفیات کا احساس بہر ہونگا وہ کی ساتھ دلچسپ و با اثر الفاظ مین انکا موزون کرنا ہر ایک
شخص کا امر اختیاری نہین! البتہ کسب علوم و فنون و تربیت استادی و استادسوان قوتون پر جلا آجاتی ہے اور اساتذہ کے
مقرر کئے ہوئے قواعد و قیود کا لحاظ بھی بلا اکتساب حاصل نہین ہوتا جو شاعری کی لئے جوہر عروض کیلئے لازم و ملزوم ہے
لیکن جب جوہر ہی نہو تو عروض کیا نمایان ہوگا۔ اساتذہ کی صحبت اور اہل زبان کی گفتگو شاعری کے حق مین نہایت مفید
اور ضروری ہے حسن اتفاق سے مرحوم کو یہ تمام امور قدرتاً میسر ہوئے۔ آنکھ کھولی تو خلد آشیان کے دربار کو
دیکھا جسمین ہر فن کی اُستاد کامل جمع تھے خصوصاً شاعری کا زمانہ عروج پر تھا اور منتخب شعرائے وقت کا ایک ٹھ
گروہ دربار اور مصاحب منزل مین نظر آتا تھا گو باقتضائے عمر اُسوقت کچھ ظاہری استفادہ حاصل نہین ہوا لیکن
اسمین شک نہین کہ ابتدا ہی سے پاکیزہ اور ٹکسالی زبان کے نکلے ہوئے لفظ کانون مین پڑتے رہے اور ستر برس کی عمر تک
یہ سلسلہ برابر جاری رہا۔ اور اسی زمانہ سے اس فن کی بنیاد قایم ہوتی رہی۔ اگرچہ تعلیم نے بذات خود فکر کرنے کی مہلت
نہ دی لیکن بیت بازی کی بدولت (پہلے زمانہ مین طلبہ کیلئے یہ شغلہ ایک مہذب کھیل سمجھا جاتا تھا اور دوپہر
طلبہ کو خالی وقت مین یہ تفریح بھی خالی از تعلیم نہ تھی) فارسی اور اردو کی سینکڑون شعر بر زبان ہوگئے تھے اسی
کبھی معانی اور مطالب پر بحث بھی ہو جاتی تھی۔ محاورون کی تحقیق کی ضرورت بھی پیش آجاتی تھی جسکا آخری
تصفیہ اساتذہ کے ذمہ ہوتا تھا خوبی قسمت سے معلم۔ ادیب۔ خوشنویس جملہ ارکان تعلیم شاعری کا مذاق رکھتے

اور کسی طرح پر ر و نکوئی نہ کوئی بات فن شاعری کی متعلق کان مین پڑجاتی تہی - پہر دربار اور مصاحب منزل مین اسی
فن لطیف کی ماہر نظر آتے تہی اور بیشتر اس گروہ کے محققانہ مباحثہ او ظریفانہ لطیفے کانون سی گذر کر دل مین گہر
کئے رہتی تہی غرضکہ بیجا نہو گا - اگر کہا جائی کہ رسم تسمیہ خوانی کی ادا ہوتے ہی زمانہ نے شاعر بننے کے اسباب سولہ
برس کی عمر تک مہیا کئی لیکن مشیت ایزدی اسکی خلاف تہی عنفوان شباب کے ساتہ ہی ایسی واقعات پیش آئی کہ اس فن کیطرف
با قاعدہ التفات کی فرصت نہ ملی - البتہ ظریفانہ پہلو سی طبیعت ہمیشہ شاعری سی مناسبت اور آمادگی کا ثبوت دیتی ہی
ستمبر سنہ ۱۹۰۵ء مین ایک بہجت افزا واقعہ پیش آنے پر طبیعت نے یکایک کروٹ لی یعنی ہنگام ولادت صاحبزادہ سید حسین علیخان
نور اللہ مرقدہ خداداد ذکاوت سی پہلا قصیدہ تصنیف کیا جو جناب صفیر کی اصلاح سی مزین ہوکر دربار مین
پیش ہوا اسکے بعد یہ چسکا ایسا رنگ لایا کہ تا دم آخر باوجود کثرت اشغال ذاتی و سرکاری و تفکرات گوناگون فرصت کا
ایک ایک لمحہ اسی مین صرف ہوا اور تدوین دیوان کی عجلت مستولی رہی چنانچہ خود فرماتے ہین - **شعر**
یہی شوق ہی کوئی دن مین ہو جمع دیوان ہوا جاتا ہی - ناظرین آپ دیکھ رہی ہین کہ مرحوم کی معاملات - واقعات بندگان حضور
پُر نور دام اقبالہم وملکہم کی ذات بابرکات سی قدرتی طور پر ایسے وابستہ ہین - کہ ارادۂ انسانی کی بیدخلی اور مشیت ایزدی کا
صرف صاف نمایان ہی - لہذا شاعری بہی اگر اس اثر سے پاک رہتی تو بات ہی کیا تہی - میرے خیال مین دو ثلث سے زیادہ
اشعار بندگان حضور پُر نور دام اقبالہم وملکہم سی تعلق رکہتی ہین کچہ باعتبار مدح وستایش - کچہ بطریق ادائے شکر و سپاس
کچہ باندازِ آرزو و استدعا - کچہ باظہار ارتباط و رضاجوئی - کچہ بلحاظ شکوہ و شکایت وغیرہ -
گویا ان حضرت کا مفروضہ معشوقِ شاعری وہ نہین تہا جو شاعری کی دنیا مین عام طور پر تسلیم کرلیا گیا ہی اور جسکا کچہ
وجود ہی نہین بلکہ یہ اپنی آئینہ خیال مین بندگان حضور ہی کی کسی پرتو کو پیکر مجسم فرض کرتے ہوئی شاعری کرتے ہین مثلاً کبہی
استغنائی شاہی سی تغافل و کج ادائی کا گلا ہی کبہی الطاف خسروی کو کسی دوسری جانب مبذول پاکر شکوۂ اغیار کی پردہ مین
حرف و حکایت ہی کبہی نظرِ عنایت کی کرشمہ نے بیخود ہوکر جامے سی باہر ہوجاتے ہین اور سب شکوہ و شکایت طاق نسیان
کہتے ہوے فرماتے ہین - **شعر** ایک ذرا پیار سے ڈالین جو نگاہین آونے : ای شرر آپ تو سب رنج و محن بہول گئے
الغرض شاعری نہین اگر فرصت قلیل نہوتی تو ایسے اشعار کی فہرست بحوالہ واقعہ مرتب ہوجانا ممکن تہا
اور ہوجاتا تو بہت سی اشعار کا لطف ایک سی چار چند ہوجاتا - نمونہ کے طور پر مزید لطف دکہانا ہی تو پہلی عرضداشت

منظوم صفحہ ۱۰۸ پر دیکھیے اوسکے بعد صفحہ ۱۱۱ پر اس غزل کو پڑھیے اور مضامین پر غور کیجیے یہ دونوں ایک ہی زمانہ کی لکھی ہوئی ہیں شعر

اد نہیں پردا نہیں فریاد مین تاثیر نہین ؛ اب ٹھر جائے طبیعت کوئی تدبیر نہین ۔

ستمبر ۱۹۰۵ء سے باقاعدہ شاعری شروع ہوئی اور ۲۷ مارچ ۱۹۱۶ء کو شاعری کیا خود ہی ختم ہو گئی اس اعتبار سے گلفروش شرر کی عمر گیارہ سال چھ ماہ کی ہوئی۔ اب ناظرین کو اختیار ہے خواہ اس بچے کی بھولی بھولی شیرین باتوں سے دل بہلائین لطف اوٹھائین یا تبصرہ کی آڑ مین ناگوار محاسبہ اختیار کرین جسکی برداشت یہ خورد سال کسیطرح نہین کر سکتا اور آپ بھی ایک بچے پر معترض ہوکر کوئی امتیاز حاصل نہین کر سکتے۔

شاعری: بلاتصنع مرحوم کی شاعری کا استاد اول اور حقیقی بندگان حضور پر نور دام اقبالہم وملکہم کا التفات ہے جو اپنے بچپن کے رفیق عزیز کے ہر ایک شوق کی حالت دیکھکر مبذول ہو جاتا تھا اس موقع پر بھی دفعتاً شاعری کی ہنگامہ آرائی نے خلد آشیان کے زمانہ کی فراہمی اہل کمال کا نقشہ کھینچدیا۔ مضطر۔ رسا۔ بزم۔ منظر۔ صمیم۔ طپش وغیرہ وغیرہ بہت سے عمدہ شعرا کا ریاست سے تعلق ہو گیا۔ اور بحیثیت مہمان امیدوار تو نہین معلوم کتنے شاعر آئے گئے۔ چنانچہ اُسوقت کے دو معرکۃ الآرا مشاعرے۔ شاعری کے دنیا مین بہت عرصہ تک فراموش نہونگے باین وجوہ مرحوم کے شوق کا استاد اول توجہات حضور کو قرار دیا جاوے۔ تو بیجا نہین۔ حک و اصلاح کے اعتبار سے پہلا قصیدہ خوشی کا دور ہے۔ ایسا کہ پیر چرخ کہن ؛ جوان بنا ہے بدلکر شفق کا پیراہن۔ جناب منشی محمد احمد صاحب حسرت خلف اکبر جناب امیر اوستاد بندگان حضور پر نور دام اقبالہم وملکہم۔ افسر اعلیٰ کارخانہ جات ذات خاص کی اصلاح سے مزین ہوا اوسکے بعد کلام بنا بر اصلاح جاتا رہا لیکن مرحوم کا تازہ شوق جہان روزانہ کچھ نہ کچھ اشعار پیدا کر لیتا تھا وہان یہ بھی چاہتا تھا۔ کہ اصلاح بھی فوراً ہی ہو جائے اور منشی صاحب موصوف کو بوجہ انتظام و انصرام کارخانہ جات متعلقہ فرصت نہوتی تھی۔ لہذا گاہ بگاہ اوستاد تسلیم یادگار نسیم تلمیذ مومن دہلوی سے بھی استفادہ کی نوبت آجاتی تھی اوستاد تسلیم رہتے بھی قریب تھے۔ اکثر صحبت بھی رہا کرتی تھی۔

صاحبزادہ سید شبیر علیخان بہادر عرف ننے صاحب تخلص شبیر خلف کوچک خلد آشیان (خویش مصنف دیوان ہذا) کا تعلق تلمذ افتخار الشعرا جناب مضطر خیرآبادی کو ۱۹۰۸ء مین رامپور (شاہ آباد) لایا مضطر کی شوخی کلام اور انداز شعر خوانی کے عمل نے حضرت شرر کے (نوعمر و ناواقف حسن فن) شوق شاعری کو

معمول کی طرح کلام لینے کو منتخب کر لیا۔ اور علم مجلس کے چلتے ہوئے جادو سے ایسا مسخر کیا کہ جناب مضطر کے رامپور میں
رہ جانے کی کوشش کرنے لگے بندگانِ حضور کا الطاف تو اپنے بچپن کے رفیق کی ہر ایک آرزو کے پورا کرنے کا
اجارہ لے ہی چکا تھا جیش قرار مشاعرہ کی منظوری دیدی اور ایسا لطف و کرم فرمایا کہ مضطر مسخر ہو گئے
القصہ مضطر رامپور آ گئے۔ اور اس یادگار میں ایک مشاعرہ بھی ہو گیا جسکی بہت سی بسا ایک ہوشمند تھکو کہ مضطر
رامپور آئے لیکن افسوس کہ جناب مضطر کے تخلص کا اثر صرف شاعری ہی تک محدود نہ رہا۔ بلکہ معاملات
اور ارادوں میں زیادہ نمایاں ثابت ہوا۔ بندگانِ حضور کی پرورش۔ شہر کی خوش اعتقادی کی قدردانی
اور جلد ارادے نقش برآب پائے گئے۔ خیرآباد کے رہنے والے تھے۔ رامپور کو بھی خیرباد کہا۔
نہیں معلوم شاعری کے اعتدال پر آجانے اور نظر کے (باعتبار فن) وسیع ہو جانے کی وجہ سے یا کسی
اور بنیاد پر اپنے کلام اصلاح شدہ میں بہت کچھ ترمیم کر دی اور جناب جلیل سے اصلاح کی طرح ڈالی چنانچہ
تاج سخن میں جو ان کی تاریخ چھپی ہے۔ اسکی سرخی میں (تلمیذ مصنف) لکھا گیا ہے۔ اگر حیات کچھ اور رفاقت
کرتی۔ تو یہ دیوان ضرور جناب جلیل کی نظر سے گذرنے کے بعد چھپتا۔ لیکن اس تمام زمانہ شاعری میں
سید عابد حسین اوج خلف سید احمد علی مرحوم رسا شاگرد شیخ علی بخش بیمار تلمیذ مصحفی کی خاموش ہستی کی
عرق ریزی کو زیادہ دخل ہے۔ انکی بانکسار اور غیر شہرت پسند شورہ سخن نے شوق کی بنیاد کو بہت کچھ
استوار و مستحکم کیا۔ خصوصاً جناب مضطر کی اصلاح کی نزاکت۔ شاعرانہ نکتہ خیال اور محققانہ ضربان کے
معیار پر ہمیشہ ذہن نشین کرتے رہے۔ ان کی نکتہ چینی اور موشگافیوں نے جناب جلیل سے استفادہ
حاصل کرنے کی ضرورت محسوس کرائی۔ طبع کے وقت از اول تا آخر ایک سرسری (لیکن باعتبار
شمار تیسری) نظر میر صاحب نے دیوان پر ڈالی ہے۔ گو بوجہ عجلت کافی غور کا موقع نہیں ملا۔

رباعی نمبر

ٹھہرا ہو چمن اس دہر میں جانا کیسا
چمکا ہوں رنگ ابھر جانا کیسا
آنکھوں میں رنگ اشک پا کر جانا
آباد ہوا ہوں میں سے نکلنا کیسا

شتر کب ساتھ دیتی ہے یہ دنیا بادشاہوں کا
گرے وہ قبر کے اندر جو بیٹھے شتر نشینوں پر

بقلم دولها خان خوش نویس [illegible]


بسم اللہ الرحمن الرحیم
ممدوح بندگان عالی متعالی ظل سبحانی اعلیحضرت
سکندر شوکت کیوان علم انجم خدم خدیو
عالیجاہ فرزند دلپذیر دولت انگلشیہ
مخلص الدولہ ناصر الملک امیر الامرا ای ڈی سی
کرنل نواب سر سید محمد حامد علیخان بہادر
مستعد جنگ جی سی آئی ای جی سی وی او
فرمانروائے دار السرور رامپور خلد اللہ ملکہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قصیدہ موسوم باسم تاریخی
متاعِ ضیا فروش
۱۹۰۸ء

رات دیکھے خواب مین کیا کیا ضیاگستر چراغ
روشنی مین نیرِ اعظم تھا گویا ہر چراغ

سرزمین اپنی بھی جلوہ گری مین چرخ تھی
ہر طرف روشن تھے لاکھون صورتِ اختر چراغ

کس مزے کی تھی ہر اک جانب چراغون کی بہار
کس خوشی سے دیکھتا پھرتا تھا مین گھر گھر چراغ

چل رہا تھا دورِ جامِ عیش گویا چارسو
ہر طرف رکھے ہوئے تھے صورتِ ساغر چراغ

مثلِ پروانہ فدا ہوتا تھا مین کس شوق سے
جب دکھاتے تھے مجھے اپنا رخِ انور چراغ

بھینی بھینی بو وہان کے ہر گلِ خودرو مین تھی
ٹھنڈی ٹھنڈی چاندنی رشکِ مہِ انور چراغ

تھے چراغون کے مقابل انجمِ چرخِ کہن
لاکھون بالائے زمین صدہا تھے گردون پر چراغ

پردۂ ضو مین نہان ہوتا ہے جیسے آفتاب
اس طرح اوڑھے ہوئے تھے نور کی چادر چراغ

شام کے جوبن کو تھی ترجیح نورِ صبح پر
مشعلِ خورشید سے تھا ماہ کا بستر چراغ

گلشنِ فردوس سے بڑھکر چمن کی ہر روش
تھا گلِ خورشید گویا اُس جگہ کا ہر چراغ

گھاٹیون مین کوہ کی صد ہا تھے لعلِ پُر ضیا
اے خدا کی شان گویا بن گئے پتھر چراغ

راہ رَو تاریکیِ شب مین نہ بھولے راہ کو
اِس لئے دَر سے وہان کے رکھ گئے بنکر چراغ

مہ جبینون کی تھی بستی اُسمین بستے تھے حسین
زلفِ مشکین جنکی شب تھی اور رُخِ انور چراغ

دلکشائی مین وہان کی شام تھی صبحِ وطن
جلوہ افگن نیّرِ اعظم سے بڑھکر ہر چراغ

عطر مین ڈوبے ہوئے گل جو جلاتے تھے اپنے
بن گئے تھے اِس لئے خجلت دہِ عنبر چراغ

دیکھتے ہی ہو گئی کافور ساری تیرگی
آگیا میدانِ شب مین بنکے جب افسر چراغ

جگہ دم بھر ہوتا تھا اندھیرے کا گذر
مہر کا حلقہ تھا اور ہر ماہ کا شب بھر چراغ

راہِ منزل کی بتا دیتی تھی بڑھکر روشنی
تھا ہر اک بھٹکے مسافر کے لئے رہبر چراغ

دن نکل آیا ہے ہر لحظہ یہی ہوتا تھا شک
اِس طرح تھے نور کے روشن وہان گھر گھر چراغ

آسمان پر ماہ کو اپنے مقابل دیکھکر
کسقدر ہنستا تھا رہ رہ کر وہان کا ہر چراغ

ہر طرف مین دیکھتا پھرتا تھا یہ نادر سمان
سیکڑون پاتا تھا مین جلتے ہوئے گھر گھر چراغ

اِک عمارت اُس جگہ دیکھی نہایت خوشنما
ہر کلس جسکا چمک سے تھا ضیا گستر چراغ

اُسمین پایین باغ پایین باغ مین موزون شجر
ہر شجر پر جگنوؤن کے سیکڑون تھے پر چراغ

اِن چراغون کی نظر آتی تھی اُڑتی روشنی
عندلیبون کی طرح رکھتے تھے گویا پر چراغ

ناگہان اک جانب اُٹھ گئی میری نظر
سب چراغون سے نظر آئے اُدھر بہتر چراغ

دیکھتا کیا ہون وہان تینتیس ۳۳ ہین مہ جبین
سب کے پاس اک اک چراغ اور کیا ہی دلکش ہر چراغ

اُن حسینون کا عجب جوبن عجب انداز تھا
اور نرالی وضع کے رشکِ مہِ انور چراغ

وہ حسین اُس گلشنِ دلکش مین تھے محوِ ادا
پھر رہے تھے ہر طرف رکھے ہوئے سر پر چراغ

کوئی چلتا تھا روش پر ناز سے انداز سے
کوئی بیٹھا تھا اُسے ہاتھ پر رکھکر چراغ

کوئی پیتا تھا شرابِ ناب گاتا تھا کوئی
دیکھتا تھا دمبدم کوئی نظر بھر کر چراغ

کوئی کہتا تھا کہ سب سے حسن مین اچھا ہون مین
کوئی کہتا تھا کہ سب سے ہے مرا بہتر چراغ

ایک کہتا تھا ادھر دیکھو کہ ہون مین شمع رو
ایک کہتا تھا کہ ہے میرا رُخ انور چراغ

اک حسینِ خوش گلو آفت بھری انداز سے
یہ غزل گاتا تھا اپنا سامنے رکھکر چراغ

مطلع

روشنی کرتا ہے داغِ سوزِ غم بنکر چراغ
کیا نرالا روز جلتا ہے یہان شب بھر چراغ

دل جو اُس گیسو مین آیا داغِ حسرت بن گیا
سامنے کالے کے گویا رہ گیا بجھکر چراغ

جسکے شمع رُخ کا پروانہ رہا مین عمر بھر
کب جلایا آکے اُسنے میری مدفن پر چراغ

کیون نہ کھینچین آہِ آتشبار ہم فرقت کی شب
لُطف دیتا ہے اندھیری رات مین جلکر چراغ

روے انور کے مقابل ہے چراغِ رو بھی
کیا تمہارے سامنے آئے گا مُنہ لیکر چراغ

تیرے روی آتشین کے پاس ہین ایسا ہو
کان کے موتی کہین جلنے لگین بنکر چراغ

کچھ سہارا ہے اِسی سے روشنی کا جبر مین
داغِ سوزِ غم بنے گا اے دلِ مضطر چراغ

اِسکی پھیکی روشنی اور جگمگاتا ہے یار
مین بھلا رخسار جاناں کو کہون کیونکر چراغ

ہمنے پایا ہے کسی کے حُسن سے عالم کو دنگ
ہمنے دیکھے ہین کسی کے نور سے ششدر چراغ

واے قسمت تیرہ بختی اور پھر اندھیر یہ
سوزِ غم سے آہ کھینچی رہ گیا بجھکر چراغ

جب اُٹھا کر یار نے رستہ دکھایا غیر کو
ذبح کرنے کو ہمارے بنگیا خنجر چراغ

پہلے ظالم نے نکلوایا مرے قاصد کا تیل
پھر اُسی روغن سے محفل مین جلا شب بھر چراغ

کب مرا داغِ جگر ہوتا نہین جلوہ فروش
کب مرے غمخانہ مین جلتا نہین شب بھر چراغ

یاد آجاتا ہے ہنسدینا ترا اے شمع رو
شامِ تنہائی رُلاتا ہے مجھے ہنسکر چراغ

اے شرر کھلتا نہین کچھ حال ہر شب آسمان
ڈھونڈھتا پھرتا ہے کسکو ماہ کا لیکر چراغ

یہ غزل جب گا چکا وہ ماہ رو گھنٹی بجی — جسکو سنتے ہی ہر اک نے رکھ لئی سر پر چراغ
باغ مین اک خوشنما کوٹھی تھی اسکا در کھلا — اس سے نکلا اک پری وش ہاتھ مین لیکر چراغ
حسن مین بہتر حسینان جہانسے وہ حسین — روشنی مین ماہ کامل سے کہین بہتر چراغ
وہ پری رخسار جو گنتی مین سب تینتیس تھے — پاس اس زہرہ جبین کے آگئے لیکر چراغ
ملکے آپسمین مبارکبا دسب گانے لگے — راگ ایسا وہ ادا کرتے تھے جسے سنکر چراغ
پھر دعا کی سب نے جب تک روشنی مہر ہو — ہر برس روشن یونہین ہو اک ضیا گستر چراغ
دیکھکر یہ سب تماشا رہگیا حیران مین — جی مین کہتا تھا کہ رشک مہر ہی کیون ہر چراغ
مجکو جب حیران پایا اک حسین شعلہ رو — میری جانب کو بڑھا رکھے ہوے سر پر چراغ
دیکے میرا ہاتھ اپنے ہاتھ مین ہنسکر کہا — یہ ہمارے پاس ہین جو ماہ سے بہتر چراغ
سب ہین سال عمر اک سلطان عالیجاہ کے — روشنی مین کیون نہون رشک مہ انور چراغ
سال نو آغاز جب ہوتا ہے اس ذیجاہ کا — ایک شعلہ رو جلاتا ہے یہان آکر چراغ
ختم ہے چونتیسوان اب اسکا سال عمر ہی — یون ہمارا روشن ہوا ہی ایک خوش منظر چراغ
یہ مسرت باغ ہی ہم سب حسین ہین حفظ رو — ائے شرر رکھین گے ہم آنکھونپہ تا محشر چراغ
اور یہ اسکے خیرخواہون کے سنین عمر ہین — تمنے جتنے دیکھے ہین روشن یہان آکر چراغ
آج وہ دن ہی کہ سال نو کا جلسہ ہی یہان — آج وہ دن ہی کہ گھی کے جلتے ہین گھر گھر چراغ
آج وہ دن ہی کہ بیٹھا ہے وہ بزم عیش مین — آج وہ دن ہی کہ ہنستا ہی خوشی سی ہر چراغ
کون وہ **حامد علی خان بہادر** ذیحشم — کون وہ محفل مین جسکی ماہ سے بڑھکر چراغ
اب برآئیگی تمہارے دل مین جو امید ہے — اب جلین گے عیش کے دنیا مین تا محشر چراغ
اور کچھ کہنے کو تھا بس آنکھ میری کھلگئی — رہگیا دل مین وہ جلسہ وہ چمن وہ ہر چراغ
…سے آنکھونسے چلا دربار کی جانب کو مین — نجم قسمت نے دکھایا راستہ بنکر چراغ
…کے شاہی جشن مین وہ مطلع روشن پڑھا — جسکو کہئے بیت معنی کا ضیا گستر چراغ

مطلع

یون ہے تو بزم حشم کاے فریدون فر چراغ
جسطرح ہے خانۂ معبود حیدر چراغ

تو ہے وہ فرمانروا قدسی سلامی ہین ترے
آسمان سے ہے ترا مشعلچی سہ انور چراغ

خلق کیون کرتا خدا دارا کو تیری عہد مین
سامنے سورج کے کیا کرتا بھلا عسکر چراغ

آج ملکرتا نہین تجسا شہ عالی وقار
سارے عالم مین اگر ڈھونڈے کوئی لیکر چراغ

آج کل ہے آفتاب داد تیرا اوج پر
رہگیا نوشیروان کی عدل کا بجھکر چراغ

التفات خاص سے انار ہی ہین خانہ زاد
جل رہا ہی تیرے لطف عام کا گھر گھر چراغ

تجھسے رکھتے ہین محبت جتنے ہین روشن گہر
بنگیا تیرے عدو کیواسطے خنجر چراغ

تیرگی غم مٹانے کے لئے روشن ہوا
تیری بخشش کا شعاع مہر سے بہتر چراغ

آج تیرا آفتاب جود عالمگیر ہے
آج تیرے فیض کا دنیا مین ہی گھر گھر چراغ

تو نے [illegible] ہے گلے مین موتیون کا ہار جب
بن گئے تاثیر نور حسن سے گوہر چراغ

تیری وہ سطوت ہے تھراتا ہی ہر فرد بشر
جل رہا ہے تیرے فرط رعب سے گھر گھر چراغ

تیرے عہد سلطنت مین خودکشی ممکن نہین
اب محافظ جان پروانے کا پایا ہر چراغ

وہ ترا اقبال ہی تجھسے جو گردون ہو خلاف
خسرو خاور کا گل کردے ترا لشکر چراغ

تو وہ ہے ذرے کو دم بھر مین بنادی آفتاب
تو اگر ایما کرے بجلی بنے بڑھکر چراغ

رعب تیرا وہ نظربندی نہ اسکی چل سکے
کر سکے روشن نہ بے روغن کے بازیگر چراغ

دیکھ لے جو اک نظر شمع رخ پرنور کو
مثل پروانہ فدا ہونے کو مانگے پر چراغ

ہو جو عکس رخ سواری مین زمین پر جلوہ گر
چمکے ہر نقش قدم رہوار کا بنکر چراغ

دیکھکر گھوڑے پہ تجھکو کہتے ہین جلوے ترے
خانۂ زین مین ہے روشن کیا منور چراغ

فیل پر جب جلوہ گر دیکھا تجھے سمجھی یہ خلق
پھر بنی برق تجلی طور [illegible] چراغ

کب ریاست کے یہ ہاتھی اور چمک دانتونکی ہے
جل رہے ہین عیش کی رات [illegible] چراغ

...ت شاہی کی کچھ ایسی آنچ ہے کہتے ہین سب
یہ ہے برقِ خرمنِ دشمن کہ شعلہ ور چراغ

تو اگر چاہے کہ محفل مین نئی ہو روشنی
آسمان سے ماہ اترے ہاتھ مین لیکر چراغ

تو دم سے ... چراغان دے اگر انعامِ نور
روشنی مین ہو ستارونسے کہین بڑہکر چراغ

... والا مین ... تاریکیِ اندوہِ غم
عیش و عشرت کے جلا کرتے ہین گھر گھر چراغ

کس قدر دلچسپ ہے یہ جشنِ سالِ نو ترا
یمنت بزمِ طرب مین رہ گئی بنکر چراغ

آن وہ دن ہے تمنا جسکی اک مدت سے تھی
آج وہ ہے جشن جسمین ... چراغ

... مین فرطِ عیش ... آ ... روان ہر شمع کے
... سرخ رو ہے ہر چراغ

آج وہ دن ہے گلِ مقصود دامن مین بھر لیا
آج وہ دن ہے جلا ہین گھر گھر کے سب گھر گھر چراغ

...ری مریخ - زہرہ - ... - عطارد - خور - زحل
دیکھتے ہین سیر تیرے جشن کی لیکر چراغ

... ہوگا نیا ہے اہتمامِ روشنی
کیون نہ آئین لیکے ... خاور چراغ

... بزمِ مسرت کے اگر ایسا کرین
آسمان سے ... چراغ

... جھومتا ہے نشے مین
تیری بزمِ عیش مین ... گویا ہر چراغ

... ہے آتا ہے جب کوئی یہان
ساتھ ہو لیتا ہے گردون ماہ کا لیکر چراغ

...تن ... مین یہ برقی قمقمے روشن نہین
بنگئے ہین قدرتِ حق سے کنول کے یہ چراغ

...شنی کا بزمِ عشرت مین عجب سامان ہے
اک طلسم تان ہے گویا یہان گھر گھر چراغ

... سے منگائے روشنی کیواسطے
عالمِ ایجاد مین جتنے نہین بڑہکر چراغ

... مین قیامت کی ہے برقی روشنی
آسمان پر اب لئے بیٹھے رہین اختر چراغ

... آرزو ہے پاؤن تو رکھی کبھی
کیون بچھاتا ہے زمین پر نور کی چادر چراغ

... تیرے یہ ہے گرمیِ بازارِ عیش
پنکھا جھلتا ہے پر پروانہ کا اکثر چراغ

...کا ہے جو روشن ہے تیری ساتے
غم سے جلتا ہے نہین جلتا اسی پر چراغ

...ہے اب دعا شاہ کا
طرح روشن ... کر روشن کوئی بہتر چراغ

یا الٰہی مہر عالمتاب سے جبتک ہو دن | دن سے جبتک شب ہو جبتک شب مین ہو مہر چراغ
جشن ہو ہر روز ہر شب بزم شہ مین عیش ہو | روشنی کیواسطے لائے مہ انور چراغ

قصیدہ بتقریب تولد فرزند ارجمند طول عمرہٗ

خوشی کا دور ہے ایسا کہ پیر چرخ کہن | جوان بنا ہے بدلکر شفق کا پیراہن
دفور عیش مین ملبوس سرخ پر ہی لوٹ | اُتار پھینکی کہین نیلگون ردائی کہن
زمین جوش صفا سے ہے تختۂ بلور | کہ اس مین عکس فلک کا ہوا ہی سایہ گگن
اُدھر تو رنگ یہ پیر فلک نے بدلا ہے | اِدھر عروس زمین پر بلا کا ہی جوبن
بہار آئی ہے اب کے کچھ ایسا ہی سامان | کہ جیسے کوئی مسافر پھرے ہے سوے وطن
اُٹھا دیا ہے تسلط خزان کا عالم سے | کہ پھر نہ آئے قیامت تلک ہی قدغن
دبا رہا ہے جوانان باغ کو سبزہ | پنھا رہا ہے نہالون کو سبز پیراہن
طیور جھومتے پھرتے ہین ڈالی ڈالی پہ | نظر فریب ہی ہر ایک پھول کا جوبن
نکھر کے بیٹھا ہے تخت چمن پہ شاہ گل | بھری ہی ہر رگ و پے مین ادا دُلہن
تمیز ہی نہین رکھا گل و ریاحین نے | کہ یہ زمین تھی یہ صحرا تھا اور یہ گلشن
خبر اُڑائی ہے پیک صبا نے کچھ ایسی | کہ جسکو سُنکے شگفتہ ہے خاطر گلشن
ہوا ہے سبزہ کا بیدار بخت خوابین | کہ عکس روی گل تر سے بھر گیا دامن
عرق فشانی شبنم سے یہ کھلا عقدہ | عروس گل پہ نچھاور کئے ہین دُر عدن
خوشی کا رنگ ہر اک پھول سے ٹپکتا ہی | شراب عیش سے سینچے گئی ہین نخل چمن
نظر مین پھرتا ہے عالم کسی کی چتون کا | کہین جو برگ گل تر مین پڑگئی ہی شکن
مشام جان ہی معطر شمیم سنبل سے | کسے غرض ہی کہ اب سونگھی بوی مشک ختن
کھلا دیا ہے نسیم طرب نے غنچون کو | خوشی سے تنگ ہی پھولونکے تن پہ پیراہن

سمان یہ دیکھکے حیرت سی چھا گئی مجھپر
زبان پہ فرطِ تعجب سے آگیا یہ سخن

یہ بات کیا ہی الٰہی کہ آج دنیا مین
سوائے عیش نہین نام کو بھی رنج و محن

کمال محوِ تحیر تھا مین کہ ملہمِ غیب
دمید مژدہ بگوشم بلم بصوتِ حسن

خبر نہین ترے آقا کے نامدار جو ہین
قمر رکاب فلک انتساب فخرِ زمن

پسر خدا نے عنایت کیا ہی آج اُنکو
جمیل و صاحبِ شوکت حسین سیم بدن

نگینِ خاتمِ دولت نشانِ عرش جاہ
ہمای اوجِ سعادت بفرق سایہ فگن

یہ مژدہ سنتے ہی جوشِ طرب مین مثلِ شرر
بھڑک اُٹھی نہ رہا دل مین کچھ بھی رنج و محن

لکھا دعائیہ مطلع وہ مطلع الانوار
بنا جو طرۂ تاجِ سرِ عروسِ سخن

مطلع

خدیو جم حشم و خسروِ فلک توسن
ہمیشہ گھر ہو ترا اس چراغ سے روشن

یہ نورِ دیدۂ عالم تجھے مبارک ہو
اور اُسکا ہو ترا آغوشِ عاطفت مسکن

دیا خدا نے وہ فرزندِ مہ لقا جس سے
محل سرا ہے ترا رشکِ وادیِ ایمن

سبب اِک اور تجلی کا اس مکان کی ہی
کہ جسکو سنکے بہت شاد ہونگے اہلِ سخن

خطاب آج جہان مین ہی تیرا ظل اللہ
محلسرا ہو نہ کیون تیری وادیِ ایمن

غرض کہ آج عجب روشنی ہی عالم مین
ہوا ہے نور مین اک اور نور جلوہ فگن

یہی سبب ہی کہ عالم مین عیش کا ہی دَور
اِسی سبب سے ہین پُر نور کوچہ و برزن

اسی کی نذر کو گل زر بکف ہی دنیا مین
کئے صدف نے نچھاور اسی پہ دُرِّ عدن

دُرِ نجوم فلک نے بھری ہین دامن مین
زمین کو سیم و جواہر کے ملگئے معدن

ملا ہے شمع کو بھی آج خلعتِ فانوس
لگی ہے تاج مین خورشیدِ خاوری کی کرن

درِ خزانہ کھلے آج اے سحابِ کرم
بھرے خدا ترا گنجِ مراد سے دامن

سخی و باذل و عادل ہی کون عالم مین
کہ ہمسری کا تری دل مین لائے شبہ و ظن

دعائین دل سے رعایا کی یون نکلتی ہین — کہ تا فلک پہ ہو قندیلِ مہر و مہ روشن

فلک زمین پہ جبتک کہ سایہ گستر ہو — زمین پہ باغ ہون اور باغ مین ہون سرو و سمن

عدو رہین ترے پامال صورتِ سبزہ — تری مراد کا پھولے پھلے یونہین گلشن

ہمیشہ سر پہ ترے پنجتن کا سایہ ہو — ہر ایک لحہ بڑھے ارتباطِ روح و بدن

اسی طرح کی مسرت ہو آئے دن تجھکو — عدو ہمیشہ رہین مبتلائے رنج و محن

قصیدہ جوشِ مسرت مین لکھ گیا ہی شرر
وگرنہ ناطقہ ہے لال اور زبان الکن

قصیدہ بہ تقریب جشنِ سالگرہ سنہ ۱۹۰۹ء موسوم باسم تاریخی

نذرِ وصاف

۱۳۲۷ھ

اے شاہدِ طنازِ سخن جسلوہ نما ہو — آج اپنی اداؤن سے زرا ہوش رُبا ہو

بندش مین جو چستی ہو تو چستی مین ہو جدت — جدت مین صفائی ہو صفائی مین مزا ہو

مضمون مین شوخی ہو تو شوخی مین لطافت — انداز لطافت مین فصاحت کی ادا ہو

ممدوح کی ہے شانِ ریاست جو نرالی — مداح کا بھی رنگِ بیان سب سے جدا ہو

ہر دم ہی عقیدت کا تقاضا ہی مجھپر — جشنِ شہِ والا مین شریک شعرا ہو

مجھکو ہے یہی فکر زمانہ ہی بہت کم — اک شعر بھی لکھا نہین غفلت کا برا ہو

یہ بھی نہین ممکن نہ کرون مدح سرائی — مین شوق سے مجبور ہون اب دیکھئے کیا ہو

کہتا تھا کبھی - کچھ تو ابھی وقت ہی باقی — جلدی خضرِ طبع کہین راہ نما ہو

کہتا تھا کبھی - سہل ہی تصنیفِ قصیدہ — دم بھر کو مددگار جو تائیدِ خدا ہو

کہتا تھا کبھی حسنِ بیان مین نہو دقت — مضمون سلاست سے فصاحت سے ادا ہو

خالی نہین الجھن سے ردیف اسمین جو رکھیے — اچھا ہے فقط قافیہ ای فکر رسا ہو

لیکن جو ردیف اور زمین سخت تھی — دقت نہ ہوئی کچھ مری ہمت کا بھلا ہو

کھتا تھا دم فکر یہ مین حضرت دل سے — فرمائے تمہید قصیدہ ہو تو کیا ہو

گھبرا کے کبھی دیکھتا تھا اسلئے ہر سو — امید کا معشوق کہین جلوہ نما ہو

ناگاہ نظر پڑ گئی شمشیر و قلم پر — بولے جو سنو بحث ہماری تو مزا ہو

لیکن کسی ذی فہم حکم کی ہو ضرورت — در یہ کلی گزارش ہے کہ چھوٹی کو سزا ہو

مینے یہ کہا یہ ہے کیا جھگڑ دو جب گرا — تھوڑی ہو یہان پیش حکم بت سوا ہو

یہ سنکے مخاطب ہوئی یون تیغ قلم سے — وہ جیسے کہ شیشہ ہو جو جینے سے خفا ہو

تو ایک نئے خشک ہی اور آب ہی مجھ مین — تو ضد سے مری سیل جو تجھسے ہو تو کیا ہو

مین وہ ہون دلہن بنتی ہون میدان وغا مین — مین وہ ہون کہ جنگل مری سبزی سے ہرا ہو

مین وہ ہون کہ نکلون جو شہادت طلبون مین — پیاسون کے لئے آب مری آب بقا ہو

مین وہ ہون کہ ہوتی ہی ظفر میری بدولت — مین وہ ہون ملے ملک اگر فضل خدا ہو

مین وہ ہون جو رک جاؤن تو رک جائے اجل بھی — مین وہ ہون جو چل جاؤن تو سرتن سے جدا ہو

مین وہ ہون لرزتا ہی مرے ڈر سے زمانہ — مین وہ ہون کہ جن بھی مرے سایہ سے ہوا ہو

مین وہ ہون کہ سنا ہونگی کہ مین ہر مرا کھم — مین وہ ہون اٹھائے جو مجھی نام بڑا ہو

مین وہ ہون مرا بھرتی ہین دم سارے دلاور — جو میری کرے قدر وہ رتبہ مین سوا ہو

مین وہ ہون کہ انسان کا ال شیر بنا دون — پانی مرا دشمن کے لئے بحر فنا ہو

مین وہ ہون کہ دل بڑھتا ہی دنیا کا مجھی سے — چاہون تو نکلجائے اگر کام رکا ہو

مین وہ ہون سلاتی ہون ہزارون کو تہ خاک — ظاہر مرے جوہر ہون جو میدان وغا ہو

مین وہ ہون کہ رستم نے بھی مانا مرا لوہا — جس شخص سے کچھ جاؤن وہ جینے سے خفا ہو

نادان سمجھ تو سہی تو چیز ہی کیا ہے — جبتک نہ ترا شین تجھے مطلب ادا ہو

تلوار کی بات تو نسے قلم جلکے یہ بولا — بیباک ہے سفاک ہے تو تیرا برا ہو

تو بھول گئی کس لیے اوقات کو اپنی — تقریر مری سُننے کو گوشِ شنوا ہو
جلا دی ہی خود۔ آتی ہے مُنہ اور ونپہ ظالم — تیرا یہی مقصد ہی کہ دنیا پہ جفا ہو
عالم سے نرالا ہے ترا غازۂ عارض — جب خاک مِلی جائے چمک تیری ہوا ہو
مین وہ ہون کہ نادان ہے غرض کچھ نہین رکھتا — کہتا ہون یہ اربابِ خرد سے مجھے چاہو
تو بیمن ہی جس شخص کے گویا ہی اُسی کی — تو کاٹتی ہی گو ترے مالک کا گلا ہو
تو قدر کرے میری تجھے کب ہی لیاقت — وہ مرتبہ جانے مرا جو لکھا پڑھا ہو
تو وہ ہی سیاہ تاب بھی اِک تیری صفت ہے — نچاتی ہے یون جیسے کوئی کالی بلا ہو
تو وہ ہی کہ انسان کی جانونکی ہی دشمن — کچھ اس سے نہین کام بُرا ہو کہ بھلا ہو
تو وہ ہی بنایا ہے تجھے دستِ بشر نے — ہے علّتِ غائی یہ تری شر ہو جفا ہو
مین صنعتِ حق اور وہ صنعت ہون کہ جس سے — جو دل مین ہو بے منتِ تقریر ادا ہو
مین وہ ہون مری حکم سی آتی ہی تو رن مین — مین حکم نہ لکھون تو جدل ہو نہ وغا ہو
مین حکم اگر دون تو نیستان ہو گلستان — مین چاہون تو ہر شاخِ شجر تیرِ قضا ہو
مین وہ ہون حکایات و قصص کا ہون محافظ — لکھا ہوا میرا نہ کبھی نذرِ فنا ہو
مین وہ ہون عدالت مین ضرورت ہی مری بھی — مین وہ ہون نہ حاجت کوئی بے میری روا ہو
مین وہ ہون کہ ہون لوح کی ہمراہ فلک پر — کیا مجھکو نوازا مری قسمت کا بھلا ہو
مین وہ ہون مجھی چاہتا ہی سارا زمانہ — مین وہ ہون نہ ہاتھ آؤن تو نقصان بڑا ہو
مین رزم کو چاہون تو بنے محفلِ عشرت — مین بزم کو چاہون تو وہ میدانِ وغا ہو
مین وہ ہون مری چال سی گفتار ہی پیدا — کیون میری روش پر کوئی انگشت نما ہو
مین راقمِ اخبار ہون مین کاتبِ مضمون — وہ قدر کرے میری جسے فہمِ رسا ہو
مین حکم جو لکھون تو کمر مین تجھی رکھین — ڈالون جو نظر قہر کی تو نذرِ فنا ہو
مین وہ ہون ہر ایک حلم رقم مینے کیا ہے — لکھے ہین نکات ایسے خرد جسپہ فدا ہو

انصاف تو کر دل مین ذرا سوچ سمجھ تو
کیا چیز ہے وہ مصحفِ رب جسمین لکھا ہو

مضمون دلاویز نہین کوئی بھی ایسا
بے میری مدد کے کہین محفوظ رہا ہو

حکمت کی حکومت کی جو شہرت ہے تو مجھسے
مشہور جہان مین نہ کیون نام ترا ہو

مٹ جائے اگر نام سلاطین کا نہ لکھون
خاموش جو ہو جاؤن تو تاریخ فنا ہو

مقصود ترا یہ کہ مٹے نام بشر کا
منظور مجھے یہ کہ ہر اک شے کو بقا ہو

تو ہو کے زبان تابِ تکلم نہین رکھتی
مین وہ ہون زبان جسکا نشان کفِ پا ہو

تقریرِ قلم سنکے کہا دونون نے یہ سنتے
اب ساتھ چلو میرے نہ بگڑو نہ خفا ہو

اک خسروِ ذیجاہ کے دربار مین چلکر
تقریر اب اُسے کرو انصاف جو چاہو

ہم قبضۂ قدرت مین ہین جس شاہ کے دونون
ہو چکے وہین فیصلہ اسکا تو بجا ہو

انصاف مین آج اسکی برابر نہین کوئی
دنیا یہ ہے تا لیک کسی پر نہ جفا ہو

ممدوح زمانے کا ہے آقا ہے بشر کا
سب پہ کرم کوئی بُرا ہو کہ بھلا ہو

مداح محمد کا ہے حامد ہے علیؑ کا
اب ہند مین وہ کیون نہ امیر الامرا ہو

اقبال جسے کہتے ہین وہ بندۂ در ہے
اللہ کرے جاہ و حشم اور سوا ہو

بزمِ طربِ شاہ مین جلسے ہین خوشی کے
اٹھو درِ عالی پہ چلو ناصیہ سا ہو

پینتیسوین ہے سالگرہ آج اُسی کی
کیا بات ہے ہم سب کا جو وہ عقدہ کشا ہو

مداح ہون کیون مدح مین اسکی نہ پڑھون مین
وہ مطلعِ دلکش جو کسی نے نہ سنا ہو

مطلع

اے ظلِ خدا وصف تمہارا ہو تو کیا ہو
قبلہ اسد اللہ ہین - تم قبلہ نما ہو

اللہ نے بخشی ہے تمہین خوبیِ عالم
دریائے صفا کانِ عطا جانِ وفا ہو

اقبال مین ہو فرد تجمل مین ہو یکتا
اللہ رے اقبال سکندر سے سوا ہو

یون زیب دہِ تختِ حکومت ہو جہان مین
جسطرح انگوٹھی مین کوئی لعل جڑا ہو

وہ جود ہے کرتا ہے جو درخواست پہ سبقت
وہ عہد ہے جو عہد سے پہلے ہی وفا ہو

مدّاح ہین خود جتنے ہین اوصافِ حمیدہ
کیا وصف کی حاجت ہے کہون کس سے کہ کیا ہو

کچھ جھمے وہی خلق و مروّت کو تمہارے
تقدیر سے جو حاضرِ دربار ہوا ہو

وہ کون نمک خوار ہے اے حاتمِ دوران
جو بخشش و انعام سے محروم رہا ہو

پہنچے درِ اقدس پہ جو برگشتہ مقدر
پھر گردشِ تقدیر کا ہرگز نہ گلا ہو

بے مانگے نکلتی ہے یہان حسرتِ سائل
لب عرضِ تمنا کے لئے کسلئے وا ہو

وہ دامنِ امید دکھائے کوئی ہمکو
جسکو درِ مقصود سے تمنے نہ بھرا ہو

وہ خو ہے برون سے بھی برائی نہین کرتے
وہ شان ہے اچھون سے بھلائی مین سوا ہو

کیسا ہی کوئی قیدِ بلا مین ہو گرفتار
ادنیٰ سے اشارے مین تمہارے وہ رہا ہو

بے سود ہو جسکے لئے عیسیٰ کا مداوا
خاکِ قدمِ پاک کی چٹکی سے شفا ہو

کیسا ہی کسی قلب مین ہو زنگِ جہالت
دربار وہ صیقل ہے کہ دم بھر مین جلا ہو

وہ شانِ سیاست ہے جو مجرم پہ ہو غصہ
پہلے ہی سزا سے اُسے تکلیف سزا ہو

تلوار تمہاری کبھی جوہر جو دکھائے
ہر رنگ نرالا ہو ہر انداز جدا ہو

جب میان سے نکلے تو عدو خوف سے کانپے
چمکے تو ہو بجلی جو چلے پیکِ قضا ہو

دلکش ہے کچھ ایسی روشِ خامۂ عالی
سو جان سے جسپر روشِ کبک فدا ہو

آواز جو نکلے دمِ رفتار زبان سے
سامع کے لئے نغمۂ دلکش کی صدا ہو

لکھے جو کوئی حکم تو ہو خوشخبری
اسرار ہون معلوم اگر نکتہ سرا ہو

پانی جو ملے ابرِ توجہ سے تمہاری
اُمید کے اشجار پھلین نشو و نما ہو

تم وہ ہو کہ کہتے ہین تمھین آیۂ رحمت
تم وہ ہو کہ دردِ دلِ بیکس کی دوا ہو

تم وہ ہو اگر ایک اشارا ہو تمہارا
جو عقدۂ دشوار ہو اِک آن مین وا ہو

ہمّت مین سخاوت مین کہان ہے کوئی ہمسا
امیدِ خلائق ہو پناہِ غربا ہو

مجبور ہین مداح یہ قدرت ہی نہین ہے
تعریف تمہاری کسی صورت سے ادا ہو

خواہش ہی کہ ہو ایک غزل چلتی دعا سے
یون ختم قصیدہ ہو کہ مقطع مین دعا ہو

غزل

خلوت مین نہ غصہ نہ لڑائی نہ حیا ہو
بس آج ہمین تم ہون اکیلے تو مزا ہو

دشوار ہے ظالم کہ تجھے پاسِ وفا ہو
ممکن ہی کہ یہ لطف۔ لگاوٹ کی ادا ہو

حسرت تو نکل جائیگی غش آ ہی تو آئے
او پردہ نشین شوق ہے تو جلوہ نما ہو

لذت ہی بلا کی مری بیتابیٔ دل مین
اللہ کرے جوشِ طپش اور سوا ہو

ہم بیچتے ہین دل کو مگر شرط ہی اتنی
دلال ہو شوخی تو حسن مدار حیا ہو

کیا خوب مری بسمین ہی گویا دلِ شیدا
ہر روز یہ کیا کہتے ہو تم ہمکو نہ چاہو

مینے جو کبھی دستِ تمنا کو بڑھایا
بولے وہ ہٹو۔ جاؤ بھی۔ تم چیز ہی کیا ہو

ای شیخ مئے ناب سی ممکن نہین توبہ
جب باغ ہو۔ ساون کا مہینہ ہو گھٹا ہو

دیکھو کہین آ جائے نہ آنکھو نہین مروت
خوگر جو جفا کے ہو تو کیون ترکِ جفا ہو

آج آپنے دیکھے مری وحشت کے تماشے
مجنون کا کبھی نام سنا ہو تو سنا ہو

اُس سے کوئی پوچھے ستمِ دردِ جدائی
ظالم تری چاہت کا جسے روگ لگا ہو

چٹکی جو کلی باغ مین خوش ہو کی وہ کہنے لگے
ممکن ہی شکستِ دلِ عاشق کی صدا ہو

مین زار ہون مجبور ہون پامالِ جفا ہون
تم فتنۂ محشر ہو قیامت ہو بلا ہو

اے کاش اُلٹ جائے نقابِ رخِ روشن
یہ پھول جو کھلجائے ہوا سے تو مزا ہو

جبتک ہو شرِ جشن طرب بزمِ جہان مین
آقا کی یونہی سالگرہ عقدہ کشا ہو

قصیدہ تہنیتِ سالگرہ سنہ ۱۹۰۶ء موسوم باسمِ تاریخی



عرضِ امروز



کیا ہے کہ سب تمام جہان لالہ زار آج / نزہت چمن چمن ہی نئی ہے بہار آج

ہر رنگ نے ترا یہ غضب کی بہار ہے / نرگس نے کھول دی نگہِ انتظار آج

ہر نخل ہر نہال چمن مین ہے باغ باغ / مصروفِ لطف رحمتِ پروردگار آج

پھولون کی عطر بیز مہک نے بنا دیا / صحنِ چمن کو غیرتِ دشتِ تتار آج

پھولے نہین سماتے ہین جامے مین پھول آج / رکھتے نہین ہین پاؤن زمین پر ہزار آج

سبزہ زمین پر ہے شفق آسمان پر / صحنِ جہان ہے رشکِ دہِ لالہ زار آج

بھر بھر کے ساغرون مین جوانانِ گلعذار / پیتے ہین بار بار مے خوشگوار آج

جمکر کھڑے ہوئے ہین جوانانِ سبز پوش / یا سرو قد درختون کی ہے یہ قطار آج

کیا جانے آکے بادِ صبا نے کہا ہے کیا / رہ رہ کے پھول ہنستے ہین بے اختیار آج

شاخون سے کونپلین نہین پھوٹی ہین باغ مین / گہنا پہن رہی ہے عروسِ بہار آج

ہر پھول مین چمک ہے ستارون سے بھی سوا / سبزی فلک کی آنکھو نہین ہے خوشگوار آج

سر سبزیِ چمن کا فلک پر دماغ ہے / ہر لحظہ ہے جو ابرِ کرم آبیار آج

کویل کی کوک نغمۂ دلکش سے کم نہین / بلبل سنا رہی ہے گلون کو ملار آج

شبنم کے قطرے خسروِ گل کے حضور مین / کرتے ہین نذر اپنے درِ شاہوار آج

ابرِ بہار صحنِ گلستان مین ناز سے / بادِ صبا کے دوش پہ آیا سوار آج

کیا جان رخ کرے جو چمن کی طرف خزان / تانے ہوئے سنان کو ہے ہر نوکِ خار آج

بوندین ہین موتیون کی لڑی صحنِ باغ مین / کرتا ہے چرخ انجم جواہر نثار آج

ہر دم ہوا سے جھکتی ہین شاخین جو باغ مین / یا کر رہی ہین سجدۂ شکرِ بہار آج

دیکھتا ہون کیون بچھا ہی الٰہی یہ سبز فرش — پڑتی ہے جب نگاہ سوی سبزہ زار آج
فرشِ زمردین گیاہِ نظر فریب — پلکون سے صاف کرتی ہی باد بہار آج
ہے اذنِ عام صحنِ چمن مین بہار کا — لے لے گلون کی جھولیان بھر کر نہر آج
چل پھر کے دی رہی ہی صبا پھر اسلئے — پژمردگی کا ہو نہ چمن مین گزار آج
معشوقِ گلبدن ہی ہر اک پھول کی کلی — مژگانِ دلفریب ہی ہر ایک خار آج
پھولی نہین سماتی ہی جامہ مین بوی گل — پھرتی ہے باغ باغ نسیمِ بہار آج
موتی برس رہی ہین دُرِ نور نشاط سے — دامن مین بھر رہا ہے چمن بار بار آج
بلبل بھی دستکاری قدرت پہ ہر نثار — پھولون کی شاخ گل کی کلی مین ہار آج
بادل بھی جھوم جھوم کے آتا ہی مست ہے — گویا کہ پی گیا ہے مئے خوشگوار آج
اللہ ری چشم نرگسِ شہلا کی شوخیان — اٹھی نظر تو تیر ہوا لگکے پار آج
کیا ٹھاٹھ ہین چمن مین عروسِ بہار کے — ہے شامیانہ ہر شجر سایہ دار آج
کلیان چمن کی محوِ تبسم ہین ہر گھڑی — گلشن مین باغ باغ ہی ہر اک ہزار آج
ابرِ بہار کو جو صفائی پسند ہی — مقدور کیا اٹھائے سر اپنا غبار آج
سنبل دکھا رہا ہی ادا پیچ و تاب کی — زلفین بنا رہی ہے عروسِ بہار آج
سبزہ بچھا کے جال گلستان کی صحن مین — مرغِ نظر کا کھیل رہا ہے شکار آج
گلشن نہین ہی بزمِ نشاط و سرور ہی — دل کھنچ رہا ہے سنکے نوای ہزار آج
کلیان کہان چٹکتی ہین طبلون کی تھاپ ہے — قمری چمن مین چھیڑ رہی ہے ملار آج
نظارہ باز قدرتِ خالق ہی دمبدم — گھونگٹ الٹ الٹ کے عروسِ بہار آج
کھلتا نہین کہ نکہتِ گل بار بار کیون — ہوتی ہے بادپای ہوا پر سوار آج
نرگس کی آنکھ کیون ہی درِ باغ کی طرف — کس گلعذار کا ہے اسے انتظار آج
معشوق مل رہی ہین گلی عاشقون کی خود — جا کر چھپی عدم مین شبِ انتظار آج

بیاکِ خیال کچھ تو بتا دے مجھے بھی تو
کس گل کی ہے ضیا سے چمن لالہ زار آج

بولی یہ ہے سالگرہ ہے حضور کی
صحرا بھی اس خوشی سے ہوا لالہ زار آج

یہ جوشِ انبساط زمانہ مین کیون نہو
پھولے پھلے نہ کیون چمن روزگار آج

آتی ہے نو بہارِ طرب باغ دہر مین
پانی کے بدلے پھول پئین بادہ خوار آج

یہ ہم کا ب جشن ہمایون ازل سے تھا
جوشِ طرب کا حال ہوا آشکار آج

سرگرم ناز شاہد طناز عیش ہے
خوش ہین نگاہ لطف سے کیسے ہوا دار آج

اللہ رے شوق آپ ہی بڑھتی ہین سیڑھی
صہبا کی تند و تیز ہے کیا خوشگوار آج

دربار ہے جو سالگرہ کا حضور کی
فرطِ نشاط کا ہے سبب آشکار آج

آقا ہمارا رشک سلاطین عہد ہے
عالم مین کب ہے ایسا کوئی ذی وقار آج

بتیسوین ہے سالگرہ میرے شاہ کی [۳۲]
اقبال و جاہ جھکے ہین سربکار آج

کیونکر پڑھے نہ مطلع دلچسپ مدح مین
کیون ہو شریک عیش نہ ہر دستگار آج

مطلع دیگر

حیرت فزا ہے حسن عروس بہار آج
ہر پھول مین ہی جلوۂ رخسار یار آج

کھائی ہی اسنے تیری چمن کی ہوا ضرور
اتراتی پھر رہی ہے نسیم بہار آج

آئین حضور مین جو بھی خواہ ہین ترے
دربار عام گرم ہے سب ہشتہار آج

انوارِ حق تجلیِ عارض پہ لوٹ ہین
خورشید کر رہا ہی شعاعین نثار آج

دُھن ہی یہی کہ جشن ہمایونین ہو شریک
چکر لگا رہا ہے فلک بار بار آج

تھا سال بھر سے چرخ کو اس دن کا انتظار
کیونکر کرے نہ گوہر انجم نثار آج

ڈالی برائے نذر جو لایا ہے آسمان
تارو نسے مہر و ماہ کی ہے زرنگار آج

اخلاقِ عام کی تری پھیلی ہی وہ مہک
شرمندہ جس سے ہوگیا مشک تتار آج

اِک اہل کار ہے یہ دبیر فلک ترا
سورج ہی تیرا اِک ورق زرنگار آج

[illegible] رتبہ سکندر کو تھا نصیب
سرکار کا بنا ہے وہ آئینہ دار آج

سامان جشن سالگرہ ہی نظر فریب
کیون خوش نہ مشیت پروردگار آج

اخلاص و مہر و داد و دہش تجھ پہ ختم ہی
کچھ خوبیون کا ہو نہین سکتا شمار آج

سب خوبیان جہان کی حصے مین ہین تیرے
آئے تو ہمسری کو کوئی تاجدار آج

[illegible] انصاف و عدل پر جو توجہ ہی [illegible]
شادان ہین سب کسی کا نہین حال زار آج

[illegible] مین تیرے ابلق لیل و نہار ہے
تجھسا نہین جہان مین کوئی شہسوار آج

بجلی چھپا لے منہ جو مقابل ہوا کبھی
کیا پائے روزگار ہے یہ ذوالفقار آج

او [illegible] جواب بنایا ہے ای شہا
[illegible] کی خوبیون مین ہی جسکا شمار آج

تجلی کی روشنی سے مستنا ہی یہ مقام
[illegible] تے ہین مہر و ماہ بھی اپنے نثار آج

[illegible] کو دل پہ بجلیان گرتی ہین قہر کی
احباب پر برستا ہی ابر بہار آج

[illegible] و مفلس ہی زمانہ ہے شاد کام
بدخواہ کے سوا نہین کوئی بھی خوار آج

او [illegible] بدیہہ ہے عدل کا شیر و نسی بکریان
ملکر کھڑے ہین ایک ہی ہی قطار آج

لکھا مدح ہو تناسب اعضا کی ای حضور
جس حسن سے ہے قدرت حق آشکار آج

[illegible] چاند ایک طرہ دستار پر نثار
سورج ہین تیری کفش پہ صدقے ہزار آج

اقبال و جاہ و حشمت و ثروت مین ای شہا
ثانی نہین جہان مین کوئی تاجدار آج

بس جس [illegible] اب ور بھی امیدوار ہین
اوقات شاہ صرف ہوی بیشمار آج

پر کیا کرون کہ شوق نے مجبور کر دیا
ہٹ کر رہا تھا میرا دل بیقرار آج

[illegible] کی پاس ہین جو گل تر کی ڈالیان
مین بھی سمیٹ لایا ہون کچھ سوکھی [illegible] آج

[illegible] جائے یہ قبول تو رہجای میری بات
عزت مری بڑھے مری عالی وقار آج

دست ادب اٹھا کے طلب کر خدا سے اب
ہوگی دعا قبول دل بیقرار آج

عمر خضر حضور کو یارب نصیب ہو
کہتا ہے بار بار ہر اک جان نثار آج

پیدا وہان ہوتی ہے ہر برس یونہی
آئی ہے جیسے سالگرہ کی بہار آج

بیٹھا ہون بحر رنج کی کشتی امید
بخشش حضور کی ہو تو بیڑا ہی پار آج

قصیدہ تہنیت جشن سالگرہ سنہ ۱۹۰۹ء موسوم باسم تاریخی

مدحت جم نشان فریدون عہد

۵ ۲ ۱۳ م

مدت سے تھا پریشان احوال مجھ حزین کا
دھوتا تھا آنسوؤن سے لکھا خط جبین کا

چھائی ہوئی تھی دل پر غم کی گھٹا سراسر
تقدیر نارسا نے رکھا نہ تھا کہین کا

پھرتا تھا باؤلا سا دنیا مین سر بسجدا
چکر لکھا ہوا تھا تقدیر مین زمین کا

تقدیر جاگ اٹھی اس حال مین جو سویا
آیا نظر مین جلوہ اک شوخ نازنین کا

قدرت خدا کی صورت ایسی نظر سے گزری
شرمندہ جسکے رخ سے ہو چاند چودہوین کا

چنچل بلا شرارت آفت غضب قیامت
کالی بلا تھا پھندا گیسوے عنبرین کا

چہرہ حسین ایسا قربان جس پہ گل ہو
نازک بدن پہ صدقے ہو پھول یاسمین کا

ایسا حسین ہمدم آغوش مین جو پایا
دھوکا ہوا نظر کو اس بت پہ حور عین کا

اُسنے جو میرے آنسو دامن سے اپنے پونچھے
دل لے گیا اڑا کر انداز اس حسین کا

سوچا کہ یا الٰہی یہ بات کیا ہے آخر
پیدا ہوا کہانسے دل سوز مجھ حزین کا

تسکین کا سبب ہے کیون اسکا ہر اشارا
ہر ناز دلربا ہے کیون چشم سرمگین کا

پایا جو مجھکو غمگین بولا کہ کیون ہے محزون
ساغر ملے گا تجھکو اب آب آتشین کا

مین ہون نوید شادی دیکھ آنکھ تو اٹھا کر
کیا رنگ ہے فلک کا کیا ڈھنگ ہے زمین کا

وہ دن ہے آج جسکی ہر اک کو آرزو تھی
وہ وقت اب ہے جس سے دل خوش ہے ہر حزین کا

کھولو تو آنکھ دیکھو تار نظر بنے گا
رشتہ شمار عمر سلطان حق گزین کا

عمر شہ زمن کا تینتیسوان برس ہے
وجہ سرور دل ہے جشن طرب آگین کا

کاسل کی شان دیکھ گویا ہی رشک گلشن ‏— بڑھ کر فلک سے رتبہ ہی آج اس زمین کا
وہ دن ہی وہ گھڑی ہی وہ وقت ہی کہ گردوں ‏— اس شان سے جھکا ذ منہ پاسے زمین کا
بالاے چرخ قدسی حیران ہو رہی ہین ‏— کیا شان ہی مکان کی کیا مرتبہ مکین کا
سامان ہی نرالا دل لوٹ ہو رہا ہے ‏— نکھرا ہوا ہر جوبن ہر ایک مہ جبین کا
ہر ذی شرف ہی پہنے پوشاک پر تکلف ‏— رکھتا ہے قصد دل مین یاد دل نشین کا
حاضر ہو نذر لے کر کچھ شہ تو بھی اپنے ‏— سرکار ہی سے ہوگا چارہ دل حزین کا
وہ محو گفتگو تھی حسرت بھری نظر سے ‏— مین تک رہا تھا چہرہ اس شوخ نازنین کا
تقدیر میری جاگی آنکھین جو مینے کھولین ‏— دیکھا عجب عالم اک جشن دل نشین کا
سرکار کی بدولت بزم نشاط پائی ‏— سمجھا تھا یا تھا منہ جو سمجھے یہین کا
کیا بزم دلکشا ہے کیا جشن جانفزا ہے ‏— رشک جنان ہی نقشہ کاسل کی سرزمین کا
بزم نسیم عشرت اترا کے چل رہی ہے ‏— غنچہ کھلے نہ کیونکر ہر ایک دل حزین کا
ایسا سمان جو دیکھا مینے پڑھا وہ مطلع ‏— جس سے ہر اک زبان پر ہی شور آفرین کا

مطلع

ہی آج مرتبہ سے کاسل کی سرزمین کا ‏— یہ اوج یہ علو ہے کب چرخ ہفتمین کا
اے شاہ مہر گستر تیرے ہی دم قدم سے ‏— اختر چمک رہا ہی اس بزم دلنشین کا
حامد علی ذیشان توصیف تیری کیا ہو ‏— تجھکو کیا خدا نے ممدوح اہل دین کا
مہتاب برج رفعت خورشید اوج شوکت ‏— ملک سخا مین تیرے عنقا لقب نہین کا
ہمت ہی تیری دریا جس کا نہین کنارا ‏— بخشش کچھ ایسی جس سے دل شاد ہو حزین کا
بھرتا ہی آسمان پر ہر شب دم غلامی ‏— روشن ہی داغ اس سے مہتاب کی جبین کا
شیرین بیان ہی ایسا تقریر کو جو سن لے ‏— پائے مزا سخن مین وہ قند و انگبین کا
ایسی تری فصاحت ایسی تری بلاغت ‏— جس سے ہر اک زبان پر ہی شور آفرین کا

کرتا نہ فتح کیونکر ہم سب پہ ہفت کشور ‏ تھا نام پاک تیر النقش فاتحین کا
شان شکوہ رفعت دیکھی جو خواب میں بھی ‏ جاتا رہے تکبر فرمان روائے چین کا
آل نبی سے الفت مولا علی کا شیدا ‏ سب سے زیادہ تجھکو ہی پاس اپنے دین کا
بجلی بنی جلایا اپنے عدو کا خرمن ‏ ادنٰی یہ ہے کرشمہ تیری نگاہ کین کا
پہنچ زمین کی جانب پھر دما جو اٹھے ‏ دست عدو عدو کو ہو سانپ آستین کا
خدام در کو تیرے حق نے سہا کیا ہے ‏ محمود کا تجمل رتبہ سبکتگین کا
سیر طلسم ہستی منظور ہو جو تجھکو ‏ چین جبین مین عالم ہو چین آستین کا
انصاف و عدل سنکر ہر وقت بعد مردن ‏ کسرے بھی بھر رہا ہے دم گو مین زمین کا
دل شاد ہو رعایا ہر شخص جان و دل سے ‏ دن رات ہو دعا گو ذات حشم قرین کا
بالائے عرش اعظم پاتا ہون اوج تیرا ‏ لیتا ہون چشم دل سے جب کام دوربین کا
ہون خیر خواہ دل سے ارمان ہونگے پورے ‏ چشم کرم سے مجھکو ہی مرتبہ یقین کا
وقت قبول ہی یہ محمود ماشر ہو ‏ ہے اختصار بہتر اشعار دلنشین کا
یارب فلک پہ روشن جبتک ہین ماہ و اختر ‏ پھولے فروز جبتک خورشید ہی زمین کا
رکھ شاد جم حشم کی جاہ و شکوہ قایم ‏ دشمن برنگ سایہ دم بھر نہ ہو کمین کا
بدخواہ ملک و دولت تھر خدا سے دایم ‏ نقش قدم کی صورت پیوند ہو زمین کا
سایہ رہی علی کا فرق شہ زمن پر ‏ یارب ہو چتر جبتک یہ آسمان زمین کا

مسدس تہنیت جشن سالگرہ سنہ ۱۹۱۳ع

بھلا پاتی ہے دنیا ہر گھڑی باب عطا تیرا ‏ کرم سے بن گیا بے دام عالم ہوگیا تیرا
نرالا دیکھتا ہون سب سے انداز سخا تیرا ‏ خدا کی خلق کا حاجت روا تو ہی خدا تیرا
گلستان سخاوت کی روش تو ہی فضا تو ہے

دلون کی جس سے کھلجاتی ہین کلیان وہ صبا تو ہے

سخا کی مملکت مین بادشاہِ ذی عطا تو ہے — عطا کی سلطنت مین صاحبِ جود و سخا تو ہے
ریاضِ دہر مین رنگِ فا بوے وفا تو ہے — دیارِ دل مین تیرا گھر ہے ہر گھر کی ضیا تو ہے

مریضِ دردِ غم کا عارضِ راحت فزا تو ہے
دوا اسکی دوا ہے اور مریضِ دل کی دوا تو ہے

ترے لطف و کرم کی نہر گلشن مین جاری ہے — ترے ابرِ سخا پر ختم رسمِ آبیاری ہے
ہے جود و عطا کی موج مین بادِ بہاری ہے — ترا شیوہ کرم توفیق محوِ غمگساری ہے

چمن کا قول ہے میری بہارِ دلکشا تو ہے
پھلون کا یہ مقولہ ہے کہ ہم سب کا مزا تو ہے

[illegible] جانو نہین جانین تیرے لطفِ روح افزا — ہزارون عقدۂ دشوار کھولے ایک ایما سے
[illegible] کو ملگیا حصہ تری بخشش کے دریا سے — اسی سے ہوگئے سیراب مدت سے جو تھے پیاسے

زمانہ کہہ رہا ہے بانیِ جود و عطا تو ہے
خدا کی دین تیری دین ہے دستِ خدا تو ہے

[illegible] تیری دلون کی نازبرداری مین رہتی ہے — سخا تیری غریبون کی طلبگاری مین رہتی ہے
دوا تیری معاون سب کی بیماری مین رہتی ہے — ہوا تیری گلستانون کی گلکاری مین رہتی ہے

مرے گلزارِ مقصد کی بہارِ جانفزا تو ہے
ہمیشہ جو پھلے پھولے وہ نخلِ مدعا تو ہے

تری چشمِ کرم سب پر نظر کرنیکو پھرتی ہے — تری طرزِ سخن دل پر اثر کرنیکو پھرتی ہے
دعا ہی تیری گھر گھر اپنا گھر کرنیکو پھرتی ہے — تری شانِ رحیمی درگزر کرنیکو پھرتی ہے

خطاکارون کو جو کچھ بھی نہین دیتا سزا تو ہے
گنہگارون کے حق مین باعثِ عفوِ خطا تو ہے

عجب انداز کا آقا ترا جشن شہانہ ہے
ترے اس قوت بازو سا ہر جو گزرا وہ زمانہ ہے
مقابل اسکے ذکر جشن جمشیدی فسانہ ہے
ترے ایوان شاہی کا نرالا کارخانہ ہے

حصار راحت عالم کی مستحکم بنا تو ہے
تری شان حشمت ہستی ہے ہان ظل خدا تو ہے

گروہ تیرا توانائی وہ دم افتادہ دیتا ہے
تسلی قلب محزون کو دم فریاد دیتا ہے
کہین روئے کوئی تو بیکسی کی داد دیتا ہے
مسیحا ہے دوائے خاطر ناشاد دیتا ہے

مریض یاس کی حالت ہمیشہ دیکھتا تو ہے
وہ کیون اپنی دوا کرنے لگا جسکی دوا تو ہے

بنا دیتا ہے قسمت کو جب قسمت بگڑتی ہے
ترے دربار سے خدائی بات دن ہاتھا گرتی ہے
جگا دیتا ہے تو جب آرزو کی جڑ اکھڑتی ہے
جو لٹ جاتے ہین اُن لوگونکی پوری تجھسے بنتی ہے

تلافی کرنے والا رنج و غم کی برملا تو ہے
غمون کی ابتدا مین ہون خوشی کی انتہا تو ہے

یہ وہ دن ہے ہر اک دولت سے مالامال ہوتا ہے
یہ وہ دن ہے کہ جسمین دور سب جنجال ہوتا ہے
یہ وہ دن ہے کہ جسمین پھول لالون لال ہوتا ہے
اسی مین متفق باہم گرہ سے سال ہوتا ہے

کھلے جس سے گرہ قسمت کی وہ عقدہ کشا تو ہے
غرض سب کچھ ہے کوئی کیا کہے تجھکو کہ کیا تو ہے

دکھا دی صنعت عقدہ کشائی تیری چٹکی مین
تمناؤن کی دستاویز پائی تیری چٹکی مین
کرم مٹھی مین ہے حاجت روائی تیری چٹکی مین
خدا کی شان ہے ساری خدائی تیری چٹکی مین

دلون کیواسطے بنیاد رسم مدعا تو ہے
سبھی کے پردۂ امید مین جلوہ نما تو ہے

دعا یہ ہے کہ حاصل تجھکو عیش جاودانی ہو
ترے دریا کا پانی چشمۂ حیوان کا پانی ہو

میسر تجھکو یون ہی ثمرۂ صد شادمانی ہو
مبارک تجھکو یہ تجدید سال زندگانی ہو

زمانہ یہ کہے رنگ بقا حسن بقا تو ہے
خدائی تیرے سائے مین ہو ظل کبریا تو ہے

خداوند تعالےٰ تیری امید و نکا حامی ہو
یہ رسم جشن سالانہ تری رسم دوامی ہو

کرو ہر سال یون ہی بستہ تار غلامی ہو
زمانے بھر کا مالک تو ہی ای نواب نامی ہو

تشکر دیکھے کہ سارے دھر کا فرمانروا تو ہے
خدائی تیرے سایہ مین ہو اور ظل خدا تو ہے

قطعہ بہ تھنیت خطاب جی-سی-آئی-ای سنہ ۱۹۰۸ء موسوم باسم تاریخی

تشبیب خطاب

خدائے برتر و اعلےٰ نے ظل سبحانی
کیا ہے سارے رئیسون مین انتخاب تجھے

تو وہ ہے صاحب اقبال اس زمانہ مین
ملے ہین عیش کے سامان بے حساب تجھے

کیا ہے فضل سے اپنے جناب باری نے
ہر ایک مشکل تاتل مین کامیاب تجھے

کبھی رہا نہ کبھی ساغر امید ترا
ہمیشہ عیش کی بخشی شراب ناب تجھے

یہ آرزو ہے اسی طرح تو رہی سرسبز
عروج بخت کسی دن نہ دے جواب تجھے

چمن چمن ہی سرسبز یون کی چرچے ہون
زبان گل بھی کہے طرفہ باریاب تجھے

دعا تشکر کی یہی ہے کہ اے مرے آقا
خدا کرے کہ مبارک ہو یہ خطاب تجھے

قطعہ

مین آج چلا جوشش مسرت مین جو گھر سے
امید نے بڑھ کر یہ بتائی مجھے تدبیر

سرکار بہت خوش ہین عجب وقت ملا ہے
چل حاضر دربار ہو اچھی نہین تاخیر

یہ عرض تمنا کے لیے نیک گھڑی ہے | آیا ہے لقب۔ مانگنا تو بھی کوئی جاگیر
سمجھا چکی اب تو یون عقل پکاری | ہشیار شتر اسکی سے بھکی ہوئی تقریر
سرکار کے صدقے مین ہو سب کچھ تجھے حاصل | کم تیری کسی سے بھی نہین عزت و توقیر
کچھ عرض ہی کرنا تو فقط بات یہ کہنا | تو خوش رہے مجھسے یہ بڑی ہے مری جاگیر
اِس مژدہ کے سنتے ہی مسرت ہوئی بیحد | یہ شعر پئے نذر خوشی مین سے کئے تحریر
اے ظلِ خدا - عاشق پیغمبر و حیدر | اے کانِ سخا بحرِ عطا۔ صاحب توقیر
اللہ کی رحمت ہے کہ لے آئے رحمت | القاب وہ آیا ہے کہ جو تھا تری جاگیر
سب کو یہ مسرت ہے - گئی چیز ملی ہے | اکسیر یہ اضافہ ہے کہ بن آئی ہی تدبیر
اِک تازہ خوشی اور ہے کرنیل ہوا تو | صد شکر کہ حاصل ہوئی یہ بھی تجھے توقیر
یون اِسکی خوشی اور بھی دونی ہوئی سبکو | یہ مفت مین ہاتہ آیا ہے بے کوشش و تدبیر
ہے فضلِ خدا نام ہے اقبال اِسیکا | صائب ہے تری فکر رسا ہی تری تقدیر
دل خیر سگالون کا بڑہا تیرے لقب سے | اور سینۂ پرکینۂ دشمن مین لگا تیر
سب شاد ہین کرتا ہے جو تو بندہ نوازی | اب ایک بھی وابستۂ دولت نہین دلگیر
تو وہ ہے جو دے خاک کی چٹکی بھی اٹھا کر | سائل کے لئے خاک سے بنجائے وہ اکسیر
بخشش کے لئے تجھکو بنایا ہے خدا نے | اخلاق و مروت کی عنایت ہوئی جاگیر
جلتا ہوا دیکھا دلِ بدخواہ کا خرمن | بجلی کا اثر رکھتی ہے گویا تری شمشیر
تیرے ہی نمکخوار ہین دنیا کے ہنرور | تیرے ہی سلامی ہین خدائی کے مشاہیر
خوش آتا ہی وہ شان کرم پر ہی بھروسا | مجرم کو بلاتا ہے اگر تو پئے تعزیر
کیا شان ہے سو جان سے صدقے ہی تجمل | کیا حسن ہے چہرہ ہے ترا چاند کی تصویر
جو آگیا در پر ترے وہ جا نہین سکتا | احسان نے ڈالی ہے ہر اک پاؤن مین زنجیر
بہتر ہے کہ اب ختم ہو یہ نظم دعا پر | منت مری کرتی ہے بڑی دیر سے تاثیر

سب ایک زبان ہو کے کہین اپنی خدا سے — اللہ کرے اس سے زیادہ تری توقیر

قطعہ

مسند اقبال پر ہے جلوہ گر کس شان سے — خسرو حامد علی خان بہادر ذی حشم

یا الٰہی اور ہون دس لاکھ ایسے سال جشن — پاسے عمر خضر یہ کان سخا بحر کرم

دیگر

ذرہ یہ فرخ قدم عالی گہر عالی ہمم — جم مرتبہ دارا حشم کان سخا بحر عطا

کیوان علم عیسے نفس حامد علیخان دائم — زندہ رہے لاکھون برس بہر علی و مصطفا

قطعہ

ہمیشہ دولت و اقبال ہو سرکار کا یاور — فلک ہو تابع فرمان مرے حامد علیخان کا

رسول اللہ کا شیدا علی کے نام کا تابع — فدا دل سے جناب شبر و شبیر ذیشان کا

امامت کا تو قائل ہو امامت کی تو خدمت لے — غلامی ہے تری اب حرز جان ہر مسلمان کا

ہو کیون نا زمجھکو بندہ ہون ادنیٰ سا اک تیرا — ہمیشہ ہون فدا مین جان و دل سے اپنے سلطان کا

ترقی عمر مین دولت مین ہو شان تجمل مین — سر اقدس پہ ہو سایہ ہمیشہ فضل یزدان کا

رباعی

سرکار کی آن بان ہر آن بڑھے — ہمت کی طرح عیش کا سامان بڑھے

بڑھ بڑھ کے شکر کا دل عالی بڑھے — اقبال بڑھے عمر بڑھے شان بڑھے

رباعی

سرسبز کبھی نخل تمنا نہ ہوا — دل باد بہاری سے شگفتہ نہ ہوا

تم سے نہ کہی تو اور پھر کس سے کہے — مدت سے شکر کا کچھ اضافہ نہ ہوا

رباعی

سرکار کی ہے سالگرہ سب ہین نہال — حاضر ہین برائے نذر جاہ و اہل

بنے بھی دکھائی نذر یہ دیکے دعا | تنخواہ شہر بڑہے - تمہارا اقبال

رباعی

سرکار کی عمر جاودانی دیکھوں | مصروف لعیش و کامرانی دیکھوں
ہر رات شب قدر سے بڑھکر ہو شہر | ہر روز مین نو رو نئی جوانی دیکھوں

عرضداشت منظوم مشعر بہ عفو تقصیر خود

میرے سرکار میرے پیاری حضور | میرے عزت پناہ جان پرور
تیری بخشش جہان مین ایسی ہے | جیسے سورج کی دہوپ دنیا پر
چاند نے دل پہ داغ کھایا ہے | کر کے تصویر تیری پیش نظر
مجھسے ممکن نہین ادا ے سپاس | تیرے لطف وکرم ہین جان پرور
تو ہے ذرہ نواز مین ذرہ | تو مرا شاہ مین ترا چاکر
جوڑکر ہاتھ عرض کرتا ہے | یہ سراپا قصور بندۂ در
غیر حاضر ہوا غلام جو کل | اسکی کاوش کو جانتا ہے جگر
آہ پتھر کی بھی نہ کام آئی | پھونک دی سوز غم نے جان شرر
وقت افطار کھولکر روزن | مجکو پینا پڑا ہے خون جگر
تیری دہشت سے ہو گیا پانی | رنگ لایا ہے آج خون جگر
میرا ہرگز نہین ہے یہ مقصد | کہ رہون روز غیر حاضر در
چند ساعت کیواسطے سرکار | پانچ دن مین صفر دآیا گھر
گھر بھی کیسا جو تو نے بخشا ہے | مجھے رہنے کو اسے مرے سرور
اس خطا کا قصوروار ہون مین | اور خطا خاص چاکرون کا ہنر
اگر ایسا نہو تو دنیا مین | نہ کھلین لطف شاہ کے جوہر

اب جو منظور ہو سزا دیدے / مین نے قدمون پہ رکھدیا ہی سر

تو ہی جب ہو گیا خفا مجھسے / پھر کریگا کرم کی کون نظر

یہ تو پہلے سے ہوتی آئی ہے / کہ خطا آئنہ کرم جوہر

مین رہون دور یون عتاب کے ساتھ / متحمل نہین دل مضطر

اتنا انصاف میرا ہو جائے / رہتے ہین حاضر اور بھی اکثر

کون مجھ سے زیادہ رہتا ہے / حاضر اب خاص شام و سحر

اپنی قسمت سے کہ رہا ہون مین / خیر جو کچھ ہوا ہوا بہتر

اسکا رونا ہے کیون نہ تھا حاضر / پیٹتا ہون کہ کیون گیا تھا گھر

گو خطا وار ہر گھڑی ہون مین / ایسی لیکن ہوئی خطا کمتر

منفعل خود ہون اِس خطا پر مین / عفو کر عفو اے کرم گستر

واسطہ مین علی کا دیتا ہون / کر تو میری خطا سے قطع نظر

یہ سمجھ کر معاف کردے تو / کہ خطا کے لئے بنا ہے بشر

یاد سرکار نے کیا ہے تجھے / تار پر بھیجدے مجھے یہ خبر

ختم کر اب دعا پہ عذر خطا / اے شرر اختصار ہے بہتر

یہ دعا دے حضور انور کو
سایۂ پنجتن رہے سر پر

تضمین غزل بندگان اعلیحضرت حضور پرنور عالیجاہ ناصر الملک امیر الامرا سر سید نواب محمد حامد علیخان بہادر دام اقبالہم و ملکہم المتخلص بہ رشک

ی عالم مین تجھسا رہرو راہ رضا کیون ہو / کوئی تجھسا خبردار رموز کبریا کیون ہو

ی حاجت روا تیری طرح تیرے سوا کیون ہو / خدائی بھر مین تجھسا یا علی مشکل کشا کیون ہو

ترا ثانی جہان مین کوئی بھی نامِ خدا کیون ہو

بجز میرے شہید ناز کوئی دوسرا کیون ہو
نگاہِ شوق ہر اک کے لیے تیر قضا کیون ہو

جسے ہو جان پیاری وہ کرشمون پر فدا کیون ہو
تمہارا کشتۂ ابرو کوئی میرے سوا کیون ہو

یہ ارمان ہے کہ دشمن بسمل تیغ ادا کیون ہو

نظر آیا ہجوم یاس ہی آنکھین اگر کھولین
کلیجہ منہ کو آیا غم سے ہم ہنی غم اشین ہولین

تمنا ہین لہو کے آنسوؤن سے خوب ہی رو لین
ہمارے خون سے جب ہاتھ دھو کی حسرتین ہو لین

یہی نمین کرے دستِ نگارین کو حنا کیون ہو

خدا کا شکر ہے معشوق قسمت سے ملا کم سن
ابھی ہو باتے ہوتے ہین شرارت آشنا کم سن

تمنا ہے رہے یون ہی ہمارا دلربا کم سن
ابھی ہین شوخیون کے دن وہ ہے نام خدا کم سن

ادا دن مین ہی بیباکی ابھی شرم حیا کیون ہو

کہین ایسا نہو کچھ کام دل نکلے نہ منت سے
تجھے واقف کیے دیتا ہون اُس کمسن کی عادت سے

کہین ایسا نہو حیرانیان ہون حسن صورت سے
اگر سے حسرتِ دل وصل مین پاس نزاکت سے

ترے ارمان رہجائین تو پھر مجھسے گلا کیون ہو

کہان کرتے ہین دعوے خونکا عشاق قاتل پر
نبچے باقی نہ تیرا وار کوئی اپنے بسمل پر

ہر اک معشوق ڈھاتا ہے ستم ہر ایک مائل پر
پھرے خنجر گلے پر تیر غمزے کے چلین دل پر

جفاؤن کے لئے تیری ہمین ہین دوسرا کیون ہو

ذراسی بات مین اپنا مقدر بن کے پھر بگڑا
غضب آیا ستم ٹوٹا قیامت ہو گئی برپا

وہ آئے تھے یہان مشکل سے اُٹھا اک نیا قصا
حیا سے سرنگون ہو گئے جب وصل مین پوچھا

خطا ہے ہوئی ہے کیا بتاؤ تو خفا کیون ہو

جنون جیسے ہوا ہے تجکو ان سرشار آنکھونکا
نہ جائیگا کسی صورت سے یہ آزار آنکھونکا

کبھی آنسو نہین تھمتا مری خونبار آنکھونکا
دل ہمیار ہے بیمار ان بیمار آنکھونکا

بھلا اِسکی دوا کیا ہو بھلا اِسکو شفا کیون ہو

ثمرِ اُلفت کا پائینگے ہمین اُمید تھی اِسکی — قلم سر ہو گیا ۔ یہ پھل مِلا ۔ اچھی محبت تھی
دلِ ناشاد پر ایسے چلی شمشیرِ ناکامی — کہان کی آرزو جڑ کٹ گئی نخلِ تمنا کی

جو خود مایوس ہو اُسکو کسیکا آسرا کیون ہو

کسیکے بارِ احسان کا ہمارا دل نہین خوگر — لگا جائین ذرا آکر وہ پائے ناز سے ٹھوکر
اگر ایسا ہمارے بعد ہو جائے تو ہے بہتر — الٰہی جذبِ اُلفت سے چلے آئین وہ تربت پر

یہ خاکِ ناتوان منت کشِ بادِ صبا کیون ہو

[illegible] ہین تجھی پر مبتلا ہو کر کدھر جائین — کہان اِنکا ٹھکانا ہے کہان یہ اور جا بھٹکین
[illegible] کھائے ہین تجھی نے جسقدر دیکھی ہین بلائین — اُڑاتی ہین ترا گھونگر دلِ عشاق کی آہین

اِنھین سے برہمی آخر تجھے زلفِ دوتا کیون ہو

[illegible] دل کسی پر زور اُسپر کب چلا اپنا — ہزارون بار ہمنے دل لگا کر آزما دیکھا
[illegible] بدلے رات دن جھیلے ستم کیا کیا — محبت جب بسی دل مین تو پھر کیا ڈر مصائب کا

نہ اُٹھے گر یہ بارِ غم تو کوئی مبتلا کیون ہو

[illegible]ت وہ بلا ہے جسکو سُنکر جی دہل جائے — نہ نکلے آہ گو سوزِ نہان سے کوئی جل جائے
[illegible]ب ہے اگر وہ دل بھی تلوونسے مسل جائے — زبان پر کچھ نہ آئے اور گھٹکر دم نکل جائے

گلا کیون ہو شکایت کیون ہو آہِ نارسا کیون ہو

[illegible] وہ برقِ حسن شمعِ شوق افزا ہے — جلانا اُسکی عادت اُف نکرنا میرا شیوا ہے
[illegible] مہکر کیون ساری دنیا کو چنا ہے — محبّت ہو جو سچّی صبر بھی اللہ دیتا ہے

وگرنہ جان دینے کا کسیکو حوصلا کیون ہو

[illegible] اُسکی قسمت جنکے لڑتی ہین — خدا رکھے ابھی کمسن ہین بے سمجھے اکڑتے ہین
[illegible] تو لڑتے ہین جھگڑتے ہین — سوالِ وصل پر لے رشک وہ کیا کیا بگڑتے ہین

مگر اسکے سوا دل مین ہمارے مدعا کیون ہو

متفرق

شکریہ تشریف آوری

فیضِ قدم سے تیرے اے شاہِ لطف گستر
آنے سے تیرے حسرت دلکی نکل رہی ہے

ہمرنگ بوئے گل ہون جامے سے اپنے باہر
مدت مین ناامیدی کروٹ بدل رہی ہے

شعر

مسافت کے گھٹانے مین بڑا کام کرتی ہے
مرے سرکار کی موٹر ہوا کے پر کترتی ہے

شعر

نکہتِ گل کی طرح جامے سے باہر مین بھی ہون
جشن کے صدقے مین قسمت کا سکندر مین ہی ہون

شعر

تیری کوٹھی دیکھنا یا روے انور دیکھنا
جشن مین کیا اوج پر ہے میرا اختر دیکھنا

شعر

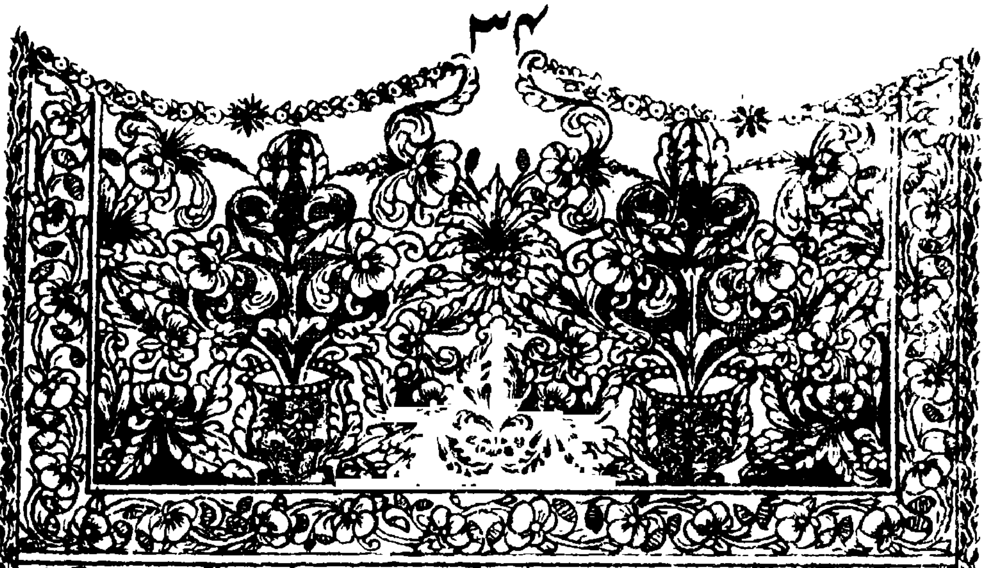
خسروِ حامد علیخان خوش ہین دل ہے باغ باغ
مین زمین پر ہون مگر عرشِ برین پر ہے دماغ

شعر

جشن کے قربان صدقے طالع بیدار کے
چومتی ہے نہر میرے پاؤن مین سرکار کے

نوٹ خسرو باغ کے میلے مین بندگان حضور معلےٰ دام اقبالہم دلکھم بنگلے مین رونق افروز تھے اور بنگلہ نہر مین تعمیر تھا اس موقع پر یہ شعر جو خاص لطف دے رہا تھا اسکا بیان احاطۂ تحریر و تقریر سے باہر ہے۔





بسم اللہ الرحمن الرحیم

غم سے آزاد ہے وابستۂ ارمان تیرا
خوش ہے جمعیتِ خاطر سے پریشان تیرا

جان تن مین ہے مرے بندۂ احسان تیری
دل مرے پاس ہے منت کشِ ارمان تیرا

برہمن جپتے ہین ہر دم تری مالا یارب
کلمہ پڑھتے ہین دن رات مسلمان تیرا

یاد کرتا ہے تجھے خلق سے غافل ہوکر
ہمہ تن ہوش ہے مستِ مئے عرفان تیرا

پھول ہے میرے کلیجے مین یہ داغِ اُلفت
دل کی ٹھنڈک ہے یہ سوزِ غمِ پنہان تیرا

ہر تماشے مین تماشا ترا آتا ہے نظر
رنگ ہر رنگ مین پاتا ہون نمایان تیرا

چشمِ بینا ہے وہی تو نظر آئے جسکو
دلِ دانا ہے وہی جسمین ہو ارمان تیرا

یا الٰہی دلِ مجروح کی حسرت نکلے
آنکھ ڈالے مرے زخمون پہ نمکدان تیرا

ابنِ مریم ہے ترے عشق کے بیمارون مین
تیرے متوالون مین ہے موسیٰ عمران تیرا

دونون عالم ترے محکوم ہین تو حاکم ہے
کون ہے وہ جو نہین تابعِ فرمان تیرا

پرسشِ روزِ جزا کا ہو شرر کو کیا ڈر
شافعِ حشر ہے پیغمبرِ ذیشان تیرا

تن سے بھی خوش ہون جو نکلجائے یہ ارمان ترا
میرے ہر زخم پہ خالی ہو نمکدان تیرا

تجکو آتا ہے یہی خون کے آنسو رونا
کچھ عجب رنگ ہی لاے دہن گریان تیرا

تیری آنکھین سرِ محفل کبھی اوپر تو اٹھین
کیا نہ اُلٹے گا صفین لشکرِ مژگان تیرا

خلق کے واسطے اِک طرفہ تماشا ہوگا
حشر کے روز مرا ہاتھ گریبان تیرا

سب اُسے جانین گے تصویر غرض کیا ہوگی
پرسشِ حشر سے یہ خوف ہے حیران تیرا

کوئی حسرت نہ رہے گی مرے دل مین باقی
اشک بن بن کے نکلجائے گا ارمان تیرا

ٹوٹ جانے مین ہے اِن دونو کی یکسان حالت
ملتا جلتا مری توبہ سے ہے پیمان تیرا

اُسنے بھی اپنے کلیجے مین بٹھا رکھا ہے
اُنس رکھتا ہے مرے دل سے جو پیکان تیرا

انکو دل چیر کے کس طرح دکھادون یارب
اسپہ مچلے ہین کہ ہم دیکھین گے ارمان تیرا

جان لینا ہے تو لین اور بلائین لیکن
منہ دکھائے نہ خدا اے شبِ ہجران تیرا

کیا مرا حالِ زبون دیکھ کے تو روتی ہی
اشک تھمتا نہین کیون شمعِ شبستان تیرا

عمرِ جاوید کی ممنون بلا ہو میری
لونگا احسان نہ اے چشمۂ حیوان تیرا

ایک دل اور مصیبت ہے زمانہ بھر کی
جی سکے خاک مریضِ شبِ ہجران تیرا

دلِ بیتاب غضب مین ہون ترے ہاتھون سے
مفت دیتا ہون اگر ہو کوئی خواہان تیرا

ایک مین ہون کہ کوئی بات نہ پوچھے میری
ایک تو ہے کہ ہر اِک شخص ہے خواہان تیرا



کام بننے نہین دیتی شررِ زار کے تو
یہ چلن ٹھیک نہین گردشِ دوران تیرا



جلوہ فروش تو ہی سرِ کوہِ طور تھا
جسپہ کلیم غش تھے وہ تیرا ہی نور تھا

دیکھا تھا پیار سے انھین بس یہ قصور تھا
جب تک جئے غضب مین دلِ ناصبور تھا

اندازِ قہر۔ نازِ قیامت۔ ادا ستم
بچپن مین بھی غضب وہ بتِ پُرغرور تھا

ہم جبسے غش ہین برقِ تجلی پہ اے کلیم
تم تھے نہ شوقِ دید تمھین تھا نہ طور تھا

مجھ پہ خفا ہو جو عادت سے بگڑ گئی بات
میری خطا نہیں یہ تمہارا قصور تھا

اچھا جو آپ رات نہ تھے بزم غیر میں
کیوں مضطرب بغل میں دل ناصبور تھا

اے کشتی امید خدا را نہ ڈوبنا
اب پاس آگیا وہ کنارا جو دور تھا

ہم بس جھک گئے وہی جلوہ تھا سامنے
اٹھی جدھر کو آنکھ اسی کا ظہور تھا

بے وجہ کب یہ زندگی مستعار ہے
مٹنے کے واسطے ہمیں ہونا ضرور تھا

ان حسن بے وفا تھا اسی نے تو کی دغا
بس پر نہیں یہ ناز تھا اتنا غرور تھا

دل کی نزاکتوں سے مصیبت میں جان تھی
یہ تو بغیر ٹھیس لگے چور چور تھا

اب اسکا کیا علاج وہ مجھ پر برس پڑے
حالانکہ دشمنوں کا سراسر قصور تھا

کل چل نہیں پڑی یہ بڑی خیر ہو گئی
دیوانہ آپکا صف محشر سے دور تھا

زخمی کسی کا دل ہو تو انکی بلا سے ہو
انکو نظر کا تیر لگانا ضرور تھا

اچھا ہوا کہ آج بہانے یہ ٹل گئی
اقرار وصل شان نزاکت سے دور تھا

شکوہ بتوں کا داور محشر سے کیوں کیا
الفت شعار کرنے کی تھی شعر کا قصور تھا

دل میں نہیں رہا کہ جگر میں نہیں رہا
درد فراق کونسے گھر میں نہیں رہا

اے پیچ و تاب شام جدائی معاف کر
سودا کسی کی زلف کا سر میں نہیں رہا

تیری تلاش نے نہ ٹھہرنے دیا کبھی
میں دو گھڑی بھی چین سے گھر میں نہیں رہا

نیرنگ حسن و عشق نہیں چھیڑتے مجھے
اب وہ خیال ہی مرے سر میں نہیں رہا

تو دل میں آگیا تو سب ارمان نکل گئے
جب تو بسا تو کوئی نظر میں نہیں رہا

عمر رواں کا ساتھ دیا گھر میں بیٹھ کر
بیتابیوں سے کیا میں سفر میں نہیں رہا

سب حسرتیں مٹیں تو وہ دل میں ہوئے مقیم
آئے بھی کب کہ جب کوئی گھر میں نہیں رہا

اترا ہوا ہوں اب تو سبھی کی نگاہ سے
انکی نظر سے گر کے نظر میں نہیں رہا

مجکو نہ پوچھ کہ پس قتل کیا ہوا
خنجر کو ڈھونڈھتے ہے جو گھر مین نہین رہا

کیون لیجا سے ہے جوش جنون دشت کی طرف
صحرا کا لطف کیا مرے گھر مین نہین رہا

آنے بھی کب وہ رسم عیادت کیواسطے
جب یہ سنا کہ کچھ بھی شرر مین نہین رہا

دوا سے اور بھی درد جگر دوچند ہوا
بجھائی آگ تو دل سے دھوان بلند ہوا

تنار اپنے مسیحا پہ دردمند ہوا
قضا جو آئی تو نام وفا بلند ہوا

بلا سے چھوٹ گیا جسکو تو نے چھوڑ دیا
پھنسا غضب مین وہی جو تجھے پسند ہوا

بھری نگاہ کسیکی دل حزین ٹوٹا
اُمید جس سے ہمین تھی وہ باب بند ہوا

نہ پوچھو دل کی اسیری کا ماجرا ہمسے
کسیکا حلقۂ زلف دوتا کمند ہوا

دیکھنا ہے کہ محشر مین کیا وہ کہتا ہے
جو گفتگو مین کسی سے کبھی نہ بند ہوا

خط سے تمنے کلیجے مین چٹکیان لے لین
وہ چھیڑ کی کہ مرا درد دل دوچند ہوا

وہ جانتے ہی نہین کیا کیا کرشمون نے
اُنھین خبر ہی نہین کون دردمند ہوا

یہ جان کر کہ تعلق ہمین سے رکھتا ہے
شرر کا نام بھی اُس بت کو ناپسند ہوا

نگاہ دل کے دل نے ذلیل و خوار کیا
قصور وار ہین یا قصوروار کیا

وہ کشتگان نظر تھے جنھون نے ذبح کیوقت
گلے لگا کے ترے خنجرون کو پیار کیا

جو چاہو مجکو سزا دو گنہگار ہون مین
گناہ یہ ہے کہ دل آپ پر نثار کیا

ہے بہ کو سنے۔ مینے دعائین دین انکو
خفا جو مجسے ہوے مینے انکو پیار کیا

خیال گیسوے جانان کو دی جگہ دل مین
غضب کیا کہ بلا کو گلے کا ہار کیا

کسی کے وعدۂ فردا کا کیون یقین آیا
مین کیا بتاؤن کہ کس لیے اعتبار کیا

تمھارے آنے کی جسوقت آس ٹوٹ گئی
تو ہمنے موت کے آنے کا انتظار کیا

شبِ فراق کے جاگے ہوئے نہین اُٹھے
ہزار شورِ قیامت نے ہوشیار کیا

جو موت آئی تو آب جان دے نہین سکتے
یہ کیا کیا ہمین تونے امیدوار کیا

ہزار بار اُسے آزما لیا پھر بھی
جب اُسنے قول کیا ہمنے اعتبار کیا

حسین ہمکو ستاتے ہین جی جلاتے ہین
چلن بُرون کا اِن اچھّون نے اختیار کیا

جو آنکھ جھپکی شبِ غم تو دردِ دلِ شرر
جگر مین چٹکیان لے لے کے بیقرار کیا

بتو ابھی سے یہ انداز کبریائی کا
ذرا تو سوچ کے دعوے کرو خدائی کا

برا نصیب وہ سنکر بگڑ گئے مجھ سے
گھڑی کی بات تھی مذکور آشنائی کا

عدو نے رنج سے میری بُرائیان کین ہین
تم اعتبار نہ کرنا سُنی سُنائی کا

حرم سے کام نہ مطلب ہے بتکدہ سے ہمین
تمھارے در پہ ہے ارمان جبہ سائی کا

یہی کہین گے وہ چاہت کے ذکر پر کہ غلط
یہی سُنینگا کہ جھوٹا ہے تو خدائی کا

شرر ہجوم تمنا سے ناک مین دم ہے
فقط مرا ہی نہین بلکہ کُل خدائی کا

شہ رگ سے بھی نزدیک ہے اِس پر نہین ملتا
رونا ہے تو یہ ہے کہ وہ ملکر نہین ملتا

سجدے کو درِ یار کا پتھر نہین ملتا
تکیے کے لئے زانوے دلبر نہین ملتا

تم لے گئے یا ہو کے لہو آنکھ سے ٹپکا
کیون سینے مین میرا دلِ مضطر نہین ملتا

دن تیری جدائی کا قیامت سے بڑا ہے
اِس سے تو کسی حال مین محشر نہین ملتا

ملجاتا ہے ڈھونڈھے سے خدا بھی مگر اے دل
ہم جان فدا کرتے ہین جسپر نہین ملتا

ساقی ترے قربان اِدہر بھی تو کرم ہو
مین کب سے کھڑا ہون کوئی ساغر نہین ملتا

پائے گی قضا آکے شبِ ہجر بھلا کیا
جب ہمکو ہمارا تنِ لاغر نہین ملتا

اللہ ری مری بیخودیِ عشق کہ ظالم
دروازے پہ ہون اور ترا گھر نہین ملتا

اپنون سے کوئی غیر بھی بڑھ کر نہین ہوتا
غیرون سے کوئی دوست بھی بڑھ کر نہین ملتا

قاصد نے یہان آ کے غلط بات بنادی
کہتا ہے کہ اُس بُت کا کہین گھر نہین ملتا

کعبے مین وہ کیا مجکو شرر خاک ملے گا
جب دیر سے بُت خانے کے اندر نہین ملتا

یہ بھی اک ظلم نرالا ہے ستمگارونکا
دانہ پانی بھی کیا بند گرفتارونکا

چھوتے رہتے ہین ترا مصحفِ عارض گیسو
اللہ اللہ یہ رتبہ ہے سیہ کارونکا

بیڑیان گوشۂ زندان مین فغان کرتی ہین
حال دیکھا نہین جاتا ہے گرفتارونکا

ہوش اڑا لیتی ہین فوراً یہ نشیلی آنکھین
نگہِ شوخ سے دم بند ہے ہشیارونکا

جوبنی مین کبھی سنتے ہی نہ تھے پہلو سے
ایسی بگڑی کہ پتا بھی نہین اُن یارونکا

اپنی ناکامیِ تقدیر کا کیا حال کہون
سایہ تک بھی نہ ملا یار کی دیوارونکا

آسمانون کو غرض یہ تھی جو ہر دم پھرتے
یہ اثر ہے مری تقدیر کے سیارونکا

کبھی مژگان کے اشارے ہین کبھی ابرو کے
تیر چلتے ہین کبھی وار ہے تلوارونکا

نگہِ شوخ عیادت کے لئے اٹھی ہے
اب خدا حافظ و ناصر ترے بیمارونکا

کبھی دیتے ہین درون تارِ نظر سے اُسنے
برق نے کام نکالا جگرِ افگارونکا

کبھی مژگان کا تصور کبھی ابرو کا خیال
کھیل چھریون کا کبھی ہے کبھی تلوارونکا

ذرّے افشان کے رخِ صاف پہ چمکے ہین شرر
چاند کے سامنے کیا رنگ جمے تارونکا

دشمن نے مجھے کوچۂ جانان سے نکالا
صیاد نے بلبل کو گلستان سے نکالا

کمبخت کی اب خیر نہین آج کسی نے
اُلجھا ہوا دل کاکلِ پیچان سے نکالا

شامت تو نہین آئی ہے تیری دلِ نادان
پھر ربط اُسی فتنۂ دوران سے نکالا

تقصیر کی تقصیر نہین حضرتِ آدم
قسمت نے تمہین روضۂ رضوان سے نکالا

پھر دشت نوردی کے مزے لوٹ رہا ہون
وحشت کا بھلا ہو جو مجھے زندان سے نکالا

صیاد کی بیداد سے ناشاد سے دیکھو
کمبخت کو کس رُت مین گلستان سے نکالا

اب ٹھوکرین کھاتے ہو شرر کیا کرے کوئی
کیون تمنے قدم کوچۂ جانان سے نکالا

ترے زبان پہ جو ذکر سے طہور آیا
وہ بادہ کش ہون کہ واعظ بھی سُر آیا

ہوین سنا ہے مرے گھر وہ رشک حور آیا
نگاہ شوق پکاری کہ مجھ مین نور آیا

یہ بات سچ ہے کہ نخوت ذلیل کرتی ہے
وہین بدل گئی عادت جہان غرور آیا

کیا زمانے مین بدنام تجکو دشمن نے
یہ تیرے سامنے ظالم ترا غرور آیا

کہ بدگمان سے ہے تم مجکو کیا سمجھتے ہو
تمہاری باتون مین گھاتون مین ضرور آیا

ضرور آؤگے ایسے ہی تم تو سچے ہو
تمہارے وعدے کا ہمکو یقین ضرور آیا

[illegible]سکو نگاہین کس طرح خلد مین یارب
اگر وہان بھی مجھے یاد [illegible] آیا

کسی کی زلف مین دل تو شرر پھنسا بیٹھا
یہ کیا ہوا کہ تری عقل مین فتور آیا

میرا ہر داغ نہان اک گل خندان نکلا
مین سمجھتا تھا جسے دل وہ گلستان نکلا

ساتھ کس روز نہ تھے میری جگر کے ٹکڑے
کب مرا اشک روان میرا [illegible]ان نکلا

کبھی تمنے نگہ لطف سے دیکھا مجکو
کوئی حسرت مری نکلی کوئی ارمان نکلا

ہائے جس شوخ سے اُمید مسیحائی تھی
وہ قضا بنکے سر گور غریبان نکلا

جسکو پایا اُسے ہمنے ترا شیدا پایا
ہمنے دیکھا جسے وہ تیرا ثناخوان نکلا

زخم پر زخم لگے تو بھی نہ حسرت نکلی
تیر پہ تیر پڑے پھر بھی نہ [illegible]ان نکلا

شوق پابوس مین اُٹھا مری مرقد سے غبار
جب کبھی وہ طرف گور [illegible] نکلا

اُسکی تصویر سے باتین شب غم کین ہمنے

دل بہلنے کا شہر خوب یہ سامان نکلا

چاند بھی تیرے مقابل نہین ہوتا
کامل بھی جو ہوتا ہے تو کامل نہین ہوتا

ن کے دسانے کو کہا جاتا ہے پیچ ہے
شکوہ بھی مرا سننے کے قابل نہین ہوتا

رنگا ذکر کیا ذکر جو بگڑی مین مدد دین
اپنا بھی برے وقت مین شامل نہین ہوتا

کی مجھے سنکر اسے قتل کی حسرت
مین اُس سے وہ مجھسے کبھی غافل نہین ہوتا

اُسے غیر کا مرنا نہ دکھا لے
جو میرے عزادارون مین شامل نہین ہوتا

تا ہون کہ دل لو تو وہ کہتے ہین ادا سے
یون لینے کو لے لینگے مگر دل نہین ہوتا

ادنی بات نہین تیری گلی مین
گلزار مین کیا شور عنا دل نہین ہوتا

ہے ان انکھون ہی سے آنکھون کا مزا ہے
جس دل مین محبت نہین وہ دل نہین ہوتا

ت کی صورت دیکھ کے ڈرتی ہے قیامت
بس بھی ہو کہ اللہ سے قائل نہین ہوتا

ہے کہ ہم تجھسے قیامت مین ملین گے
ان باتون سے مطلب مرا حاصل نہین ہوتا

دردِ دل بیمار کا چارہ جو شہر کیا
وہ چارہ گری پر کبھی مائل نہین ہوتا

جانب سے ترا دل نہ ستمگر پھرتا
اور پھرتا بھی تو اس حلق پہ خنجر پھرتا

کو بے ہوئے برسون یونہین مضطر پھرتا
وہ نہ لیتے تو یہ ہوتا کہ مین در در پھرتا

پہ جانے کی ضرورت کیا تھی
مین پہنچتا بھی وہان تک تو مکدر پھرتا

سے مرنے سے نہوتا لیکن
یہی ہوتا کہ مہینون وہ کھلے سر پھرتا

ان غیر کی سنلی نہ کیا کچھ بھی گلہ
مین جو اِک بات بھی کرتا تو ترا سر پھرتا

جو ملتی تو پلٹتی قسمت
تو اگر خط مجھے لکھتا تو مقدر پھرتا

کیا انکی شکایت کرتا
قول سے اپنے مین کیونکر سرِ محشر پھرتا

جان دینہ ہی ہی مجھکو جگہ اچھی تھی

اے شرر کوچۂ جانان سے مین کیونکر پھرتا

ملتے ہی اُنکے مجھسے مرا دل جدا ہوا — پروردگار بیٹھے بٹھائے یہ کیا ہوا
مین ہون اسیر غم دلِ شیدا پھنسا ہوا — میرے لئے وہ حلقۂ گیسو بلا ہوا
افسوس ہے کہ جنکے لئے مین فنا ہوا — اُنکو خبر نہین کہ مرا حشر کیا ہوا
آنکھین ثبوت دیتی ہین وصلِ رقیب کا — کہتا ہے راز آپکا کاجل بہا ہوا
مین کوئی چیز ہی نہین اُنکی نگاہ مین — نقشِ خیالِ خام ہون وہ بھی مٹا ہوا
اے آتشِ فراق بس اتنا نہ چھیڑ تو — مین آپ سوزِ دل سے ہون اپنے جلا ہوا
دل کو خراب تیری محبت نے کر دیا — کمبخت نے بگاڑ دیا گھر بنا ہوا

اُس سنگِ در سے پھوڑنے جاتا ہے سر شرر
پتھر پڑین سمجھ پہ بھلا مبتلا ہوا

وہ سیکھا ہے ستم ایجاد کرنا — بہر صورت مجھے برباد کرنا
تمہاری یاد نے مجکو سکھایا — تڑپنا لوٹنا فریاد کرنا
خبر جسدم مرے مرنے کی پہنچے — خیالِ حسرتِ فرہاد کرنا
مزہ جینے کا پایا ہمنے پھنس کر — گزر مشکل ہے بے صیاد کرنا
خدا اُس گیسوون والے کو رکھے — جسے آتا نہین آزاد کرنا
مرے پر کھولدینا فصلِ گل مین — بس اتنا کام اے صیاد کرنا

قیامت مین وہ کہتے ہین شرر سے
خدارا اب نہ تم فریاد کرنا

آپ کی چال ڈھال کیا کہنا — ہر طرح بے مثال کیا کہنا
ہر گھڑی ملتی ہے نئی لذت — اے ہجومِ ملال کیا کہنا
کسنے تمکو بُرا کہا صاحب — تم بڑے بے مثال کیا کہنا

مٹ کے بھی انکا در نہیں چھوڑا
ہم سے نکمے سہی زمانے کے
وہ جو پوچھیں تو کچھ کہیں ہم بھی
کلمہ برق طور پڑھتی ہے
کھتے ہیں چھیڑ و غیر کا قصہ
بے وفا سے سوال ہیں فضول

اے دل پائمال کیا کہنا
تم بڑے باکمال کیا کہنا
حال دل بے سوال کیا کہنا
اے سراپا جمال کیا کہنا
ہر گھڑی اپنا حال کیا کہنا
بے مروت سے حال کیا کہنا

بولے سیری غزل شرر سنکر
یوں سوال وصال کیا کہنا

نصفت قابو سے ہمارا دل گیا
کیا مرے نالے قیامت ڈھا گئے
پھٹ گیا انگور دل کے زخم کا
دل لیا اور داغ دیکر کھا گئے
زخم دل سب آپ ہی سل جائیں گے
ہمنے کل اس دھوم سے شیون کیا
کیا بتائیں کیوں یہ حالت ہوگئی
کیا قیامت ڈھا گئی ساقی کی یاد

شوخی جانان تجھے کیا مل گیا
کیا تمہارا بھی کلیجہ ہل گیا
یا کوئی غنچہ چمن میں کھل گیا
اسکو یوں سمجھو کہ بدلا مل گیا
جس گھڑی سینے سے سینہ مل گیا
چرخ کانپا عرش اعظم ہل گیا
کیا خبر ہے کیوں ہمارا دل گیا
زخم کا انگور فوراً کھل گیا

جلوہ بت سے شرر آنکھیں کھلیں
بتکدے میں ہمکو کعبہ مل گیا

اسنے جب دم خط مرا دیکھا مکدر ہوگیا
آل تماشا آج اشک دیں تر ہوگیا
یا الٰہی کون سا ہلتا ہوا فقرا چلا

وہ مرا لکھا پڑ ہا سارا برابر ہوگیا
جوش جا دو تھا کہ قطرہ سی سمندر ہوگیا
غیر کا قابو سی کے دلپہ کیونکر ہوگیا

سامنے رہنے سے آخر اُسکا بھی جاتا حجاب | تیرا آئینہ بھی قسمت کا سکندر ہو گیا

حشر آیا اور بنا فوراً ترے قامت کا جز | فتنہ اُٹھا اور سمایا ترے برابر ہو گیا

دیکھکر تجھکو دمِ گلگشت گلشن بے نقاب | گل گریبان پھاڑ کر جامے سے باہر ہو گیا

مدعی جو کچھ کہے اُس سے مجھے مطلب نہین | دیکھنا یہ ہے کہانتک اُسکو باور ہو گیا

میرا مرجانا غنیمت ہے تمہاری یاد مین | زندگی کا بوجھ اب سینے کا پتھر ہو گیا

اب زبان بھی بند ہے الفت مین وہ ڈالے ہین پیچ | کیا بتاؤن مین کہ دل مجبور کیونکر ہو گیا

ایک مدت سے تھا مرگِ ناگہان کا انتظار | تیری چتون کا اشارہ مجکو خنجر ہو گیا

تم خدا سے کیون قیامت کی دعا مانگو شرر
جیتے جی فرقت کا دن ہی روزِ محشر ہو گیا

حسرتِ وصل نے جی سے بھی گزرنے ندیا | جب اجل آئی شبِ غم مجھے مرنے ندیا

دم بھی نکلا تو تری یاد مین نکلا ظالم | مرتے مرتے تجھے نظرون سے اُترنے ندیا

دشتِ غربت مین مصیبت کی شکایت ہے فضول | جب مجھے چین کبھی میرے ہی گھر نے ندیا

آئے پرسش کو تو یہ کہکے گئے آتا ہون | قبر مین چین نہو اِس لئے مرنے ندیا

بحرِ غم تیرے تلاطم کی حقیقت کیا تھی | میری قسمت نے مجھے پار اُترنے ندیا

عمر بھر چین کی کمبخت کو حسرت ہی رہی | خلشِ غم نے کبھی دل کو ٹھہرنے ندیا

خلشِ درد کا شکوہ نہ کیا دل نے کبھی | یہ وہ چھالا تھا کہ کانٹے کو اُبھرنے ندیا

اُنکی صورت مری نظرون مین بسر کیا کرتی | جب مرا ساتھ مرے دیدۂ تر نے ندیا

ہائے تقدیر نمک تک بھی نہ چھڑکا اُسنے | کچھ مزا مجکو مرے زخمِ جگر نے ندیا

کھینچ لایا ہے مجھے میدانِ قیامت مین جنون | ہائے تربت مین بھی جی بھر کے ٹھہرنے ندیا

جسنے مایوس کیا تھا وہی آڑے آئی | اُنکے ملسکنے کی اُمید نے مرنے ندیا

جان دینے کو ابھی اُسنے لگا رکھی ہے

لیکے دل یہ تو کہو کچھ بھی شمشیر نے نہ دیا

نہ حال پوچھا اس حزین کا نہیں ہی قسمت سے کہین کا
نہ ذرہ ہی آفتاب دین کا نہ آئنہ اس بت حسین کا

جو زلف دیکھی تو مین یہ سمجھا کہ شام فرقت کا ہی اندھیرا
جو چہرہ دیکھا تو مین نے جانا کہ چاند نکلا ہی چودھوین کا

جو اسکی صورت کو دیکھتا ہون خدا کی قدرت کو دیکھتا ہون
پھر اپنی قسمت کو دیکھتا ہون کہ مجھکو عشق اور اس حسین کا

تمہارے شیرین لبون کی گالی ہی جو مجھکو خوشی سی کھالی
نہین حلاوت سے یہ بھی خالی مزہ ہی رکھا نہین انگبین کا

یہ خوب سوجھی کہ ذبح کرکر کئی ہین خنجر کے ٹکڑے ٹکڑے
مگر کہین تیغ رنگ لائے لہو تو دھو ڈال آستین کا

یہ تینے مانا کہ صفا وہ شعلہ ہے جسنے جی جلایا
مگر ابھی تک جلا نہ ہو وہ تمہارے رخسار آتشین کا

کسیکا جیسے پیٹ کے سونا وصال کی شب تھا اک تماشا
ادھر تمنا کا تھا تقاضا ادھر وہ کہنا نہین نہین کا

بہت ہی ہنسے یہ عہد کرکے انہو گی پوری وہان تمنا
یہین بلو تم اگر ہے منا کرو جو وعدہ کرو یہین کا

صدا بچائے گناہ سے لگائے قاتل نے ہاتھ ایسے
دہان زخم جگر سے اپنے بلند ہی شور آفرین کا

یہ رنگ لائی بتون کی طاعت کہ روز محشر دو عزت میری
بنا ہی خورشید اوج رحمت نشان سجدہ مری جبین کا

جسے سمجھتے ہین چرخ خضرا دھوان ہی سوز جگر کا میرے
نہین ہی خورشید روز محشر شمشیر ہے یہ آہ آتشین کا

ہمیشہ مانند زلف پرخم مزاج رہتا ہی اپنا برہم
غضب مین آئی ہوئی ہے ہردم خیال کچھ کچھ کہین کہین کا

مری طرفسے جو منہ کو پھیری عدو کی آغوش مین ہین مہ جبین
اسیر ہی دل مرا ازل سے انہین کے گیسوی عنبرین کا

شمشیر ہے دل کا عجیب عالم یہی ستاتا ہی مجکو ہردم
جسے سمجھتے ہوا اپنا ہمدم وہی تو ہے سانپ آستین کا

مین کیا کہون کہ مجھکو کسکی ادا نے مارا
وہ خود سمجھ رہا ہے جس بیوفا نے مارا

ظالم وصال کی شب پردے نے تھوڑا پایا
گھونگٹ کی اوٹ لیکر تیری حیا نے مارا

تیرے شہید الفت تربت مین کہہ رہے ہین
مٹی خراب انکی جنکو قضا نے مارا

دل نذر حسن کرنا کب تھا گناہ ایسا
کیون تیر بنکے ظالم تیری ادا نے مارا

ان چمن مین جب دم نرگس نے گل کو گھورا
سنبل کا تازیانہ باد صبا نے مارا

اِن نغمہ سنجیون نے کنجِ قفس مین ڈالا
بلبل تجھے چمن مین تیری صدا نے مارا

تیری نظر سے گر کر ممکن نہین ہی اُٹھنا
محشر مین وہ اُٹھین گے جنکو قضا نے مارا

کیون ایسے ڈر رہے ہو کھدونگا روزِ محشر
یہ بے خطا ہین مجھکو میری قضا نے مارا

مرنے کا غم نہین ہی ہان اسکو رو رہا ہون
دشمن کی شئے سے مجھکو اُس بیوفا نے مارا

آئے تھے ہم عدم سے ہستی کی سیر کرنے
جب آنکھ پائی ہمنے ذوقِ فنا نے مارا

کب بھید سے ہون واقف ہان اتنا جانتا ہون
جسنے کیا تھا پیدا اُسکی قضا نے مارا

جسکو خدا نے چھوڑا اُسکو بتون نے چھوڑا
جسکو بتون نے مارا اُسکو خدا نے مارا

آفت تھا وصلِ جانان خنجر لیا ادا نے
شوخی نے صبر لوٹا طرزِ حیا نے مارا

ہم آہِ سرد بھر کے گزرے شرر جہان سے
صحرائے بیکسی مین ٹھنڈی ہوا نے مارا

نہ جینے دیگا یہ انداز مُنہ چھپانے کا
یہی طریقہ ہے ظالم مری مٹانے کا

ترے فراق مین سب کچھ اُٹھاؤنگا لیکن
کبھی رقیب کی باتین نہین اُٹھانے کا

برنگ دردِ نہان ہون نگاہِ عالم سے
وہ راز ہون جو نہین آپکے بتانے کا

یہ بار بار جوانی کہان پلٹتی ہے
ستا بھی لو یہی موقع ہے دل ستانے کا

تمہارے رخسے کرے ہمسری مجال نہین
یہ آئینہ تو ہے صورت فقط دکھانے کا

یہ حشر وصل کے وعدے کا آخری دن ہے
خدا کو مان یہ موقع نہین بہانے کا

ملو کہ کوچ کی تیاریان ہین سوئے عدم
قریب آؤ کہ ہے عزم دُور جانے کا

سناؤن خاک تمہین داستان غم اپنی
یہی کہوگے کہ جھوٹا ہے تو زمانے کا

شرر وہ غیر کے ہمراہ آئے وقتِ اخیر
یہی تو وقت تھا عاشق کے جی جلانے کا

مرا شوق کھو رہا ہے جو کبھی وصال ہوگا
تو کسی کی نازکی کا مجھے کب خیال ہوگا

ہوا خاک طور جل کر ہوے غش جناب موسیٰ
نظر جلال ہوگی اثر جمال ہوگا

مرے جذب دل مین صدقے نہین آج ہی تو آئے
جو پس فنا وہ آئے تو یہ کیا کمال ہوگا

کہی جا کے اُنسے کھدی نکرین وہ اب لگاوٹ
ہمین ہوش ہی نہین ہی جو غم ملال ہوگا

بھلا آپسے لگا کر اسے کیون تباہ کرتا
مجھے کیا خبر تھی دل کا مرے یہ مآل ہوگا

ترے عشق کی بدولت یہی ہوگا ہم نہونگے
اگر اور کچھ دنون تک یہی اپنا حال ہوگا

کبھی کہ رہی ہی بلبل مرے پر ہین گر نہ کترین
گزر اس طرف خزان کا اگر ایک سال ہوگا

نہ ملو تو صاف کہدو کہ مین اپنی جان کھودون
نہ تمہین ملال ہوگا نہ مجھے ملال ہوگا

ترے غم نے لاکھ ظالم مجھے خاک مین ملایا
مگر آس بندہ رہی ہی کہ ترا وصال ہوگا

ترے جور کی شکایت نکرونگا روز محشر
کہ خدا کے آگے ظالم تجھے انفعال ہوگا

یہ نہین ہے وضع میری کرون میل بدعی سے
اُنہین کیا غرض پڑی ہی جو مرا خیال ہوگا

مجھے رات بھر تڑپنا ستم فراق سہنا
نہ کبھی وبال گزرا نہ کبھی وبال ہوگا

جو کریگا قتل غمزہ تو جلائیگا کرشمہ
کبھی یہ کمال ہوگا کبھی وہ کمال ہوگا

ترے درد سے ہے راحت مجھی اضطراب دل کا
نہ کبھی خیال گزرا نہ کبھی خیال ہوگا

مجھے غیر سے ہے نفرت کہو لاکھ بار کہدون
جو خیال ہے تو اتنا کہ تمہین ملال ہوگا

تم عزل دشمن اتنا نکرو چلو چمن مین
کوئی تازہ پھول سونگھو ابھی دل بحال ہوگا

تری چال ہے قیامت اسے بھول کر بھی ظالم
کبھی یہ دھیان آیا کوئی پائمال ہوگا

ہوئی غیر سے محبت کہو اب بھی تم یہ سمجھے
کہ جو حال ہے ہمارا یہی اسکا حال ہوگا

یہ سمجھ کے دیدیا تھا کہ ضرور قدر ہوگی
تمہین اپنے دل مین سوچو کسیکا وبال ہوگا

مرا منہ عاصی جو کھلے گا روز محشر
ترا رحم آگے بڑھ کر ہی مری ڈھال ہوگا

اگر اور سو برس تک چلی ناؤ زندگی کی
شمشیر اپنے دل سے نہ کبھی زوال ہوگا

کیا کہون جان ہے یا ہے دل شیدا اچھا
تم خریدار ہو جسکے وہی سودا اچھا

ذکرِ دشمن کا نہ نکلے گا نتیجا اچھا
ایسے موقع پہ تو خاموش ہی رہنا اچھا

نہ مری موت سے اچھی نہ مسیحا اچھا
دردِ الفت سے یونہین دلکا تڑپنا اچھا

ناز اچھا ہے ادا اچھی ہے غمزا اچھا
جلوۂ حسن ہے ہر شان مین تیرا اچھا

موسمِ گل نے کیا رخ سوے صحرا اچھا
ملگیا جوشش جنون کو یہ سہارا اچھا

وقتِ زاری ترے مژگان کے تصور نے دیا
ڈوبنے والے کو تنکے کا سہارا اچھا

مین بہی موجود ہون یہ جان ہی یہ دل ہی مرا
آپ ان مین سے جو لےلین وہی سودا اچھا

ہمسری کا اُسے کس بات پہ دعوےٰ تجھسے
ماہِ کامل سے کہین ہے ترا چہرا اچھا

دل کے دیدینے کا الزام مجھی پر آیا
حشر مین مینے کیا خون کا دعوےٰ اچھا

قتلِ عاشق کے لئے چینِ جبین کافی ہے
ہاتھ جب تیغ سے خالی ہے تو غصا اچھا

جنسِ الفت مین فقط دل کے وہ گاہک ٹھیرے
کہتے ہین او نہین مال تمہارا اچھا

کہتے ہو جاؤ کسی اور کو اب پیار کرو
جب یہی ہے تو دکھاؤ کوئی اتنا اچھا

نامہ بر جا کے سنا انکو برا حال مرا
وہ جو ہر بات پہ کہدیتے ہین اچھا اچھا

دیکھو سمجھو نہ کرو غیر کی باتین ہمسے
دیکھو مانو یہ نہین روز کا جھگڑا اچھا

مرغِ بسمل کی تڑپ کوئی نئی بات نہین
جس تماشے کو وہ دیکھین وہ تماشا اچھا

نہ گرو بحرِ محبت مین سنو حضرتِ دل
جان کی خیر جو چاہو تو کنارا اچھا

تیرے خنجر سے جو پہنچے وہ جراحت اچھی
تیرے ہاتھون جو چپک جائے وہ پھاہا اچھا

میرے گھر کی انہین دو ایک سے آبادی ہے
دل مین ہے درد و غم و یاس کا رہنا اچھا

وہ مری آنکھ ہے جس آنکھ کا رونا بہتر
وہ مرا دل ہے کہ بس دل کا نہونا اچھا

اسکے کوچے سے نہ اٹھا صفتِ نقشِ قدم
ناتوانی نے مری مجھکو گرایا اچھا

آپ وہ آنکھ جہان پڑ گئی دل لوٹ گیا
آپکا فضل خدا سے ہے سراپا اچھا

اے شرر خاک ہی کردے کہین سوزِ نہان
روز کے مرنے سے اِک روز کا مرنا اچھا

آکے خیالِ یار کلیجا مسل گیا — ارمان دل سے یا کوئی کانٹا نکل گیا
تنہا مکان پاکے تصور کی بن پڑی — آئے جو ہم لحد مین تو کچھ جی بہل گیا
اللہ تیرے عارضِ پُر نور کی جلا — میری نظر نے پاؤن جو رکھا پھسل گیا
صورت کے ساتھ ہی تری حالت پلٹ گئی — قسمت کے ساتھ ہی مرا نقشہ بدل گیا
بلبل کا آشیانہ چمن مین نہ رہ سکا — اُٹھا جو شعلہ آتشِ گل کا تو جل گیا
لغزش ہوئی تو روک لیا اُسکے لطف نے — مین گرتے گرتے راہِ طلب مین سنبھل گیا
[illegible] جاتا ہے بسمل مین جو دے گیا مزہ — کہنا کسیکا چھوڑ مرا دم نکل گیا
دل جان اسنے لی تو دعائین ہزار دین — [illegible]ن بات کی کہ عید بھی سُنکر اُچھل گیا
کیا رشک ہو اُسے دلِ عاشق نہو کہین — کیون آکے صحنِ باغ مین غنچہ کو مل گیا

ممکن نہین کہ رحم نہ آئے اُنہین شرر
غیرونکا میرے حال پہ جب دل پگھل گیا

وہ پرسش کے لئے آجائین ایسا ہو نہین سکتا — اب ایسے وقت مین بھی اُنسے اتنا ہو نہین سکتا
تمہین نے کہدیا ہوگا جو دشمن نے مجھے چھیڑا — بغیر اسکے کسی صورت سے ایسا ہو نہین سکتا
اب عجز نما لیتے ہین اُن بیمار آنکھون سے — جو اچھا کر نہین سکتا وہ اچھا ہو نہین سکتا
خدا کے سامنے کا عذر اِک اچھا بہانہ ہے — تمہارا قول محشر مین بھی پورا ہو نہین سکتا
اُنہین کیا یاد ہے وہ ہی مرتے ہین دشمن پہ — جو کہتے تھے کہ دل اپنا پرایا ہو نہین سکتا
بڑی حسرت سے پھر کہتا ہون تم سو جاؤ پہلو مین — اُسی صورت سے پھر کہدو کہ ایسا ہو نہین سکتا
یہ کہکر جلوۂ جانان نکل آیا ہے پردے سے — کہ یون پردے مین رہکر مجھسے پردا ہو نہین سکتا
مین کیون جاؤن دوبارا بھی گیا ہی بازارِ محبت مین — سرِ بازار اُن زلفونکا سودا ہو نہین سکتا

مرا خط دیکھ یہ قاصد زبانی اُسنے کہدینا
کہ ارمانوں نکا اس سے کم خلاصا ہو نہین سکتا

بُت بے درد آجائے مرے قابو مین اک دم کو
الٰہی کیا تری قدرت سے ایسا ہو نہین سکتا

چلا جاتا ہے پیچھے ناقۂ لیلےٰ کے دیوانہ
اُلٹ دے پردہ محمل کو اتنا ہو نہین سکتا

شررؔ اُنکو بلا یا بات کرنے کو تصور مین
خیالون مین کوئی آئے تو رسوا ہو نہین سکتا

جانا ہے تجھے گھر تو مٹا کے مجھے گھر جا
اتنا تو کہا مان کہ برباد ہی کر جا

پامال مری قبر کو کرنا ہے تو کر جا
یہ مفت کا احسان جو دھرنا ہی تو دھر جا

جب آنکھ یہ کہتی ہے کہ دل مینے چرایا
سمجھاتی ہے چتون اُسے کمبخت مکر جا

اے موت جو آنا ہے تو فرقت مین چلی آ
احسان بُرے وقت مین کرنا ہی تو کر جا

رکھ دے تہ شمشیر گلا دوڑ کے اے دل
آخر تجھے مرنا ہے مگر نام تو کر جا

ہم سے تو گنہگار ہین اے رحمت باری
اللہ کرے اس سے زیادہ تر ادھر جا

مرنے کو تو سب مرتے ہین مرنے کو ہوا کیا
جینے کا مزہ جب ہی کہ وہ خود کہے مر جا

خاموش ہون جو ہر مرے مقتل مین کہینگے
یہ یاد رہے کچھ وہی برسا جو نہ گرجا

اے ابرِ کرم کُھل کے برس آنکھ لگی ہے
اُمید کے سوکھے ہوے کھیتونکو بھی بھر جا

قاصد تو نہ آیا ہے نہ آئے گا دہان سے
حسرت کا کہا مان اُدہر تو ہی شررؔ جا

مین بھی ہون ساقی بھی ہے بادل بھی ہے چھایا ہوا
[illegible] نہ جائے دَور مجھ کمبخت تک آیا ہوا

دل مرا تم کیا کرو گے لیکے مرجھایا ہوا
اب رہا کس کام کا یہ پھول کملایا ہوا

رنگِ وحشت عشق مین دونون پہ ہے چھایا ہوا
مین بھی گھبرایا ہوا ہون وہ بھی گھبرایا ہوا

اس قدر یادِ کمر مین ناتوانی بڑھ گئی
[illegible]بہ نہین سکتا ہے آنسو آنکھ مین آیا ہوا

نامہ بر کیا جانے لایا ہے وہ ہانسی کیا پیام
خیر ہے کیون آرہا ہے آج گھبرایا ہوا

پیاری چالین پیاری باتین پیاری گہاتین پیارے ڈہنگ
حُسن سے ہے چمکا ہوا جوبن سے ہے گدرایا ہوا

اے دلِ نادان یہ داغِ آرزو تازہ نہین
تو اُٹھا لایا کہان سے پھول کملایا ہوا

وہ غمِ دل سُنکے بولے کیا بدلدین ہم نصیب
اُسکے آگے جا کے رو جسکا ہی لکھوایا ہوا

پھر وہ کی آنکھ پڑ جائے نہ اُنپر اس لئے
میری آہون کا دھوان ہی ہر طرف چھایا ہوا

بیٹھتے ہی بوسے تری تلوار کے چین آگیا
جمگیا خونِ تمنا جوش مین آیا ہوا

میری آنکھون مین دلِ پژمردہ میرا پھر گیا
کوئی غنچہ باغ مین دیکھا جو کملایا ہوا

کیا کہین گے دیکھنے والے خدا کیواسطے
کیون عدو کو لے کے تو پھرتا ہی اترایا ہوا

ایک مین ہون دردِ اُلفت سی جگر تھامے ہوے
ایک تو ہے اپنے اندازون پہ اترایا ہوا

کیا کہون مین اپنی محفل مین مجھے وہ دیکھکر
پوچھتے ہین مجھسے تو ہے کسکا بلوایا ہوا

تیرے عشقِ رخ سے کاہش ماہ کی قسمت مین ہی
تیرے خوفِ حسن سے ہی بھرتھرایا ہوا

مینے پہچانا عدو کو اے شررؔ یہ بارہا
محفلِ جانان سے ہے میرا نکلوایا ہوا

دل اُس بُت پہ اپنا فدا کر دیا
خدا کی خدائی نے کیا کر دیا

ترا دل بتِ سنگدل موم ہو
عدو نے خدا جانے کیا کر دیا

دمِ امتحانِ وفا جان دی
تری چاہ کا حق ادا کر دیا

خفا ہون مین خود اپنی تقدیر سے
اِسی نے تو تم سے جدا کر دیا

جوابِ وفا کونسا راز تھا
یہ قاصد کو کیون خط چھپا کر دیا

تہِ گفتگو سے ستم یار نے
جفا کو بھی ثابت وفا کر دیا

خطا مجھسے ایسی ہوی کونسی
کہ صیاد مجھکو رہا کر دیا

وصالِ بتان کچھ خطا تو نہین
مجھے کیون خدا نے جدا کر دیا

ازل مین نہ جھگڑا کیا کچھ شررؔ

وہی لے لیا جو عطا کر دیا

خدائی مین ہی چرچا ہے ہمارے داغ پنہان کا
شب غم بے اثر ہے جوشش گریہ چشم گریان کا
غضب کی بدگمانی تھی کہ حورین تو نہین آئین
بہ رنگ نالہ اسباب معیشت کچھ نہین کہتا
کوئی حسرت تو ہے قاتل نکلجائے دم آخر
ارے او بدگمان صیاد کیون سی دین مری آنکھین
محبت وعدہ وفا کرنے سے تم انکار کرتے ہو
گلا ناحق دبا تا ہے ہمارا جوشش وحشت مین
ہوا ہون تنگ مین امید کی مشکل پسندی سے
مسلتے ہو مرا دل بیٹھکر آغوش دشمن مین
تماشے کے لئے میری اجل بھی آگئی آخر
تڑپ اٹھا دل بیتاب مثل برق سینے مین
تمنا کو پیام شوق پہنچانے کی جلدی ہے
فلک کے رہنے والون کو بھی آزادی نہین ملتی

ہر اک گھر مین اُجالا ہے چراغ زیر دامان کا
جو روتا ہون تو ہنستا ہے چراغ اپنے شبستان کا
کسی نے روزن تربت سے اکثر اسلئے جھانکا
کہ مین ہون رہنے والا احسانہ زنجیر زندان کا
اجازت دے تو بڑھکر چوم لون منہ تیغ عریان کا
گلستان کی طرف کنج قفس سے مینے کب جھانکا
وفور شادمانی بھی سبب ہے مرگ انسان کا
کوئی پوچھے کہ ہمنے کیا بگاڑا ہے گریبان کا
گلے وہ خود لپٹ جائین تقاضا ہی پہ ارمان کا
خیال اچھا کیا گھر مین بلا کر اپنے مہمان کا
قیامت ہوگیا دل سے نکلنا اُنکے پیکان کا
یہ کسنے مجکو یارب روزن دیوار سی جھانکا
کبو تر بنکے ہر ٹکڑا اڑا جاتا ہے دامان کا
کہ ہالہ ہے ازل سے طوق گردن ماہ تابان کا

کسی کے چہرہ زیبا کو کس حسرت سے تکتی ہے
شمر ر رونا ہے مجکو آرسی کی چشم حیران کا

ستائے گی دل تیری چتون کسیکا
یہ جوشش مصیبت نیا رنگ لائے
مجھے اپنی جانب سے برباد کرنے
جگر تھام لیتے نہ یون شاد پھرتے

یہ بجلی جلائے گی خرمن کسیکا
جو سن لین کبھی آپ شیون کسیکا
جوانی کو لایا لڑکپن کسیکا
سنا ہی نہین تمنے شیون کسیکا

رسائی تھی تقدیر مین خاک ہوکر
مرے ہاتھ آیا ہے دامن کسیکا

شہیدادا جی اُٹھے کیا عجب ہے
جو پڑ جائے مدفن پہ دامن کسیکا

شہر یاد آتا ہے رہ رہ کے ہمکو
چھڑانا جھٹک کر وہ دامن کسیکا

تم بھی تو دیکھ جاؤ یہ موسم بہار کا
گلشن کھلا ہوا ہے دل داغدار کا

پہنچا نہ پس کے شکل حنا اُنکے پاؤن تک
نکلا نہ مدعا دل اُمیدوار کا

آنا ہے وہ نشان مٹانے کیواسطے
اللہ رے نصیب ہمارے مزار کا

اے شور حشر مجکو جگاتا ہی کس لئے
جاگا ہوا ہون آپ شب انتظار کا

کیا غم سبھی اسیر قفس ہون جو اسے ظفر
آنکھون مین سب ہے بسا ہوا عالم بہار کا

چل دیا سر پہ بلا ڈالکے کہین اُن کا
نظر آتا سہے ہمین قد مین جو بن اُنکا

باغ جنت مین وہ حورونکا تبسم کچھ کچھ
وہ سر حشر مرے ہاتھ مین دامن اُنکا

مرگ دشمن کی خبر اُنکو نہ سنوائی خدا
چہرا اُترا ہوا دیکھین مرے دشمن اُنکا

کیا مزہ ہو وہ کرین وصل کا وعدہ جیسے
اور مین چوم لون مُنہ چھوڑکے دامن اُنکا

کہین ملتے ہین ترے کوچے سے شیدا جال
ہے یہی طور رہی وادی ایمن اُنکا

تیرہ بختی سے کہو اور کوئی گھر ڈہونڈہے
ہے مرے گھر کا اُجالا رُخ روشن اُنکا

وہ پشیمان اُدہر خلق مین رسوائی سے
مین پشیمان اِدہر کہینچ کے دامن اُنکا

رہزنی ہمنے اگر کی ہے تو اتنی کی ہے
خوب لوٹا ہے شب وصل مین جوبن اُنکا

تاکتا ہے دل شیدا یہ ستم تو دیکھو
پردۂ ناز مین چھپ چھپ کر لڑکپن اُنکا

سر پڑا بار تھا آج اِس سے سبکدوش ہوئی
کیونکر احسان نہ مانے مری گردن اُنکا

ہفت اقلیم مین کل بجتے تھے جنکے ڈنکے
آج ڈہونڈہے سے بھی ملتا نہین مدفن اُنکا

بلبلین موسم گل پر اگر اترا ئین گی
بجلیان جلکے جلا دینگی نشیمن انکا

ن نظر شرم سے نیچی ہے پشیمان ہون مین
اے شرر کچھ نہ ملا لوٹ کے جوبن انکا

برزم عالم مین مسرت کے ہین سامان کیا کیا
چار دن کے لئے کرتا ہے یہ انسان کیا کیا

شکوہ بنکے بگڑتے رہے سامان کیا کیا
دیکھے آنکھون نے مری خواب پریشان کیا کیا

اُس طرف خنجر مژگان کی جو دیکھی ہے جھلک
اِس طرف شوق سے تڑپی ہر رگ جان کیا کیا

وقت پر میرے بنے کام بگڑنے کیلئے
جمع ہو جاتے ہین تقدیر سے سامان کیا کیا

بت کے مذکور سے واعظ بھی نہین ہین خالی
ایک کافر نے بگاڑے ہین مسلمان کیا کیا

شب غم جوش مصیبت مرا دیکھا نہ گیا
رات بھر روتی رہی شمع شبستان کیا کیا

حسرتین آپسے ملنے کی ہین کیسی کیسی
کیا بتاؤن کہ مرے دلمین ہین ارمان کیا کیا

بزم دشمن میں اشارہ ونسے بتایا سب نے
کہنے والون نے کہا تجھکو مری جان کیا کیا

اُنکے ہاتھون سے پڑا لوٹ مین سامان اپنا
لُٹ گئے قافلۂ حسرت و ارمان کیا کیا

دے کے دل مجھکو ندامت ہوئی کیسی کیسی
کیا کہون اپنے کئے پر ہون پشیمان کیا کیا

کوئی اتنا تو بتا دے کہ کہون کیا اُنسے
پوچھتے ہین وہ ترے دلمین ہین ارمان کیا کیا

بیخودی مین نہ رہا یاد ہمین کچھ بھی شرر
عہد کیا کیا کئے اُس شوخ نے پیمان کیا کیا

عشق کا راز کسیطرح نہ پنہان ہوتا
ہم چھپاتے بھی تو صورت سے نمایان ہوتا

وصل جانان کی تمنا مین کٹی عمر فضول
دل مین اس سے تو کوئی اور ہی ارمان ہوتا

سچے شکوون نے مری بات بنا دی ورنہ
اِسطرح وہ نہ کبھی سر بگریبان ہوتا

کر گئی کام تری تیغ بڑا کام ہوا
ورنہ مجھپہ ملک الموت کا احسان ہوتا

جس طرح مین تجھے دل دیکے ہوا ہون نادم
یون ہی تو غیر کی چاہت سے پشیمان ہوتا

ہمنے پہلے ہی کہا تھا دلِ ناداں تجھسے
دامِ گیسو مین نہ پھنستا نہ پریشان ہوتا

وہ نہ آئے تو قضا ہی شبِ فرقت آتی
اے شرر کوئی تو تسکین کا سامان ہوتا

دلِ ناداں ترے نالون کا اثر کیا ہوگا
ایسے شیون سے جہان زیر و زبر کیا ہوگا

دل وہ کس کام کا جسپر نہ چلی تیغِ ادا
جسنے کھایا نہو ناوک وہ جگر کیا ہوگا

موت کے بعد ہی سمجھتا ہون تمہارا آنا
بند اب دیدۂ بیدار کا در کیا ہوگا

عرش کی سیر تصور سے جو کی دل نے کہا
ایسا جلوہ جو یہان ہے تو ادھر کیا ہوگا

جب کہا رہتے ہو دل مین وہ یہ بولے ہنس کر
دل مین انسان کے انسان کا گھر کیا ہوگا

بس زمانے پہ امید ہین نہین تیرے ملنے کی
وہ زمانہ تری فرقت مین بسر کیا ہوگا

کہتے ہین اسنے تو بے طرح کلیجہ پھونکا
ہم تو سمجھے تھے کہ ایسا ہی شرر کیا ہوگا

… پھینکا دلِ مضطر اپنا
اپنے ہاتھون سے اجاڑا ہے بھرا گھر اپنا

… سبھی عذرِ جفا سوچ لئے
منہ تو آئینہ مین دیکھو سرِ محشر اپنا

… دور سے اے بتکدۂ عشق سلام
تو جو کعبہ ہو تو ہرگز نہ جھکے سر اپنا

… پھر بھی دیکھون کہ اٹھا ہے خنجر
تم ذرا پھر بھی کہدو کہ جھکا سر اپنا

… کون گنہگار بنے فائز کیا
کون اتنی سی پئے لیجئے ساغر اپنا

… ٹ کے سر پیش کئے دیتے ہین
دے تو دین آپ ذرا دیر کو خنجر اپنا

… ن یہ دیکھا ہے کہ شب بھر لوٹا ہے
صبح کو بان کے چلتے ہوے بستر اپنا

… ہین قتل کی دہمکی پہ ہنسی
خود ہتیلی پہ لئے پھرتے ہین ہم سر اپنا

اے شرر وحشتِ دل کی ہے وہ حالت آخر
ہمنے جنگل کے لئے چھوڑ دیا گھر اپنا

جانے کو وقتِ صبح کوئی پھر چلا گیا — مڑ مڑ کے جاتے وقت اِدھر دیکھتا گیا

دشمن کو لے کے باغ مین وہ بیوفا گیا — رستے مین میرے واسطے کانٹے بچھا گیا

بے وجہ وہ بگڑ کے مرے گھر سے کیا گیا — یہ جانیے کہ جینے کا سارا مزا گیا

طالب ترے فراق مین رونے کے واسطے — دریا سمٹ کے دیدۂ تر مین سما گیا

بیمارِ ہجر کی چارہ گری کچھ نہ پوچھیے — مانگی دوا تو تیغ کا پانی پلا گیا

دونون کا ایک حشر ہوا ہے فراق مین — غم مینے کھا لیا ترا غم مجھکو کھا گیا

قاصد نے میرے حالِ زار رو کے یون کہا — اسکو سنے گا کون یہ کس سے کہا گیا

مقصود تھا یہی کہ نہ بر آئے مدعا — مطلب کی بات کی تو وہ ظالم اُڑا گیا

بدنام کر کے خانہ نشین وہ بنا شرر — خود چھپ گیا مگر مرے پردے اُٹھا گیا

آنے کے واسطے کوئی تیار ہو گیا — اچھا ہوا مین عشق کا بیمار ہو گیا

پھر مجھکو نئے عشق کا آزار ہو گیا — آزاد ہو کے پھر مین گرفتار ہو گیا

اُمید نے غضب مین مری جان ڈالدی — مرنا فراقِ یار مین دشوار ہو گیا

بس اے کلیم دیکھ لیا ہمنے آپ کو — دم بھر مین کیا سے کیا دمِ دیدار ہو گیا

اُمیدِ ہمکناریِ جانان کو کیا کہون — کمبخت غم گلے کا مرے ہار ہو گیا

چشمِ عتابِ یار کا تیرِ نگہ دیکھنا — تارِ نگاہ خنجرِ خونخوار ہو گیا

ہنگامِ دید صورتِ تصویر بن گئے — اِک [illegible] کام بھی ہمین دشوار ہو گیا

پلٹے ہوئے نصیب کی بیداد دیکھنا — دلدار ہو کے یار دل آزار ہو گیا

مانا کہ عہدِ یار نہ ہوگا وفا کبھی — کیا کم ہے یہ کہ مجھسے بھی اقرار ہو گیا

لوٹا شرر کا ہوش کسی چشمِ مست نے — مدہوش بے پیئے ہوئے میخوار ہو گیا

ہم نہ جھوئیں گے کبھی احسان لطف یار کا
تشنہ لب پا کر ہمیں پانی دیا تلوار کا

ایسی سہل [illegible] کیا پڑی ہے قتل کو ہمیں تنہا
سخت جان ہوں کاٹ پھلے چلانچ تلوار کا

[illegible] محشر میں جا سکے دم نکلتا ہے مرا
کچھ خدا کا خوف ہے کچھ اُس بت عیار کا

[illegible] چشم یار سے حالت ہوئی دل کی تباہ
ہائے اک بیمار کو غم کھا گیا بیمار کا

سخت جان [illegible] کا ہوں عبث [illegible]
ہاتھ تم بڑھ کر اٹھا لو تو سہی تلوار کا

حضرت موسے کا جیسے ہوش لوٹا طور پر
[illegible] کرشمہ تھا دیدار کا

کیا کروں کس طرح دم توڑوں مجھے وہ ضعف ہے
توڑنا مشکل ہوا ہے آنسوؤں کے تار کا

اے شرر چمکا دے ہیں آہ نے داغ جگر
سیر کے قابل ہے اب عالم مرے گلزار کا

آ [illegible] پاس [illegible] وفا تیور بدلکر رہ گیا
وہ سنبھل کر رہ گیا خنجر اٹھا کر رہ گیا

یہ کہا [illegible] کہ ہم محشر میں ہونگے دادخواہ
دشمنوں کا آپ کے کیوں جی دہل کر رہ گیا

[illegible] اب شوق انسا چھیڑنا لازم نہ تھا
خیر گزری آج وہ تیور بدلکر رہ گیا

آنکھ ہم پر ڈالتے ہی شرم نے روکا نہیں
کام آ جاتے مگر خنجر نکل کر رہ گیا

[illegible] ہے حرمان وصل کی شب شام سے وہ سو گئے
دل ہمارا آتش حسرت سے جلکر رہ گیا

[illegible] سوز نہاں میں کس غضب کی آگ تھی
خون دل آنکھوں میں آیا تھا کہ جلکر رہ گیا

[illegible] نے اجازت ہی ٹپکنے کی نہ دی
اشک کا طوفان آنکھوں میں ابل کر رہ گیا

اے شرر مجبور ہے وہ نازکی سے کیا کرے
رات بھی آنے کو تھا پہلو بدلکر رہ گیا

[illegible] نا نہ خراب نازکی کا
نکلا کبھی حوصلہ نہ جی کا

[illegible] ہر پھول ہر کلی کا
اک جلوۂ حسن ہے کسی کا

[illegible] کے جئے تو حشر کے دن
رونا روئیں گے زندگی کا

بیدرد نے دشمنی بھی چھوڑی ٭ مشکل ہے نباہ دوستی کا
کچھ کر کے دکھائے تب مین جانون ٭ وہ بت جو خدا بنا کسی کا
کچھ اور نہین ہے مجمع حشر ٭ ہنگامہ ہے اپنی دل لگی کا
پتھر ہین دھرے ہوئے لحد پر ٭ یہ پھل ہے بتون کی دوستی کا
وہ حال ہمارا سُنکے بولے ٭ کیون ہمکو خیال ہو کسی کا
خنجر جو مرے گلے پہ پھیرا ٭ جوہر چمکا ستمگری کا
دیکھی ہے کبھی جو اپنی صورت ٭ مُنہ چوم لیا ہے آرسی کا
ہو اک نظر ادھر بھی - دیکھو ٭ مدفن سر راہ ہے کسی کا
لو اب تو ملو جوان ہو تم ٭ یہ وقت نہین ہے بے بسی کا
خود دل کو لگا کے مر رہے ہین ٭ بد نام ہے نام عاشقی کا
اُس شوخ کا خندہ تھا قیامت ٭ رونا ہمین پڑ گیا ہنسی کا
آئینے کو توڑ کر وہ بولے ٭ ہمسے دعوے برابری کا
بجلی نے ہزار جان ماری ٭ نقشہ نہ کھنچا تری ہنسی کا
مین کیا کہون کیا ہے میرا مدفن ٭ اک ڈھیر سمجھ لو بے بسی کا
اب بات کہان وہ کمسنی کی ٭ جوبن پہ شباب ہے کسی کا
جینے کا مزہ ہے تم پہ مرنا ٭ مرنے پہ ہے لطف زندگی کا
اتنی تو کٹی ہے عیش مین عمر ٭ مالک ہے خدا رہی سہی کا
کیون نزع مین چھیڑتے ہو مجکو ٭ یہ وقت نہین ہے دل لگی کا
اچھا ہے چرائین آپ دل کو ٭ دشمن ہے یہی ہمارے جی کا
مرقد مین کہان وہ جوشِ حسرت ٭ ساتھی نہین کوئی بیکسی کا
آنکھون آنکھون مین دل چرایا ٭ عیار یہ ذکر ہے ابھی کا

جلنا ہی بڑا غضب ہے اور پھر
جلنا بھی شرر سے آدمی کا

کیا حال سر مجمع اغیار کہوں گا
خلوت مین چلو پوچھ لو سو بار کہونگا

ان آنکھون مین سرمہ کو نہ بیکار کہونگا
جلاد کو کھینچے ہوے تلوار کہونگا

مین آپ کہون یہ مری ہمت نہین پڑتی
پوچھین گے تو درد دل بیمار کہونگا

جس آنکھ مین اعجاز مسیحا نظر آیا
اُس آنکھ کو کس مُنہ سے مین بیمار کہونگا

اظہار محبت سے غرور اُنکا بڑھے گا
حال دل پُر درد نہ زنہار کہونگا

دعوے ہے مجھے ضبط کا اسواسطے چپ ہون
کس مُنہ سے مین حال دل بیمار کہونگا

کیا وہ بت بے درد مرا درد سُنے گا
کچھ اُس سے کہونگا بھی تو بیکار کہونگا

سب فتنہ محشر جسے کہتے ہین اُسی مین
سفاک تری شوخی رفتار کہونگا

جب خوف نہین جان کا پھر ڈر مجھے کیا ہے
جو جی مین مرے آئیگا سو بار کہونگا

کیا خط مین لکھون درد جدائی کی حقیقت
جب آؤ گے تب حال دل زار کہونگا

تو نے ہی دیا ساتھ مرا کنج لحد تک
اے حسرت دل مین تجھے غمخوار کہونگا

یاد آئی مجھے صحبت احباب شرر پھر
اب اور بھی حسرت بھری اشعار کہونگا

کوئی ہمدرد دنیا مین الٰہی تو اگر دینا
ہمارے درد دل کو بانٹ لے اپنا بشر دینا

مرے مرنے کی اے قاصد اگر اُنکو خبر دینا
تو یہ کرنا کہ رونے پیٹنے سے منع کر دینا

تمنا ہے در دلدار تک اُڑکر چلا جاؤن
الٰہی اضطراب شوق کو تو ایسے پر دینا

سنا قاصد جو تو پلٹے تو چھپکر رات کو آنا
چھپا کر غیر سے دینا ہمین نامہ اگر دینا

نہ لینا تھا اگر اب لے لیا ہے پاس رہنے دو
یہ تمنے کس سے سیکھا دل اِدھر لینا اُدھر دینا

تم اپنے در پہ لٹکانا کہ عبرت ہو زمانے کو
اگر مانگے کوئی تمسے نہ ہرگز میرا سر دینا

کسیکی ہمین کیا کوشش کسیکا زور کیا ہمین
خدا کا کام ہے بگڑے مقدر ٹھیک کر دینا

یہ مانا قید غم سے دل رہا ہو جائے مشکل ہے
تمہین آسان ہے دشوار کو آسان کر دینا

نصیب دشمنان تمکو علاقہ غیر سے کیا ہے
تم اپنے ہجر کے صدمے مجھے دینا اگر دینا

نہ جانا ساتھ میت کے فقط گھر پر چلے آنا
دکھانے کے لئے دنیا کی رسم اتنی تو کر دینا

جسے کہتے تھے تم سفاک قاتل بیوفا ظالم
کہا تھا تم سے کسنے دل اُسے اپنا شرر دینا

پھر ہنسے غیر سے پھر عہد تمہارا ٹوٹا
کچھ خبر بھی ہے دل زار دوبارا ٹوٹا

پھر رخ پر جا کے جو آہ شرر افشان ملی
دیکھنے والے یہ سمجھے کوئی تارا ٹوٹا

جب سے انکار کیا تو نے یہان آنے سے
ہمدمو دست مرے جینے کا سہارا ٹوٹا

تو نہ آیا شب وعدہ تو ہوا یہ ظالم
عہد تیرا دل ناشاد ہمارا ٹوٹا

گلشن دہر مین دل ٹوٹ گیا پھولونکا
ہاتھا پائی مین جو گل ہار تمہارا ٹوٹا

خیر وہ کچھ نہ سہی غیر کا ماتم ہی سہی
ہم بھی یون خوش ہین کہ پردہ تو تمہارا ٹوٹا

ہم بغل غیر کو دیکھا تو بہت گھبرا کر
دل مرا یون مرے پہلو مین پکارا ٹوٹا

آتے آتے مرے گھر غیر کے گھر جا پہنچے
دل مشتاق مرا عہد تمہارا ٹوٹا

غیر کے سامنے یون اسنے مرا دل توڑا
خالی اک جام دیا وہ بھی کنارا ٹوٹا

اُنکی اُمید نہی موت آئی عیادت کو شرر
کیا بُرے وقت نصیبون سے سہارا ٹوٹا

میری قسمت نے مجھے ایسا دل مضطر دیا
چین گویا میرا جینا جسنے دو بھر کر دیا

راہ اُلفت مین قدم رکھتے ہی اپنی جان دی
جتنے جھگڑے ہونیوالے تھے اُنہین طے کر دیا

پاؤن کے چھالون کی حالت دیکھکر بہر علاج
دشت غربت نے ہر اک کانٹے کو اک نشتر دیا

قتل پر خوش ہون تمہارے ہاتھ سے لیکن مجھے
اسکا رونا ہے عدو نے کس لئے خنجر دیا

اپنے بسمل پر نیا ڈھایا ستم اُس شوخ نے
تھک گئے جب دست نازک غیر کو خنجر دیا

سچ ہے کب تمنے چرایا کب لیا حیلے سے دل
ہان بجا ہے ہمنے خود اپنا دل مضطر دیا

ہم اسے پورا کرینگے اب کرین یا حشر مین
قول جب اُسنے دیا مجکو تو یہ کہکر دیا

تیرے پرزے بھی کبوتر کی طرح اُڑتے کو ہین
یہ جتانے کے لئے قاصد کو اُسنے پر دیا

وہ بھی آخر مدعی کی جستجو مین پڑ گئے
اُنکو بھی آخر مری تقدیر نے چکر دیا

چھانٹ کر روز ازل مجکو شرر تقدیر نے
پھوڑنے کو سر در دلدار کا پتھر دیا

باتین بنا بنا کر دیکھو نکل نہ جانا
آنکھین نہ پھیر لینا ہمسے بدل نہ جانا

یہ جتنے بت ہین انکی ہین صورتین تو اچھی
پتھر کے اِنکے دل ہین اے دل بہل نہ جانا

مدت ہوی تم اِن مین آکر بسے ہوے ہو
آنکھون کو میری دیکھو تلوون سے مل نہ جانا

یہ کمسنی کے وعدے اُسدن بھی یاد رکھنا
آجائے جب جوانی ہمسے بدل نہ جانا

ایسا نہو وہان بھی شرمندگی ہو مجکو
میدان حشر مین تم تیور بدل نہ جانا

ارمان دید جانان یہ ہمسے کہ رہا ہے
آنکھون سے راہ چلنا تم سر کے بل نہ جانا

کھولے خدائی بھر کے عقلون نے راز پنہان
لیکن کسی نے اب تک سر ازل نہ جانا

یہ شاعری ہماری کس کام کی جو ہمنے
ذوق سخن نہ سمجھا لطف غزل نہ جانا

اِس رحم کے مین صدقے کہتے ہین ای شرر وہ
آہ شرر فشان سے کمبخت جل نہ جانا

دیکے دل تجکو ہر اک رنج و محن دیکھ لیا
بیوفا ہمنے محبت کا چلن دیکھ لیا

اُسکے رخسارے گل اُمید کھلے دم بھر مین
جسنے تیرے رخ روشن کا چمن دیکھ لیا

اُٹھکے آنا ہی پڑا عرصہ محشر مین ہمین
چال مین تیری قیامت کا چلن دیکھ لیا

اُڑ گئے ہوش جو اُس شوخ کی آنکھین دیکھین
ہم نہ کہتے تھے غزالان ختن دیکھ لیا

داغ جتنے ہین مرے دل مین کہان یہ اتنے
خوب اِس چرخ کے تارونکا چمن دیکھ لیا

پھر کہین آنکھون کے نیچے تری آنکھین ظالم
دشتِ غربت مین اگر کوئی ہرن دیکھ لیا

تجھسے رُلکر بھی زمانے کی نگاہین دیکھین
تجھسے چھُٹکر بھی زمانے کا چلن دیکھ لیا

کبھی غربت مین گیا یاد نہ بھولے سے مجھے
خوش رہو تمکو بھی اے اہلِ وطن دیکھ لیا

نہ سہی غیر کا فقرہ نہ سہی آپ کا جور
ہمنے قسمت ہی سے یہ رنج و محن دیکھ لیا

یاد آیا ہمین مظلوم شرر کا لاشہ
کسی میت کو جو بے گور و کفن دیکھ لیا

جلانا مارنا جب اختیاری اور ہو جاتا
تو وہ ظالم خدائی بھر پہ بھاری اور ہو جاتا

اگر اندازِ شوخی کی نگاہِ شوخ پڑ جاتی
سمندِ نازِ ہنگامِ سواری اور ہو جاتا

جو اپنے ہاتھ سے ساقی پلاتا ہمکو محفل مین
تو قسمت سے مذاقِ بادہ خواری اور ہو جاتا

ذرا کے باغ سے دو پھول بھی لاتی جو تربت پہ
ترا احسان اے بادِ بہاری اور ہو جاتا

رکاوٹ پر یہ عالم ہے تمہین پر دم نکلتا ہے
اگر ملتے تو شوقِ جان نثاری اور ہو جاتا

اگر وہ لاش پر آتے تو اُنکا کیا بگڑ جاتا
مرا لاشہ ذرا دنیا پہ بھاری اور ہو جاتا

اگر پامال ہی کرنے کی خاطر تم چلے آتے
تو پھر عالم ہی تربت کا ہماری اور ہو جاتا

خدا رکھے اُنہین فوراً کلیجہ تھام کرتے
جو اندازِ فغان و آہ و زاری اور ہو جاتا

نہ آنے دے مجھے گھر مین تو دربان قتل کر ڈالے
تمنا ہے کہ اتنا حکم جاری اور ہو جاتا

اڑا دے ہوش جلوے نے جو سر گرمِ ادا ہوتے
تو اس عالم مین عالم ہمپہ طاری اور ہو جاتا

سمجھکر سوچ کر دل بھی اگر دیتا حسینونکو
شرر پر پھر خیالِ پختہ کاری اور ہو جاتا

مین کس گنتی مین ہون شاہ و گدا کا سامنا کیسا
بھلا محشر مین بندے اور خدا کا سامنا کیسا

مریضِ غم ہون تاثیرِ دوا کا سامنا کیسا
مسیحا بھی اگر آئین شفا کا سامنا کیسا

وہان تو خیر سے مجھپر جفا پردے مین ہوتی ہے
دل ناداں بھلا اُس بیوفا کا سامنا کیا

محبت کا تقاضا ہے کہ اُسکے روبرو جائے
یہان بے موت مرتے ہین قضا کا سامنا کیا

جدائی مین تری مرجائینگے ہم شام سے پہلے
شب فرقت قلق کسکا بلا کا سامنا کیا

ہوا سینہ سپر کیا مین چلا ہی واہ ری ہمت
مرے دل نے کیا تیر جفا کا سامنا کیا

عوض دنیا مین ملجاتا ہے بندونکو گناہونکا
سزا کیو اسطے روز جزا کا سامنا کیا

شرر کو ساتھ لیجا کر کسی دن کوی قاتل مین
دکھا دینگے کہ ہوتا ہے قضا کا سامنا کیا

گو ترے جانے سے میرا دل بہت گھبرائیگا
رفتہ رفتہ کچھ دنون مین صبر آہی جائیگا

تم اگر روٹھے تسلی کے لیے کون آئیگا
دل کو مین سمجھاؤنگا اور دل مجھے سمجھائیگا

شوق دیکھو کھا رہا ہون خنجر سفاک سے
تو گلے ملنے کو باہر کب نکلکر آئیگا

خون دل کے چار قطرے آنکھہ سی بہ جائینگے
اس سے بڑھکر اور کیا ہوگا جو دل بھر آئیگا

گر نہین جاتا نہ جائے نامہ بر پروا نہین
شوق کا مضمون خود خط کو اُڑا لیجائیگا

ابتو میرا دل مرے پہلو مین اک آئینہ ہی
جب وہ آئے سامنے تصویر بھی بنجائیگا

مین تو صدمہ رشک دشمن کا اُٹھا لونگا مگر
تو محبت کرکے دشمن سے بہت پچھتائیگا

کسنی اُس بت کی یون کہتی ہوی رخصت ہوئی
یہ ترا اُٹھتا ہوا جوبن قیامت ڈھائیگا

صبر بھی ممکن نہین میرے دل بیتاب سے
آرزو بھی کہہ نہین سکتا کہ تو شرمائیگا

ایک بوسہ دیجیے پھر دیکھیے بخشش کا پھل
ایک دیگا جو خدا کے نام پر دس پائیگا

جان لے حاضر ہی لیکن یہ بتا دی تو مجھے
جان لیکر میری ظالم کیا ترے ہاتھ آئیگا

نامہ بر پر وہ نہ برسے غیر ممکن ہے شرر
آگ ہو جائے گا تیرا نام گر سُن پائیگا

حرم کے کام آتا یا صنمخانے کے کام آتا
جو ہوتا کام کا مین - کام مین لانیکی کام آتا

اگر ہوتا نصیب اچھا نہ تھا مٹنے کا غم ساقی
مین جب دم خاک ہوتا تیرے پیمانے کے کام آتا

دعا کا سلسلہ سر دو کرنا تھا جو کافی ہے
خدا کے سامنے یہ ہاتھ پھیلانے کے کام آتا

خدا نے گھر بھی کیسے رکھدیا ہے سنگ اسود کو
درِ دلدار پر ہوتا تو دیوانے کے کام آتا

زمانہ یار وہی بنتا تھا قسام ازل اسکو
کبھی رنجش جو ہو جاتی تو ملجانے کے کام آتا

اکیلی تیغ خود تب بھی جبلی اور بجھ گئی آخر
یہ جلنا چیز ہی کیا تھا جو پروانے کے کام آتا

مجھے ناحق پھرایا احتیاط کر حاصل ہوا اسکا
مری قسمت کا چکّر کاش پیمانے کے کام آتا

اگر چشم حقیقت سے بتون پر غور کر لیتا
حرم کو چھوڑ کر زاہد بھی بتخانے کے کام آتا

نکلتا دل سے جب تاثیر کرتی منتین لاکھون
اگر نالہ کسی کے کان تک جانے کے کام آتا

جو رستے مین پڑا رہتا تمہارا کیا بگڑ جاتا
ہمارا یہ سر شورین ٹھکرانے کے کام آتا

شرر کا یہ دلِ صد چاک اپنے پاس کہنا تھا
کہ جب ہوتی پریشان زلف سلجھانے کے کام آتا

سر نہ تھا بوجھ تھا تن سے مرے اُترا اُترا
غم کی کیا بات ہے ناحق ترا چہرا اُترا

دل مین آئے جو تصور سے کچھے یہ کہکر
ایسے آئینہ مین ناحق مرا نقشا اُترا

کیا کسی سے خبر مرگ عدو سن لی ہے
خیر ہے آج ہے کیون آپکا چہرا اُترا

ناخنِ تیغ سے اتنا کوئی جا کر کہدے
آج پھر اِس دلِ مجروح کا پھاہا اُترا

اُسنے نظرون مین جو تولا دلِ شیدا میرا
جان نثاری کے ہر انداز مین پورا اُترا

دھوپنے بھی تجھے چوری سے ہمیشہ دیکھا
چپکے چپکے تری دیوار سے سایا اُترا

عمر بھر دیکھے یہی سیر تماشے ہمنے
جام محفل مین چلا طاق سے شیشا اُترا

بادہ کش وہ ہون تری آنکھ مری ساقی ہے
مست وہ ہون نہ کبھی نشۂ صہبا اُترا

سر مرا کاٹ کے کس ناز سے قاتل نے کہا
جب مری تیغ نے یہ بوجھ اُتارا اُترا

ون جلانے سر بالین نہین آئے ہین شرر

آسمان سے مرے لاشے پہ سیحا اترا

در دِ فرقت اور پھر ان کے گھرانا مرا
وصل مین وہ حسرتِ دل کہکے چپانا مرا
پردہ رسمِ عدو اٹھنے کا باعث ہوگیا
پی رہے ہو تم بغل مین غیر کے بیٹھے ہوے
تم سناتے ہو مجھے مت جاؤ گنا لیکن ضرور
جب الگ بیٹھا ہوا تھا مین تجھے لازم نہ تھا
بات اتنی ہے تمہاری دُہن مین غافل سبب
گھر رہا ہے مجمع اغیار اور میری طلب
سو رہے محشر مین سے سویا تھا مین مدت کے بعد
خودا سے دل دیدیا ہونا تھا جو کچھ ہوگیا
جا بھی واعظ کب مجھے درکار ہی جنت تری
ناز کرتا ہون کہ تیرا ہون گدائے بےنوا
اور تو سب آرزوئین دل کی پوری ہوگئین

کیا کہون کب آپ سُن سکتے ہین افسانا مرا
ہائے وہ انکا بگڑنا اور سمجھانا مرا
آپکا گھر مین نہ ہونا اور ادھر جانا مرا
میرے پہلو کی طرح خالی ہے پیمانا مرا
اک نہ اک ان رنگ لائیگا یہ سنجھانا مرا
بھیجنا دشمن کو اور محفل سے اٹھوانا مرا
رکھ دیا ہے نام دیوانون نے دیوانا مرا
فی الحقیقت چاہتے ہو تم نہین آنا مرا
آکے تربت مین ہلایا تو نے کیون شانا مرا
اب کئے پر اپنے ہے بیکار پچتانا مرا
مین ہون رندِ لاابالی گھر ہی میخانا مرا
قصرِ شاہی سے کہین بڑھکر ہی کاشانا مرا
اب فقط باقی رہا ہے ایک مر جانا مرا

اے شرر مین کیا کرون کیونکر چھپاؤن ماجرا
خود مری صورت کہے دیتی ہے افسانا مرا

محال ہے نگہ شوق کو نظر آنا
تمہارے بوسہ رخسار سے نہین مطلب
ادھر وہ آئی تو فرطِ خوشی سے جان گئی
ہماری موت کو ہمراہ اپنے لے آیا
یہ کی چال کرشمہ ہے تیری شوخی کا

خیال مین بھی ہے مشکل تری کمر آنا
ہم ایک بات کہین گے ذرا ادھر آنا
غضب تھا جذبۂ دل مین مے اثر آنا
تلاش غیر مین انکا بے خبر آنا
کبھی حجاب مین رہنا کبھی نظر آنا

خیال یہ ہی ہے میرے گوشۂ دل مین
ذرا خدنگ نظر دیکھ بھال کر آنا

بتا رہا ہے حقیقت وجودِ مطلق کی
ہر ایک چیز مین جلوہ ترا نظر آنا

یہی تو باعث افشائے رازِ الفت ہے
ذرا سی بات مین دل کا ہمارے بھر آنا

ہماری آنکھون مین پھر پھر کے قہر ڈھاتا ہے
کسیکا راتون کو چھپ چھپ کے اے شرر آنا

ب پ

مجھ ناتوان پہ کیون نہ ستم آسمان ہے اب
یا رب جفا اٹھاؤن وہ طاقت کہان ہے اب

تر سنج کس لئے نگہِ دلستان ہے اب
[illegible] کیا [illegible] کمان ہے اب

فتنون کو آزما چکے وہ اپنی چال سے
اے شورِ حشر آ کہ ترا امتحان ہے اب

[illegible] ناز و دلبری ہی نہین ہے تو آپ مین
شوخی وہ کیا ہوئی وہ شرارت کہان ہے اب

[illegible] ظلم سے دیدی تو کیا ہوا
عاشق کی جان پر ستم آسمان ہے اب

[illegible] کیا اسطے ایسا تو ستم
اٹھتے نہ عہد اب کہ خدا درمیان ہے اب

[illegible] رہا ہے تیغ کو کھینچے ہوئے کوئی
جانِ حزین سنبھل کہ ترا امتحان ہے اب

[illegible] پریشانی کسی زلفِ سیاہ کی
تاریک اپنی آنکھ مین سارا جہان ہے اب

پوشیدہ بوئے گل کی طرح دل مین جو رہا
عالم پہ آشکار وہ رازِ نہان ہے اب

سو واسطے کہ کافر و دیندار سب ملین
دیر و حرم کی راہ مین نیا مکان ہے اب

پہلے سے اب نہین وہ جوانی کے ولولے
توبہ شرر وہ مرحی طبیعت کہان ہے اب

پھر بہار آئی ہوا پھر دل مین پیدا اضطراب
پھر لئے جاتا ہے ہمکو سوئے صحرا اضطراب

ہے شبِ فرقت مین میرے دلکو جیسا اضطراب
آگ پر سیماب کو ہوگا نہ اتنا اضطراب

چین استقلال آسائش شکیبائی خرد
کیا کہون مین لے گیا ہے دل سے کیا کیا اضطراب

پھر ہوے وہ یاد مجکو پھر بندھی رونے کی دھن
پھر شب فرقت پیام درد لایا اضطراب

جب ذرا اک بات اونسنے پیار سے کی تو پھر
رنج کسکا غم کہان کا اور کیسا اضطراب

قصۂ غم سنکے میرا وہ یہ فرمانے لگے
درد کہتے ہین کسے ہوتا ہے کیسا اضطراب

ضبط ہی کرتا ہون مین ہرچند بھلا ہی نہ تو
کم نہین ہوتا کسی صورت سے دل کا اضطراب

تیری فرقت مین ہمارے رات دن [illegible]
درد وحشت رنج فرقت داغ سوز اضطراب

پانی پانی ابر [illegible] ہو مجکو روتا دیکھکر
برق ہے بیچین کچھ دیکھے جو میرا اضطراب

مرغ بسمل سے شرر سے برق سے سیماب سے
اے شرر ہے دل کا ہمارے ہے نرالا اضطراب

اب تو کمال شاد ہین مشق ستم سے آپ
روئین گے میرے بعد بہت میرے غم سے آپ

کچھ حال ہو تو آپ سے کہنا ہے [illegible]
کیا پوچھتے ہین حال دل زار ہم سے آپ

اتنا تو [illegible] حضرت آدم بنا ہی دین
دنیا مین کیا ذرا تھا جو آے ارم سے آپ

اس بت کے دیکھنے کی جو دھن [illegible]
آ جاو کچھ بتکدہ اوٹھے حرم سے آپ

دم [illegible] قسم [illegible]
آے ہین پیش آج بڑا لطف و کرم سے آپ

سارے وبال مول لئے [illegible]
ہستی مین ہم تو آے ہین ملک عدم سے آپ

تکیہ سے زہد پر نہ عبادت پہ ناز ہے
بخشے گا عاصیون کو وہ اپنے کرم سے آپ

پہلے تو جانتا ہی نہ تھا کوئی نام تک
مشہور ہو گئے ہین فقط میرے دم سے آپ

عشق بتان مین کیسی گزرتی ہے اے شرر
کچھ کہئے اپنی رام کہانی تو ہم سے آپ

آنکھ [illegible] دیتے ہین اپنی جان آپ
کر رہے ہین مفت مین [illegible] آپ

کیا مٹائین دل سے تیری حسرتین
کیون کرین ہم اپنا گھر ویران آپ

آئینے مین کسکی صورت دیکھ لی — اسقدر کیون ہو گئے حیران آپ

کہتے ہین خیر اب تو شکوے سُن لئے — لیکن آئندہ کو پکڑین کان آپ

کوئی کیا کچھ مانگتا ہے آپ سے — لے کے دل بنتے ہین کیون انجان آپ

آپ کے بیمارِ غم کا ہے وہ حال — دیکھکر ہو نگے بہت حیران آپ

لی بلائے عشق اسنے اپنے سر — اِس مصیبت مین پھنسا انسان آپ

غیر سے کچھ بھی نہین ہے واسطہ — سر پہ رکھئے تو بھلا قرآن آپ

موت کو دم دے کے فوراً ٹال دون — میرے گھر آئین اگر مہمان آپ

کچھ تو کہئے حالتِ دل اے شرر
کھوئے بیٹھے ہین عبث اوسان آپ

ت ٹ

تیرا جلوہ ہے کہ اے یار خدا کی قدرت — نظر آئی دمِ دیدار خدا کی قدرت

غیر سے اُنکا بڑھے پیار خدا کی قدرت — مجھسے ہر روز ہو تکرار خدا کی قدرت

پہلے ہان نا تو وہ کرتے تھے مری باتو پر — اب نہ انکار نہ اقرار خدا کی قدرت

اچھی آنکھون کو بھی بیمار کہا کرتے ہین — صحت و شہرتِ آزار خدا کی قدرت

لوٹتا پھرتا ہے عشاق کے دل وہ ظالم — دن دہاڑے سر بازار خدا کی قدرت

جسکی تصویر کو مین دل سے لگا کر رکھون — ہو وہی درپئے آزار خدا کی قدرت

اِک ذرا اُسنے جھروکے سے جو دیکھا سرِ راہ — آدمی بن گئے دیوار خدا کی قدرت

مُنہ لپیٹے ہوئے ہر وقت شرر رہتی ہین
نہ کوئی یار نہ غمخوار خدا کی قدرت

ابرو کا دل پہ وار جگر پر نظر کی چوٹ — رو کون کدھر کی چوٹ بچاؤن کدھر کی چوٹ

فرہاد دلکی چوٹ سے اچھی ہی سرکی چوٹ
وہ کوئی دم کی چوٹ ہے یہ عمر بھر کی چوٹ

حالت ہوئی ہے اب یہ تری ناتوان کی
کافی ہے اُسکو موج نسیم سحر کی چوٹ

لذت جفا کی اُسکے کلیجے سے پوچھئے
کھائی ہے جسنے یار کی ترچھی نظر کی چوٹ

مین ہوگیا اِسی سے شبِ وصل دردمند
میرے جگر کی چوٹ ہوئی ہی گجر کی چوٹ

دن رات دل کو ابرو و مژگان کا ہی خیال
کس دل سے مین اُٹھاؤن یہ آٹھون پہر کی چوٹ

خالی ہوی نہ جانِ شررؔ رنج و درد سے
اچھی ہوئی جو دل کی تو اُبھری جگر کی چوٹ

ث

گفتگوے وصل کی ہے فائدہ تکرار عبث
اُسکے انکار پہ اے دل ترا اصرار عبث

اُسنے لکھا بھی تو لکھا یہ مری خط کا جواب
خواہش وصل عبث حسرتِ دیدار عبث

سر پٹکنے کو ہے سنگِ درِ جانان کافی
لیچلا ہمکو جنون جانبِ کہسار عبث

اُنکو یہ بھی نہین معلوم کہ ہی کون اُدھر
ہم کھڑے روتے ہین ہردم پسِ دیوار عبث

جلوۂ یار عیان ہر در و دیوار سے ہے
کوبکوڈ ہونڈھتے ہین طالبِ دیدار عبث

ہے فقط قتل کو ابرو کا اشارا کافی
تیز کرتے ہو مرے واسطے تلوار عبث

اُنکو فرصت ہی نہین ہی مرے گھر آنیکی
منتظر رہتے ہین یہ دیدۂ بیدار عبث

نہ پسیجے گا دل اُس بت کا کبھی تم پہ شررؔ
نالہ بیکار ہے اور آہِ شرربار عبث

ج چ

پھر ہوش مین نہین ہے دلِ بیقرار آج
جاتا ہے اُسکے کوچے مین پھر بار بار آج

نکھرا ہوا ہے رنگ عروس بہار آج
نکلا ہے دھوم دھام سے وہ شہسوار آج
صبا جا کے باغ سے کس طرح عندلیب
[illegible] بغیر میرے نہ ہوتا تھا کوئی کام

ساقی پلا دے جام مے خوشگوار آج
گردون پہ کیون نہ جائے ہمارا غبار آج
زنجیر پا ہے موج نسیم بہار آج
اب مین [illegible] ہی ہون جسکا نہین اعتبار آج

[illegible] آہ کے اثر کا تمہید [illegible]
کیون ہے شرر فلک پہ نظر بار بار آج

کیا جانے کیا کھلکی کا [illegible] کی نظر آج
آئے جو میرے گھر تو وہ گھبرا کے یہ بولے
یہ حال ہوا ہے ترے بیمار کا اب تو
کیا جانے کیا یاد شب ہجر مین آیا
[illegible] سے گزرے شب غم دیکھیے کیا ہو

آئینہ مین کٹے مرتے ہین دل اور جگر آج
جاتے تھے کہان اور نکل آئے کدھر آج
حسرت سے وہ تکتا ہے ادھر اور ادھر آج
قابو مین نہ دل ہے نہ سنبھلتا ہے جگر آج
آثار برے شام سے آتے ہین نظر آج

وہ عاشق دلریش شرر تھا جو ہمارا
[illegible] مین [illegible] سے ہوا اسکا سفر آج

[illegible] رہین یہ تری زلف گرہ گیر [illegible]
[illegible] غفلت کی نہ تا نہ طلسم [illegible]
[illegible] ہر بات مین الجھا دو نرالا دیکھا
[illegible] سے مرض [illegible] ہوتا ہے
[illegible] بن کے ترے قیس کا پونچا تھا [illegible]
آپکی بات ہر صاف [illegible] اپنا ہے
بات سیدھی بھی مری انکو گزرتی ہے گران
تمنے زلفون مین اگر دل کو پڑا کر باندھا

[illegible] لیے رہتے ہین عشاق کی تقدیر مین پیچ
نکل آتے ہین مری خواب کی تعبیر مین پیچ
انکی تقریر مین پہلو ہے تو تحریر مین پیچ
پڑتے جاتے ہین غضب کے مری تدبیر مین پیچ
توڑنے کے لئے ڈالے تھے جو زنجیر مین پیچ
میری تحریر مین پہلو مری تقریر مین پیچ
او قسمت سے پڑے جاتے ہین تدبیر مین پیچ
اور پڑ جائینگے ابھی ہوئی تقدیر مین پیچ

میری رسوائی سے منظور تھی اپنی شہرت
نہ تھے دین کا رکھا نہ مجھے دنیا کا

اُسنے اک یہ بھی نکالا مری تشہیر مین پیچ
پڑ گئے عشق بتان سے مری تقدیر مین پیچ

پھندسے اورون کے بھی مقسوم مین پڑتی ہین مگر
اے شرر تیری تو قسمت کے ہین جاگیر مین پیچ

میری جانب سے جو آتا ہی الٰہ جھوٹ سچ
واقعی کہتا ہے تو قاصد کہ اسنے خط پڑھا
وہ بھی جھوٹا سمجھتے ہین تو مین سچا انہین
غیر اور میرے مقابل جھوٹے اور سچے کا فرق
یہ کسوٹی ہے جب کھوٹے کھرے کی جانچ کی
نامہ بر جھوٹون مین انکو بات سے بڑکر عزیز
کیا کرینگے پیش محشر مین خدا کے سامنے
غیر کی جھوٹی حقیقت واقعی حالت ہی
ہوگی قسمت سے گر میرا عدو کا سامنا
عاشقی مین دشمنون کا امتحان ہوجائیگا

دیکھئے کب غیر کا کھلتا ہے اُنپر جھوٹ سچ
یا سُناتا ہے کوئی قصہ بنا کر جھوٹ سچ
آجکل چلتا ہے دونون مین برابر جھوٹ سچ
کچھ دنون مین آپ کھلجائیگا سب پر جھوٹ سچ
کھول دیتا ہے ہر اک انسان کا جوہر جھوٹ سچ
تو اگر پڑ سے بھی دیدے مجکو لا کر جھوٹ سچ
بے گناہی کا بنا رکھا ہے محضر جھوٹ سچ
سُنکے بدلے خوب ہو جاتا ہے ملکر جھوٹ سچ
آپ پرکھا جائیگا اے بندہ پرور جھوٹ سچ
آپ اک دن کھینچ دیکھین اپنا خنجر جھوٹ سچ

وصل کا وعدہ وفا ہو جائے جب جانون شرر
یون تو وہ باتین بنا جاتے ہین اکثر جھوٹ سچ

تو ہی کچھ اور چلے مجھپر خنجرِ خونخوار کھینچ
آبلون مین کچھ خلش کا بھی مزہ باقی رہے
صورتِ تصویر حیران ہو کر رہگیا
سر کو پتھر سے ٹکراؤن بند ہی مجکو دہن
مجکو ہے یہ خوف جل بھن کر نہ رہ جائے کہین

کج ادائی کی کچھے تصویر یون تلوار کھینچ
اس طرح اے جان گر تلوون سے میری خار کھینچ
جب کہا مانی سے مینے تو شبیہ یار کھینچ
پھر مجھے اے جوشِ وحشت جانب کہسار کھینچ
تو نہ اے دل اسطرح سے آہ آتشبار کھینچ

جلوۂ جانان طلب گاری پہ دیتا ہے صدا
اے شرر نالے ابھی کچھ دن پس دیوار صبح

ح

مجھکو مدفن مین نہین ہے حاجت انوار صبح
میرے داغ دل کے جلوے دے رہے ہین کار صبح

دیکھے رخسار کو کھول دن اگر رخسار صبح
مہر انور آنکھ ڈالے جانب انوار صبح

کچھ نہین ہے سامنے اعلے کے ادنی کا فروغ
دم مین کھو دیتا ہے مہر آسمان پندار صبح

جاتے جاتے جائیگی فرقت کی شب گھبرا ہین کیا
یار کی رفتار سے کچھ کم نہین رفتار صبح

سینہ چاکان ازل کا ہو نہین سکتا علاج
کب سزاوار رفو ہے زخم دامن دار صبح

غیر سے فرصت کہان ہے آئین گے وہ کسطرح
یہ بھی اک فقرہ ہے کیسا وعدۂ دیدار صبح

وصل کی شب میرے دل مین ہین ہزارون حسرتین
اے خدا پیدا نکرنا حشر تک آثار صبح

وصل کی شب بے چھری عاشق کو کرتا ہے حلال
خون کا ہوتا ہے پیاسا جلوۂ دیدار صبح

شام سے آنکھین لڑائے بیٹھے ہین وہ سوی شرق
وصل مین کیا اوج پر ہے طالع بیدار صبح

وصل مین بھی ہجر کے دھڑکے سے نیند آتی نہین
چٹکیان لیتے ہین دل مین رات بھر افکار صبح

آنکھ گہر جائیگی جلدی مجھکو تنہائی کا غم
شام ہی سے دلکو تڑپانے لگے آزار صبح

ٹکڑے ٹکڑے کر دے دلکے وصال یار ہین
نالۂ مرغ سحر تھا تیغ جوہر دار صبح

بے طرح چھائی ہوئی ہے دود دل کی تیرگی
ہجر کی شب کیا نظر آئین ہمین آثار صبح

یاد گیسو مین تصور بندھ گیا رخسار کا
آج ہمکو رات بھر آئے نظر انوار صبح

تیری زلفون کی بلائین لیتے ہین گیسوی شام
تیرے عارض پر تصدق ہوتے ہین انوار صبح

کسقدر پیری مین چمکے ہین ہمارے داغ دل
دیکھنا کیسا پھلا پھولا ہے یہ گلزار صبح

عارض جانان مری آنکھون کے نیچے پھر گیا
جی جلانے کے لئے پیدا ہوئے آثار صبح

اے فلک اس رات کی پردہ دری کے واسطے — محفلِ ہستی مین کیون پیدا ہوے آثارِ صبح

شام کے نالون سے بڑہکر بھی جلاتی ہی شرر
ہجر مین جب کھینچتا ہون آہِ آتشبارِ صبح

ہم مضطرب ہین بسملِ بیتاب کی طرح — دل لوٹتا ہے ماہیِ بے آب کی طرح

فرقت مین تیری درد و الم رنج و آرزو — سب میرے دل مین جمع ہین احباب کی طرح

کشتی پہنسی ہوی ہے مری بحرِ عشق مین — چکر ہزارون کہاتی ہے گرداب کی طرح

روتا ہون اسقدر تری فرقت مین رات دن — آنکھ سے اشک بہتے ہین سیلاب کی طرح

یارب دکہا دے جذبِ محبت کا کچھ اثر — بے چین وہ بھی ہون دلِ بیتاب کی طرح

بلبل کو ہے سرور کسی گل کا انتظار — ہے منتظر جو دیدۂ بے خواب کی طرح

دنیا مین آکے جانے کو جی چاہتا نہین — کیا خوشنما ہے عالمِ اسباب کی طرح

ہن عالمِ شباب کی باتین کہان شرر
ہین یاد بھی تو یاد ہین کچھ خواب کی طرح

خ

پھر دکہا دو ہمین دوبارا رخ — کیون چھپاے ہو پیارا پیارا رخ

رشکِ دشمن عجیب شے نکلا — خود بخود پھر گیا ہمارا رخ

تم اگر رخ کرو مری جانب — دوڑکر چوم لون تمہارا رخ

کون کہتا ہے چاند کا ٹکڑا — ماہِ کامل ہے اُنکا سارا رخ

دیکھ لین آپ تیر برسا کر — نہ پھرے گا کبھی ہمارا رخ

ہو گیا رخ اُدھر زمانے کا — جس طرف پھر گیا تمہارا رخ

آئنے کو بھی ہو گیا سکتہ — دیکھتے دیکھتے تمہارا رخ

اُسکی صورت پہ مرتے ہین شرر
کُھپ گیا دل مین پیارا پیارا رُخ

کہان تم سا ہے کوئی دوسرا شوخ
غلط کیا ہے اگر تجھکو کہین ہم
قیامت سرمگین آنکھون مین کاجل
شرارت کوٹ کر ا مین بھری ہے
شباب آتے ہی شوخی بڑھگئی ہے

تمہاری ہے نظر تمسے سوا شوخ
ستمگر بے مروت بیوفا شوخ
غضب ہے دستِ نگین کی خاخ
تمہاری آنکھ ہے بے انتہا شوخ
کبھی بچپن مین وہ آشنا نہ تھا شوخ

بہت سے شوخ دیکھے ہین شرر نے
مگر ان شوخ ہے سب سے سوا شوخ



د ڈ

قدرت سے ہے بس دل کو تمنائے محمدؐ
یارب نہ پڑین میری کسی اور پہ نظرین
محشر مین مرا نام طلبگار نبیؐ ہو
سرمے کی جگہ مین اُسے آنکھونمین لگاؤن
تربت مین نکیرین جو آئین گے کہونگا

برسون سے تڑپتا ہے یہ شیدائے محمدؐ
محشر مین یہ آنکھین رہین جویائے محمدؐ
دنیا مین پکارین مجھے شیدائے محمدؐ
ملجائے اگر خاکِ کفِ پائے محمدؐ
اللہ کا مین بندہ ہون شیدائے محمدؐ

دل مین ہو شرر عشق تو ہو عشق نبیؐ کا
ہو مجھکو تمنا تو تمنائے محمدؐ

اللہ کی سرکار ہی سرکارِ محمدؐ
کس شوق سے لین بڑھکے نگاہونکی بلائین
بل میرے مقدر کا نکلجائے جو دیکھون

دربارِ خدا جانیے دربارِ محمدؐ
آئے جو نظر خواب مین رخسارِ محمدؐ
بل کھائے ہوئے گیسوئے خمدارِ محمدؐ

اللہ رے اعجاز کہ جس سنگ کو دیکھا — تھا موم کی صورت دمِ رفتارِ محمد

بیٹھے ہی رہے چرخِ چہارم پہ مسیحا — اترائے ہوئے پھرتے ہین بیمارِ محمد

اُس آنکھ مین جنت نہ جچی گی کبھی جسنے — دیکھی ہے بہارِ گلِ رخسارِ محمد

ہے گیسوے پرخم کا یہ عارض سے اشارا — آزاد ہے دوزخ سے گرفتارِ محمد

گردون پہ مہِ نو ہے پئے تسلیم ہوا خم — جب آئے نظر ابروے خدارِ محمد

آنکھون کی تمنا ہے شرر خواب مین اک دن
آجائے نظر جلوۂ دیدارِ محمد

خاک مین عیش ملا ہو گئی راحت برباد — کر چکا مجھکو تمہارا غمِ الفت برباد

[illegible]ل دینے سے ہوئی عیش کی دولت برباد — سچ ہے انسان کو کرتی ہے مروت برباد

لُٹ گیا کوئی کسیکی ہوئی عزت برباد — کون اے عشق نہین تیری بدولت برباد

[illegible]ر مشا مین تو وہ بولے مجھے بدنام کیا — یہی کیا خوب گمر لازم و محنت برباد

[illegible]نی نہ رہی قیامت ہے غضب ضعف مرا — کر دیا دونون نے سرمایۂ طاقت برباد

[illegible]دل کے مٹنے کا نہین غم مجھے صدمہ یہ ہے — کہین ہو جائے نہ ظالم تری حسرت برباد

بس اس دل نے پریشان کیا ہے مجھکو — یا الٰہی ہو یونہی جسنا نہ الفت برباد

[illegible]سگون کے تغافل کا اثر ہوتا ہے — ہوشیارون کو کریگی تری غفلت برباد

[illegible] لیلی نہ ملی اور اسے شیرین نہ ملی — قیس و فرہاد کی آخر ہوئی محنت برباد

[illegible]عشق و [illegible] یہ سب کہ جس کوچے مین — ہو کے برباد بھی ہوتی نہین عزت برباد

آپ [illegible] چاہتے ہین مجھے دیکھکے مشتاقِ جفا — چاہتے ہین کہ مین کر دون کی صورت برباد

مین [illegible]ن یہ کہون جانا نہ احسان آیا — تم وفا دن پہ کہو تیری محبت برباد

ان حسینون نے بھلا کس سے نباہی ہے شرر
آپ کیون مفت ہوئے جاتے ہین حضرت برباد

اٹھا کرتا ہے دل مین دمبدم درد
کہون مین درد دل کس سے الٰہی
کسی کی یاد سے بیچین ہے دل
مٹے گا جی سے جیتے جی نہ ہرگز
کسی خورشید رو کا ہے تصور
ستم تو عجب ہے تو کرتا ہے ظالم
کوئی تحریر اگر لکھے مجھے تو

شب فرقت بلا اچھا یہ ہمدرد
نہ ہمدم ہے کوئی میرا نہ ہمدرد
نہ اٹھے کس طرح سے دمبدم درد
دکھائیگا مجھے ملک عدم درد
اٹھا کرتا ہے دل مین صبحدم درد
کہون کیونکر کہ کرتا ہے ستم درد
ابھی مٹ جائے دل سے یکقلم درد

رفیق اپنا قدیمی ہے شرر یہ
جدا ہوگا نہ دل سے ایک دم درد

وہ دین خط کرکے کیونکر نامہ بر بند
ہر اک سے کرتے ہین تعریف آکر
دل مرحوم کا وہ مرثیہ ہے
نہ مٹنے کا یہ حیلہ خوب سوجھا
پلا دے آب خنجر تشنہ لب ہون
اسے زلفون کی زنجیرون مین جکڑو
اگر پھر دعا مین ہاتھ اٹھاؤن

جو اپنے گھر مین رہتے ہین نظر بند
نہین ہوتے لب زخم جگر بند
قیامت ہے اثر مین جسکا ہر بند
پلٹ کر چل دیے دیکھا جو در بند
خدا کے واسطے پانی نہ کر بند
نگاہون مین کرو دل کو نظر بند
تو ہو باب اجابت پیشتر بند

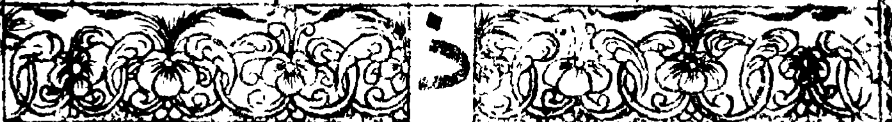
تڑپ کر نیند آئی ہے شرر کو
بہت روکر ہوئی ہے چشم تر بند

آدمی کرتا ہے کیون اتنا گھمنڈ
ایک دن نیچا دکھائیگا تجھے
دل دکھانا اور پھر اتنا غرور

چار دن کی زندگی پر کیا گھمنڈ
اے فلک اچھا نہین اتنا گھمنڈ
جور بیجا اور پھر ایسا گھمنڈ

جب سے حائل ہو گیا ہے درمیان — گر رہا ہے آپکا پردا گھمنڈ
کیون نہین رکھتا زمین پر پاون تو — کس ادا پر ہے تجھے اتنا گھمنڈ
باغ مین پھولون سے کہتی ہے خزان — حسن پر ہرگز نہین زیبا گھمنڈ
ناز کرتا ہے وہ اپنے دار پر — لوٹنے پر بسمل شیدا گھمنڈ
ناز کا انداز کیونکر کھو گیا — گر رہا ہے کیون تر انقشا گھمنڈ
ہوش لٹ جانیکا باعث ہو گیا — دید کا اسے حضرت موسیٰ گھمنڈ
لیکے اپنے منہ مین کانٹون کی زبان — گر رہا ہے پاؤن کا چھالا گھمنڈ
دیکھکر نیرنگ میرے شوق کی — گر رہا ہے آپکا جلوا گھمنڈ
[illegible] دشمن سے یہ کیا حالت ہوئی — ٹکسیا کیون خاک مین تیرا گھمنڈ
دیکھتے ہی آئنہ ہوش اڑ گئے — تیرے آگے آ گیا تیرا گھمنڈ

شعر مین حضرت [illegible] شوار ہے
کہنہ مشقی پر نہین زیبا گھمنڈ



قدر ہے مجھے اے شوخ ترا پیار لذیذ — اس سے بڑھ کر ہے شب وصل کی تکرار لذیذ
[illegible] ہے پوچھے کوئی لذت اسکی — کون کہتا ہے نہین عشق کا آزار لذیذ
باتین [illegible] کے مرے دلکو مزے آتے ہین — فقرے کستے ہین وہ کیسے دم گفتار لذیذ
[illegible] کو ترے غم مین ڈبو کر [illegible] — بے مزہ سے کو بنا لیتے ہین میخوار لذیذ
[illegible] تیری قیامت کا مزہ دیتی ہے — تیری رفتار دلاویز ہے گفتار لذیذ

ہر طرح کا وحشی آزار کے حاصل ہین مزے
گالیان کھائی ہین ہمنے شرر زار لذیذ

رڈ

جب پھرا مجھسے مرا دل ترا شیدا ہوکر
کیا رہے گا ترے گیسو مین یہ تیرا ہوکر

سر بازار محبت مری مٹی ہے خراب
بک رہا ہون مین غرض مند کا سودا ہوکر

جذبۂ دل جو یہی ہے تو بت پردہ نشین
خود نکل آئیگا چلمن سے تماشا ہوکر

اور ہونگے وہ سزاوار ہے الفت جنکو
ہم تو برباد ہوے آپ پہ شیدا ہوکر

رنگ لائے گی کسی روز مصیبت اپنی
خون دل جسم سے ٹپکے گا پسینا ہوکر

آتشین رخ سے تمہارے جو مقابل ہو کبھی
رنگ خورشید اڑے رال کا شعلا ہوکر

اب علاج دل بیمار بھلا کیا ہوگا
جب تم اچھا نہین کرسکتے مسیحا ہوکر

تمکو بے پردہ نکلنے کی ضرورت کیا ہی
تم مرے دل مین رہو میری تمنا ہوکر

گرد اڑ اڑ کے جو اس چاند سے چہرے پہ پڑی
رنگ رخسار کھلا اور بھی میلا ہوکر

بات اچھی ہو تو لازم ہے حسد دنیا مین
کیون برا کوئی سنے خلق سے اچھا ہوکر

دم آخر ہی دکھا دو مجھے اپنا جلوہ
اب تو چلمن سے نکل آؤ تماشا ہوکر

نخل امید کی ہر شاخ ہری ہوجاے
موت مجھ تک اگر آجاے مسیحا ہوکر

کہتے ہین آج شرر آپکا جی سے گزرا
آپکی جان سے دور آپ پہ شیدا ہوکر

ایسا گھبرایا کہ کھینچا ہاتھ خنجر سر چھوڑکر
چل دیا مجھکو تڑپتا وہ ستمگر چھوڑکر

مین تو سب کے ساتھ آیا تھا یہان گھر چھوڑکر
سب کہان سرکے مجھے مرقد کے اندر چھوڑکر

دم نکلتا ہے مرا تو بھی تماشا دیکھ لے
دیکھ یون جاتی ہے دلکی آرزو گھر چھوڑکر

اس ستمگر نے مرے خط کا یہ لکھا ہی جواب
خوب بے پر کی اڑائی ہے کبوتر چھوڑکر

کیون اٹھاتا ہے مجھے دربان یہ کسکا حکم ہے
مین کہان سر پھوڑنے جاؤن ترا در چھوڑکر

یادِ مژگان تیر بنکر ہوگئی سینے کے پار / اور نکلی بھی تو نکلی دل مین نشتر چھوڑ کر

دشتِ غربت مین ہمارے ساتھ ہوگا اور کون / چل دیا جب ساتھ اپنا دل سا ہمبر چھوڑ کر

وہ بڑے ہی قسمت کا لکھا مٹ نہین سکتا کبھی / جا نہین سکتی ہے مجکو گردشِ سر چھوڑ کر

سچ ہے یہ دونون ازل سے لازم و ملزوم ہین / جان جائیگی کہان قاتل کا خنجر چھوڑ کر

لے مین صدمے پھر ذرا کہدو اُسی انداز سے / اب ستاؤ گے تو اُٹھ جائینگے بستر چھوڑ کر

مجھسے وعدے ایسا ہی شوخ نے اس بات کا / درد دل کہتے پھر میدانِ محشر چھوڑ کر

کہ رہی ہے زلف اسکی پھانس کر دلکو شرر
اب کدھر جاتا ہے تو قسمت کا چکر چھوڑ کر

گھبرا گئے وہ حالِ دلِ زار دیکھکر / آ کے پلٹ گئے مجھے بیمار دیکھکر

بجلی سی کوندنے لگی رفتار دیکھکر / آنکھین جھپک گئین تری تلوار دیکھکر

چتون کے اک اشارہ سے کردو مجھے تمام / کھاتے ہو کیون ترس مجھے ہر بار دیکھکر

یہ بھی تو میرے نام کی ہوکر نہین رہی / دل پھٹ گیا ہے غیر سے تکرار دیکھکر

خورشید نے جو شام سے منہ کو چھپا لیا / شرما گیا وہ چاند سا رخسار دیکھکر

وہ ہے ہجومِ شوق کہ اللہ کی پناہ / گھبرا گیا مین آپ کا دیدار دیکھکر

کہتے تھے جسکو بوسے وفا اے ستم شعار / دنیا سے اُٹھ گئی تری رفتار دیکھکر

جیتا ہے موت کے لئے ظاہر ہے حال سے
یہ کہ گئے شرر کو وہ سو بار دیکھکر

افشان کو جبسے تو نے دی ہی جگہ جبین پر / اُس دن سے پاؤن اپنا ٹکتی نہین زمین پر

شوخی فدا ہے تیرے اندازِ دلنشین پر / تجھسا حسین کوئی دیکھا نہ اس زمین پر

میرے لہو کی چھینٹین مقتل مین اُڑ رہی ہین / ڈر ہے کہین نہ آئے قاتل کی آستین پر

الفت کے بیکسون نے جانین جو اپنی دی ہین / حسرت برس رہی ہے مقتل کی سرزمین پر

گھونگھٹ جو اُسنے اُٹھا آنکھین کھلین قمر کی
افشان چُنی تو تارے صدقے ہوے جبین پر

تیری نظر کے صدقے او آن بان والے
پھر ہو اُسی ادا سے ترچھی نظر ہمین پر

اب کوئی اُسنے کہدے آکر بہار دیکھین
اُگنے لگا ہے سبزہ مدفن کی سرزمین پر

آجائے ہان جو لب پر کیا جانے کیا ستم ہو
دل لوٹ ہین ہزارون ظالم تری نہین پر

آہین جو دل سے نکلین پہلے فلک پہ پہنچین
بن بن کے بجلیان پھر سب گر پڑین ہمین پر

کیا رنگ لائین آخر میرے لہو کی چھینٹین
گلشن کھلا ہوا ہے قاتل کی آستین پر

حسن ملیح تونے مجھکو دکھا کے ظالم
رکھا نمک کا پھاہا زخم دل حزین پر

یہ قہر کی نگاہین تم غیر پر نہ ڈالو
مشق ستم ہمیشہ کرتے رہو ہمین پر

جب ہم مرے تو ہمنے عقبےٰ مین جا کے جانا
جو مر چکی ہے دنیا یہ سب مری تہین پر

آتے ہی تیر اُسکا پہلو مین میرے بیٹھا
آئے نہ پیار کیونکر اس یار دلنشین پر

گرم فغان شرر کو پایا تو مسکرا کر
بجلی گرائی اُسنے ہر آہ آتشین پر

مری رسم وفا پر انکا اطمینان پیدا کر
طریق جان نثاری اب نیا ارمان پیدا کر

دلِ شیدا ز راہِ وفا کی شان پیدا کر
وہ سرگرم ادا ہے موت کا سامان پیدا کر

بتون کے کشتگان ناز کا مجمع بہت ہوگا
الٰہی حشر مین اک دوسرا میدان پیدا کر

ضرورت ہی پے شکر ستم یارب زبانون کی
مرے ہر رونگٹے مین نطق کا سامان پیدا کر

بتون کی شوخیون نے ساری دنیا لوٹ لی یارب
کہا تھا کسنے تجھسے ایسے تو انسان پیدا کر

صبا انکو تو جو کچھ مجھسے کہنا ہو وہ کہدین گے
نگر تو کیا سُنے گی بھلے اپنے کان پیدا کر

بغل مین رہ کے کیا ارمان نکلے گا دل مضطر
تڑپنے کے لئے اپنے کوئی میدان پیدا کر

یہ طعنے اور مارے ڈالتے ہین بزم جانان مین
پتنگے جل کے کہتے ہین کہ ایسی جان پیدا کر

میسر ہو وصال یار یہ ممکن نہین یارب
تجھے قدرت ہے سب کچھ غیب سے سامان پیدا کر

حنا کہتی ہے ہٹ کمبخت میرا رنگ جمنے دے
وفا کا یہ تقاضا ہے کہ میری شان پیدا کر

یہ کیا سوجھی ستم ایجاد اس سے مدعا کیا ہے
یہ کیوں لکھا ہے خط میں نامہ بر جان پیدا کر

تو ساقی یہ ذرا ہو جب کبھی پہنچا صدا آئی
کہ پیاسا ہے تو جا پیاسوں کی بھلے شان پیدا کر

ملا کر خاک میں دل کس ادا سے ہنس کے کہتے ہیں
اگر اب ہنس کے تجھکو تو مٹی چھان پیدا کر

زمانہ ہو گیا کمبخت حسرت کو یہاں رہتے
دل ناکام اب کوئی نیا مہمان پیدا کر

اگر دیکھوں تجھے دیکھوں اگر جانوں تجھی جانوں
الٰہی آنکھ دے دل میں مری عرفان پیدا کر

اگر میں عرض کرتا ہوں ادھر آ کر گلے مل لو
تو فرماتے ہیں وہ جا بھی ذرا اوسان پیدا کر

بھلا کب تک رہیگا تو یہاں اک روز چلنا ہے
ارے غافل سفر کے واسطے سامان پیدا کر

دل ناداں ازل سے یاس کو میں ساتھ لایا ہوں
مٹائے گی ابھی اچھا کوئی ارمان پیدا کر

تری نیچی نگاہوں سے تو اپنا کچھ نہیں بگڑا
مری بربادیوں کے اب نئے سامان پیدا کر

جوانی کی سمجھ ناکام رکھتی ہے شرر سب کو
کسی کمسن کا اپنے دل میں اب ارمان پیدا کر

جوانی آتے ہی آتا ہے جوبن ان حسینوں پر
کہیں یہ ہو نہ جائے بار شرمگیں نازنینوں پر

خدا کے سامنے محشر کے دن کچھ رنگ لائیں گے
لہو کے رہ گئے دھبے جو قاتل آستینوں پر

یہی جی چاہتا ہے مر کے اب مدفن میں چھپ جاؤں
جو ملنا یاد آتا ہے کسی کا چھپ کے زینوں پر

رقیبوں سے ذرا اترا کے ملتا ہی تو گھبرا نکو
مگر ہم سے جو ملتا ہے تو جاتا ہے مہینوں پر

تمہارے گیسوؤں نے یوں ہزاروں دل چھپا رکھے
کہ کالے سانپ جیسے بیٹھ جاتے ہیں دفینوں پر

کسی صورت سے ممکن ہی نہیں بچ کر نکل جانا
سمجھ لو موت آئی دل اگر آیا حسینوں پر

شرر کب ساتھ دیتی ہے یہ دنیا بادشاہوں کا
گڑے ہیں وہ قبر کے اندر جو بیٹھے شہ نشینوں پر

جو قاتل ہیں انہیں کچھ رحم کب آتا ہے بسمل پر
کلیجہ تم نے کیوں تھاما مری بیتابیِ دل پر

تجھے بھی حق ہے تو بھی شکر ادا فریاد بسمل پر
غضب کا داغ کھایا حسرت دیدار قاتل پر
نقاب رخ پر روشن یون نظر آتی ہے چھیری ہے
دم نظارہ کیون یہ شرم ہے اے غیرت لیلی
کچھ ایسا رشک ہے مجنون کی حالت بگڑی جاتی ہے
یہ رہ رہ کر کونسا اٹھاتے یارب دار فانی سے
غضب ہے شوخی قاتل کہ قاتل کی نگاہین بھی
یہ بُت واقف ہین جو ایذا اٹھاتا ہو جدائی کی
لبون پر دم ہے اب آئے ہین وہ تسکین دینے کو
جدائی ہین تسلی کے لئے یہ دور کی سوجھی

چمن کے پھول کیا ہنستے نہین شور عنادل پر
اڑین اپنی آنکھین چوٹ ناحق آگئی دل پر
کہ جیسے نور کی چادر پڑی ہو ماہ کامل پر
مری آنکھون کے پردے پڑ گئے کیا تیری محمل پر
نگاہین پڑ رہی ہین خلق کی لیلے کے محمل پر
یہ کیون ایسی ادا سی چھا رہی ہے آج منزل پر
گری پڑتی ہین بجلی بنکے جسم زار بسمل پر
خدا ہی جانتا ہے جو گزرتی ہے مرے دل پر
ہماری کشتی امید کب پہنچی ہے ساحل پر
تصور نے تری تصویر کھینچی آنکھ کے تل پر

کسی بیداد گر سے کس لئے کرتا ہے تو شکوہ
گزرنے دے شب ہجر گزرے جو فرقت مین ترے دل پر

وہ سمجھتے ہین تری کوشش تری دعا بیکار
جب اسکے دل پہ اثر کچھ نہین محبت کا
تمام قصہ درد فراق اسنے سنا
ستے ہوون کے دلون کا پتا بتاتا ہے
ہماری طرح کہین کی نہین رہی یہ بھی
وہ ابتدا تھی کہ دل تم پہ کر دیا صدقے
ہماری عرض تمنا پہ کہدیا اس نے
کسیکا نام بھی لینے سے ہوش جاتا ہے

اگر یہ سچ ہے تو تم نے یہ دل دیا بیکار
سنا بھی حال ہمارا تو کیا سنا بیکار
پھر ایک لفظ یہ منہ پھیر کر کہا بیکار
نہین ہے ایک بھی اس بت کا نقش پا بیکار
تمہارے ہاتھ مین آکر ہوئی حنا بیکار
یہ انتہا ہے کہ جو کچھ کیا کیا بیکار
تمہارے گھر بھی جو آجائین ہم تو کیا بیکار
ہوا ہے تو تو دل زار مبتلا بیکار

زبان رک گئے وہ اور سمجھتے جاتے ہین

شرر ہے نفس سے یہ اظہار مدعا بیکار

رقیب یار کی محفل سے ٹل سکے کیونکر
ہمارے دل کا یہ کانٹا نکل سکے کیونکر

بھرا ہے خون تمنا کا دل مین اک دریا
ہمارے دیدۂ تر سے اُبل سکے کیونکر

تمہاری تیغ سے پانی کبھی نہین ملتا
پھلے نہال تمنا تو پھل سکے کیونکر

یہ مینے مان لیا کل یہان وہ آئینگے
مگر یہ آئی ہوئی آج ٹل سکے کیونکر

محیط اشک مین ڈوبا ہوا ہے خانۂ تن
شرار آہ جلائے تو جل سکے کیونکر

مرے گلے یہ جو رکھدی تو یہ بھی کیا کم ہے
تمہارے ہاتھ سے تلوار چل سکے کیونکر

تری ادا کا جو بسمل ہو کیا علاج کرے
تری نظر سے جو تڑپے سنبھل سکے کیونکر

تمہین کہو دل بیتاب کسطرح ٹھہرے
تمہین بتاؤ طبیعت بہل سکے کیونکر

وہ اپنے دل سے ہین مجبور پیار کرتا ہے
عدو پہ خنجر بیداد چل سکے کیونکر

عدو کو ان مین جگہ دی ہے اسکی خاطر سے
وہ میری آنکھونکو تلووں سے مل سکے کیونکر

شب وصال ہے لیکن وہ روٹھی بیٹھی ہین
ہمارے دل سے تمنا نکل سکے کیونکر

چبھے ہوئے ہین تمنا کے سیکڑون کانٹے
وہ چٹکیون مین مرا دل مسل سکے کیونکر

یہ آسمان ہے بے مہر یار بیگانہ
شرر کا کام زمانے مین چل سکے کیونکر

[illegible] سیکھے ہین میرے ساتھ وہ بچپن سے توڑ جوڑ
دشمن کے جیسے ہوتے ہین دشمن سے توڑ جوڑ

وہ چھیڑتے رہے مجھے مقتل مین بار بار
خنجر چلا کیا مری گردن سے توڑ جوڑ

[illegible] دل کو اس سے ہے امید وصل کی
ظاہر ہین جس شریر کی چتون سے توڑ جوڑ

[illegible] ہین اب وہ جوانی مین صاف ہی
دیکھے ہون ہمنے جسکے لڑکپن سے توڑ جوڑ

بلبل سے منہ پھلائے ہوئے ہی بہار مین
گل نے اڑا لئے ترے ان بن سے توڑ جوڑ

ہونے کو یون تو ہم بھی قیامت کے ہین شریر
چلتے نہین مگر بت پرفن سے توڑ جوڑ

وہ توڑ جوڑ تمسے جو چلتا ہے رات دن
تم بھی چلو شررؔ رخِ بُت پُر فن سے توڑ جوڑ

ش

رہتا ہے زلف و رخ کا تصور تمام روز
کٹتے ہین رنج و غم مین یہان صبح و شام روز

باتون مین ٹالتا ہے مجھے صبح و شام روز
چلتا ہے چال وہ بتِ محشر خرام روز

روز انکو دردِ دل کی سناتا ہون داستان
رہتا ہے غم کا حال اگر نا تمام روز

صحت مریضِ عشق کو ہونی محال ہے
آیا کرین مسیح علیہ السلام روز

کچھ کچھ تو آ چلا ہے وہ بیدرد راہ پر
ہونے لگے ہین اب تو پیام و سلام روز

الفت یہ مجھسے ہے یہ محبت ہی میرے ساتھ
آتی ہے میرے گھر شبِ فرقت کی شام روز

جبسے بہار آئی ہے توبہ کو توڑ کر
ہم میکدے مین پیتے ہین دو چار جام روز

اب کوستا بھی چھوڑ دیا ہمکو یا نصیب
ہم مانگتے ہین جسکی دعا صبح و شام روز

مین کیا کہون شررؔ دلِ وحشی کا اپنے حال
مضطر یہ رات بھر ہے پریشان تمام روز

ملتا ہے ہمکو لطفِ سوال و جواب روز
لیتا ہے وہ وفا کا ہمارے حساب روز

پیتے ہین روز سنتے نہین واعظون کی ہم
آنکھین دکھاتے ہین یہ فضیلت مآب روز

کیا ڈھائیگا ستم یہ ستم اور دیکھئے
حد سے گزر رہا ہے کسیکا شباب روز

ناخوش گئے ضرور کہ جب دو گئے ہین وہ
گھٹتے گئے ہین آئین گے اب جناب روز

کھول آنکھ بے خبر نہین ہستی کا اعتبار
مٹ جاتے ہین ذرا مین ابھر کر حباب روز

آہ و فغان کو سنکے مری کہہ رہی ہین وہ
کرتا ہے غل فضول یہ خانہ خراب روز

افسوس غم مین غیر کے کیا حال ہوگیا
مین دیکھتا ہون آپکی آنکھین پرآب روز

انداز شوخیون کا نرالا ہے آج کل
اک تازہ گل کھلاتا ہے انکا شباب روز

کیا ہے کمی جہان مین جی بھر کے کر ستم
تو عاشقون کی لاشون کو مٹی مین داب روز

کہنے لگے وہ ناز سے پامال کر کے دل
ایسا ہی ایک چاہیے مجھکو جناب روز

پیتا ہون مین بھی خون جگر آجکل شرر
پیتا ہے ساتھ غیر کے وہ بھی شراب روز

س

نا امیدی اسکی ہے ڈوبا ہی جو ساحل کے پاس
نارسائی اسکی ہے جو لٹ گیا منزل کے پاس

آہ و زاری بیقراری یاس و حسرت درد و غم
جنکے ہمدم رہتے ہین یہ سب ہمارے دل کے پاس

ایک دل سے اٹھ نہین سکتا ہے یہ اندوہ و غم
چاہیے دو چار دل ہون اور میرے دل کے پاس

کیا خبر کیون قتل کرنے مین مری یہ دیر ہے
ابرو و مژگان کے تیغ و تیر ہین قاتل کے پاس

کسطرح یارب بسر ہوگی شب فرقت مری
شب قیامت کی ہے گھڑیان ٹھہری مشکل کے پاس

آگیا ہے تیر قاتل میرے سینے تک مگر
اب جگر کے پاس ٹھہرے دیکھیو یا دل کے پاس

وائے حسرت جب شرر وہ لاش پر آئے کہا
دو گھڑی بیٹھے نہ اک دن ہائے ہم تم ملکے پاس

ش

کر رہا ہے مرے جگر کی تلاش
دیکھنا تیر فتنہ گر کی تلاش

دوسرے اظہار درد دل منظور
پھر ہوئی ہے پیامبر کی تلاش

غیر کے گھر مین تمکو دیکھ لیا
تمنے دیکھی مری نظر کی تلاش

پھر اٹھے ہاتھ آسمان کی طرف
پھر دعا کو ہوئی اثر کی تلاش

جسکے ہر ہر قدم پہ اُٹھے حشر
ہمکو ہے ایسے فتنہ گر کی تلاش

جا بہی اے نارسائیِ قسمت
میرے نالے کو ہے اثر کی تلاش

لا دوا ہے مرض محبت کا
ہین ناحق سے چارہ گر کی تلاش

بہید کیونکر ملے خدائی کا
کیا بشر اور کیا بشر کی تلاش

دل تو پامال کر چکا ظالم
اب ہوئی ہے مری جگر کی تلاش

ہجر کی شب مجہے شرر کیسی
شام ہی سے ہوی سحر کی تلاش

ص

درد جگر درد دل کرتے ہین ہر دم خلوص
بن گئی ہمدم تڑپ رکہنے لگا غم خلوص

اشک رواں کس لئے چھوڑکے جاتا ہے تو
رکہتے ہین مجہسے بہت دیدۂ پرنم خلوص

سچ ہے بُری کیون نہون ہم مین بُرائی ہے یہ
غیر سے رکہتے نہین تیری طرح ہم خلوص

آٹھون پہر دل مین ہے کیون اسی برہم کہون
رکہتی ہے مجہسے تری کاکل پرخم خلوص

کسکو یہ اُمید ہے رنجش باہم گھٹے
میرے یہان آئے وہ اور ہو باہم خلوص

جب وہ کسی کا نہین سب سے ہے نفرت اُسے
کس لئے پھر یار سے رکہتا ہے عالم خلوص

ہوش مین رہنا ذرا اسکو نہ کرنا خفا
تمکو مبارک شرر یار سے باہم خلوص

ض

تمہین بتاؤ کہ دیکہین کیونکہ تمہارا ہم آفتاب عارض
فروغ عارض کا ہے وہ عالم کہ بنگیا ہے نقاب عارض

نکلکے خط کیون گہٹے یہ جوبن رہے ہمیشہ یہی لڑکپن
خدا دکہائے نہ زندگی بہر مجہے ترا انقلاب عارض

وصال کی شب مین جتنے بوسے دیے ہین گن گنکے تمنے عارض
سمجھ لو جب جا ہو سب لکھا ہے ورق پہ دلکے حساب عارض

نہین ہے پردے مین حسن جانان غضب تھا یہ ہے دم نقاب
کہانسے پیدا کرے ہماری نگاہ مشتاق تاب عارض

وہ دو گھڑی دن سے سو رہے ہین پڑی ہے زلف سیاہ منہ پر
چھپا ہے بدلی مین آج گویا قریب شام آفتاب عارض

غرور اتنا عبث ہے ظالم بہار خوبی ہے چند روزہ
ہمیشہ ہرگز نہین رہیگا تیرا حسن و شباب عارض

کبھی تو آ سنے دیو غیرت گل کبھی بہار گلاب و نسرین
کئے ہین شہور گلشنون مین صبا نے کیا کیا خطاب عارض

خیال ہے خطہ منہ نشین ہے شبیہ ہر دم ہے ساتھ دمکے
بلا سے ہین نامراد آنکھین یہ دل تو ہے کامیاب عارض

ابھی تو نام خدا ہین کمسن نمود خط کا نہین نشان ہی
بیاض خورشید کیطرح ہے تمام سادی کتاب عارض

یہ شمع فانوس انجمن ہے کہ شعلہ ہے برق ابر کا ہے
چھپا کے چھپتی نہین تجلی نقاب کیا ہو حجاب عارض

عزیز کیون ہو نہ مردمک کو کہ کلک قدرت کی ہے نشانی
شرر اسے تم نہ خال سمجھو ہے نقطہ انتخاب عارض

ہاں اونسے واسطہ ہے نہ فریاد سے غرض
دن رات ہے ہمین تو تری یاد سے غرض

آنکھونکو تیری دید کا لپکا ہے رات دن
ہر دم ہے میرے دل کو تری یاد سے غرض

اسکی بلا سے کوئی مرے اس سے بحث کیا
ظالم کو طرز جور کی ایجاد سے غرض

تیر نگاہ یار نے مجھکو کیا تمام
خنجر کا اب نہ خوف نہ فریاد سے غرض

سودا ہوا ہے جبسے قد یار کا ہمین
کچھ سرو سے ہے کام نہ شمشاد سے غرض

نقشہ کھچا ہوا ہے مرے دل مین یار کا
مانی کی ہے تلاش نہ بہزاد سے غرض

مطلب نہ کوہ سے ہے نہ جنگل مین اپنا کام
مجنون سے واسطہ ہے نہ فرہاد سے غرض

دیکھو شرر کے دل مین ہین حسرتین تمام
نکلی نہ ایک اس ستم ایجاد سے غرض

ط

سر کو دیوار سے گردن کو ہے تلوار سے ربط / دل ناشاد کو ہے آہ شرربار سے ربط

چشم فتّان کا تصور ہے دل مفتون کو / ایک بیمار کا ہم پاتے ہین بیمار سے ربط

ساری دنیا سے عداوت نہین اچھی ظالم / دشمنی چاہیے دو چار سے دو چار سے ربط

تیرے شیدا کا عجب ڈہنگ رہا کرتا ہے / کبھی دیوانہ سے الفت کبھی ہشیار سے ربط

کوئی تدبیر ہو ایسی کوئی صورت ایسی / آرزو نکلے مرے دل کی ترے یار سے ربط

کیون محبت ہی مرے دلکو تری زلفون سے / کہ مسلمان کو ہوتا نہین کفار سے ربط

یاس و غم رنج و محن درد و قلق ہمدم ہین / آج کل اپنا بڑہا ہی انہین دو چار سے ربط

یہ بہی قسمت کی ہے خوبی کہ ہو نفرت مجھسے
اور ہو اے شرر اُس شوخ کا اغیار سے ربط

ظ

ہم بشر ہین نہین رہ سکتے خطا سے محفوظ / ہان ترے فضل کے باعث ہین سزا سے محفوظ

یا الٰہی نہ مٹین داغ محبت دل سے / یہ مرے پھول رہین گرم ہوا سے محفوظ

تجھکو بیدادگری مین ہے سلیقہ اچھا / کوئی انسان نہین تیری جفا سے محفوظ

جان لیکر ہی ٹلی کہپ گئی دل مین جسکے / چاہیے سبکو رہین اسکی ادا سے محفوظ

چشم بد دور لڑکپن کی شرارت ہی ابہی / آپکا عہد جوانی ہے حیا سے محفوظ

نظر بد کی ہوا تک نہین جانے پاتی / رخ روشن ہے تجلی کی ردا سے محفوظ

آتشین آہ کا جو نکلا ہے بلا کا جہونکا / تم ہمیشہ رہو اِس گرم ہوا سے محفوظ

جال آفت کا ہی یہ زلف پریشان تیری / مرغ دل کیا رہے اِس دام بلا سے محفوظ

لن ترانی کے نہ جہیلے کبھی صدمے مینے / کان میرے ہین ابہی ایسی صدا سے محفوظ

اب نہ ہوا مین نہین داخل جو خطا ہوتی ہی
آسرا ہے مجھے بخشش کا تری رحمت سے
جسکے ہاتھون نہین ایمان کی پروا تجکو
ہاتھ قاتل سے کہون رنگین ہوے میرے

ملے جنون تیری بدولت ہون سزا سے محفوظ
دل بغل مین ہے غم روز جزا سے محفوظ
کہتے ہین کیون نہ رہون ایسی وفا سے محفوظ
یا الٰہی یہ رہین بار حنا سے محفوظ

کیون شرر زعم اسی پر تہا یہ کیا حال ہوا
رہ سکا ہوش نہ اس بت کی ادا سے محفوظ

ع

دیکھتے ہی کیا انداز معشوقانہ شمع
جلکے کہتا ہے یہی سب سے ہر اک پروانہ شمع
ڈر کے مارے مین آتے کانپتی ہین بجلیان
رات کیا حسرت کی صحبت تھی کہ ہم روتی رہی
اٹھتے ہی رنگ دوئی تھے عاشق و معشوق ایک
وہ چمک ہے آگ کی اور یہ حسن کا نور ہے
تجکو ہے کس بات کا غم تجسکو کسکا رنج ہے

خاک ہو غیرت سے جسکے صورت پروانہ شمع
کاش سن لیتی ہمارے درد کا افسانہ شمع
کس طرح روشن کریگی میرا ظلمت خانہ شمع
اور سوز عشق کا کہتی رہی افسانہ شمع
شمع پروانہ ہوئی اور ہوگیا پروانہ شمع
آبرو کیا پائے پیش عارض جانانہ شمع
جل رہی ہے شام سے کیون آج مایوسانہ شمع

عشق مین جسکے شرر دل خاک جلکر ہوگیا
وہ ستمگر قبر پر میری کبھی لایا نہ شمع

غ

لالے کا کیا دکھاتی ہے فصل بہار داغ
اے ماہ میرا تو دل پہ داغ دیکھ تو

صدقے ہین میرے ناخونپہ ایسے ہزار داغ
تجھ مین ہے ایک داغ تو مجھ مین ہزار داغ

محشر مین کیا حساب بتاؤن مین ای خدا
جب بیشمار جسم ہین جب بیشمار داغ

یہ داغ کب ہین پھول ہین اے آتش فراق
میرے جگر کے اور ذرا تو ابھار داغ

سوزِ نہان لحد مین مرے کام آگیا
لاکھون چراغ بنگئے زیرِ مزار داغ

جو کچھ تھا دل مین آتش پنہان سے جل گیا
اب حکم ہو تو پیش کرے جان نثار داغ

اترا رہا ہے پیر فلک ایک چاند پر
بہتر شرر کے دل مین ہین اس سے ہزار داغ

ف

دل کھچ رہا ہے اک بت گلفام کی طرف
آنکھین لگی ہوئی ہین مری بام کی طرف

مین خوب جانتا ہون نشیب و فرازِ عشق
آغاز مین خیال ہے انجام کی طرف

گو خم لنڈھائے مینے مگر حرص ہی وہی
شیشہ ہے دل مین اور نظر جام کی طرف

بیساختہ دھوان مرے دل سے نکل گیا
دیکھا جو مینے زلف سیہ فام کی طرف

قاصد بتا کہ اسنے دیا تجھکو کیا جواب
تھا التفات بھی مرے پیغام کی طرف

ہمت سے مینے جھیلی ہین لاکھون مصیبتین
مائل ہوا نہ دل کبھی آرام کی طرف

گردش کیکی آنکھہ کی ہر دم ہی دھیان مین
کیا ہو خیال گردش ایام کی طرف

جامہ دری کا شغل ہے جب سے ہوا ہی ہوش
مصروف رات دن ہون اسی کام کی طرف

رہ رہ کے یاد آتی ہے وہ زلف اے شرر
دل میرا کھچ رہا ہے اسی دام کی طرف

ق

مدعی ہونگے تری رسم وفا کے عاشق
ہم فقط ہین ترے انداز و ادا کے عاشق

گلشن دہر مین ثابت قدمی ہے شیوہ — ہم وہ بلبل ہین کہ ہین بوے وفا کے عاشق
تجکو بیفائی مین اک لاگ ہے حالانکہ رقیب — نہ تری چاہ کے بندے نہ جفا کے عاشق
ناز کرتے ہین اسی بات پہ سب خیر طلب — میرے سرکار ہین اپنے رفقا کے عاشق
ایک ہی عشق مجازی و حقیقی سچ ہے — بت کے عاشق ہی تو ہوتے ہین خدا کے عاشق
غیر نے ہاتھ مین مہندی جو لگالی اُسکے — خون دل پینے لگے رنگ حنا کے عاشق
موت مانگی تو کہا اُسنے بگڑ کر مجھسے — چھوڑ کر مجکو ہوے آپ قضا کے عاشق
دل مرا توڑ کے وہ سنگ ستم سے بولے — ہم تو ہین بس اسی شیشے کی صدا کے عاشق

اے ثمر نظر سب کو صفا سے ہلکی
ہم نہ بیداد کے شاکی نہ وفا کے عاشق

ک

آنکھ نہ اٹھے گی ادہر آپکی سیون کب تک — سکھ نہ زخمون سے پہلے گا مرا گلشن کب تک
ہے یہی برق نگاہی جو تری اے ظالم — اسکے شعلون سے بچے گا مرا خرمن کب تک
خاک مین بہی تو ملا کر نہین دیتا آرام — یونہی پیسے گا ہمین چرخ کا جوبن کب تک
سوچ تو جی مین کہ پہر بہی پسیجے ہین کہین — دل ناشاد خیال بت پرفن کب تک
گردش بخت سیہ کا ہے تصدق وحشت — دیکھئے اب یہ پہرائے ہمین بن بن کب تک
کیا نہ پہنچین گی اڑین گی جو لہو کی چھینٹین — دیکھین آلودہ نہو گا ترا دامن کب تک
کچھ دنون سیر حرم کی بہی تو کر لینے دے — سجدے مندر مین کئے جاؤن برہمن کب تک
تنکے چن چن کے بنایا ہے ہر روز نیا — کوئی بلبل کا اُجاڑیگا نشیمن کب تک
اے تو للہ مری قبر پہ آکے ہنس دو — خالی پہولون سے رہے گا مرا مدفن کب تک
نالہ ہاے دل محزون نے ہوا باندہی ہے — دیکھنا ہے کہ پڑی رہتی ہے چلمن کب تک

مدعا سے دل بتایا بس سنو گے کس دن
اتنا کہدو کہ رہیگا یہ لڑلین کب تک

باتین سب مجھے منظور مگر یہ تو کہو
نگہ قہر رہیگی مری دشمن کب تک

زلف کالے کی تمکو نہین ملتا دلسے
کیون شرر تمکو ڈسے جائیگی ناگن کب تک

غرض کیا آئے راز دل زبان تک
نہ کھلنے پائے ممکن ہو جہان تک

چمن مین کس مپرسی ہی بیان تک
کہ بجلی بھی نہ آئی آشیان تک

اٹھایا لوٹتا آنسو کی صورت
چلا آیا ہون تیرے آستان تک

کچھ آخر رنج کی بھی انتہا ہے
کہان تک لے دل غمگین کہان تک

خدا جانے خدا کا گھر ہے کیسا
نہ پہنچا وہ جو جا پہنچا وہان تک

وہ کہتے ہین ستائینگے ترا دل
ستایا جائیگا ہمسے جہان تک

تمہارے ہجر کی شب اک ہمین کیا
گنا کرتا ہے تارے آسمان تک

شرر شرط وفا یہ ہے کہ ہرگز
نہ آئے یار کا شکوہ زبان تک

گ

پھولون کو کب ملا ہے رخ دلربا کا رنگ
گلزار کو نصیب کہان اِس ادا کا رنگ

تم آگئے تو جانسے جانے لگا مین کیون
ایسا ہوا تو خاک بچے گا قضا کا رنگ

چرخ برین پہ رنگ شفق کب ہے آشکار
چمکا ہے خون بنکے شہید جفا کا رنگ

آئی ہے گال چھوکے کسی گلعذار کے
کچھ دیکھتا ہون اور ہی باد صبا کا رنگ

اُس سے وفائے عہد کا اُمیدوار ہون
پھیکا ہے جسکے سامنے طرز وفا کا رنگ

کیا آرہا ہے وہ مری پرسش کیواسطے
فق ہوگیا ہے کیون رخ پیک قضا کا رنگ

ہوتا نہین ہی کچھ بھی اثر میری چاہ کا
دشمن جما گیا ہے وہان کس بلا کا رنگ

نالے فراقِ یار مین بیکار ہو گئے
کچھ بھی نہ جمسکا مری آہ و بکا کا رنگ

جوبن اب اور ہے شبِ تارِ فراق کا
نکھرا ہے دودِ آہ سے کالی بلا کا رنگ

بوے وفا کی طرح اُڑا آنکھون دیکھتے
اپنی ترقیون پہ شررؔ اقربا کا رنگ

ل

دمِ خرام دوپٹہ ذرا سنبھال کے چل
یہ شوخیان ہین جو ہمراہ انکو ٹال کے چل

ہزارون بانسے جاتے ہین دیکھ بھال کے چل
خدا کے واسطے منہ پر نقاب ڈال کے چل

عدم کا قصد ہے یہ بھی کہین نہ ساتھ چلے
دلِ حزین شبِ غم کی بلا کو ٹال کے چل

جھکا کے شرم سے سر بے چھری حلال نکر
حیا کو ٹال کے گردن کا خم نکال کے چل

لچک کمر مین نہ آجاے قتل گاہ مین تو
سنبھل کے آپ بھی تلوار بھی سنبھال کے چل

عدو سے راہ مین یہ بے حجابیان کیسی
کبھی تو شرم سے آنچل کو منہ پہ ڈال کے چل

لگین نہ ٹھوکرین کشتون کی پاے نازک مین
قدم سنبھال کے رکھ راہ دیکھ بھال کے چل

خدا کا سامنا میدانِ حشر تو نازک
ہمارے دوش پہ بارِ جفا کو ڈال کے چل

مژہ کی یاد مین جب مین گیا سوے صحرا
صدا یہ آئی کہ کانٹے ہین دیکھ بھال کے چل

کبھی سنی ہی مری بات کیا غرض مجھکو
جواب کہون کہ دوپٹہ کو منہ پہ ڈال کے چل

ہمارا ہی جوشِ تمنا سے ہے بہت بھاری
کہین نہ راہ مین گر جاے دل سنبھال کے چل

سوال سے دلِ راحت طلب وہ چڑتے ہین
جو اِس گلی مین ہی چلنا تو بے سوال کے چل

نہ جا خدا کے یہان بوجھ لیکے دیکھ شررؔ
یہ بارِ جرم یہین اپنے سر سے ٹال کے چل

نہ ہے درد دل لب پہ لانے کے قابل
نہ اپنی مصیبت سنانے کے قابل

بس اک میرے ہی دلکو سمجھا ہی تونے
جلانے کے لایق مٹانے کے قابل

رہینگی ہمین یاد تیری جفائین
یہ باتین نہین بھول جانے کے قابل

سر راہ جو کچھ کہا اسنے مجھکو
وہ باتین نہین لب پہ لانے کے قابل

سمجھا ہے کہ مجھ مین نہین کچھ لیاقت
زمانے مین تم ہو زمانے کے قابل

ہمین بھی تو اے نخل گلزار ہستی
کوئی شاخ دے آشیانے کے قابل

دم عرض مطلب وہ بولے بگڑکر
کہ جا تو نہین منہ لگانے کے قابل

دیا دل خدا نے ترے غم کے لایق
ملا سر ترے آستانے کے قابل

مین کیا قبر سے اٹھون اے اہل محشر
کہان یہ مرا منہ دکھانے کے قابل

شرر انکا شکوہ خدا سے نکرنا
یہ باتین ہین سب بھول جانے کے قابل

حرم مین بہت پی شراب اول اول
کمایا یہ ہمنے ثواب اول اول

جواب بات تک میری سنتے نہین وہ
مروت مین تھے انتخاب اول اول

ہوئی عادت ضبط غم رفتہ رفتہ
محبت مین تھا اضطراب اول اول

ستم ہین نگاہین قیامت ادائین
غضب تھا رخ بے حجاب اول اول

جو ہم بات کرتے تھے تم مثل گیسو
نہ کھاتے تھے یون پیچ و تاب اول اول

شب وصل کی یاد ہین سب ادائین
خصوصاً الٹنی نقاب اول اول

ہوا انکو جب شوق مشق ستم کا
مجھی کو کیا انتخاب اول اول

بڑی قدر دانی مری عشق نے کی
دیا مجھکو مجنون خطاب اول اول

شرر اب ضعیفی مین زاہد بنے ہین
بہت پی چکے ہین شراب اول اول

ارے ظالم مرے بے موت مر جانیسے کیا حاصل
جو تجھپر جان دے اسپر ستم ڈھانیسے کیا حاصل

مرے گھر آکے جب کہتی ہو رہ جانیسے کیا حاصل
ذرا اتنا تو سوچو دل مین بھر آنیسے کیا حاصل

اگر مجسے خفا ہو وصل کی شب سو رہو چپکے
کہین جانا نہین تمکو تو گھر جانیسے کیا حاصل

ہماری زلفون کو دیکھکر دشمن بھی کہتے ہین
بھری محفل سے اک بیکس کے اٹھوا دینیسے کیا حاصل

بجز رنج و الم کچھ بھی نہین ملتا جہان تجکو
دل نادان سمجھ تو پھر وہان جانیسے کیا حاصل

عدو کے حال سے واقف ہین پھر انجان بنتے ہین
سمجھکر جو نہ سمجھے اسکو سمجھانیسے کیا حاصل

اگر قسمت مین ملنا ہی تو وہ ملجائیگا اے دل
تڑپنے لوٹنے دن رات گھبرانیسے کیا حاصل

ٹ کی ہمکو جنت مین ترا کہنا بجا زاہد
جہان ساقی نہو وہ ایسے میخانیسے کیا حاصل

ابھی کچکر چلے آئین گے وہ جذب محبت سے
مگر ہمدم نہین یون کھینچ بلوانے سے کیا حاصل

قلق سے اور بڑھتی ہی تمنائے قلق اے دل
اگر سیری نہین ہوتی تو غم کھانیسے کیا حاصل

مگر جب سنایا قصۂ غم وہ بگڑ بیٹھے
کہ ہم سب سن چکے اب حال دہرانیسے کیا حاصل

تم آکر قتل کر ڈالو کہ جھگڑا ختم ہو جائے
سلام غیر ہر اک خط مین لکھوانیسے کیا حاصل

جو میرا دل چرا کر لے گیا معلوم ہی مجھکو
کسیکا نام چوری مین نکلوانیسے کیا حاصل

خدا سے مانگئے آرام اٹھو دار فانی سے
شرر دنیا مین رہکر رنج و غم کھانیسے کیا حاصل

م

کس منہ سے منہ کو پھیر لین رسم وفا سے ہم
لائے ہین مانگ کر یہ مقدر خدا سے ہم

میرے شکست دل کی صدا بے اثر نہ تھی
کہتے ہین وہ کہ چونک پڑے اس صدا سے ہم

پہلے ہمین تھے غیر بھی اب ہو گئے شریک
تنگ آگئے ہین آپکی مشق جفا سے ہم

چھوڑن کو تو نے حسن یہ مغرور کر دیا
اتنا ضرور عرض کرینگے خدا سے ہم

بے غنسے ہمارے درد کا چارہ کرینگے کیا
اچھے کبھی نہونگے کسیکی دوا سے ہم

کلیان ہین جتنی شہر کی مشہور سب مین ہین
مشق جفا سے آپ تو طرز وفا سے ہم

کہتے ہین مر بھی جا کہین جھگڑا تمام ہو
تنگ آ گئے ہین روز کی آہ و بکا سے ہم

ہوتی اگر بتون کے تعلق سے کچھ خبر
تھوڑی خودی بھی مانگ کر لاتی خدا سے ہم

کچھ بھی تجھے خبر شتر رشتہ جان کی ہے
اتنا کبھی کہین گے دل مبتلا سے ہم

بیوفا تجھ سے روٹھ جائین ہم
یہ طبیعت کہان سے لائین ہم

یہ غرض ہے ترے تغافل کی
جان سے عاشقی مین جائین ہم

یہی اچھا ہے موت آ جائے
سب بلاؤن سے چھوٹ جائین ہم

غیر پہ کیون ہو اُسکا لطف و کرم
جسکے ظلم و ستم اٹھائین ہم

رنج اور رنج بھی جدائی کا
جان اب کس طرح بچائین ہم

روکتا ٹوکتا ہے کیون دربان
راستہ ہے تو کیون نہ آئین ہم

ہر جگہ آسمان ہے موجود
کونسی سرزمین پہ جائین ہم

اُنکی آنکھون پہ کیون نظر ڈالین
سوتے فتنے کو کیون جگائین ہم

تیری رحمت کی جانچ کرنی ہے
اس لئے کرتے ہین خطائین ہم

درد اور درد بھی محبت کا
ڈھونڈتے پھرتے ہین دوائین ہم

اے بتو سامنے نہ پڑنا تم
سامنے جب خدا کے جائین ہم

وقت آخر جفا برت کے نہ اُٹھ
بے وفا کر چکے وفائین ہم

کوئی مونس نہین رہا ہے شتر
درد اپنا کسے سنائین ہم

کس طرح چھوٹ سکین تری زلف دوتا سے ہم
تدبیر کیا کرین کہ رہا ہون بلا سے ہم

ہمسے کھچے جو حشر مین پھر ہمکو دیکھنا
تم ہل گئے تو کچھ نہ کہین گے خدا سے ہم

پامال کرکے خاک مین ہمکو ملا دیا
فریاد ان بتون کی کرین گے خدا سے ہم

سچ تو ہے یہ کہ جان چھڑا کر چلے عدم
کافر ترے کرشمۂ ناز و ادا سے ہم

ان آشنایون سے خدا آشنا ہوا
اچھا ہوا ملے بتِ نا آشنا سے ہم

اُس خال کا خیال شبِ ہجر یادِ زلف
پیچھا چھڑائین کہئے تو کس کس بلا سے ہم

دشمن اب انتہا کا وہی بنگیا شرر
کھنچے ہوے تھے دوست جسے ابتدا سے ہم

مجبور ہین کہ ہل نہین سکتے عدو سے ہم
محروم لطفِ یار ہین کس اپنی خو سے ہم

صد شکر کامیاب ہوے امتحان مین
تمپر ہوے نثار تری آرزو سے ہم

انکار وصل ہی سہی منہ کھول تو ذرا
مطلب نکال لینگے تری گفتگو سے ہم

یارب عطا ہو طاقتِ گفتار پھر وہی
کچھ حال دل کہینگے بتِ تندخو سے ہم

سچ ہے تلاشِ یار نہ تھی اک عذاب تھا
لاکھون مصیبتون مین گھرے جستجو سے ہم

کیون گھٹ رہی ہی خلوتِ دل مین پڑی ہوئی
پوچھین گے یہ ضرور کبھی آرزو سے ہم

کہتے ہین پھول باغ کے اُس گلعذار سے
نا آشنا نہین ہین تری رنگ و بو سے ہم

چھالون کو دیکھ خار بیابان نہ چھیڑنا
لائے ہین انکو ڈھونڈ کے کس جستجو سے ہم

نشہ مین ہم شراب سے دھوتی ہین ہاتھ منہ
پڑھتے ہین اب نماز نرالے وضو سے ہم

افسوس عید اور وہی تشنہ کامیان
سر پھوڑ لین گے آج تو ساقی سبو سے ہم

صحرا کی خاک چھان کے برباد ہو گئے
چکر مین پڑ گئے ہین تری جستجو سے ہم

تارِ نظر سے آپ جو ٹانکے لگائین گے
پائین گے لطف زخم جگر کے رفو سے ہم

منظور ہے عتاب کا پہلو نکالنا
یہ پا گئے ہین آپ کی اِس گفتگو سے ہم

ظاہر مین دوست بنکے ستم خوب ڈھا گیا
واقف ابھی ہوے تھے نہ دشمن کی خو سے ہم

غیر سے ہمارے درد کا چارہ کرینگے کیا
کلیاں ہین جتنی شہر کی مشہور سب مین ہین
کہتے ہین مر بھی جا کہین جھگڑا تمام ہو
ہوتی اگر بتون کے تعلق سے کچھ خبر

اچھے کبھی ہونگے کسیکی دوا سے ہم
مشق جفا سے آپ تو طرز وفا سے ہم
تنگ آ گئے ہین روز کی آہ و بکا سے ہم
تھوڑی خودی بھی مانگ کر لاتی خدا سے ہم

کچھ بھی تجھے خبر شرر رشتہ جان کی ہر
اتنا کبھی کہین گے دل مبتلا سے ہم

بیوفا تجھسے روٹھ جائین ہم
یہ غرض ہے ترے تغافل کی
یہی اچھا ہے موت آ جائے
غیر پر کیون ہوا اسکا لطف و کرم
رنج اور رنج بھی جدائی کا
روکتا ٹوکتا ہے کیون دربان
ہر جگہ آسمان ہے موجود
انکی آنکھون پہ کیون نظر ڈالین
تیری رحمت کی جانچ کرنی ہے
درد اور درد بھی محبت کا
اے بتو سامنے نہ پڑنا تم
وقت آخر جفا برت کے نہ اٹھ

یہ طبیعت کہان سے لائین ہم
جان سے عاشقی مین جائین ہم
سب بلاؤن سے چھوٹ جائین ہم
جسکے ظلم و ستم اٹھائین ہم
جان اب کس طرح بچائین ہم
راستہ ہے تو کیون نہ آئین ہم
کونسی سرزمین پہ جائین ہم
سوتے فتنے کو کیون جگائین ہم
اس لیئے کرتے ہین خطائین ہم
ڈھونڈتے پھرتے ہین دوائین ہم
سامنے جب خدا کے جائین ہم
بے وفا کر چکے وفائین ہم

کوئی مونس نہین رہا ہے شرر
درد اپنا کسے سنائین ہم

کس طرح چھٹ سکین تری زلف دوتا سے ہم
تدبیر کیا کرین کہ رہا ہون بلا سے ہم

ہے ہے کھچے جو حشر مین پھر ہمسکو دیکھنا
تم رل گئے تو کچہ نہ کہین کے خدا سے ہم

پامال کرکے خاک مین ہمکو ملا دیا
فریاد ان بتون کی کرینگے خدا سے ہم

سچ تو ہے یہ کہ جان چرا کر چلے عدم
کافر ترے کرشمۂ ناز و ادا سے ہم

ان آشنائیون سے خدا آشنا ہوا
اچھا ہوا ملے بت نا آشنا سے ہم

اُس خال کا خیال شب ہجر یاد زلف
پیچھا چھڑائین کہئے تو کس کس بلا سے ہم

دشمن اب انتہا کا وہی بنگیا شرر
سمجھے ہوئے تھے دوست جسے ابتدا سے ہم

مجبور ہین کہ رل نہین سکتے عدو سے ہم
محروم لطف یار ہین بس اپنی خو سے ہم

صد شکر کامیاب ہوے امتحان مین
تمیز ہوئے نثار بڑی آرزو سے ہم

انکار وصل ہی سہی منہ کھول تو ذرا
مطلب نکال لینگے تری گفتگو سے ہم

یارب عطا ہو طاقت گفتار پھر وہی
کچھ حال دل کہینگے بت تند خو سے ہم

سچ ہے تلاش یار نہ تھی اک عذاب تھا
لاکھون مصیبتون مین گھرے جستجو سے ہم

کیون گھٹ رہی ہی خلوت دلمین پڑی ہوئی
پوچھین گے یہ ضرور کبھی آرزو سے ہم

کہتے ہین پھول باغ کے اُس گلعذار سے
نا آشنا نہین ہین تری رنگ و بو سے ہم

چھالون کو دیکھ خار بیابان نہ چھیڑنا
لائے ہین انکو ڈھونڈ کے کس جستجو سے ہم

نشہ مین ہم شراب سے دہوتے ہین ہاتھ منہ
پڑھتے ہین اب نماز نرالے وضو سے ہم

افسوس عید اور وہی تشنہ کامیان
سر پھوڑ لین گے آج تو ساقی سبو سے ہم

صحرا کی خاک چھان کے برباد ہوگئے
چکر مین پڑ گئے ہین تری جستجو سے ہم

تار نظر سے آپ جو ٹانکے لگائین گے
پائین گے لطف زخم جگر کے رفو سے ہم

منظور ہے عتاب کا پہلو نکالنا
یہ پا گئے ہین آپ کی اس گفتگو سے ہم

ظاہر مین دوست بنکے ستم خوب ڈھا گیا
واقف ابھی ہوئے تھے نہ دشمن کی خو سے ہم

ہان اپنے ہاتھ سے جو ہمین ذبح تم کرو
لاکھون دعائین دین لبِ زخمِ گلو سے ہم
یہ زخم تیری تیغ کا گویا ہے چاک گل
چھوٹے ہوئے ہین حسرتِ فکرِ رفو سے ہم
کیا قدر کی کہ آپنے تلوون سے ملدیا
اس دل کو لیکے آئے تھے کس آرزو سے ہم

یہ بات بھی نصیب کی خوبی ہے اے شرر
اُس شوخ کی نظر مین ہون گھٹ کر عدو سے ہم

کچھ رہے کس لئے نظرون مین ذرا تول کے تم
دل جو لینا ہے تو لے لو اسے ہنس بول کے تم
مر گئے حسرتِ دیدار مین مرنے والے
ن گئے شربتِ دیدار مین سب گھول کے تم
زاہدو تم تو مرے خون کے پیاسے ٹھیرے
تمکو ملجاؤن تو پی جاؤ مجھے گھول کے تم
آج ہے روزِ جزا غیر کے کرتا ہون گلے
مفت بدنام ہنو اُسکی طرف بول کے تم
سلسلہ ذکرِ محبت کا کہین ختم بھی ہو
کاٹ دو بات مری بیچ مین کچھ بول کے تم
تیرہ بختی کی سیاہی سے ڈرا جاتا ہون
چاندنی رات بنا دو لیے مُنہ کھول کے تم
تمکو کر دیگا رقیبونکا یہ مجمع بدنام
سرِ غنہ مفت بنے جاتے ہو اس غول کے تم
دل سے جلے خاص اسی وقت دعا کرتے ہین
شام کیوقت نہ بیٹھا کرو سر کھول کے تم
جان کہتی ہے کہ لیجاؤ مجھے بے قیمت
دل کی حسرت ہے خریدو مجھے بے مول کے تم
مر گئے خیر سے تلوار کے کھانے والے
جاؤ اب بیٹھ رہو اپنی کمر کھول کے تم

خود بخود ذکرِ عدو چھیڑ دیا ہے اُسنے
آج موقعہ ہے شرر جھینک لو جی کھول کے تم

ن

غمِ ہجران سے ہے بری چیز گھلا جاتا ہون
کانپ جاتا ہون زبانپر اسے جب لاتا ہون
لیجئے اپنا گلا آپ سے کٹوا تا ہون
آج کا نشا دلِ دشمن کا نکلوا تا ہون

نامہ بر خیر سے تو خط بھی نہ لایا اُنکا
ہمسے یہ کہکے گیا تھا کہ اُنہین لاتا ہون

پھر نہ کہنا ترے نالون سے ہے دنیا برہم
[illegible] بھی مین تری محفل سے اُٹھا جاتا ہون

کیا زمانہ تھا لڑکپن کا حیا تھی نہ حجاب
وہ گھڑی اب مین نصیبون سے کہان پاتا ہون

لیکے تا رگِ گل لب مرے تک دی صبا
دل بھر آتا ہے قفس مین تو مین چلاتا ہون

بات کیا ہے ترے دامن مین ہین جتنی کلیان
سب مین اے رشک چمن غیر کی بو پاتا ہون

دل مین رکھتا ہون تری شوخ نظر کی برچھی
کون کہتا ہے کہ مین جور سے گھبراتا ہون

تن بہ تقدیر کہے حال تو کچھ قسمت کا
آج مین سر در دلدار سے ٹکراتا ہون

آتشِ شوق کی لو دل مین بندھی رہتی ہے
شمع سان سوز محبت سے جلا جاتا ہون

[illegible] شبِ وصل
انہین باتون سے تری دیکھ مین گھبراتا ہون

[illegible] مین کہ [illegible]
غیر کے گھر سے پلٹ کر ترے گھر آتا ہون

خیر ہو [illegible] سے مجھے اے پیر مغان
تیرے دروازہ پہ مدت سے مین چلاتا ہون

جذبۂ شوق کا یون حال نہ ہوگا معلوم
آپ ہشیار رہین آج ہی بلواتا ہون

نامہ بر جا کے [illegible] نہ پلٹا اب تک
کہہ گیا تھا کہ ابھی اُنکو لیے آتا ہون

لذتِ زخم بڑہے ہے یہی ارمان دل مین
جی مین آتا ہے کہ رکھ لون مین نمکدان دل مین

تیری چاہت مین نہ سوجھی کوئی صورت ورنہ
سوچ لیتا ہے بڑی دور کی انسان دل مین

ہاتھ باندھے ہوئے محشر مین کھڑی ہین جسکے
جور بیجا سے وہ کیسے ہین پریشان دل مین

نہ ٹھہرنے کی جگہ ہے نہ ٹھکانا کوئی
ہوگا کس طرح ہجوم غم ہجران دل مین

خونِ ناحق کی ندامت کہین چھپ سکتی ہے
آنکھ کہتی ہے کہ قاتل ہے پشیمان دل مین

کیون نکلنے کی مرے دل کو تمنا ہوگی
تم ہو ارمان مین ارمان ہین پنہان دل مین

خلشِ تیر ادا لذتِ پیکانِ جفا
یہ مزے تیری بدولت ہین مری جان دل مین

درد دل درد جگر درد جدائی تیرا
جمع ہین تیری محبت سے یہ سامان دلمین

صاف باطن ہوان سمجھو لونگا اگر آسکی کبھی
مدعا کہنے پہ بھولے سے کہا ہان دلمین

کیون ہو تعبیر سے برہم دل شیدا میرا
تم نہ آؤ صفت خواب پریشان دلمین

آہ سوزان کے شرر اڑ کے جلا دیتے ہین
گو نیا روز لگاتا ہون گلستان دلمین

آنے ہی عہد جوانی تمہین ہوش آئیگا
نہ رہین گے یہ مرے حسرت و ارمان دلمین

کیون بتاؤن مین شرر شعر مری کیسے ہین
آپ منصف ہین سمجھ لین گے سخندان دلمین

جگر تھامے ہوے تیرے جگر افگار بیٹھے ہین
اٹھایا ہے جو اٹھکر درد نے ناچار بیٹھے ہین

خیال یار سے دل کو ہا ہے دیکھکر آنا
یہان تیر جدائی صورت غمخوار بیٹھے ہین

کہان چھوڑا کسیکے گھر کا پیچھا ہمنے مٹ کر بھی
غبار رہگزر بنکر پس دیوار بیٹھے ہین

تجلی سے اگر موسی کو غش آیا تو آنے دے
بہت سے اور تیرے طالب دیدار بیٹھے ہین

ذرا آہستہ بولو غیرت سے سب جان دیدیجیے
ہزارون چاہنے والے پس دیوار بیٹھے ہین

الٰہی خیر ہو رنگ ادا کچھ اور کہتا ہے
وہ کھینچے ابروے خمدار کی تلوار بیٹھے ہین

دیے جاتے ہین بوسے غیر کو ابروے پرخم کے
ہمارے نام پر کھینچے ہوے تلوار بیٹھے ہین

دیا ہے جبسے دل انکو کچھ ایسی اپنی حالت ہی
یہان بیکار بیٹھے ہین وہان بیکار بیٹھے ہین

وہ آنکھین زیر ابرو دیکھکر یہ سوچ رہتا ہے
الٰہی کیون تہ شمشیر دو مے خوار بیٹھے ہین

جو آتا ہے زبان پر حرف مطلب کاٹ دیتے ہین
خدا رکھے وہ بنکر آج خود تلوار بیٹھے ہین

ہمارا کیا ہے دنیا کی کوئی حسرت نہین باقی
عدم کو آج چلنے کے لئے تیار بیٹھے ہین

شرر ہرگز چمک کر شعر تم پڑھنا نہ جلسے مین
ادب جانے نہ پائے ہاتھ سے سرکار بیٹھے ہین

ستم پر اُدھر وہ کمر باندھتے ہین
وفا کی ہوا ہم ادھر باندھتے ہین

یہ کیا ہو رہا ہی کہ مرغانِ گلشن
گلستان سے رختِ سفر باندہتی ہین

حسینون کو اللہ نے دیدے ہین
وہ جلوے جو سب کی نظر باندہتی ہین

کہان ہی کسیکی کمر کسنے دیکھی
غلط ہم خیالِ کمر باندہتی ہین

محبت ترے ہاتھ ہے لاج میری
پئے امتحان وہ کمر باندہتی ہین

حسینون کو ہوتی ہی دولت کی خواہش
گرہ مین سبھی پھول زر باندہتی ہین

مری تیغ آہ رسا کا یہ ڈر ہے
فلک مہر و مہ کی سپر باندہتی ہین

چمن سے نہین تاب پرواز شاید
رگِ گل سے بلبل کے پر باندہتی ہین

وہ کیا ڈہونڈہتی ہین مرا دل کہ جوڑا
ادہر کھولتی ہین ادہر باندہتی ہین

لگاتی ہی تلوار کب موج دریا
یہ گرداب ناحق سپر باندہتی ہین

الٰہی ہماری وفا مین اثر دے
وہ ترکِ جفا پر کمر باندہتی ہین

جو ہر وقت خاموش رہتے ہین شاید
تصور کسیکا شرر باندہتی ہین

ادہر غیر دلسے انکے عہد و پیمان ہوتی جاتی ہین
ادہر ناکامیون کے ساز و سامان ہوتی جاتی ہین

وہان غیرو نپہ انکی مہربانی بڑہتی جاتی ہی
یہان ہم پائمالِ یاس و حرمان ہوتی جاتی ہین

نہ کچھ آچلا شاید مرے جوشِ محبت مین
کہ وہ اپنی جفاؤن پر پشیمان ہوتی جاتی ہین

سکہاتی ہی جوانی انکو انداز جفا ہردم
محبت مین شادی کے سامان ہوتی جاتی ہین

ہوا ایسی چلی ہے آجکل باغِ محبت مین
کہ ٹکڑے ہر طرف جیب و گریبان ہوتی جاتی ہین

زرا آئینہ دیکھو ہو چکا اب سوگ دشمن کا
غضب ہی گیسوؤن پر خم پریشان ہوتی جاتی ہین

کہان پیتے ہین یہ آنسو لہو کے گھونٹ پیتے ہین
اب اپنے ضبط سے ہم خود پشیمان ہوتی جاتی ہین

کہا جب مینے تم ستمگر ہوتے جاتے ہو
تو کس انداز سے بولے کہ ہان ہان ہوتی جاتی ہین

شعر سنتے ہین جب دم شعر اچھے لطف آتا ہی

خدا کا شکر ہے ہم بھی سخندان ہوتے جاتے ہین

کیا کیا گلون کے صدمے بلبل کی جان پر ہین
دن رات چیختی ہے کانٹے زبان پر ہین

ظلم و ستم تمہارے جو میری جان پر ہین
اچھا تمہین بہت [illegible] و کسکی زبان پر ہین

ہرچند وہ یہان ہین مصروفِ خوابِ راحت
تاہم عدو کے قصے اُنکی زبان پر ہین

تیغِ جفا سے تیری مرنا بھی زندگی ہے
اُمید کے نتیجے سب امتحان پر ہین

ملجائیگا خدا بھی ڈھونڈھے سے وہ تو کیا ہین
ہمسے کہان چھپین گے کیا آسمان پر ہین

ظالم تری ادائین لائین گے گل کہان سے
لاکھون چمن تصدق اس آن بان پر ہین

اورون پہ بھی نگاہین پڑنے لگی ہین اُنکی
اب دشمنون کے صدمے دشمن کی جان پر ہین

بلکسن جمال تیرا بدنام کر رہا ہے
پردے مین تو [illegible] جلوے سے [illegible] پر ہین

جب ہے مزہ مجھے بھی ملجائین دو گھڑی کو
قصور سب سے وہ [illegible] جو پاسبان پر ہین

ہو ساغرِ محبت روزِ ازل پیا تھا
اُسکے مزے ابھی تک سوکھی زبان پر ہین

رسوا ہوا ہے تو خود سب کو زبان دیکر
تیری بنائی باتین سب کی زبان پر ہین

تیرے ہی عکسِ رخ سے دونون چمک رہے ہین
یہ چاند اور سورج جو آسمان پر ہین

آہِ شرر نے جاکر یہ گل کھلادیے ہین
پیشِ نگاہ تارے کب آسمان پر ہین

اگر آجائے قسمت سے بتِ بے پیر پہلو مین
قیامت کے مزے لوٹے دلِ دلگیر پہلو مین

جگر کو ذوق مژگان کا ہے دل کو شوق ابرو کا
ادھر ہے تیر پہلو مین اُدھر شمشیر پہلو مین

یہ کیا سوجھی ہے کیون ذکرِ عدو سے جی جلاتے ہو
یہ کیون چھیڑی ہے تمنے بیٹھکر تقریر پہلو مین

جب آئے ہو تو کچھ باتین کرو مجھسے ہنسو بولو
یہ تم پہلو مین بیٹھے ہو کہ ہے تصویر پہلو مین

ہمارا دل محبت مین تمہاری رنگ لائیگا
جلاؤ گے تو بنجائیگا یہ اکسیر پہلو مین

وہ ہم آغوشیِ باہم کی لذت خاک کرنیکو
چھپا لیتے ہین اکثر غیر کی تصویر پہلو مین

لبِ سوفار کے دل سے تڑپ کر لے لیے بوسے
اگر بیٹھا کبھی آ کر کسیکا تیر پہلو مین

لیے پھرتا ہون رسمِ عشق کا نقشہ دکھانیکو
دلِ بیتاب ہاتھون پر تری تصویر پہلو مین

خوشی سے خود چلا آئے یہ کیا آ نہین آ نہ ہو
بہانے سے اگر آیا بتِ بے پیر پہلو مین

سوادِ خط سے سودا ہے دلِ وحشی کا درمان ہو
جو ہاتھ آ جائے رکھنے کو تری تحریر پہلو مین

یہ خلوت ہو جہان لو کام شوخی سے ہو ہنسو بولو
بتاؤ تو بنے بیٹھے ہو کیون تصویر پہلو مین

اگر قسمت عدو کی مجکو ملجاتی تو یہ ہوتا
کہ تمکو کھینچ لاتی خود مری تقدیر پہلو مین

محبت بھی بری شے ہے تڑپ کر دل وہین پہنچا
جو رکھی داہنی جانب تری تصویر پہلو مین

شرر کی جان جاتی ہے نہین تاخیر کا موقع
خدا کو مان آجا او بتِ بے پیر پہلو مین

بلبلین شورِ عبث کرتی ہین گلزارون مین
کب غریبون کی سنی جاتی ہے سرکارون مین

تیر آیا ہے ترا کیا جگر افگارون مین
عیش کا رنگ ہے کیون خون کے فوارون مین

کثرتِ جرم سے یکتا ہون گنہگارون مین
ایسا سودا ہون کہ رحمت ہے خریدارون مین

اب کی ہر روز گھٹائین رمضان مین آئین
تیس دن عید منائی گئی میخوارون مین

اٹھ نہین سکتے جو دنیا سے کبھی اٹھنا چاہین
اتنی طاقت ہی کہان ہے تری بیمارون مین

چل بھی زاہد ابھی دم بھر مین پلٹ آئینگے
آج جلسہ ہے بڑی دھوم کا میخوارون مین

اخگرِ سوز نہان مین ہے غضب کی گرمی
ایسی تیزی نہین دوزخ ترے انگارون مین

آنے والے ہین جو وہ فاتحہ پڑھنے کے لئے
عید ہے غم کے عوض میرے عزادارون مین

میرے ہاتھون مین ہے اعمال کا کچا چٹھا
چپ کھڑا ہون تری رحمت کے طلبگارون مین

زخمیِ تیغِ ادا اٹھتے ہین فتنے کی طرح
کیا قیامت کا اثر ہے تری تلوارون مین

موت پر غیر کی سر پیٹتے دیکھا ہے جنہین
بنکے بت بیٹھے ہین وہ میرے عزادارون مین

آج بازارِ محبت مین پڑی ہے ہلچل
کون یوسف نکل آیا ہے خریدارون مین

دل بیمار کا کیا پڑ گیا سایہ اسیر
کیون تری آنکھ بھی لکھی گئی بیمار نہین

اسکے افشان کی چمک دلمین کہپی جاتی ہے
روشنی ایسی کہان چرخ تری تار نہین

بیوفا کیا مری تربت پہ چڑہانی کے لئے
پھول باسی بھی نہین کوئی ترے ہار نہین

خاک مین تو نے ملایا ہی دل اے ظالم
ہمنے پالا تہا جسے نازکے گہوارہ نہین

آرزو ہے یہی سب جلسے ہون طفیل سرکار
اے شرر عمر گزر جائے رہین پر و نہین

دیکھکر حالت بری وہ کہہ گئے مرتا نہین
اب جو مرجاؤن تو یہ مرنا بھی کچھ اچھا نہین

عمر بھر مینے نظر بھر کر تمہین دیکھا نہین
پھوٹی قسمت کا گلہ ہے تمسے کچھ شکوا نہین

پھیر کر منہ جلد یا قاتل لگا کر دلپہ تیر
ہائے بسمل کا تڑپنا لوٹنا دیکھا نہین

کس سے اٹھ سکتا ہے توبہ غیر کے طعنونکا بار
جان پہ کہیلے ہو ونکا چھیڑنا اچھا نہین

اے ہجوم یاس جا بھی مار تو ڈالا مجھے
کیا ترا ارمان اب بھی خنجر سے نکلا نہین

چشم جوہر ملا خنجر سے کیون دیکھتی ہے دمبدم
جب ترا خنجر ہمارے خون کا پیاسا نہین

موت سے کہدو کہ پھر آنا خدا کیواسطے
وہ نہین آئے ابھی مین جان دیتا نہین

ایک تیر نارسا بھرتے ہی بس کچھ ہو گیا تھا
ہمسے جانبازونکا مرنا آپنے دیکھا نہین

مین نہین مرنے کا ہرگز دور رکھنے سے ترے
کیا مرے آئینۂ دل مین ترا نقشا نہین

کیون کئے جاتے ہو تم اصرار اسکے وصل پر
کیا شرر تمنے مزاج اسکا ابھی سمجھا نہین

ترے وصال کا در پردہ مدعا ہون مین
قبول ہو نہین سکتی وہ التجا ہون مین

مری خموشی ہے شرح کتاب ہستی کی
سخن ہون لفظ ہون معنی ہون مدعا ہون مین

خبر وہ ہون کہ نہین جسکے مبتدا کا پتا
کہین خبر نہین جسکی وہ مبتدا ہون مین

عجیب نقشۂ نیرنگی زمانہ ہون
کہین مرض کہین زحمت کہین دوا ہون مین

خدا کو مان کے کہنا ذرا حذر لگتی ‎ ‎ قصور وار دل مبتلا ہے یا ہون مین

سنور سنور کے بکھرتی ہے ردی دشمن پر ‎ ‎ تمہاری زلف کے انداز دیکھتا ہون مین

نصیب ہوتی ہی ہر روز سیر ملک عدم ‎ ‎ تری کمر کے معما مین سوچتا ہون مین

جگر مین درد تڑپ دل مین آہ ہی لب پر ‎ ‎ غضب مین رنج مین آفت مین مبتلا ہون مین

اگر کسی نے مرا ذکر اُنسے چھیڑ دیا ‎ ‎ تو ہنسکے بولے کہ ہان صورت آشنا ہون مین

تمہارے چہرے سے جسدم نقاب اُٹھتی ہے ‎ ‎ خدا کی شان ان آنکھون سے دیکھتا ہون مین

بگاڑ مین بھی ہین سینے کی صورتین پیدا ‎ ‎ اسی ادا پہ تو ظالم کی مرمٹا ہون مین

نگاہ ناز تری تیر سے دلسے کہتی ہے ‎ ‎ پھری ہوا تیر ہون تلوار ہون قضا ہون مین

زبانہ درد محبت کا کیا کہون مین شرر
عجب طرح کی مصیبت مین مبتلا ہون مین

[illegible] سے ہم ملکے پشیمان بہت ہین ‎ ‎ برہم ہی جو گیسو تو پریشان بہت ہین

[illegible] کے ممنون ہین عاشق ‎ ‎ یہ کس سے سنا آپکے احسان بہت ہین

[illegible] کے تھوڑے سے بیان کردئیے ہمنے ‎ ‎ صدمے شب فرقت کے مری جان بہت ہین

[illegible] دست جنون تاک رے جسکو ‎ ‎ یون ہونے کو دنیا مین گریبان بہت ہین

[illegible] غم و یاس ہی موقوف نہین ہے ‎ ‎ اس دل مین مرے اور بھی مہمان بہت ہین

[illegible] گھبرائین کہ ہمکو ‎ ‎ اس بات کا ہے خوف وہ نادان بہت ہین

[illegible] نے بہت تنگ کیا ہے ‎ ‎ وہ اپنی زبان دے کے پشیمان بہت ہین

[illegible] ہون تو کر لیتے ہین دعوے ‎ ‎ مرتا ہون اسی پر کہ وہ نادان بہت ہین

ہان کوئی شرر سا جو نکالو تو مین جانون
یون چاہنے والے تو مری جان بہت ہین

[illegible] ہان عام دئے جاتے ہین ‎ ‎ مین جو جاتا ہون تو الزام دئے جاتے ہین

آج کیا بات ہے اِس شرم کا باعث کیا ہے
آج مُنہ پھیر کے کیون جام دیے جاتے ہین

کیا یہ مقصود ہی پھر آئے دلِ زار مرا
مے سے خالی جو مجھے جام دیے جاتے ہین

کہتے ہین جس سے ہمین اُس سے تجھے نفرت ہی
یہی طعنے سحر و شام دیے جاتے ہین

اپنی حسرت کے مجھے داغ دیے پھر کوئی
یہ ترے دل کے تجھے دام دیے جاتے ہین

خود ہی پروانے لپٹ جاتے ہین اُڑ کر لَو سے
اور پھر شمع کو الزام دیے جاتے ہین

اِس سے بہتر تہا مجھے زہر پلا دیتے تم
غیر کو ہاتھ سے کیون جام دیے جاتے ہین

آپ کب روگ محبت کا لگا یا مینے
اے شرر کیون مجھے الزام دیے جاتے ہین

آفت کی ہی چھُری تری چین جبین نہین
برچھی غضب کی ہے نگہِ خشمگین نہین

ناوک فگن وہ کونسا ہی تیرا ایسا تیر
جو دل نشین نہین ہی جو پہلو نشین نہین

وصل بھی ہی نو وعدہ خلافی کی آڑ مین
ہان ہان تمہارے لب پہ ہے لیکن نہین نہین

اٹھکھیلیونسے راہ مین چلتے ہین اسطرح
گویا بتون کے پاؤن کے نیچے زمین نہین

وہ ہر جگہ ہے جلوہ نما آنکھہ بھی تو ہو
دیکھو تو ہر جگہ ہے نہ دیکھو کہین نہین

دل ہی ضعیف اِسلئے نالے ضعیف ہین
ورنہ کچھ ایسا دور تو عرش برین نہین

اِن بدگمانیون سے مصیبت مین جان ہی
تمکو ہمارا ہمکو تمہارا یقین نہین

حورین ہین عاقبت کے لئے اُنکا ذکر کیا
دنیا مین اب جواب تمہارا کہین نہین

رُک رُک کے چل رہی ہے کلیجے پہ بار بار
میٹھی چھُری ہے وہ نگہ شرمگین نہین

تمنے نظر سے جسکو گرایا ہے اے بتو
دونون جہان مین اُسکا ٹھکانا کہین نہین

ہم حال کیا کہین شررِ بادہ نوش کا
وہ مست ہی جسے غمِ دنیا و دین نہین

چین کیونکر ہو ہزارون ہین الم سینے مین
ضبط کیونکر ہو گھُٹا جاتا ہے دم سینے مین

آپ ہی کہیے کہ فریاد و فغان کیون نکرین
ٹکڑے دیکھین جگر و دل کے جو ہم سینے مین

دیکھیے چل کے اُسے ایک نظر او ظالم
رُک رہا ہے ترے بیمار کا دم سینے مین

تیغ بن بنکے کیا ہے مجھے آہون نے حلال
درد رہ رہ کے اُٹھا ہے شبِ غم سینے مین

جانبری کی ترے بسمل کو اب اُمید نہین
رہگیا ٹوٹ کے پیکانِ ستم سینے مین

ہم سراپا ہین قلق ہمکو خوشی سے کیا کام
سیکڑون رنج ہزارون ہین الم سینے مین

کس لئے سیرِ گلستان کی ہوس ہو ہمکو
آپ داغون سے ہے گلزارِ ارم سینے مین

جب وہ بسمل نہین کرتے اِسے تیرون سے شرر
پھر عبث دل کو لئے پھرتے ہین ہم سینے مین

جنت کی آرزو نہین دوزخ کا غم نہین
خوف و رجا کی قید مین مدت سے ہم نہین

منظور امتحانِ وفا ہے تو غم نہین
رکھین عزیز جان کسی سے وہ ہم نہین

جب دیکھتا ہون وہ دلِ اندوہگین ہے
کیونکر کہون کہ یار شریکِ الم نہین

کہ لو اُسی ادا سے پھر اکبار اور بھی
اب چاہ غیر کی ترے سر کی قسم نہین

کھاتے ہے سوزِ دل تو پڑے ہین ہزار داغ
پھولون کی ہے چھڑی مری شاخِ قلم نہین

لین دل مین چٹکیان نگہِ التفات نے
ظالم ستم سے تیرا کرم بھی تو کم نہین

آنکھون سے جا رہا ہون درِ یار کیطرف
چلتا ہون راہ اور نشانِ قدم نہین

کچھ اور فکر میرے ستانے کی چاہیے
تیرا ستم تو میری نظر مین ستم نہین

سیدھا کریگا یہ خمِ شمشیر کیا مجھے
قسمت کا بل نہین تری گیسو کا خم نہین

باہین گلے مین ڈالدے حسرت نکال لے
کچھ اور آرزو ترے سر کی قسم نہین

آنکھون مین دم رہیگا وہ جبتک نہ آئینگے
اے مرگِ بے خبر ترے قابو کے ہم نہین

کیونکر نکالون روکے دلِ زار کا غبار
سوزِ درون سے اب مری آنکھون مین نم نہین

قاتل اُنہین کہیگا زمانہ یہ فکر ہے
دوبھر ہے زندگی مجھے مرنیکا غم نہین

مین کیا کرون کہ ترکِ تعلق محال ہے
ہرچند اُسنے مجھکو امیدِ کرم نہین

کیونکر سناؤن آپکو حسرت بھرا کلام
کچھ درد ہم نہین ہین شررؔ میرؔ ہم نہین

اُلفت مین اپنی جان بھی جائے تو غم نہین
پھیرین قدم جو راہِ وفا سے وہ ہم نہین

ہم چاہتے ہین آپ ہی اُسکو خرید لین
دنیا مین یون تو دل کے خریدار کم نہین

کافی ہے اتحاد و وحدت کا یہ ثبوت
تو ہے ہمارے دل مین ترے دل مین ہم نہین

واعظ ڈرا رہا ہے ہمین ایک حشر سے
دنیا مین ہر حسین قیامت سے کم نہین

یارانِ رفتگان کا پتا کس سے پوچھیے
ایسے گئے کہ راہ مین نقشِ قدم نہین

وحشت دکھا رہی ہے ہمین ہر جگہ کی سیر
صحرا مین ہم نہین ہین کہ گلشن مین ہم نہین

بسمل کا دم یہ سنتے ہی فوراً نکل گیا
قاتل نے جب کہا مرے خنجر مین دم نہین

منظور ہے جو قتل مرا دیکھ لے ادھر
تیری نگاہ خنجرِ بران سے کم نہین

کیا فائدہ جو اب ہو پشیمان جور سے
کیا میری نبض دیکھتے ہو مجھ مین دم نہین

تمنے شررؔ جو عشق کیا کیا برا کیا
آفت نہین ہے قہر نہین ہے ستم نہین

ہزارون حسرتین ہین سیکڑون ارمان ہین دلمین
یہ کیسی جان میری ڈالدی چاہت نے مشکل مین

کسیکو کیا خبر کیا راز ہین مقتول و قاتل مین
ذرا آنکھین ملین باہم کہ باتین ہو گئین دلمین

ذرا سا رحم بھی پاتا ہون اب اُس شوخ کے دلمین
کچھ آسانی بھی پیدا ہو چلی ہے میری مشکل مین

ہوئی تھی ابتدا کس سے گریبان مین تو منہ ڈالین
وہ خود انصاف کر لین منصفی سے سوچ لین دلمین

ڈرے کیا موت سے وہ جو ہتیلی پر لئے سر ہو
کفن باندھے ہوے پھرتا ہون سر کوے قاتل مین

ہزارون بھید ایسے ہین جنہین مین کہ نہین سکتا
زبان پر جو نہ آئین ایسے لاکھون راز ہین دلمین

اِسی سے بیکسونکی مشکلین آسان ہوتی ہین
خدا رکھے یہی دم خم ہمیشہ تیغِ قاتل مین

یہی باتین تمہاری کام کر جاتی ہین نشتر کا
یہی فقرے سے کھٹک جاتے ہین کانٹے کیطرح دلمین

یہانتک کسطرح پہنچا یہ مجھسے پوچھتا کیا ہے
ہوائے شوق لے آئی اڑا کر تیری محفل مین

محبت مین بس اب اپنا شرر اللہ مالک ہے
گھرا ہون آفتون مین پڑ گئی ہے جان مشکل مین

رکھ لون تصویر تری چہرے کے پہلو دل مین
مدعا یہ ہے کہ آباد رہے تو دل مین

کس سے اٹھین گی ترے تیر نظر کی چوٹین
نہ یہ طاقت ہے جگر مین نہ یہ قابو دل مین

ہاتھ لا یار کہ تو نے بھی وہی بات کہی
مین ابھی سوچ رہا تھا یہی پہلو دل مین

یہی بدلا ہے بھلا میری وفاداری کا
اے جفاکار کچھ انصاف تو کر تو دل مین

پیچ عاشق کے مقدر کا نکلتا ہی نہین
الجھنین ڈال رہا ہے ترا گیسو دل مین

تیرا صدقہ ہے کہ یہ گھر رہے آباد مدام
کبھی آنکھون مین رہا اور کبھی تو دل مین

سید سے فقرون سے تو قابو مین نہ آیا وہ شرر
اور سوچو کوئی چلتا ہوا پہلو دل مین

کٹتی ہے میری عمر عجب اضطراب مین
اے عشق تو نے ڈالدیا کس عذاب مین

کیون جا رہے عزیز نہو داغ آرزو
رونق اسی سے ہے دل خانہ خراب مین

تیری وہ باتین جو ہمین یاد آگئین
رو رو کے ساری رات کٹی اضطراب مین

[illegible] رسم وفا مین کمی پڑے
مین کیا زمانہ ہون کہ رہون انقلاب مین

[illegible] لطف [illegible] ہے تمہین
دشمن نے جو کہا ہو وہ لکھدو جواب مین

[illegible] مین رکا ہوا
دریا کو ہمنے بند کیا ہے حباب مین

[illegible] سے سوا ہو درد
تڑپا گئے وہ اور بھی آئے جو خواب مین

فرقت مین اٹھتے اٹھتے شرر درد تھک گیا
میرا عذاب خود ہی پڑا ہے عذاب مین

یاد رخساروں کی ہے دن رات انگاروں میں ہوں
وائے قسمت پھول ملیں اور میں خاروں میں ہوں

دل لگا کر کیسی کے ناز برداروں میں ہوں
میرے ہمدرد نہیں وہ میں اُسکی غمخواروں میں ہوں

مجھسے کیا برتاؤ ہیں آنکھیں ملاؤ تو ذرا
غیر سے تو کہہ رہے ہو میں وفاداروں میں ہوں

ہاں بجا ہے پیار کی نظر نے دیکھا ہے نہیں
مجکو جو چاہو سزا دو میں گنہگاروں میں ہوں

تیرے صدقے پھر اُسی انداز سے کہدے ذرا
میں نے دیکھا ہے زمانہ میں بھی ہشیاروں میں ہوں

کہہ رہی ہے اُسکی رحمت جب ہم بھیجدے مرے
تو وہ سودا ہے کہ میں تیرے خریداروں میں ہوں

سختیوں کے ساتھ اے صیاد تو اتنا بھی سن
ذکر گلشن چھیڑدے تازہ گرفتاروں میں ہوں

مختلف ناموں سے ہوں مشہور تیری عشق میں
جنگلوں میں قیس ہوں فرہاد کہساروں میں ہوں

غیر تجھسے جی چراتا ہے تو کچھ پروا نہ کر
اے جفا اے یار میں تیرے خریداروں میں ہوں

حشر میں ڈرتا ہے کیوں کہدی خدا سے ای شررؔ
کام تیرا عفو عصیاں میں گنہگاروں میں ہوں

یہ نہیں موقع نہ آنا تو دل ناشاد میں
اے ہجوم بیخودی میں ہوں کسیکی یاد میں

یا تو موت آجائے مجکو ان بتوں کی یاد میں
یا اثر تھوڑا سا دے یارب مری فریاد میں

پوچھتے کیا ہو حقیقت شب کی اس کمبخت سے
رات ساری جسنے کاٹی نالۂ فریاد میں

ہائے یہ برسات کا موسم یہ ایام بہار
اور جوشش یاس ایسا خاطر ناشاد میں

جسنے کاٹا کوہ غم اور کوہکن نے کوہ سنگ
فرق ظاہر ہو گیا شاگرد میں اُستاد میں

اپنے اپنے کام میں ہیں محو دونوں ہر گھڑی
جان تیرے دھیان میں ہے دل ہے تیری یاد میں

کیوں نہ رکھیں تیرے سودائی اسے دلسے عزیز
ہے خلش مژگاں کی کچھ کچھ نشتر فصاد میں

آسمان نے رکھدیا سر پر وہیں غم کا پہاڑ
جب ذرا ہم خوش ہوئے اس عالم ایجاد میں

جان دیکر اور بھی اُسکی پریشانی بڑھی
بال شیریں نے جو کھولے ماتم فرہاد میں

اے شررؔ جیسے مرے نواب ہیں فرمان روا

دونی رونق ہوگئی ہے مصطفےٰ آباد مین

انہین پروا نہین فریاد مین تاثیر نہین — اب ٹھہر جائے طبیعت کوئی تدبیر نہین

میری آنکھون نے وہ عالم کا مرقع دیکھا — تیری تصویر کا ثانی کوئی تصویر نہین

جستجو مین تری اس درجہ مزا آیا ہے — کہ مجھے کچھ گلۂ گردش تقدیر نہین

کیا خبر دل مرا مجروح ہوا ہی کیونکر — آپکے پاس کوئی تیغ نہین تیر نہین

میرے سینے مین ہی نورِ رُخِ روشن تیرا — یہ ہے وہ شمع جسے حاجت گلگیر نہین

دولتِ عشق سے طالب تری مستغنی ہین — پاس اُنکے کوئی منصب نہین جاگیر نہین

مہربانی سے شرر کو جو وہ بلواتے ہین
ایسی کمبخت کی قسمت نہین تقدیر نہین

پیکان ہے ترا دل کی جگہ دل اگر نہین — کیا فکر ہو ہمین یہ ضرر مین ضرر نہین

روشن فلک پہ شمس نہین یا قمر نہین — داغِ دلِ حزین کے مقابل مگر نہین

دل مین یہی ٹھنی ہے کہ ہو جائے فیصلہ — یا آج اُسکی تیغ نہین یا یہ سر نہین

مین بھی ہون غیر بھی ہے مگر اُسکا التفات — قسمت کی بات ہی کہ اُدھر ہی اِدھر نہین

تلوار باندھ لی یہ کہان میرے قتل کو — کہتا ہے اک جہان تمہاری کمر نہین

وہ روندنے چلے ہین ہمارے مزار کو — دنیا کی اونچ نیچ کی جنکو خبر نہین

پھر چاہتا ہون مین اسی اندازِ ناز سے — کہدو خدا کیواسطے مُنہ پھیر کر نہین

خود جانتے ہین غیر کی بدنامیونکو آپ — کہنے کی بات ہے کہ ہمین کچھ خبر نہین

جائے بھلا شرر ترے کوچے سے کس طرف
خانہ خراب کا کہین دنیا مین گھر نہین

وہ حالِ عاشقِ ناشاد سے خبر ہی نہین — جو اس سے پہلے کبھی تھی وہ اب نظر ہی نہین

سوالِ وصل کا آتا ہے بعد کو لب پر — زبان سے اُنکی نکلتی ہے پیشتر ہی نہین

شب فراق مرے گھر پکارتی آئی ۔ مین ایسی رات ہون جسکی کہین سحر ہی نہین
جہان مین چھائی ہے ظلمت نفاق کی ایسی ۔ کہ اس بلا سے کسیکو کہین مفر ہی نہین
قفس سے چھوٹے ہی بلبل تو کیا کرے صیاد ۔ وہ اڑکے جائے کہان اسکے بال و پر ہی نہین
یہ سچ ہے غیر پہ کیونکر نہو کرم تیرا ۔ اٹھا سکے تری بیداد وہ جگر ہی نہین

ہمارے دل کی بہارین نہین مٹین گی شرر
یہ وہ چمن ہے خزان کا جہان گزر ہی نہین

ہزار دن مین یہ ہم کہدین کہین مرنے سے ڈرتے ہین ۔ فدا ہین مبتلا ہین آپ پر شیدا ہین مرتے ہین
وصال اکدم مین ہوتا ہے ابھی کچھ کہا کہ مرتے ہین ۔ ہمین بہی آپڑی ہے ضد اگر ہٹ آپ کرتے ہین
قسم کہانے کا انکی جسکو کیونکر اعتبار آئے ۔ مرا سر کیا کوئی قرآن ہے کیون ہاتھ دہرتے ہین
بہت انسے شکایت جھوٹے وعدونکی نہین اچھی ۔ یہی کیا کم ہے نیچی آنکھ ہے کچھ عذر کرتے ہین
نہین تھمتے مری آنکھونکے آنسو کیا کرون یارب ۔ مین دامن مین بہی لیتا ہون تو یہ موتی بکھرتے ہین
ہوا جاتا ہے سب کا امتحان خنجر تو کہینچو تم ۔ انہین بہی تک لیہ ہمدم جو کہتے تھے کہ مرتے ہین
خدا رکھے نہین سے کھل رہا ہے اک چمن دل مین ۔ مرے داغ محبت کیسے تازہ گل کترتے ہین

شرر انسے نہ کر شکوہ مکرر وصل دشمن کا
غنیمت ہے یہی انکار کرتے ہین مکرتے ہین

دلاسے کی نہ باتین ہین نہ سمجھانے کی باتین ہین ۔ تمہاری بھولی باتین اور ترپانے کی باتین ہین
جو آئے ہو سنو میری کہو اپنی ہنسو بولو ۔ یہ خاموشی نہین گویا غضب ڈھانیکی باتین ہین
عدو کو ساتھ لیکر آئے ہو میری عیادت کو ۔ یہی بے موت گویا دم نکلجانے کی باتین ہین
وہ وعدے سب کرو مجھسے جو پوری ہو نہین سکتے ۔ وہ باتین سب سناؤ جو قسم کہانے کی باتین ہین
تسلی دل کو دینا عہد کرنا پھر مکر جانا ۔ ستم ہے قہر ہے آفت ہین مر جانیکی باتین ہین
یہ تیری شوخی و تقریر دنیا سے نرالی ہین ۔ وہی بس تو نے سیکھی ہین جو ترپانیکی باتین ہین

عدو کے کان مین کچھ کہ رہی ہین رازِ دل اپنا
کہا انکار انہ یہ سب میرے تڑپانیکی باتین ہین

خیال آیا تھا مرنے کا کہ خود آیا وہ ملنے کو
یہی اُس شوخ پر قربان ہو جانیکی باتین ہین

عدو سے ربط ہے چھیڑ ظالم کیون نہ کہتے ہم
کہ یہ باتین ہمارے دم نکلجانیکی باتین ہین

دلِ نادان وفائے عہدِ جانان غیر ممکن ہے
وہ آئین گے اِدھر یہ دل کے بہلانیکی باتین ہین

نگاہِ شوق سے بگڑی تو یہ عقدہ کُھلا ہمکو
کہ انکو پیار کرنا بھی ملال آنیکی باتین ہین

جو روتا ہون مزارِ آنسو کے قطرے عجب کہتے ہین
یہی تو گوہرِ مقصود ہاتھ آنیکی باتین ہین

عدو سے بار لیکر اُسنے میری قبر پر ڈالے
کہا انکا لطف یہ تجھ پہ ستم ڈھانیکی باتین ہین

عدو سے جب ہوئین سرگوشیان ذوجہ مین نے کہا
بھری محفل سے کچھ میرے نکلوانیکی باتین ہین

شرر جب مینے کین اُنکے تنِ نازک کی تعریفین
تو وہ بولے یہ باتین کہان کھوانیکی باتین ہین

دمِ آخر وہ آکر اور دل تڑپائے جاتے ہین
ہمارا دم نکلنا دیکھکر گھبرائے جاتے ہین

مرے مدفن کو دیکھا ہے تو وہ شرمائے جاتے ہین
قیامت سے بہت پہلے قیامت ڈھائے جاتے ہین

لڑکپن ہوگیا رخصت شباب آیا ہے جانے کو
وہ حسنِ چند روزہ پر عبث اترائے جاتے ہین

بھلا کیا خاک حسرت اپنے دل کی اُنسے نکلے گی
جو سُنکر آرزو کا لفظ بھی شرمائے جاتے ہین

یہ کہکر بہلا کمبخت کو کب تک مین سمجھاؤن
نہ گھبرائے دلِ مضطر ابھی وہ آئے جاتے ہین

نہ آئین اُنکی مرضی ہے مگر تسکین کو قاصد
کہین یہ جھوٹ ہی کہدے کہ وہ اب آئے جاتے ہین

غرورِ حسن سے لیتے نہین ہین دل مرا لیکن
اِسی پر پڑ رہی ہے آنکھ وہ للچائے جاتے ہین

عنایت پر عنایت ہو رہی ہے اُنکی دشمن پر
قیامت پر قیامت میرے دل پر ڈھائے جاتے ہین

نہ شیشہ ہے نہ ساغر ہے نہ مین پینے کے قابل ہون
بہار آئی ہے کیون مدفن پہ بادل چھائے جاتے ہین

جوانی آگئی نامِ خدا اب دیکھیے کیا ہو
وہ آئینے مین جوبن دیکھکر اترائے جاتے ہین

الٰہی دیکھتے ہی آئینہ کیون ایسی حیرت ہے
نرالے آج کچھ انداز اُنکے پائے جاتے ہین

شرر جلتا رہے لیکن رہِ زن یہ مطلب ہے
وہ پھر آنیکا وعدہ اس لئے دوہرائے جاتی ہین

اب آڑ مین کرم کی وہ ظلم ڈہا رہی ہین
دشمن کو ساتھ لیکر تشریف لا رہے ہین

اے گوشۂ عدو تو اب کیون رہیگا تنہا
بربادیون کو اپنی ہم ساتھ لا رہے ہین

لو وہ اٹھنا بھی انکا کیا کام دے رہا ہی
گردن مین ہاتھ ڈالے دشمن منا رہے ہین

کیا کیا بگڑ رہے ہین وہ عرضِ مدعا پر
تیور بدل بدلکر آنکھین دکھا رہے ہین

دیکھ اپنی کوششون مین تو کچھ کمی نہ کرنا
ہم جذبۂ محبت انکو بلا رہے ہین

وہ بیوفا ہماری سنتا نہین ہم اسکو
افسانۂ مصیبت ناحق سنا رہے ہین

بارِ وفا بھی جسنے اٹھا نہ تھا ہمارا
غیرون کا ناز بیجا کیونکر اٹھا رہے ہین

تو اے اجل کہان ہی کر سہل میری مشکل
غیر انسے چپکے چپکے باتین بنا رہے ہین

ہان ہون نہون مقررِ یہ حضرت شرر ہین
دیکھو تو منہ چھپائے وہ کون جا رہے ہین

بھرے سے دستِ رنگین سی جو وہ عیار شیشے مین
قیامت کے نظر آنے لگین آثار شیشے مین

جو وقتِ میکشی ابروی ساقی کا خیال آیا
شرابِ ناب کی موجین بنین تلوار شیشے مین

یہ دل شیشے سے بڑھکر ہی سمجھکر توڑیو اسکو
کہ ہو جاتی ہی پیدا ٹوٹنے سے دہار شیشے مین

نہین ہی سہل انکی دہیان کا دلمین ٹھہر جانا
پری کا بند کرنا ہے بہت دشوار شیشے مین

یہ چھپکر کون جاتا تہا درِ میخانہ سے زاہد
یہ لیکر کون بیٹھا تھا پسِ دیوار شیشے مین

برا چسکا ہی مے کا بھی ہزار اس سی کری توبہ
لگی رہتی ہے پھر بھی نیت میخوار شیشے مین

اشارہ چاہتی ہی آپکے دستِ نگارین کا
نکلنے کے لئے ہے دخترِ رز تیار شیشے مین

کھنچے جاتے ہین مے نوشونکی دل کیا بات ہی ساقی
پری ہی بند یا ہے بادۂ گلنار شیشے مین

نہ ڈالین اپنی نظرین دخترِ رز پر ہو نہین سکتا
جو ہم رندون سے شرما کر چھپے سو بار شیشے مین

بھلا کیا بات ہے کیوں اس سے زاہد ایسی کہتے ہیں
شراب ناب کی ہے موج یا تلوار شیشے میں

ہوا دل خوش کہ صورت میں اسی سے میں مشابہ ہوں
شرر بر جسدم نظر آئی ہے گلنار شیشے میں

اظہارِ سوزِ دل کبھی کرتا نہیں ہوں میں
بزمِ جہاں میں شمع کا شعلہ نہیں ہوں میں

دو دو پہر تک آپ میں آتا نہیں ہوں میں
ہاں کچھ مرض ضرور ہے اچھا نہیں ہوں میں

مانا عدو کا چاہنے والا نہیں ہوں میں
لیکن کسی کے خون کا پیاسا نہیں ہوں میں

جنسِ وفا ہوں خلق خریدار ہے مگر
گاہک ہوں آپ جسکے وہ سودا نہیں ہوں میں

وہ جور کونسا ہے جو کرتا نہیں ہے تو
لیکن گلہ زبان پہ لاتا نہیں ہوں میں

اے چارہ گر علاج بتا دردِ ہجر کا
یہ خود سمجھ رہا ہوں کہ اچھا نہیں ہوں میں

اس طرح ٹال جاتا ہوں دشنام یار کو
جیسے کسی کی بات ہی سنتا نہیں ہوں میں

چپ ہو گیا تو بولنا میرا محال ہے
کہنے پہ آگیا تو جھجکتا نہیں ہوں میں

کیونکر کہوں فراق میں کوئی نہیں رفیق
ہمدم ہے تیرا دھیان اکیلا نہیں ہوں میں

بوسے کے بدلے جان کا مجھسے سوال ہے
کہتے ہیں وہ کہ مفت کا سودا نہیں ہوں میں

دیوانگی عشق سے حالت تباہ ہے
کیوں دیکھتے ہیں لوگ تماشا نہیں ہوں میں

کیونکر تمہارے ساعدِ نازک کو چوم لوں
مجبور ہوں کہ پھولوں کا گجرا نہیں ہوں میں

یہ سچ ہے مجھسے آپ کو نفرت ضرور ہے
یہ جھوٹ ہے کہ آپ کا شیدا نہیں ہوں میں

دل لے گھڑی گھڑی کی خبر لیتی ہے مجھے
گو بزمِ یار میں کبھی جاتا نہیں ہوں میں

میں کیا کروں کہ آپ بھر آتا ہے دل مرا
کچھ اپنے اختیار سے روتا نہیں ہوں میں

وہ اور بات ہے نہ کہوں رسمِ غیر کو
وہ بات کونسی ہے جو سمجھا نہیں ہوں میں

میری مجال ہے نہ کہوں میں تجھے خدا
یہ کسنے کہدیا ترا بندہ نہیں ہوں میں

شاکی وہ میرے غیر سے ہیں مجھسے غیر کے
اس سے یہ مدعا ہے کہ کیسا نہیں ہوں میں

ٹھہرین سکون ہے نہ بیابان مین ہی قرار
مثلِ غبارِ راہ کہین کا نہین ہون مین

رحمت یہ پڑ رہی ہے لطف حشر مین شرر
ہر چند کچھ زبان سے کہتا نہین ہون مین

نظر ہے جسکی تجلی آج وہ آیا ہی گلشن مین
لرزتا ہون نہ رہجاؤن کہین جلکر نشیمن مین

وہی مین ہون وہی بیتابیِ خاطر کی حالت ہے
مین سمجھا تھا فنا کے بعد چین آئیگا مدفن مین

سیون کیا خاک دشتِ بیکسی مین چاکِ دل اپنا
گریبان مین نہ کوئی تار باقی ہے نہ دامن مین

جوانانِ چمن کا رنگ نکھرا تیرے پرتو سے
یہ کلیان ہین کہ پریان جھومتی ہین صحنِ گلشن مین

خزان مین بوئے گل بنکر چمن کا اڑگیا جوبن
کہو بلبل سے اب بیٹھی رہے اپنے نشیمن مین

اگر تم دوست بنکر میرے دلکا خون کرتے ہو
تو پھر اتنا بتادو اور کیا ہوتا ہے دشمن مین

یہی شوخی کا عالم ہے تو اِک دن دیکھ ہی لینگے
بھلا کب تک چھپے بیٹھے رہین گے آپ چلمن مین

مزہ ہو پیکر جب جھکین تو اپنے ہاتھ ہم ڈالین
کبھی شیشے کی گردن مین کبھی ساقی کی گردن مین

ابھی بچپن ہی وہ کیا جانے ہوتی ہی حیا کیسی
زمانے بھر کی شوخی کھیلتی رہتی ہی چتون مین

تمہارا ہوش جسنے طور پر کھویا تھا اے موسیٰ
وہی جلوہ ہے اُس بت کی نقابِ نورِ روشن مین

خزان نے کیا غضب ڈہایا تڑپتی رہگئی بلبل
گلون کی دھجیان کردین اُڑا دی خاکِ گلشن مین

وہ ہمسے چھپکے بیٹھے ہین دکھا جلوہ اُٹھا بھی دے
نسیم آہ ایسی بات کیا ہے اُنکی چلمن مین

لگا کر ٹھوکرین کشتون کو اپنے کیون جلا بیٹھے
یونہی سونے دیا ہوتا اگر سوتے تھے مدفن مین

شرر کو کیون سمجھتا ہے اکیلا قبر مین ظالم
ہزارون حسرتین سر پیٹتی ہین اسکے مدفن مین

ذکر جب وصل کا آتا ہی اُڑا کرتی ہین
یہ پری زاد بھی دل لیکے مزا کرتے ہین

کون کہتا ہی کہ بیکار رہا کرتے ہین
روز یہ بُت ستم ایجاد کیا کرتے ہین

اب نہ بیداد کا شکوہ نہ کرم کی حاجت
خوش رہین وہ جو ہمین رنج دیا کرتے ہین

یہ نئی اور قیامت مین قیامت ہو بپا
آج محشر مین وہ انکار جفا کرتے ہین

نگہ لطف کرو چاہو تغافل برتو
تمسے ہر حال مین ہم خوش ہین دعا کرتے ہین

آنکھ لڑجانے کا الزام دیا ہے الٹا
دیکھنا یہ ہے کہ اب اور وہ کیا کرتے ہین

محفل یار مین اندھیر نرالا دیکھا
شمع کی طرح یہان دل ہی جلا کرتے ہین

محو حیرت ہون مری طرح جو دیکھین تمکو
وہ پتنگے جو چراغون پہ جلا کرتے ہین

ایسی تقدیر ہے ... دن وصال جانان
دل کی حسرت پہ ہم پھرون ہنسا کرتے ہین

آپ دیتے نہین ساغر مجھے اور آپ ہی وہ
میری محرومی قسمت پہ ہنسا کرتے ہین

بات کیا ہے کبھی گھر پہ نہین ملتے ہمکو
اے شرر آپ کہان دور رہا کرتے ہین

نامہ بر لے آ انہین یا نامہ پہنچا دو انہین
آکے سمجھا دے مجھے یا جاکے سمجھا دے انہین

چین سے کب بیٹھنے دونگا بھلا دشمن کو ستا
دیکھنا وہ آہ کھینچونگا کہ تڑپا دے انہین

لکھ نہین سکتا مین اپنا حال ایسا حال ہے
نامہ بر لیجا کے دیدے یہ ورق سادا انہین

وہ پرائے حال سے واقف تو ہون ...
ٹھوکرین دو چار گلیون مین تو کھلوا دے انہین

یہ تو انکا کام ہے مانین نہ مانین ای امید
کمسنی مین جو کہا تھا یاد دلوا دے انہین

مجکو تڑپا کر ترا کیا کام نکلے گا بھلا
درد پنہان مین تو جب جانون کہ تڑپا دے انہین

آتش الفت نہ بجھنے پائے اے آہ رسا
دل کے شعلے ہون اگر دھیمے تو بھڑکا دے انہین

خانہ دل مین بلاتا ہون تو کہتے ہین شرر
اسمین جو ارمان ہین پہلے نکلوا دے انہین

بندے اللہ کے انوار کو کیونکر دیکھین
آنکھ رکھتے نہین اسرار کو کیونکر دیکھین

تاب نظارہ نہین ہوش ربا ہی جلوہ
دیکھنے والے رخ یار کو کیونکر دیکھین

جی یہ ڈرتا ہے نہ لگجائے کہین اپنی نظر
آنکھ اٹھا کر رخ دلدار کو کیونکر دیکھین

حیرت حسن سے آنکھون پہ پڑے ہین پردے
ہائے ہم اپنے طرحدار کو کیونکر دیکھین

اُنکو یہ ڈر ہے کہین رحم نہ آجائے ہمین
وہ بھلا حال دل زار کو کیونکر دیکھین

کیا کرین جلوۂ عارض ہے نقاب عارض
حسرت دیدہ بتا یار کو کیونکر دیکھین

خاک پر لوٹتے ہین شوق جبین سائی مین
یا الٰہی در دلدار کو کیونکر دیکھین

کیا قیامت ہو قیامت مین پردہ کرکے
کہتے ہین تجھسے ستمگار کو کیونکر دیکھین

جو دکھائیگا مقدر اُسے دیکھین گے مگر
غیر سے آپکے اس پیار کو کیونکر دیکھین

نارسائی رہ مقصود مین جب رہبر ہو
کس طرح پہنچین وہان یار کو کیونکر دیکھین

دل لیا پردے سے آواز سُنا کر جس نے
کیا کرین ایسے خریدار کو کیونکر دیکھین

نظر آتی نہین مشتاق ہو دل پاکے مزہ
اے جنون ہم خلش خار کو کیونکر دیکھین

سامنا ہونے سے پہلے ہمین غش آتا ہے
آپ مین رہ کے رخ یار کو کیونکر دیکھین

نام ہو جائیگا بدنام مسیحائی کا
تم یہ کیا کہتے ہو بیمار کو کیونکر دیکھین

اے شرر کہتے ہین ڈر ڈر کے وہ بدنامی سے
ہم کسی تازہ خریدار کو کیونکر دیکھین

تمہین پیار سے کیون نہ دیکھا کرین
محبت سے مجبور ہین کیا کرین

مرے درد کا وہ مداوا کرین
اگر ہین مسیحا تو اچھا کرین

تجھے پاتے ہین ہم عدو کے یہان
مقدر برا ہے اسے کیا کرین

جگر مین وہ لین چٹکیان شوق سے
غرض یہ ہے مجکو ستایا کرین

وہ ہمسے خفا جی سے ہم ہوگئے
جو اب ہاتھ ملتے ہین ہم کیا کرین

نہ پائین گے جانباز ہمسا کوئی
خدا کی خدائی مین ڈھونڈھا کرین

دل اب اُنسے ہم پھیر سکتے نہین
ستایا کرین یا رلایا کرین

گھڑی بھر کہین چین ملتا نہین
الٰہی کہان جائین ہم کیا کرین

سبھی کچھ ملا ایک تو کیا ملا
دیا تُنے دل تجھسے بیدرد کو

بس اب اَور ہم کیا تمنا کرین
خود اپنے کئے کی دوا کیا کرین

نکلنا مصیبت سے ممکن نہین
شرر اب نصیبون کو پیٹا کرین

عارضِ انور ہے کسکا عکس افگن پھول مین ‏— کیون چراغ طور ہم پاتے ہین روشن پھول مین
جب مزہ تھا یون ترا ہوتا نشیمن پھول مین ‏— پھول کی بو کا ہے بلبل جیسے مسکن پھول مین
دستِ وحشت چاک کرنے کے لیے باقی ہے ‏— ایک دامن وحشت مین ہر ایک دامن پھول مین
تو اگر توڑے نکلجائے تمنا پھول کی ‏— تو اگر دیکھے سوا ہو جائے جوبن پھول مین
یون عدو کی وفا دل مین ہوئی گوشہ گزین ‏— پھول کی بو جیسے بھی رہتی دشمن پھول مین
آپکے عارض نے کب چھینا دلِ پُر داغ کو ‏— خود لگایا ہمنے اِک چھوٹا سا گلشن پھول مین
ہو نہین سکتے مرے چاکِ گریبان کی جواب ‏— اور بھی سب اگر ہون لاکھ دامن پھول مین
خاک کر دے گی جلا کر آتشِ رخسارِ گُل ‏— بلبلِ ناشاد کیا رکھے نشیمن پھول مین
تیرے پلکون کی جگہ مدت سے داغِ دل مین ہے ‏— یہ نرالے خار ہین اُو رشکِ گلشن پھول مین
کیا شہیدِ عارضِ رنگین کو دینا ہے کفن ‏— کس لیے خوش ہوگئے دیکھا جو دامن پھول مین
جلوہ عارض ترا تجھسے سوا عیار ہے ‏— بلبلون کے ہوش لوٹے بنکے جوبن پھول مین
تیر اندازی کرے چشمِ فسون گر کی بلا ‏— کیون دمِ سیرِ چمن ہون لاکھ روزن پھول مین
میرے دل مین بھی کبھی تھا خرمی کا گھر یونہی ‏— جس طرح اے رنگِ گل تیرا ہے مسکن پھول مین

ہائے وہ کہنا کسیکا نورِ عارض دیکھکر
اے شرر ہم دیکھتے ہین حُسنِ گلشن پھول مین

یادِ رُخ سے ترے نرگس رہی حیرانی مین ‏— زلف کو دیکھکے سنبل ہے پریشانی مین
حُسنِ واللیل نمایان ہے تری گیسو سے ‏— شانِ والفجر نہان چہرۂ نورانی مین

اڑ گئی نیند جو یاد آئے وہ بکھرے ہوئے بال
کٹ گئی چار پہر رات پریشانی میں

حسرت و یاس و الم دل میں رہی ہیں آکر
خوب سامان ملے بے سر و سامانی میں

سر مجھے پھوڑتے دیکھا تو وہ ہنسکر بولے
وہی ہوگا جو لکھا ہے تری پیشانی میں

تم وہم نزع جو آئے تو قضا سے بگڑی
مشکلیں ہوگئیں شامل مری آسانی میں

ہجر کی رات سے نوشہ کا بھی رشتہ جوڑو
جوڑ اسکا بھی لگا دو شب طولانی میں

ابر اللہ در احمد مرسل پہلو
اے شرر عمر بہت کاٹ دی نادانی میں



و



بلا سے جان لیتا یا مرا ایمان لیتا تو
بھلا اتنا تو ہوتا اپنا شہید جان بیتا تو

تجھے ظالم جو مشتاق شہادت جان لیتا تو
نہ ایسے وار کرتا تو نہ میری جان لیتا تو

کیلایا دل مرا کچھ شاد ہو کر مجھسے فرمایا
ملا دیتے اسے ہم خاک میں تو جان لیتا تو

وہ کہتے ہیں نہ ملنے کا نہ کرتا آہ سے تو شکوہ
اگر مجبوریاں کچھ بھی ہماری جان لیتا تو

طبیعت کچھ بہلجاتی دل مضطر ٹھہر جاتا
اگر اچھی بری حالت مری پہچان لیتا تو

تنا ہے ہماری زندگی میں تو یہاں آتا
پھر اسکے بعد حاضر تھی اگر یہ جان لیتا تو

اگر بیخود نہوتا میں اگر حالت نہوتی یہ
تجھے پہچان لیتا میں مجھے پہچان لیتا تو

محبت کی کشش آرام سے رہنے نہیں دیتی
نہ آنیکا اگر دل میں ارادہ ٹھان لیتا تو

اگر مجکو شکایت ہو اسی ظالم حیا سے ہو
جو شوخی آنکھ دیتی بات میری مان لیتا تو

شہیدان ادا کا شوق ہوتا سیر کے قابل
وفا اور جور کا موقع اگر پہچان لیتا تو

ترے بیرحم دل پر بھی اثر ہوتا قیامت کا
شرر پر جو گزرتی ہے اگر کچھ جان لیتا تو

ہر اک جانباز مشتاق شہادت ہے خبر لیلو
یہی کہتے ہین دل تو لے چکے حاضر ہے سر لیلو

ہزارون ہین مقتل مین اک طرفہ تماشا ہو
تم اپنے دست نازک مین اگر تیغ دو سر لیلو

تغافل کا نہین موقع خدا کے واسطے اب تو
ذرا تیغ نظر سے سرفروشون کی خبر لیلو

بڑا احسان ہو میرا اگر اپنے کرشمے سے
ہماری جان مرگ ناگہان سے پیشتر لیلو

... نہ ہو گیا ہے خاک اڑاتے انکو جنگل مین
کسی دن اپنے دیوانون کی اگر تم خبر لیلو

بتا دو تو سہی ایسی رکاوٹ کا سبب کیا ہی
کرو باتین ہنسو بولو ذرا کروٹ ادہر لیلو

جو شرماتے ہو تم اسکی ضرورت کیا ہو کہو بھی
ہمارا دل ستانے کے لئے منہ پہیر کر لیلو

جو کہتا ہون مجھے کچھ تو نے باغ محبت سے
تو کہتا ہے کہ نفس نامرادی کا ثمر لیلو

... ہاتھ مین ... عبث زحمت اٹھاتی ہو
اگر منظور ... رنگت مرا خون جگر لیلو

جدائی کی تمنا نے کہا یہ کان مین آکر
کہ ... اٹھتے جوبن کا مزہ اب ای شمر ہو

... کی طرح مایوس میرا آبلا کیون ہو
چھپا سینے دو کا شایہ زلفون سے جدا کیون ہو

... دم خنجر سے بھی محروم رکھتے ہین
یہ مطلب ہے کہ بسمل کا خم دل سرا کیون ہو

... کی شرارت ہے کہ میری لاش پر آکر
وہ مجھسے پوچھتے ہین آج چپ کیون ہو خفا کیون ہو

... اسے کیا کر ... ذکر جفا ہم رشک کہتا ہی
قیامت کی بھری محفل مین انکا تذکرا کیون ہو

... دلربائے ناز کا دل خود تلاشی ہے
نشانہ آپ کھینچے جسکو ... وک خطا کیون ہو

... آنکھ تمسے اسکو جو چاہو سزا دیدو
ہمارے سر کی کیا تقصیر ... تن سے جدا کیون ہو

... مرنے سے ڈر ہو وہ کیون چلے راہ محبت مین
جب اپنی جان پیاری ہو تو تیر مبتلا کیون ہو

ہمین ارمان ہین لطف شہادت کے مزے لوٹین
کسیکی ناز کی کہتی ہے ایسا حوصلا کیون ہو

... خوشی آپکی جب آشنائے جور بیجا ہے
تو پھر میری فغان تاثیر سے نا آشنا کیون ہو

... غیر کے گھر اور نہ آئی موت بھی ہم تک
شکایت ہو تو قسمت سے ہو دشمن کا گلا کیون ہو

ہمارے [illegible] دنیا کے آئینے
وہ میرے [illegible] دو سر کیون

پس مرون [illegible] یاد دیا مجکو
میرے سینے پہ رکھکر ہاتھ وہ بولے خفا کیون

[illegible] خلوت مین [illegible] شوخی ناز نے [illegible]
[illegible] تو آتا ہو [illegible] کیون

وہ [illegible] پھولے ہوئے کیون لاش پر میری چلے آتے
مروت کیا ہی آکے ہنگامۂ محشر سب کیون

[illegible] دل مین [illegible] بھی ہے ایک کہتا
کسیکا [illegible] میرے سوا [illegible]

جو [illegible] ہو وہان سچ سچ بتانے مین [illegible] صید
جسے سنکر وہ بگڑے ہون وہ میرا [illegible]

کہین اچھا وہ غیرون کو بلاوین ہان مین ہان نہین بھی
بگاڑے کوئی کیون انسے کوئی [illegible] کیون

شرر گرمی کے موسم مین نہ کیونکر دل ہوا افسردہ
خزان جب چھائے عالم مین تو میرا دل ہرا [illegible]

آنے جانے کا یون ہی شہر مین چرچا تو نہو
غیر کے گھر تمہین جاتے ہوئے دیکھا تو نہو

ایسی کیا اٹکی ہے کیون آج طلب ہی میری
[illegible] دینے کا کہین مجھ پہ تقاضا تو نہو

شام کو بندے شوق روز جو آتا ہی نظر
یہ [illegible] کہین خون تمنا تو نہو

یہ بھی کیا کم ہے ہمین بھی ہے تعلق انسے
[illegible] نہین اور نتیجا تو نہو

کس لئے پھول کی افسردہ کلی بھیجی ہے
نامہ بر [illegible] اسنے کہین مانگا تو نہو

ہم سمجھتے نہین سمجھاتے ہین ناحق ناصح
انسے آنکھون کا لڑانا نہین اچھا تو نہو

جی مین آتا ہے کہ ہم چیر کے پہلو دکھین
کیون [illegible] ہوتی ہے دل مین کہین [illegible] تو نہو

میرے لاشے کو جو دیکھا تو وہ ہنسکر بولے
دیکھنے کا ہمین پہلو نکالا تو نہو

اے شرر اسنے جفاؤن سے بھی کر لی توبہ
آزمانے کو محبت کے یہ دھوکا تو نہو

یہ تمسے کون کہتا ہی کہ تم راز عدو کھدو
ہمارا نام جسمین تھا وہ قصہ ہو بہو کھدو

عدو اپنی تمناؤن کا قصہ تمسے کہتا ہے
اب اسکو بھی مرے ارمان کی تم گفتگو کھدو

پھرتا ہون گردش قسمت کے ہاتھون خاک اُڑاتا ہون / مرے جلے ہوے دل کی تم آہ تو دیکھ دو

ثابت دونون جانب سے ہوئی اسکا چھپانا کیا / عدو کے سامنے مجھکو ... دیکھ دو

محبت جس سے ملو تو عداوت مجکو ہی اُس سے / سبب مجھے اسکا عدو دیکھ ... عدو دیکھ دو

نہ ہون مست ہوگا درد الفت کا یہ قصہ ہے / جو کہنا ہے بلا کر مجھکو ... دیکھ دو

جو میرے دل کی حسرت ہے دے تم آپ ہی سنلو / یہ کیون تاکید ہے ... عدو ... دیکھ دو

نہ اُنکا سا سنا ہے راز پنہان چھپ نہین سکتا
جو گزری ہو شمر دلبر اُسے تم ہو لکھ دو

نکلے جو گھر سے وہ پئے گلگشت شام کو / فتنے بھی ساتھ ساتھ چلے اہتمام کو

مین جانتا ہون خوب جو اُنکا مزاج ہے / وعدہ کیا ہے صبح کا آئینگے شام کو

کرتے ہین ہم سلام تو اللہ رے غرور / اُٹھتا نہین ہے ہاتھ جواب سلام کو

بیمار غم کا آپ سے بس ہو چکا علاج / بلوائیے مسیح علیہ السلام کو

آتی ہی روز میرے ہی گھر دوڑ دوڑ کر / یہ عشق مجھسے ہی تری فرقت کی شام کو

صورت جو دیکھی اُنکی تو جاتی رہی حواس / قاصد نے اپنے جی ہی مین کھایا پیام کو

دل مین مرے ٹھہر کے پکارین یہ حسرتین / تقدیر سے ملا ہے گھر اچھا قیام کو

ان بیوفائیون سے یہ ثابت ہوا ہمین / باقی نہین ہے مہر تری دل مین نام کو

دل ڈھونڈھتا ہی آنکھین بھی مشتاق دید ہین / یارب دکھا دے اُس بت محشر خرام کو

ارمان ہی کہ ہمکو نہ خالی خدا دکھائے / تسے بلبل کو بادہ گلگون سے جام کو

مجھکو ہوا گمان تجلی طور کا / رونق یہ آج دی تری جلوے نے بام کو

نازک خیالیون کا مرقع ہے یہ شعر
رکھین نہ کیون عزیز ہمارے کلام کو

بے جرم ہون وہ در پئے تعزیر ہی تو ہو / ثابت اب اُسکے زعم مین تقصیر ہی تو ہو

کھتے ہین رسمِ غیر کا چھٹنا محال ہے
جو نفس مدعا ہو اُسے ہم سمجھ لئے
مرنے کی دلمین ٹھان چکے ہم تو خوف کیا
غش مین ہون اب وہ صدمۂ درد جگر نہین
ہمنوا اجل کے ساتھ بغلگیر ہو چکے

اِس سے جہان مین مری تحقیر ہی تو ہو
اُلجھی ہوئی جناب کی تقریر ہی تو ہو
ٹیڑھی نگاہ آپ کی شمشیر ہی تو ہو
آنے مین موت کے ابھی تاخیر ہی تو ہو
اب کوئی غیر سے جو بغلگیر ہی تو ہو

کب جیتے جی تھی عشق مین عزت مری شرر
اب بعد مرگ لاش کی تشہیر ہے تو ہو

اُلفت مین حضرتِ دل رنج اُٹھاتے کیون ہو
جانتے ہو کہ یہ مرجائیگا بچنے کا نہین
اپنے در پر کسی بیکس کو پڑا رہنے دو
بیوفائی کا کیا اُنسے جو شکوہ بولے
نکہتِ گل سے پریشان نہو جاے دماغ
بھید کی بات زبانپر نہین لاتے اچھا

جب بُلاتا ہی نہین کوئی تو جاتے کیون ہو
پھر کلیجے پہ مرے تیر لگاتے کیون ہو
کوئی نقصان نہین ہے تو اُٹھاتے کیون ہو
بیوفا ہمکو سمجھتے ہو تو آتے کیون ہو
خرمنِ گل کی طرف باغ مین جاتے کیون ہو
ڈر نہین ہے جو کہیگا تو چھپاتے کیون ہو

اے شرر عشق مین آرام ملا ہے کسکو
دل اُنہین دیتے ہو کیون رنج اُٹھاتے کیون ہو

نشتر کی نوک ہو کبھی خنجر کی دھار ہو
قدسی لرزتے ہین ابھی غل ہو پکار ہو
غیبت نہین ہے جھوٹ نہین افترا نہین
اب یہ تمہاری راے کرو جس سے فیصلہ
باتون مین آدمی کی یہ تاثیر چاہیے
پورے ہو اپنی بات کے سچے ہو قول کے

تم میرے واسطے ستم روزگار ہو
نالہ جو میرا عرش معلےٰ کے پار ہو
کہتا ہون منہ پہ صاف کہ مطلب یار ہو
تلوار ہو چھری تبر ہو کٹار ہو
دشمن بھی جنکو سنکے گھڑی بھر مین یار ہو
کھتا ہے اک جہان بڑے وضع دار ہو

تم لو نظر سے جسکے کلیجے مین چٹکیان
اللہ غیر کی ہے بری بات بھی بھلی
خنجر جو آپ لائین مرے قتل کے لیے
میری تباہیون پہ ہین یہ دونون متفق
اس سے زیادہ کہہ نہین سکتا ہوائی تو
دیکھو نہ دیکھو آئنہ اچھی نہین یہ بات
جو کچھ گزر گئی شب غم میری جان پر

اُس خانمان خراب کو کیونکر قرار ہو
نیکی بھی مین کرون تو بدی مین شمار ہو
اتنا ضرور ہو کہ زرا تیز دھار ہو
روز فراق ہو کہ شب انتظار ہو
شان خدا ہو قدرت پروردگار ہو
اپنا ہی تیر اپنے کلیجے کے پار ہو
دشمن کو بھی نصیب نہ اے کردگار ہو

کب تک شرر رہوگے جوانی کی نیند مین
اُٹھو اخیر شب ہی زرا ہوشیار ہو

اُٹھو اے حضرت دل دیر کا جلوا دیکھو
تم مٹا دو جو کہین کچھ بھی فنا کا ہو نشان
لو ادھر آؤ دکھائین تمہین ہم دل اپنا
مجھ مین او غیر مین ہرگز نکرو بیچ بچاؤ
کھیل لڑکو نکا نہین درد محبت ہی غضب
ہم سنائین جو سنو قصہ بیتابی دل

آنکھ پائی ہے تو قدرت کا تماشا دیکھو
چھیل ڈالو جو کہین حرف تمنا دیکھو
مفت منظور ہو لینا تو یہ سودا دیکھو
تم تو بیٹھے ہوے دونونکا تماشا دیکھو
ہوش اُڑجائین جو بسمل کا تڑپنا دیکھو
ہم دکھائین جو تڑپنے کا تماشا دیکھو

عشق جنجال ہے جی کا اِسے چھوڑو بھی شرر
اور اچھا کوئی چلتا ہوا دہندا دیکھو

دم آخر قضا کی منتین کچھ دیر کرنے دو
خدا کے سامنے محشر مین یہ غصہ نہین اچھا
ادھر دل بیٹھا جاتا ہے ادھر زلفین سلجھتی ہین
قیامت مچ نہ جائیگی بلائین مجکو لینے کی

کرو تم وار رگ رگ کی مزے لے لیکے مرنے دو
اگر ہم دل جلے فریاد کرتے ہین تو کرنے دو
ہمین الجھن مین رہنے دو تمہین بننے سنورنے دو
تمہین کیا ڈر ہی اپنی زلف پیچا نکو بکھرنے دو

تمہارا کام بیرحمی ہی جانب کیا ترس کھاؤ
جلین خنجر نگاہون کے مری کوئی تو مر جاؤ

جناب دل وفا شیوہ تمہارا ہر کسی جا ہے
انہین کر دو عدو اور عدو سے پوچھ کر جاؤ

عدو کی جان نثار کا عیان ہو جائیگا دعویٰ
ذرا تیغ ادا کے گھاٹ پر اک دن اتر جاؤ

شرر کی دوزاری مین کبھی تاثیر ہی دیکھی
محبت ڈرتے ہو تو وہ آہ بھرتا ہی تو بھر جاؤ

خدا کو مان کر تھوڑی سی میری بھی خوشی کر لو
نہ دو بوسہ مگر تم سیدھی منہ سے بات ہی کر لو

یہ ناحق آئینہ کو دیکھ کر کس بات پر بگڑے
کہا کس نے کہ اپنا آپ سینہ [illegible] کر لو

تو اپنے دلپہ رکھو ہاتھ مجکو کیون نصیحت ہے
کلیجہ ہو تو دشمن کی محبت [illegible] کی کر لو

یہی رونا ہے ہمکو ورنہ ایسی بات ہی کیا ہے
ذرا تم دشمنون سے بھی ہمارے دشمنی کر لو

اگر جور و ستم دشمن کے حصے مین پڑے ہون
خدا کے واسطے تم میرے حصے مین کمی کر لو

اگر ٹھانی ہے دلمین قتل کی تو جان حاضر ہے
بلا سے چھوٹ جاؤن سارے جھگڑے نبی یہی کر لو

مین کچھ کہتا نہین دنیا مین عقبے کی خدا جانے
یہان باقی نہ رکھنا۔ ہون ستم جتنے سبھی کر لو

خدا کو منہ دکھانا ہے ستانا کچھ نہین اچھا
بتو تھوڑا بہت کچھ دھیان اسپر بھی کبھی کر لو

شرر کی جان کے مالک تھے تم اچھا کیا مارا
کہا کس نے کہ تم پوشاک اپنی ماتمی کر لو

٥

اللہ کی مخلوق ہے مہمان مدینہ
آباد رہے خانۂ احسان مدینہ

قد ہے ترا وہ سرو خرامان مدینہ
جسپر ہے فدا آپ گلستان مدینہ

عاصی ہون نکما ہون مگر ناز ہے اسپر
کہتے ہین مجھے بندۂ سلطان مدینہ

ہر ذرّہ ہے آئینۂ انوار محمدؐ
ہر پھول مین ہے نکہت ریحان مدینہ

آرام سے ہون وحشت دل چھیڑ نہ مجھکو
سرسبزی جاوید ہے جس باغ کا حصہ
باتین مری سنتے ہین ملک کان لگا کر
پھر ناصیہ فرسائی کے آداب سکھا
کیا جانے کب نکلے گی دل سے مری حسرت
اے یاس یہان تیرا ٹھکانا نہین باقی
گلزار جنان کیا مری آنکھ مین سمائے
یارب دم رخصت مری دامن کی [illegible]

بیٹھا ہون تہ نخل بیابان نہ دیجیے
وہ باغ ہے دنیا مین گلستان نہ دیجیے
کرتا ہون بیان رفعت ایوان نہ دیجیے
پھٹے مجھے ہو لینے دو دستاربان نہ دیجیے
کب یاد کرینگے مجھے سلطان نہ دیجیے
مہمان ہے دل مین مرے ارمان نہ دیجیے
پھر [illegible] گلستان نہ دیجیے
[illegible] مجھے [illegible] بیابان نہ دیجیے

یہ مشتغلہ یہ مین [illegible]
اب کے [illegible] مین ہون [illegible]

بن گئی جان مری ناوک شمشیر کے ساتھ
[illegible] مجھکو پھراتا ہے مرا جوش جنون
یہی وصل یہ کیا کم ہے کہ نقاش نے آج
[illegible] در جانان نے [illegible]
دیکھ کر شوق سے اک طرفہ تماشا ہوگا
دیکھ کر صورت آئینہ ہون محو حیرت
صورت جانی کی بدولت ہین غضب بین [illegible]
ہوگئے سیکڑون حیران تری صورت سے
یہ [illegible] کو نکل آئیگا لیکن ظالم
تیرے نقشے مین قیامت کا اثر ہے ظالم
شیشۂ دل مین وہ اترے ہین عدو کو لیکر

تیری تشریح یہ کمبخت گئی تیر کے ساتھ
[illegible] دل کی زنجیر کے ساتھ
[illegible] تصویر کے ساتھ
مٹ گئی [illegible] تقدیر کے ساتھ
مین بھی تکبیر [illegible] تری تکبیر کے ساتھ
مین بھی تصویر بنا ہون تری تصویر کے ساتھ
[illegible] جاتا ہے مرا دم دم شمشیر کے ساتھ
کھنچ گئے سیکڑون نقشے تری تصویر کے ساتھ
[illegible] سینے سے ابھی تیر کے ساتھ
[illegible] جاتا ہے نقاش کا تصویر کے ساتھ
موت کا نقش بھی ہے زیست کی تصویر کے ساتھ

امتحان گاہِ محبت مین گلے مجھسے ملی — موت نے عید منائی تری شمشیر کے ساتھ
حسرتِ قتل جو دیکھی تو رُکے قتل سے وہ — ہائے تقدیر کبھی موت بھی شمشیر کے ساتھ
اُسنے خط بھیجکے مرنے کی خبر بھی دی ہے — ایک پیغام زبانی بھی ہی تحریر کے ساتھ
نامہ بر نے جو جوابِ خطِ حسرت لکھین — اُنکا انداز اُڑا لایو تحریر کے ساتھ

حشر برپا ہو تو ارمان شرر کا ہی یہی
اپنے مدفن سے اُٹھے حضرت شبیر کے ساتھ

ہان تیری طرح غیر پہ مائل تو نہین یہ — حاجت تجھے جس دل کی ہے وہ دل تو نہین یہ
وہ غنچۂ گُل لیکے ہوئے پھلے تو کہا خوش — پھر بولے خفا ہو کے کہین دل تو نہین یہ
جب دیکھکے اُنکو مہِ کامل پہ نظر کی — دنیا نے کہا مدِ مقابل تو نہین یہ
کہتا تھا دمِ کوہ کنی تیشۂ فرہاد — ہمت ہو تو آسان ہی مشکل تو نہین یہ
بیکار ہے دعوے مرا سب اُسکی طرف ہین — دنیا یہی کہتی ہے کہ قاتل تو نہین یہ
اُڑتی ہوئی کچھ شئے نظر آتی ہی ہوا مین — اے قیس کہین پردۂ محمل تو نہین یہ
مین چاہون تو دشوار ہے ملنا مجھے تیرا — تو چاہے تو آسان ہی مشکل تو نہین یہ
گو دل مرا مضطر بھی ہی بے صبر بھی لیکن — شیدا ہے ترا اور پہ مائل تو نہین یہ

کیا بات ہے ہر وقت تڑپتا ہی شرر کیون
تیری نگہِ شوخ کا بسمل تو نہین یہ

کاٹتے کاٹتے گردن کو جھکے یار کے ہاتھ — ذبح کرنے سے مرے کھینچ لیا یار کے ہاتھ
دستِ نازک سے لگا ہاتھ مگر ہو پورا — شرم بسمل کی ہے ظالم تری تلوار کے ہاتھ
قتل سے میرے حنا کی بھی ضرورت نہ رہی — خونِ ناحق سے ہوے سُرخ طرحدار کے ہاتھ
جان ہر وار پہ جانباز فدا کرتے تھے — قابلِ دید تھے ظالم تری تلوار کے ہاتھ
ہاتھ ہر وار پہ قاتل کی بلائین لیتے — قتل کے وقت بھی کھولے نہ گنہگار کے ہاتھ

جان جانے سے بھی دردِ دلِ شیدا نہ گیا
ر گئے سینے پہ مرکر بھی دل افگار کے ہاتھ

جاننے والون نے جانا ترا اندازِ جفا
دیکھنے والون نے دیکھے تری تلوار کے ہاتھ

جب مین جاتا ہون تو دامن کو پکڑ لیتے ہین
کہنے کو دشتِ مصیبت مین ہین خار کے ہاتھ

بختِ خفتہ کا بُرا ہو نہ ہوا یہ بھی نصیب
چوم لیتا مین کبھی خواب مین دلدار کے ہاتھ

دردِ فرقت سے جگر تھامے ہوے ہے اپنا
کام دیتے ہین ابھی کچھ ترے بیمار کے ہاتھ

نامہ بر اب کوئی جانے کو میسر ہی نہین
خط دہان لے کے جو کاٹے گئے دو چار کے ہاتھ

اے شرر کب نگہِ ناز ملی قیمت مین
دل کو بیچا عبث اُس نرگسِ بیمار کے ہاتھ

لو کرتے ہین وہ ہمپہ ستم اور زیادہ
اب شکر کیا کرتے ہین ہم اور زیادہ

تھی ہمکو تو اُمیدِ کرم اور زیادہ
کرتے وہ ستم پر ہین ستم اور زیادہ

اُس فتنۂ محشر کی ہی زلفونکا تصور
اندہیر ہوا یہ شبِ غم اور زیادہ

ویران ہوے اُلفت مین جو گھر اہلِ وفا کے
آباد ہوا ملکِ عدم اور زیادہ

لو شام سے زلفون کا تصور ہے شرر کو
کیونکر نہ ہو طولِ شبِ غم اور زیادہ

ی

وہ آب تیغ جو سرگرم یاوری ہوجائے
ہماری کشتِ تمنا ابھی ہری ہوجائے

بڑا مزا ہو جو ہنگامۂ قیامت مین
تمہارے گیسوے پیچان سے ابتری ہوجائے

خیالِ جلوۂ رخسار کاش آ ٹھہرے
ہمارا خانۂ دل خانۂ پری ہوجائے

بلا سے وہ نہین آئے اجل ہی آجائے
مصیبتِ شبِ ہجران سے جانبری ہوجائے

ہماری خاک جو روندے سمندِ ناز اُنکا
ہر ایک ذرہ ابھی مہرِ خاوری ہوجائے

ہمارے دل کی تڑپ مین غضب کی لذت ہو — نگاہِ شوخ جو محوِ ستمگری ہو جائے
تمہاری شوخ نگاہین اگر لڑین ہمسے — یقین ہے آنکھ کی پتلی ابھی پری ہو جائے
اگر نقاب اٹھا دو تم اپنے چہرے سے — کلیم سے مجھے دعوائے ہمسری ہو جائے
خدا کرے وہ کرین ظلم اور ہم جھیلین — ہماری انکی اسی مین برابری ہو جائے

زبانِ حال سے یہ کہہ رہا ہے حسنِ سخن
عجب نہین کہ شرر تو بھی انوری ہو جائے

جوانی مین لڑکپن کی ادا بدلی ستم بدلے — بہت بدلے ترے انداز لیکن پھر بھی کم بدلے
بدلنے کو زمانے کے ستم بدلے کرم بدلے — یہ سب کچھ ہو گیا لیکن نہ تم بدلے نہ ہم بدلے
مریضِ ہجرِ جانان ہون خبر لیتا نہین کوئی — کہانتک دردِ دل اٹھ اٹھ کے کروٹ دمبدم بدلے
مرا ٹوٹا ہوا دل بادۂ الفت کا ساغر ہے — نہ بدلون اس پیالے سے جو اپنا جامِ جم بدلے
وہی شوخی ہے آفت کی وہی ہٹ ہے قیامت کی — جوان ہو کر بھی اے ظالم ترے انداز کم بدلے
یہان حورون مین بھی آکر وہی سودا رہا سر مین — خیالِ کوئے جانان کس طرح سیرِ ارم بدلے
وہ ایذا دوست ہون مینے دعا مانگی تو یہ مانگی — نہ وہ بدلے نہ مین بدلون تعلق بدلے نہ غم بدلے
وہی تم ہو وہی باتین تمہاری ہین خدا رکھے — نہ کچھ طرزِ ادا بدلی نہ اندازِ ستم بدلے

شرر نکلے تری تقدیر کا اب پیچ مشکل ہے
اگر نکلے تو یون نکلے کہ پھر لوح و قلم بدلے

ابھی کیا ہے ابھی تو دوستی سب سے تری ہو گی — خدائی بھر سے اس کی بدولت دشمنی ہو گی
خدا کے روبرو محشر مین بے پردہ نہ آ جانا — ہماری جان جائیگی تمہاری دل لگی ہو گی
الٰہی بختِ دشمن مجکو دیدے ایک دو دن کو — وہ کہتے ہین کہ جب مر جاؤ گے تب دوستی ہو گی
وہ کہتے ہین دکھا دو اپنے سب داغِ جگر ہمکو — مین یہ بھی کر دکھاؤنگا اگر انکی خوشی ہو گی
مری حسرت بھری لاشے پہ یہ کہکر غضب ڈھایا — اب اسکی بند آنکھون مین کوئی صورت بسی ہو گی

گلے پر سخت جانی نے مرے خنجر اگر روکا
غضب ہوگا تمہارے دستِ نازک کی ہتھیلی چھوگی

جو دل بھی جاؤ گے مجکو تو خلوت ہو نہیں سکتی
مرا پاس ادب ہوگا تمہاری نازکی ہوگی

ہمارے میکدے کی بھی ذرا تو سیر کر واعظ
تری جنت میں یون شیشے کی اندکیت ہی گی ہوگی

جو تو میدان محشر میں ہمارا فیصلہ کیسا
وہان تو آگ سینے میں قیامت کی لگی ہوگی

انہیں ایسی غرض کیا تھی ہمیں ظالم کیون ہاتے لوٹے
جسے پامال کر ڈالا مرے دل کی کلی ہوگی

سن اے قاتل شہادت جان ہی ہم جان نثار کی
مجھے تو مار ڈالے گا تو سیری زندگی ہوگی

جناب خضر پر احسان ہے کیا آپ جیو انکا
وہ اُتنا ہی جئے گا جسکی جتنی زندگی ہوگی

شرر نکلے تو ہم یون کوچۂ قاتل سی نکلین گے
ہماری لاش پیچھے اور آگے بیکسی ہوگی

کبھی رہزن کبھی خنجر کبھی ہی دل نشین کیسی
ستمگر ہے قیامت یہ نگاہ شرمگین کیسی

کسیکی آنکھ سے بے اختیار آنسو نکل آئے
قیامت ڈھا گئی میری نگاہ واپسین کیسی

نہ کیون تجھسے کئے جاؤن سوالِ وصل او ظالم
بھلی معلوم ہوتی ہی ترے منہ سی نہین کیسی

مرے دل مین چھپی جاتی ہی کیسا پیار آتا ہی
نگہ کرا رہتی ہے نگاہ خشمگین کیسی

دم بسمل مرا شوق شہادت دیکھکر ظالم
لب شمشیر سے نکلی صدائے آفرین کیسی

نگاہون نے ہر اک انداز کی سو سو بلائین لین
اگر ہے وہ حسین اچھا ادا بھی ہی حسین کیسی

نہ اب وہ جوش حسرت ہے نہ وہ بیتابی دل ہی
شرر دیکھا ہمین راحت ملی زیر زمین کیسی

سجاوٹ ہی نہ جوبن کی لگاوٹ ہی نہ چتون کی
کسی سے کیا خبر سن لی ہی تمنے مرگ دشمن کی

کبھی بیکار دم بھر بھی نہ پایا دستِ وحشت کو
جو سر دھننے سے باز آیا خبر لی جیب و دامن کی

سر مقتل مرے ارمان دل کا خون کرتی ہے
تمہاری نازکی سے بڑھ کی قسمت میری گردن کی

لڑکپن ہوگیا رخصت جوانی آگئی دیکھو
تغافل سے ہے تو ہمسے ہے خبر لو اپنی جوبن کی

اجل سر پر کھڑی ہے اور ہم دم بھر کے مہمان ہین
کسیکی آنکھ ہے کھینچے ہوے تلوار چتون کی

ہرے زخم جگر لیتے نہین احسان ٹانکون کا
گران دل پر گزرتی ہے عنایت نوکِ سوزن کی

ہمین مارا ہے اِک رشکِ گلستان کی کدورت نے
چڑہانا قبر پر پھولون کے بدلے خاک گلشن کی

ادہر شوقِ شہادت لے رہا ہے چٹکیان دل مین
رکاوٹ کے ہے قبضے مین اُدہر تلوار چتون کی

کھلا جسوقت جوڑا گر پڑا گھلکر دلِ شیدا
سرِ محفل کھلی چوری کسیکی زلفِ پُرفن کی

شرر دہوکا نہ کھانا ہو تو رکھو یاد یہ مصرع
امانت دوستی پر تم نہ جانا نہ دشمن کی

آنکھون مین اُنکی صورت جبتک بسی رہی گی
کیسے حواس - اپنی حالت یہی رہی گی

اے غم مین اپنے دلسے حسرت کو کیا نکالون
تو جس طرح پڑا ہے یہ بھی پڑی رہی گی

برگشتگی قسمت مین تجھسے پوچھتا ہون
کب تک نگاہ اُنکی مجھسے پھری رہی گی

تم خواب مین جو ہمسے کل کر گئی ہو باتین
اُنکو اگر سُنوگے اِک دل لگی رہی گی

جاتے ہین حشر مین بھی پھیری ہوی وہ مُنہ کو
تقدیر کیا یہان بھی میری پھری رہی گی

کیسی نقاب عارض صورت تو اپنی دیکھو
یہ چیز وہ نہین ہے جو یون چھپی رہی گی

اے دل کی شادمانی اتنا مجھے بتادے
تو میرے گھر بھی آکر دو دن کبھی رہی گی

محروم وصل ہو کر سو کوششین کرونگا
دل لاکھ توڑو لیکن ہمت بندھی رہی گی

بندہ بنا لیا ہے مجکو شرر کسی نے
اب دم مین دم ہے جبتک یہ بندگی رہی گی

حیا یہ حشر مین کیا کر رہی ہے
یہان بھی اُنکا پردا کر رہی ہے

جدا چہرے سے پردا کر رہی ہے
یہ شوخی آپکی کیا کر رہی ہے

ادا اُنکی لئے بیٹھی ہے خنجر
نظر کارِ مسیحا کر رہی ہے

دن بُت کیا توبہ توبہ کچھ خدا ہے
خدائی کیون تمنا کر رہی ہے

قیامت مین تری جلوہ فروشی / قیامت اور برپا کر رہی ہے

مرے دل کی دوا بنجائیے آپ / محبت درد پیدا کر رہی ہے

مرے دل سے نکل اے حسرت یار / اکیلی گھر مین تو کیا کر رہی ہے

ادا کیا جانے کیا سمجھے ہوی ہے / کہ میرے دل کا سودا کر رہی ہے

شکیب دل بھی چتون تاکتی ہے / تقاضے پر تقاضا کر رہی ہے

جفا اُسکی سہے اُسپر زدر کسکا / تمنا مفت جھگڑا کر رہی ہے

نہین کوئی ابھی تک آسمان سے / مری آہ رسا کیا کر رہی ہے

مری بیتابیون پر کہ رہے ہین / یہ جلدی تمکو رسوا کر رہی ہے

ہوا آباد خالی گھر شرر کا
تمنا دل مین کیا آ کر رہی ہے

خفا ہین کہتے ہین کیون تونے مجھپر آنکھ ڈالی ہے / مجھے اب جرم الفت کی سزا کچھ ہونیوالی ہے

عجب تقدیر ہے آنکھین ملا کرتی ہین تلوونسے / حنا نے پاؤن پڑ کر اپنی کیا عزت بڑھالی ہے

ہجوم آرزو کی جا پنخ اُسنے ہو نہین سکتی / ہمارا نقشۂ امید تصویر خیالی ہے

ستم تیرا ستم وہ ہے جو عالم سے انوکھا ہے / وفا میری وفا وہ ہے جو دنیا سے نرالی ہے

مری ہمدرد در روزِ ہجر تیری یاد ہوتی ہے / شب فرقت مری ہمدم مری آشفتہ حالی ہے

ہمارا کیا کریگی موت ہم کب اس سے ڈرتے ہین / شب فرقت مین لاکھون بار کی یہ دیکھی بھالی ہے

ہزارون حسرتین آکر دل شیدا مین ٹھیری ہین / بھرے گھر کو بھلا کیونکر کہا جائے کہ خالی ہے

بہار نوجوانی رنگ لائیگی قیامت کا / ترا جوبن ابھرنے کو ہے آفت آنیوالی ہے

پسا سرمہ تو چشم دلربا یار تک پہنچا / یونہی میری مصیبت نے مری حسرت نکالی ہے

کہانتک سوگ دشمن کا ذرا دیکھو تو آئینہ / خدا کیواسطے تمنے یہ کیا حالت بنالی ہے

یہی ہے اے شرر پھوٹی ہوی قسمت کا آئینہ

جو تیرے ہاتھ مین ٹوٹا ہوا جامِ سفالی ہے

ناحق گراتے ہو نظرِ اعتبار سے | مجبور ہون مین گریۂ بے اختیار سے

لایا ہے رنگ سوزِ نہان بعد مرگ بھی | شعلے نکل رہے ہین ہماری مزار سے

دل سے کبھی گیا نہ خیالِ مژہ ترا | اِس آبلے کو لاگ رہی نوکِ خار سے

تڑپا رہا ہے مجھکو یہ کمبخت دل مرا | رکھتی نہین مجھے مری قسمت قرار سے

ڈر ہے کہین نہ دیکھ لے یہ چرخِ فتنہ گر | لڑتی ہے روز آنکھ مری چشمِ یار سے

دشمن ہمارا دوست تمہارا اگر بنے | وہ بھی ہمارا دوست ہو اس اعتبار سے

ہمسے گنہگار بھی جائین بہشت مین | کیا دُور ہے یہ رحمتِ پروردگار سے

دو پھول ایک دن تو چڑھا جائے قبر پر | کہنا یہ اے صبا کسی غفلت شعار سے

طبعِ رواں کے فیض سے ہر شعر تر مرا
اچھا ہے اے شررؔ گہرِ آبدار سے

آپکا کچھ نہ بگڑتا اگر آتے جاتے | ایک ٹھوکر مری تربت پہ لگاتے جاتے

دیکھ لیتے نگہِ ناز سے اندازِ تپش | یہ بھی ناوک سرِ مقتل وہ لگاتے جاتے

آنکھ پاتا ہون تو پتلی کیطرح پھرتا ہون | آپ نظرونسے مجھے کیون ہین گراتے جاتے

ایسی گھبرا گئی جلدی تھی شبِ وصل اگر | موت کی نیند ہمین آپ سُلاتے جاتے

سیر ہوتی کوئی سرگرمِ تماشا ہوتا | اور ہم حشر کے دن شور مچاتے جاتے

اب مری حسرت و ارمانکا خدا حافظ ہے | رنگ ہر روز ہین اغیار جماتے جاتے

گھر کے بھیدی سے کہین بھید چھپا کرتا ہے | ہم تو واقف ہین جہان آپ ہین آتے جاتے

کوچۂ یار مین بھولے سے گزرنا نہ شررؔ
ہم تمہین منع کئے دیتے ہین جاتے جاتے

لے گئی دل کی طرح صبر تماشائی بھی | گردشِ چشم تھی گویا تری انگڑائی بھی

وصل کی رات ہے اور عالم تنہائی بھی ‌‌ ‌ دو اجازت تو کہے کچھ یہ تمنائی بھی

کچھ یہ اچھا نہ کیا اے دل ناداں تو نے ‌ ‌ اُنسے حسرت بھی کہی اور غم تنہائی بھی

کیا مزا ہو کہ ترے پاؤن پہ ہو میرا ‌ ‌ حسرت سجدہ بھی ہے شوق جبین سائی بھی

مین اکیلا نہ رہا بعد فنا بھی دم مرگ ‌ ‌ آگئی ساتھ مرے قبر مین تنہائی بھی

کس توقع پہ کرون حسرت دلکا اظہار ‌ ‌ آپ سے میری تمنا کبھی بر آئی بھی

مین ملا خاک مین مشہور ہوئے خلق مین آپ ‌ ‌ میرے مٹنے سے ہوئی آپکی رسوائی بھی

دُور سے دیکھ کے کہتا ہے زمانہ مجکو ‌ ‌ یہ وہی ہے کہ جسے کہتے ہین سودائی بھی

مجھسے فرماتے ہین ہم خواب مین آئے کیونکر ‌ ‌ ہجر کی رات تجھے نیند کبھی آئی بھی

ہجر ساقی مین دھوان دھار گھٹا چھائی ہے ‌ ‌ میرے حصے مین ہے یہ آفت بالائی بھی

نوجوانون سے کیا عالم ہستی خالی ‌ ‌ اے اجل کچھ تو سہی تو کبھی شرمائی بھی

انتظار شب وصل اسکو کہا کرتے ہین ‌ ‌ تھک گئی آنکھ بھی جاتی رہی بینائی بھی

اے شرر آپ نے دل جسکو دیا ہے اپنا
وہ ہے ظالم بھی دغا باز بھی ہرجائی بھی

کیا کہین ہم سہی جفا کیسی ‌ ‌ کچھ نہ پوچھو کہ ہے ادا کیسی

آؤ سینے سے تم لپٹ جاؤ ‌ ‌ وصل کی رات ہے حیا کیسی

ہجر کی رات کیون نہین کٹتی ‌ ‌ یہ مصیبت ہے اے خدا کیسی

بھول کر بھی نہ قبر پر آیا ‌ ‌ ہائے ظالم نے کی دغا کیسی

منفعل کیون کھڑے ہو محشر مین ‌ ‌ لطف تمنے کیا جفا کیسی

سنکے حسرت مری وہ کہتے ہین ‌ ‌ کیا خبر ہوتی ہے وفا کیسی

وصل کی رات ہو گئی افسوس ‌ ‌ بات کی بات مین ہوا کیسی

دیکھنا دل کہین نہ ٹوٹا ہو ‌ ‌ نکلی سینے سے یہ صدا کیسی

لیکے ہاتھون سے اپنے مل ڈالو / دل بیمار کی دوا کیسی
کیا قیامت کا اک زمانہ تھا / بے حجابی مین تھی حیا کیسی
دل لگانے پہ اُسنے قتل کیا / بات کیا تھی ملی سزا کیسی

اے شرر کچھ اثر نہین ہوتا / ہو گئی آہ نارسا کیسی

کرنی پڑے جو تجھسے کبھی التجا مجھے / اُس دن کو اے طبیب نہ رکھے خدا مجھے
ہان آپ ہی نے قتل کیا بے خطا مجھے / آنکھین دکھا کے لوٹ لیا برملا مجھے
ڈالی ہے آنکھ ناز پہ میرے نیاز نے / یہ بھی کوئی خطا ہے کہ دیدو سزا مجھے
ساقی کے ہاتھ سے کبھی ساغر جو گر گیا / آئی شکست شیشۂ دل کی صدا مجھے
اللہ چین دے اُسے دونون جہان کا / بے چین جسنے چین کے دل کر دیا مجھے
اچھا بنا دیا ہے جسے تو نے اے خدا / اُسنے بنا دیا ہے سبھی کا برا مجھے
مرتا ہون میرے سینے پہ تم ہاتھ رکھ تو دو / پھر دیکھون کیونکر آتی ہے لینے قضا مجھے
نیرنگیان دکھا کے زمانے کے رنگ سے / نا آشنا نے خوب کیا آشنا مجھے
طعنون پہ طعنے غیر سے دلوائے جاتے ہین / اُلفت کی مل رہی ہے سزا پر سزا مجھے
سرگوشیان رقیب سے ہر دم ہین کس لئے / اچھا برا کہو تو کہو برملا مجھے
تم خود چُرا کے لے گئے دل میرا کیا قصور / اندھیر ہے کہ دیتے ہو اُلٹی سزا مجھے
مجھسے سوا دعا کے بھلا کیا ملا تجھے / تو نے سوائے داغ ستم کیا دیا مجھے

اب اور کچھ خدا سے طلب کیون کرون شرر / جو کچھ مرے نصیب کا تھا مل گیا مجھے

کیون شکایت آپکی تحریر مین تحریر ہے / حال غم لکھنا کوئی تقصیر مین تقصیر ہے
وو وہ آہِ دل تری زلفون سے ہے لپٹا ہوا / یہ نرالی طرح کی زنجیر مین زنجیر ہے

کس بلا کے پیچ مین قسمت نے ڈالا ہے مجھے — زلف کا مضمون اِس تحریر مین تحریر ہے

وصل جانان کی اگر ہمنے کبھی کچھ فکر کی — بخت بولا یہ کوئی تدبیر مین تدبیر ہے

بخت تو وہ ہے بگڑ کر بھی جو بنتا ہی رہے — بنکے جو بگڑے وہ کچھ تقدیر مین تقدیر ہے

پھر ذرا کھد دو کہ ہم آتے نہین تیرے یہان — تیرے جذبِ دل کی کچھ تاثیر مین تاثیر ہے

اِک ذرا حسرت سے دیکھا تھا کہ تو برہم ہوا — یہ بھی اے ظالم کوئی تقصیر مین تقصیر ہے

غیر کے وہ ساتھ ہون یا غیر اُنکے ساتھ ہو — اے مصوّر یہ کوئی تصویر مین تصویر ہے

جیسے ملتے ہو تو دشمن سے بھی ملنا چاہئے — یہ بھی کوئی آپ کی تقریر مین تقریر ہے

غیر سے ترکِ تعلق مجھسے پیمانِ وفا — دیکھ لیجے آپ کی تحریر مین تحریر ہے

وصلِ جانان زندگی بھر وہ مقدر مین نہین — اِس لئے میری کوئی تقدیر مین تقدیر ہے

ہے ابھی شامِ جدائی موت بھی آجائیگی — اے شررؔ یہ بھی کوئی تاخیر مین تاخیر ہے

بات بگڑی ہوئی قسمت کی بنی رہتی ہے — ساتھ سایہ کی طرح بے وطنی رہتی ہے

قول کو دل کی طرح توڑ بھی دیتے ہین مگر — بات کیا ہے کہ وہی بات بنی رہتی ہے

روز اُنکے رمضان مین بھی پیا کرتا ہون — کیا کرون ساتھ ہی توبہ شکنی رہتی ہے

اُسی پہلو سے نکلنے نہین دیتے حسرت — اُنکی ہر بات مین اک بات بنی رہتی ہے

کاش رہتی دلِ شیدا مین تمنا بنکر — اِس انگوٹھی مین جو ہیرے کی کنی رہتی ہے

چین لینے نہین دیتی کسی پہلو دم بھر — دل مین اُلفت ہے کہ برچھی کی انی رہتی ہے

مینے کچھ منہ سے کہا اور اُنھون نے گھورا — اب تو ہر بات پہ ناوک فگنی رہتی ہے

رشک سے زاہدِ خود کام مرا جاتا ہے — میرے پہلو مین جو توبہ شکنی رہتی ہے

بھولکر بھی کبھی دنیا پہ نہ کھانا دھوکا — اے شررؔ کس کی بھلا اِس سے بنی رہتی ہے

[illegible] دل لگانے کی ہے بیماری مجھے
مرتے مرتے زندگی بھی ہوگئی بھاری مجھے

میرا انداز [illegible] روز عزا
سوئے جنت لیچلی ہے رحمت باری مجھے

[illegible] دشمن [illegible] نہ تھین [illegible]
غیر کی بھی ہوگئی لازم طرفداری مجھے

[illegible] گنا [illegible]
اب تو چھاتی سے لگا لے رحمت باری مجھے

[illegible] کبھی [illegible]
اسکے گھر کھینچے لئے جاتی ہے لاچاری مجھے

ایک وہ [illegible] شمر [illegible]
ایک مین مرنے کے قابل زندگی بھاری مجھے

[illegible] پیار کی نظرین [illegible]
ہان وہ تو ہے جسکی ہر گالی بھی ہے پیاری مجھے

آنکھ اٹھا کر بھی نہین وہ دیکھتے کیسا اثر
دیکھی کیا ثمرہ قیامت مین مری زاری مجھے

ایک وہ دین مانگتے ہین اپنے جینے کی دعا
ایک مین ہون ہوگئی ہے زندگی بھاری مجھے

کثرت اشغال سے مرنے کی بھی مہلت نہین
چین ہو دل کو میسر ہو جو بیکاری مجھے

بخت بد نے چشم آقا سے گرایا جب زرا
اے شمر آئی اٹھانے اسکی سرداری مجھے

[illegible] عشق تون کی آنکھون مین حجاب آتا ہے
پھر کہین جا کے امنگون پہ شباب آتا ہے

پیار کی بات پہ اب انکو حجاب آتا ہے
بس یہی ہوتا ہے جب عہد شباب آتا ہے

بیاہنے والون کی جانون پہ عذاب آتا ہے
کون کہتا ہے حسینون پہ شباب آتا ہے

حسن تو تم بھی کوئی طرز نرالی بدلو
اب نیا رنگ جمانے کو شباب آتا ہے

اب مزے لے لو یہی دن ہین مزے لینے کے
کہین دنیا مین دوبارہ بھی شباب آتا ہے

جو سینون مین ابھرتا ہے غضب ڈھاتا ہے
جیسے آتا ہے قیامت کا شباب آتا ہے

شرم آنکھون کی جوانی کا پتا دیتی ہے
نظرین کہتی ہین کہ ہان عہد شباب آتا ہے

کوئی دیکھے تو جوانی پہ حسینون کا غرور
جیسے دنیا مین نہین یہ تو شباب آتا ہے

رت پہ ہر چیز مری جان مزا دیتی ہے
اپنے موسم مین ہر اک شے پہ شباب آتا ہے

اب خدا خیر کرے اور قیامت ہو گی
شرم کو ساتھ لئے انکا شباب آتا ہی

انکو حیرت ہے جوانی مین جو دیکھا تونے
دیکھتے کیا ہو پری بنکے شباب آتا ہی

ڈھ گئے جب وہ نگاہون مین تو گھبرا کے کہا
جان پڑتی ہے غضب مین جو شباب آتا ہی

یونہی افسردہ رہا یہ دل حسرت زدہ
ورنہ ہر چیز پہ دو دن کو شباب آتا ہی

جب مصیبت سے گزر جاتی ہو ظالم آتا ہی
پھر بلا کا شب فرقت پہ شباب آتا ہی

صبح اٹھتے ہی جو وہ دامن جھٹک لیتے ہو
اے شعر زمینہ نیا روز شباب آتا ہی

کمسنی جاتی ہے جب عہد شباب آتا ہی
ان حسینون کو قیامت کا حجاب آتا ہی

جب وہان جاتا ہون آتا ہی نہین گھر تنہا
جیسے دنیا مین انہین کو تو عتاب آتا ہی

ہان سمجھتے تھے کہ مطلب پہ نہین کھد گی
اور کیا اسکے سوا انکو جواب آتا ہی

ایک وہ دن تھا کہ ڈہاتے تھے وہ شوخی سے غضب
اب وہ حالت ہے کہ باتو نے حجاب آتا ہی

اور باتون کو تو وہ خیر سے پی جاتی ہین
حرف مطلب کا مگر صاف جواب آتا ہی

یہ نہین ہوتا کشش سے انہین تو لائی یہان
بس تڑپتا ہی دل خانہ خراب آتا ہی

جاذبۂ شوق کے قربان کہ وہ پردہ نشین
آج اٹھائے رخ روشن سے نقاب آتا ہی

دل بیتاب خدا کے لئے دم بھر تو ٹھہر
نامہ بر لے کے ابھی خط کا جواب آتا ہی

اے شعر یسیح ہے جو منظور خدا ہی اس سال
میرے آقا کو بڑا اور خطاب آتا ہی

ہم یون ہین اپنے خسرو دوران کے سامنے
ذرے ہون جیسے مہر درخشان کے سامنے

لاشون پہ لاشے ہین در جانان کے سامنے
پھولون کا ڈھیر ہے چمنستان کے سامنے

چھالون کو میرے کیا مری گردش کا رنج ہی
کیون رو رہے ہین خار مغیلان کے سامنے

مجبور کر رہی ہین اسیری کی لذتین
بیٹھے ہین جھکے ہم در زندان کے سامنے

چوکا۔ تو پہنچے رکھے ہین اب مراد تک — چپکے کھڑے ہین اس لئے دربان کے سامنے

تارون کا اب دماغ کہان آسمان پر — آنکھین سی کھل گئین تری افشان کے سامنے

ابرِ بہار جسکی زمانے مین دہوم ہے — بے آبرو ہے دیدۂ گریان کے سامنے

آئے تو اپنے قول کی تاویل کر گئے — باتین بنا گئے دلِ نادان کے سامنے

پتھر کو کیا سناؤن مصیبت کی داستان — کیا حالِ دل کہون بتِ نادان کے سامنے

بیٹھے ہوئے ہین شاد شہیدِ ادا ترے — گردن جھکائے خنجرِ عریان کے سامنے

مجکو رلا ستا کے مری گردشِ نصیب — اترا رہی ہے گردشِ دوران کے سامنے

اسوز پا کے سوزِ محبت کا ماجرا — ہم کہ رہے ہین شمعِ شبستان کے سامنے

ہان جیتے جی نصیب مین جنت کی سیر ہے — بیٹھا ہوا ہون کوچۂ جانان کے سامنے

چپکے کھڑے ہوئے ہین کہین ہمتو کیا کہین — تصویر بن گئے ترے دربان کے سامنے

مہمان سرا ہے یہ دلِ محزون مرا شرر
ٹھیری ہے آرزو غمِ جانان کی سامنے

بڑی مدت مین اُسنے خط جو میری نام لکھا ہے — تو اُسمین وصل سے اپنے مجھے ناکام لکھا ہے

عدو کا نام لکھکر اُسنے اپنا نام لکھا ہے — جوابِ خط کہان یہ موت کا پیغام لکھا ہے

نہ ملنے کا گلا ہم کیا کرین اُسکی خطا کیا ہے — ہمین جب کاتبِ تقدیر نے ناکام لکھا ہے

ہمین اے خامۂ تقدیر سب معلوم ہے تو نے — کسی سے دل لگانے کا جو کچھ انجام لکھا ہے

عدو کی خوبیان لکھی ہین میرے جلانے کو — کبھی بھولے سے اُسنے خط جو میرے نام لکھا ہے

خطِ تقدیر سے تحریرِ جانان ملتی جلتی ہے — قلق کے ساتھ اُسمین بھی ہمارا نام لکھا ہے

ہمین اُو گردش سپہری تو ذرا اتنا بتاتی جا — کہین دنیا کے دفتر مین ہمارا نام لکھا ہے

یہی ہوگا کسیدن جی سے گزرونگا محبت مین — مری قسمت مین الفت کا یہی انجام لکھا ہے

دیا ہے جسے دل اُسکو سمجھ رکھا ہے یہ مینے — کہ اب تقدیر مین جینا برائے نام لکھا ہے

مجھے گمنام لکھنا ٹھیک تھا یہ کیا قیامت کی — کہ راقم کی جگہ تو نے فقط گمنام لکھا ہے
ہمارا خون لیکر تیری کلکِ تیر نے قاتل — ہمین مقتول لکھا ہے ہمین ناکام لکھا ہے
کرون اِس خط کو کیا قاصد خدا جانے یہ کسکا ہے — نہ اُنکا حال لکھا ہے نہ اُنکا نام لکھا ہے
مجھے ناکامیان سمجھا رہی ہین بزمِ جانان مین — تری قسمت مین کب جامِ مئے گلفام لکھا ہے

شرر ملتا ہے دل اُسکا نہ ہمسے آنکھ ملتی ہے
کہین کیا اُس سے ہم جسنے ہمین ناکام لکھا ہے

گئے تھے حضرتِ دل عرضِ التجا کے لئے — مگر پسند انھین آ گئے جفا کے لئے
بتا تو اور سزا کیا ہے انتہا کے لئے — سزائے قتل جو چھانٹی ہے ابتدا کے لئے
خفا نہ ہو کہ بنایا بنانے والے نے — تجھے کرم کے لئے مجھکو التجا کے لئے
کوئی غریب سرِ رہگذر تڑپتا ہے — اِدھر بھی دیکھتے جاؤ ذرا خدا کے لئے
خطِ نصیب نے تلوار بنکے کاٹ دئے — جو مینے ہاتھ اُٹھائے کبھی دعا کے لئے
شبِ وصال ہو دل کی نکال دو حسرت — ہمارا مان لو کہنا ذرا خدا کے لئے
یہ دونون ہاتھ مرے خشک ہو کے رہجائین — ترے خلاف جو اُٹھین کبھی دعا کے لئے
شبِ وصال کی سب لذتون سے بڑھکر تھا — کسیکا ناز سے کہنا ہٹو خدا کے لئے
مین تمسے آنکھ لڑاؤن لگاؤ تم خنجر — ضرور ہے کوئی تقصیر بھی سزا کے لئے
ہمارے دل کو جو سوجھی تو دور کی سوجھی — ازل مین چھانٹ لیا درد ہی دوا کے لئے

نہ پوچھو ہمسے شرر لذتِ محبت تم
ستم کے لطف اُٹھائے مزے جفا کے لئے

سب آسرے کسی نے دم بھر مین توڑ ڈالے — سنگِ جفا سے گویا سر اُنکے پھوڑ ڈالے
تو ہی وہ شوق میرا جسکی جگہ ہے دل مین — مین ہون وہ عہد تیرا تو جسکو توڑ ڈالے
ارمان آرزو کے ٹکڑے اُڑا دئے ہین — ظالم نے یہ کھلونے سب توڑ پھوڑ ڈالے

ن ن کے یہ بطرز زاہد کو گھورتی ہے
ایسا نہو کہ ساقی گردن مروڑ ڈالے

افسانے درد دل کے وہ سنکے مجھسے بولے
یہ اتنے قصے کیونکر دم بھر مین جوڑ ڈالے

پیمانِ وصل اپنا یون اُسنے توڑ ڈالا
جیسے کوئی شرابی پیمانہ توڑ ڈالے

اوچھا ہے زخم اُسکا دامانِ تیغ قاتل
تیرِ نظر کا پلہ اب لیکے جوڑ ڈالے

وہ چشمِ شوخ پھر کر یون توڑتی ہی دل کو
مستی مین جیسے شیشہ میخوار توڑ ڈالے

شاخِ وفا سے مینے کچھ پھل ثمر نہ پایا
ظالم نے پھول چن کر پتے بھی توڑ ڈالے

جو میری گھر کبھی بھولے سے بھی وہ رشکِ حور آئی
دل بیتاب کی پھوٹی ہوئی آنکھونمین نور آئے

زمانے مین منادی اسکی ہوجائے تو بہتر ہی
جسے ہو جان دو بھر اُسکے کوچے مین ضرور آئے

قیامت کا مزا آتا ہے جب تعزیر پاتا ہون
یہی حسرت ہی اور ونکا بھی میرے سر قصور آئے

خوشی ہی مرگِ دشمن کی نگر دلبر کی خاطر سے
یہی کہتا ہے دل صدمہ نہ اسپر ابسے دور آئے

الٰہی یہ تمنا ہے کہ جیسی انکی صورت ہے
اگر آئے تو جنت مین اسی صورت کی حور آئے

جو اُٹھے اپنی قبرونسے تو میدانِ قیامت مین
تری الفت کے متوالے تری چاہت مین چور آئے

تمنا ہو گئی پوری تری آقا کے صدقے مین
مبارک ہو شہا تجکو کہ مضطر رامپور آئے

تری ناز و ادا کا جھگڑا ہے
ہمارے دل کا سودا ہو رہا ہے

تصور مین ترا نقشہ کھچا ہے
یہی اک زندگی کا آسرا ہے

دلِ مضطر یہ بیتابی ہے کیسی
ارے کمبخت یہ کیا ہو رہا ہے

کرین کیون حضرتِ عیسٰے کی منت
ہمارا درد ہی دل کی دوا ہے

یہ کہکر شور محشر نے اُٹھایا
چلو تم بھی تماشا ہو رہا ہے

یہ محشر ہے نہ اترا اتنا ظالم
سمجھکر چل خدا کا سامنا ہے

کسی سے یہ بھی کہہ سکتے نہین ہم
جفاؤن کی بھی کوئی انتہا ہے
کسی بیخبر کا شکوہ کردن کیا
مجھے اپنے مقدر سے گلا ہے

مٹے جاتے ہو اچھی صورتون پر
شرر دل مین تمہارے کیا بسا ہے

اندوہ نے طرب کے نقشے بگاڑ ڈالے
فصلِ خزان نے آکر گلشن اجاڑ ڈالے
کیا تھی بساط گھر کی جوشِ جنون نے میرے
جنگل کی خاک اڑا دی گلشن اجاڑ ڈالے
تدبیر سے بنے تھے جو کھیل دل لگی کے
تقدیر نے ہماری وہ سب بگاڑ ڈالے
جوشِ جنون کے ہاتھون صحرا مین خوب لوٹے
پلکون نے اپنے ہمنے میدان جھاڑ ڈالے
ناکامیون سے آئی ارمان کی خرابی
سارے سجے بنائے نقشے بگاڑ ڈالے
الفت بُری بلا ہے رکھتی نہین کہین کا
لاکھون بنے ہوئے گھر اسنے بگاڑ ڈالے
اظہارِ مدعا کی صورت تمہین بتا دو
جب تک پڑھے ہمارے خط تمنے پھاڑ ڈالے
کچھ دل بتون نے میٹے کچھ دل بتون نے چھینے
کچھ گھر بگاڑ ڈالے کچھ گھر اجاڑ ڈالے
جب پرسشِ عمل پر محشر مین چپ ہوا مین
دفتر اٹھا کے اسکی رحمت نے پھاڑ ڈالے

اُمید و یاس کے تم پوچھو شرر سے قصے
اُسنے تو گھر بنائے اِسنے اُجاڑ ڈالے

گرفتارِ مصیبت ہین وہ جلوا دیکھنے والے
تماشا بنگئے خود ہی تماشا دیکھنے والے
کسی بیکس کی میت پر عجب حسرت برستی ہے
کفِ افسوس ملتے ہین جنازہ دیکھنے والے
نگاہین دستِ ارمان کی طرح بڑھتی ہین آگے کو
اُٹھا دینگے تمہارے منہ سے پردا دیکھنے والے
محبت کے اثر نے بجلیان بھر دی ہین سینے مین
تڑپ اُٹھتے ہین ابتو حال میرا دیکھنے والے
یہ مانا سیرِ میدانِ قیامت ہم کرین لیکن
وہان دیکھین گے کسکو تیرا جلوا دیکھنے والے
خدا سے کام ہے زاہد تو وہ ہمسے بھی رہتا ہے
ترے کعبے کو کیون جائین کلیسا دیکھنے والے

اگر مرگ عدو سے کلف بگڑی جان دیدینگے
نہین ہین ہم تمہارا بال بیکا دیکھنے والے

نہین ایسا نہو یہ سب اری کام کر جائے
سنبھل جاؤ مرے دلکا تڑپنا دیکھنے والے

نہین یہ بے سبب ہنگامہ محشر کی بیتابی
کھڑے ہین تیری الفت کا نتیجا دیکھنے والے

شرر دل پر جو گزرے انکی الفت مین گزرنے دو
ترس کھاتے ہین تجھپر حال تیرا دیکھنے والے

اگر تم مین یہ رعنائی نہ ہوتی
تو دنیا بھر تماشائی نہ ہوتی

خدا سے اور سب ہوتین بلائین
مگر یہ شام تنہائی نہ ہوتی

عدو کا سوگ اور پھر سوگ ایسا
اسے تو موت ہی آئی نہ ہوتی

یقین آتا ترے وعدی کا سو بار
اگر تو نے قسم کھائی نہ ہوتی

نہ لیتے جو دل مین چٹکیان تم
بھری محفل مین رسوائی نہ ہوتی

خدا سے دل لگا لیتا مین اے بت
اگر تیری قسم کھائی نہ ہوتی

مزا شکوونکا جب محشر مین آتا
کہ انکی آنکھ شرمائی نہ ہوتی

قضا کو عاشقون مین پوچھتا کون
جو تیرے بھیس مین آئی نہ ہوتی

نہ دیتے دل اگر انکو شرر تم
زمانے مین یہ رسوائی نہ ہوتی

قتل کی تاک مین ہر وقت ادا رہتی ہے
تیرے انداز کے ہمراہ قضا رہتی ہے

ان مین ابتک وہی شوخی کے چلن پاتا ہون
کمسنی گھیرے ہوئے نام خدا رہتی ہے

شب فرقت مین کسی طور سے آتی ہی نہین
موت بھی چاہنے والونسے خفا رہتی ہے

اس کے بھیس مین تم آ کے کسی دن رہتے
یاس رہتی ہے مرے دل مین تو کیا رہتی ہے

کیا بتاؤن دل پر درد کی حالت تمکو
ایک آفت ہے جو ہر وقت بپا رہتی ہے

کونسی بات مین خون دل عاشق کم ہے
کیون وہان رنگ جمانے کو حنا رہتی ہے

تل برابر مہ و خورشید کو دے ڈالی ہے | تیرے چہرے مین جو در پردہ ضیا رہتی ہے
دشتِ غربت مین بھی ہر دم تری زلفونکا خیال | ساتھ سایہ کی طرح کالی بلا رہتی ہے
خاک اڑا دیتے ہین کمبخت خزانکے جھونکے | چار دن کے لئے گلشن مین فضا رہتی ہے

آخری وقت مین کیا خاک بتون کو پوجین
اے شرر دل مین بس اب یادِ خدا رہتی ہے

وہ مجکو آزمانے مقتل مین بنکے آئے | ارمان بنکے نکلے اور موت بنکے آئے
اس گل کی آرزو مین برباد مجکو پاکر | جنگل مین مجسے ملنے جھونکے چمن کے آئے
پہلے ہی خارِ غم سے دل ہو گیا ہے چھلنی | اب کیون یہ تیر میرے ناوک فگن کے آئے
کچھ حال اپنا کہنے کیا حال میرا سنتے | یہ کیا ہوا کہ آنے اور برق بن کے آئے
پہنچے جو ہم عدم مین چاہت کے کشتے بولے | لو ایک اور [illegible] اپنے وطن کے آئے
اس شوخ کی نظر سے یہ کونسی جا کے لگتے | جب آئے میرے دل مین تلوار بنکے آئے
اسکی نقابِ عارض کیا روکتی ضیا کو | انوارِ روئے روشن پردے سے چھن کے آئے

کچھ تو شرر بتاؤ کیا قلق ہے تمکو
آنکھون مین دل کے ٹکڑے کیون اشک بنکے آئے

دل یار کی دزدیدہ نظر لیکے گئی ہے | یہ کہہ نہین سکتا ہون کدھر لیکے گئی ہے
کیون ہین وہ پریشان ادھر بادِ صبا تو | کیا غیر کے مرنے کی خبر لیکے گئی ہے
مین لال ہون وہ جسکو ترے حسن نے لوٹا | دل چیز ہے وہ جسکو نظر لیکے گئی ہے
ڈرتا ہون وہ دامن نہ بگڑ جائے ادھر آج | کچھ خاک مری بادِ سحر لیکے گئی ہے
ملتی نہین ڈھونڈھے سے مری روح عدم مین | دنیا سے تری یادِ کمر لیکے گئی ہے
مارے گئے تب جاکے مٹا عشق کا سودا | چاہت ترے دیوانونکا سر لیکے گئی ہے
ساقی ترے میخانے کی اب خیر نہین ہے | متوالون کی فریاد اثر لیکے گئی ہے

کعبے مین تو اک بت کی بھی صورت نہین دیکھی
گردش مری قسمت کی کدھر لیکے گئی ہے

جانا تھا شہر کوچۂ قاتل مین نہ تجھکو
کمبخت تری موت اُدھر لیکے گئی ہے

ڈھن تھی ہمین بت کدے کے در کی
یہ راہ تو ہے خدا کے گھر کی

جب جلوۂ دلربا کو دیکھا
آنکھون نے بلائین لین نظر کی

وہ وقت تھا کیا ہی وقت ہمکو
کچھ پاؤن کی تھی خبر نہ سر کی

مجھسے ہی نہ پوچھا جب مرا حال
کیا خاک سُنے گا نامہ بر کی

گلچین نے جو مُنہ چمن سے پھیرا
کانٹون مین گلون نے شب بسر کی

ہین جیسے پڑا تڑپ رہا ہون
مٹی ہے خراب رہگزر کی

کیون چھیڑتے ہین ہوا کے جھونکے
مہمان ہے شمع رات بھر کی

وہ آگئے خود بخود مرے گھر
یارب یہ ہوا چلی کدھر کی

پڑ جائین گی لوٹ مین نگاہین
اُس رُخ سے اگر نقاب سرکی

اے تیر نگاہ رحم کر اب
حالت ہے بہت بُری جگر کی

تدبیر نہ آئی کام کوئی
اُسنے نہ سُنی کبھی بشر کی

زندگی کوئی ترے عشق مین کیونکر کاٹے
کس مصیبت سے یہ دن ہمنے ستمگر کاٹے

گردش بخت بتاتی نہین اُس گھر کا پتا
چاہتی ہے کہ کبوتر مرا چکر کاٹے

مینے کاٹی ہے گدائے درِ جانان بنکر
عمر یون چین سے جس طرح تونگر کاٹے

ہین دلون مین وہی دل ہون جسے صدمے توڑین
ہین گلون مین وہ گلا ہون جسے خنجر کاٹے

ایسے فرہاد مین کیا لعل لگے ہین شیرین
کوہکن نام اُسیکا ہے جو پتھر کاٹے

کاٹ لون آپ گلا اپنا یہ ممکن ہے مگر
آرزو ہے کہ اِسے آپکا خنجر کاٹے

زہد پر زاہدِ خود بین کو ہے دعوے ساقی
ایسی دے دے کہ ہمیشہ یہین جگر کاٹے

جسنے خلوت مین ترے گال چھوے ہون ظالم
سانپ بنکر اُسے گیسوئے معنبر کاٹے

باغ جنت مین دہرا کیا ہے سوا حورون کے
زندگی کون یہان داورِ محشر کاٹے

تیرا پابندِ محبت ہون ازل سے صیّاد
چھوڑدے کُنجِ قفس مین مجھے بے پر کاٹے

اُسکی حسرت پہ مری عمر تصدق ہو تبرّ
چودہوان سال جو یون قید کے اندر کاٹے

اسقدر دل مین تبِ ہجر نے ڈالے چھالے
آنکھ کبھی گن نہ سکے دیکھنے والے چھالے

پاؤن مین میرے ہین کچھ ایسے نرالے چھالے
خار دیکھے تو ابھی سر پہ اُٹھالے چھالے

غم نہین کچھ بھی جو کانٹون مین گھسیٹے وحشت
آفتون سے نہین نہ موڑنیوالے چھالے

ایسی تلوون مین کمی کیا تھی جو ملکر اُنسے
دلِ ناشاد مین بھی غیر نے ڈالے چھالے

ہوگیا میرے لئے بزمِ تمنّا صحرا
بنگئے بادۂ مقصد کے پیالے چھالے

کیا مرے دامنِ خارش ہی جو چبھے ہین کانٹے
میرے تلوون کے کہین ڈالنہ جرالے چھالے

خارِ صحرا کی ہے کیا خشک زبان صحرا مین
بنگئے کس لئے پانی کے پیالے چھالے

خلش ان مین وہ مزا ہے کہ مرے تلوون نے
کردے خارِ مغیلان کے حوالے چھالے

وائے تقدیر جو گلشن سے چلا لیکے جنون
خار صحرا کے پکارا کئے چھالے چھالے

دمبدم پیار سے کانٹون نے لگا ہین ڈالین
پاؤن مین دشت نوردی نے جو ڈالے چھالے

زلف کے عشق مین دن رات رہا ہے چکر
میرے تلوون مین ہون کسلئے کالے چھالے

سرکشی وادیِ غربت مین جو کی کانٹون نے
میرے تلوون نے مقابل مین نکالے چھالے

پھوٹ جاتے ہین سبھی دشت نوردی مین شہر
وائے تقدیر ہین مٹی کے پیالے چھالے

مرے ٹالے سے کیونکر یہ مرا ارمان ٹل جاتے
بھلا جاکر کہان رہتے اگر دل سے نکل جاتے

اگر تم قتل کرتے اپنے ہاتھوں سے تو مقتل کو
تمہارے یہ شہیدانِ ادا آنکھوں کے بل جاتے

یہی اچھا ہوا روکا نقاہت نے غضب ہوتا
اگر نالے ہمارے عرش پر جا کر مچل جاتے

تری چتون جو خنجر پھیر دیتی میری گردن پہ
یہ ارمانوں کے ساری جگھٹے دل سے نکل جاتے

خدا کے رشک سے مرنا نہ پڑتا چین آ جاتا
اگر وہ دستِ نازک سر مرے دل کو مسل جاتے

گھڑی بھر کے لئے گھر میرے آنا در آفت ہے
بھلا اتنا ہی ہوتا آج آئے تھے تو کل جاتے

بتوں کے دل میں گھر کرنا کسی صورت نہیں ممکن
یہ پتھر موم ہو کر کاش نالوں سے پگھل جاتے

پڑا رہنے دیا ہوتا بھلا تیرا بگڑتا کیا
اگر کچھ دن مصیبت کے ترے کوچے میں ٹل جاتے

ہلاک کر خاک میں ہمکو ہوئے بدنام وہ ناحق
شرر ہم سوزِ غم سے اک نہ اک دن آپ جل جاتے

غیر سے وہ ہمکنار دیکھیے کب تک رہے
دیدۂ تر اشکبار دیکھیے کب تک رہے

اتنو تڑپ دمبدم ڈھاتی ہے تانِ ستم
دردِ دلِ بیقرار دیکھیے کب تک رہے

ناز و ادا کی طرح دشمنِ آرامِ دل
گردشِ لیل و نہار دیکھیے کب تک رہے

مشقِ جفا سے تری خاک میں ہم مل گئے
اب یہ نشانِ مزار دیکھیے کب تک رہے

حشر میں الزام سب اپنے ہی سر لے لئے
آپ کے ہم جاں نثار دیکھیے کب تک رہے

تیری تمنا کے داغ دل میں نہیں پھول ہیں
اپنے چمن کی بہار دیکھیے کب تک رہے

جانِ شرر زندہ ہے سخت جان سے مگر
آپ کے خنجر پہ دھار دیکھیے کب تک رہے

کہیں کیا ہے شرح دردِ فرقت ہو نہیں سکتی
ہماری جانبری کی کوئی صورت ہو نہیں سکتی

تصور ہر گھڑی رہتا ہے دم کے ساتھ سینے میں
شبِ غم لاکھ آئے تجھسے فرقت ہو نہیں سکتی

وہ کہتے ہیں مری فریاد سنکر یہ بھی عاشق ہیں
محبت جسکو ہوتی ہے شکایت ہو نہیں سکتی

ہوا کرتا ہے بارِ غم ہمیشہ جان کو دوبھر
اذیت کی کبھی خوگر طبیعت ہو نہیں سکتی

بھلا کب تک حیا ایسی نکل بھی آؤ خلوت سے | رہو گے تم جو پردے مین تو شہرت ہو نہین سکتی

خدا جانے تڑپنے سے مجھے کیون چین ملتا ہے | جسے تکلیف کہتے ہین وہ راحت ہو نہین سکتی

خدا کے سامنے محشر مین چپ ہون ای شرر تجھسے
کسی کے جور بیجا کی شکایت ہو نہین سکتی

مسیحا ہو کے قاتل ہو کسی کی ہر ادا کیسی | مریض غم کی الٹی ہو رہی ہے یہ دوا کیسی

غضب ہین شوخیان کیسی قیامت ہے حیا کیسی | جگر مین چٹکیان لیتی ہے تیری ہر ادا کیسی

خدا کی شان ظاہر ہو گئی جوبن کے پردے مین | جوانی آ چلی ہے جوش پر نام خدا کیسی

سنا او شوق سے اِس کی بھی مطلب میرا حاصل ہے | بھلا کس دن کہا مین نے کہ یہ شوق جفا کیسی

مین جتنا تم سے ملتا ہون تم اُتنا مجھسے کھچتے ہو | تمہین سے پوچھتا ہون اس وفا پر یہ جفا کیسی

تمہاری چال اور پھر اُسپہ مجمع مٹنے والونکا | قیامت مین قیامت ہو رہی ہے یہ بلا کیسی

ہوا جاتا ہے تڑکا اب تو سینے سے لپٹ جاؤ | ہمارے گھر چلے آئے تو پھر شرم و حیا کیسی

شب فرقت کے صدمے سُنکے وہ بولے تو یہ بولے | نہ نکلی یہ تمہاری جان بھی ہے بیحیا کیسی

رکاوٹ اُنکی ہر دم حسرتونکا خون کرتی ہے | زمانے کے حسینونسے اُڑی بوئے وفا کیسی

یہی جو آج اُٹھتے ہین ہین برباد کرنیکو | اِنھین ہاتھونسے کل دی غیر کو تمنے دعا کیسی

نکلکر میرے پہلو سے تری زلفونمین جا الجھا | یہ آنکھون دیکھتے دل نے ہماری کی دغا کیسی

ہمارے جی دُکھانے کے لئے یہ سب کرشمے ہین | جفا کیسی سزا کیسی ادا کیسی حیا کیسی

کرو جس سے محبت دشمنی کرتا ہے بے مین
شررؔ گلزار عالم مین چلی ہے یہ ہوا کیسی

نہین زخم جگر جس سے وہی تدبیر کرتا ہے | غضب کی دل لگی تیری نظر کا تیر کرتا ہے

کسی حب کے عمل مین وہ اثر دیکھا نہین ہمنے | جو نقش عشق دل مین بیٹھکر تاثیر کرتا ہے

نہین ایسا نہوا ہین گرا دین بجلیان اک دن | مجھے وہ دیکھتے ہی غیر سے تقریر کرتا ہے

اثر ہونے لگا کچھ کچھ کہ وہ بھی ہاتھ کہتے ہین
عجب حسرت بھرے تو نالۂ شبگیر کرتا ہے

لگا دے ایک پولا وار میرا کام بنجائے
ترے ابرو کا خنجر بے سبب تاخیر کرتا ہے

کلیجہ تھام لیتے ہین تماشہ دیکھنے والے
تڑپنا دل سے ہوتا ہے تو یہ تاثیر کرتا ہے

دل ناداں ہجوم یاس اکدم بھر مین ڈہا دیگا
تمنا کے محل تو کس لئے تعمیر کرتا ہے

مرا جوش جنون رہنے نہ دیگا مجکو زندان مین
مجھے کیون تنگ اتنا خانۂ زنجیر کرتا ہے

کرین کیون مہربانی کی تمنا یہ بھی کیا کم ہی
کہ ہمپر جور پنہان وہ بت بے پیر کرتا ہے

ترے ناوک کا ہی وہ بار احسان ہل نہین سکتا
تڑپنے کا ارادہ بھی اگر نخچیر کرتا ہے

کلیجے مین ٹھہاتا ہے ادہر جب آ نکلتا ہی
ترے تیر نظر کی دل بڑی توقیر کرتا ہے

خیال زلف جانان باندھ لیتا ہی سلاسل مین
ہمارا دل رہائی کی اگر تدبیر کرتا ہے

جلا دیتی ہی قسمت اسکو فوراً دست قاصد مین
شرر کا نام جب کاغذ پہ وہ تحریر کرتا ہے

کیا بتاؤن کہ ترے عشق مین کیونکر گزری
زندگی میری کہین موت سے بدتر گزری

تیری صورت ہی کہ جس دل مین بسی گھر بگڑا
میری حسرت ہے کہ جو دل مین ٹھنی گر گزری

تمنے خود دیکھ لیا میرے تڑپنے کا سماں
اور پھر پوچھتے ہو کیا تہ خنجر گزری

آکے کیون لوٹ رہا ہی ترا مطلب کیا ہی
کچھ زبان سے تو بتا دے جو کبوتر گزری

کاش اللہ محبت مین مجھے دیدیتا
غیر کے عشق کی تکلیف جو انپر گزری

نہ ملا دین کے رستے مین بھی منزل کا پتا
ہمکو دنیا بھی لگاتی ہوئی ٹھوکر گزری

عمر بھر میکدۂ دہر مین غم کے ہاتھون
کیا کہون مجھپہ جو اے ساقی کوثر گزری

آپ ہی غور کرین آپ ہی انصاف کرین
یہ گزرتی ہے کسی پر بھی جو ہمپر گزری

دن کٹے دیکھئے کس طور سے اب تیرے بغیر
ہجر کی رات تو مر مر کے ستمگر گزری

یہ شب وصل ہی کیا قصۂ فرقت چھیڑو نہ
جھیل لی ہجر کی تکلیف جو مجھپر گزری

ہجر کا درد تمنا کی چبھن دل کی خلش
آپ آسان سمجھتے ہین جو ہمپر گزری

جب صبا نے ترے گیسو کو پریشان کیا
وہ گھڑی مجھپہ قیامت کی برابر گزری

یہ گیسو مین کبھی دام مصیبت مین پھنسے
زندگی اپنی یونہی قید کے اندر گزری

یہ تو سب کہتے ہین اک روز ہے مرنا لیکن
کوئی کہتا نہین کیا قبر کے اندر گزری

کبھی دیکھا نہ تماشہ مری حسرت کا شہر
دل مین انکی نگہ ناز تو اکثر گزری

رنگین ہمسے بھی دیوانے کوئی تدبیر ایسی ہے
جو توڑے سے نہ ٹوٹے کیا کوئی زنجیر ایسی ہے

ملو تم غیر سے مین بھی کسی سے دل لگاؤنگا
تمہارا بھی جلے دل جس سے یہ تدبیر ایسی ہے

عدو سے خود وہ ملتے ہین مری ملنے سے بچتے ہین
مقدر کوئی ایسا ہے کوئی تقدیر ایسی ہے

مثال اپنی نہین رکھتا ترا انداز ایسا ہے
جواب اپنا نہین رکھتی تری تصویر ایسی ہے

پھرا کرتا ہے بے پھیری ترے انداز کا خنجر
کھچا کرتی ہے بے کھینچے تری شمشیر ایسی ہے

محبت کیا بری شے ہے کہ مین دشمن سے کہتا ہون
ذرا مین دیکھ لون انکو کوئی تدبیر ایسی ہے

مرے نالونکو جب سنتے ہین وہ گھبرا کے کہتے ہین
کھچا جاتا ہے دل تیری طرف تاثیر ایسی ہے

خدا کے سامنے محشر مین میری قتل ناحق سے
تجھے بے جرم ٹھیرا دے کوئی تدبیر ایسی ہے

جو انکا ہو گیا اسکو نہین پھر اور کچھ حاجت
ملاتی ہے خدا سے الفت شبیر ایسی ہے

شرر بے فائدہ ہر روز دفتر انکے لکھتے ہو
جواب نامہ وہ بھیجین کہان تقدیر ایسی ہے

خدا رکھے تجھے اے غم رفاقت تو ہی کرتا ہے
مری بگڑی کا تو ہے اور ہنسی کی ساری دنیا ہے

عدو نے بیوفائی کی تو مجکو آکے پوچھا ہے
غرض مطلب بری شے ہے اسیکا نام دنیا ہے

مرے سب دیکھنے آتے ہین تجکو کسنے دیکھا ہے
تری صورت سے میرا حال ہر حالت مین اچھا ہے

مرے آنسو رواں ہین اور وہ محو تماشا ہی
یہ پانی گلشن امید پر برسات مین برسا ہے

چھپے بیٹھے ہین لیکن طور تک جلوہ ہی جلوہ ہے
طلبگاروں سے یہ پردہ بھی کیا معقول پردا ہے

ریاضِ زندگی مین یہ بہار آتی ہے دم بھر کو
جوانی جسکو کہتے ہین ہوا کا ایک جھونکا ہے

خدا رکھے محبت کو نکالا نام دونون کا
تری ہر گھر مین شہرت ہے مرا ہر گھر مین چرچا ہے

زمانے بھر کے ارمان و تمنائین لے کے سویا ہون
مری تربت کے اندر اِن حسابون ساری دنیا ہے

سوالِ بوسۂ لب پر زبان ناحق جلاتے ہین
لڑائی مفت کی ٹھانی ہے لینا ہے نہ دینا ہے

ازل سے ہم لکھا لائے ہین خود اپنے مقدر مین
محبت تیری زلفون کی زبردستی کا سودا ہے

تمہین جبتک نہ دیکھا تھا تو اِن آنکھون پہ پردے تھے
تمہین جس روز سے دیکھا ہے اِن آنکھون مین پردا ہے

جو ملنا ہے تو مل لو وعدۂ فردا سے کیا حاصل
قیامت اور مطلب کی ہے اِن کامونکی دنیا ہے

وہ آ بیٹھے ہین بن ٹھن کے عزادارونکی زمرے مین
ہمارا حلقۂ ماتم بھی آغوشِ تمنا ہے

جہان دشمن کی تربت پوچھنے کو آپ آئے ہین
وہان مین بھی پڑا ہون پوچھلو یہ دیکھا بھالا ہے

خدا کیواسطے آجا کہ مشکل سہل ہو جائے
ترے بیمار کا مدت سے دم آنکھون مین اٹکا ہے

جزاک اللہ اے قاتل کہ ہلچل ڈالدی تونے
نگاہِ شوخ نے کس دھوم سے میدان مارا ہے

ہماری شوق نامہ کو ضرورت کیا ہے قاصد کی
مضامین شوق کے ہوتے ہین خط خود اُڑکے جاتا ہے

قرار و صبر بھی کرتے نہین فرقت مین ہمدردی
بھروسا غیر پر کیا ہو جب اپنونکا یہ نقشا ہے

یہ منہ دیکھی نہین کہتا کہ تم ثانی نہین رکھتے
خدا لگتی کہونگا مین خدا کو منہ دکھانا ہے

وہ ہمکو جھڑکیان بھی دیکر دل لین تو کیا کہنا
اگر مل جائے اِن دامون کو یہ سودا تو سستا ہے

اُنھین چاہون تو شرما اور وہ بھی اُن غیرونکے ساجھے مین
مین اِس جھگڑے مین کب پڑتا ہون ایسی کسکو پروا ہے

مصیبت کچھ بٹا لی دوسرے کی
ہمین نے یون دعا لی دوسرے کی

رہا کرتے ہو برہم مثلِ گیسو
بلا پیچھے لگا لی دوسرے کی

کبھی اُنکو اِسی حالت سے ڈھونڈھا
کبھی صورت بنا لی دوسرے کی

یہ کھسکر پی گئے بوتل کی بوتل / بھری اپنی ہے خالی دوسرے کی

دل شیدا مین آئے ہنکے حسرت / یہ کیا حسرت نکالی دوسرے کی

جو دیتا ہے تو اپنی گالیان دے / ترا منہ اور گالی دوسرے کی

ترے گیسو کا کیا بگڑا جو بکھرا / بڑہی آشفتہ حالی دوسرے کی

عدو نے دل انہین دینا کہا تھا / اُنھون نے جان کھالی دوسرے کی

مٹانے کا ہے اک یہ بھی طریقہ / کرو تم پائمالی دوسرے کی

ہمین کیا کم تھے رسم عاشقی کو / زبردستی بلالی دوسرے کی

عدو کو کیا کہون جب خود کہے وہ / مرا جی چاہے گالی دوسرے کی

انہین مین ہمنے بس یہ بات دیکھی / دیے غم اور دعا لی دوسرے کی

شرر دل لیکے اُسنے منہ چھپایا
غضب مین جان ڈالی دوسرے کی

رنج بیکار ہے وہ عہد شکن کسکا ہے / غم تجھے اے دل پُر رنج و محن کسکا ہے

دیکھتے ہی جسے بیساختہ پیار آجائے / ہان ذرا آپ ہی کہدین وہ دہن کسکا ہے

میری آنکھون مین بسی ہے یہ تجلی کسکی / میری نظرون مین یہ بیساختہ پن کسکا ہے

کس تبسم کی ادا برق اُڑائی تونے / فتنۂ حشر بتا تجھ مین چلن کسکا ہے

کیون جوانان گلستان کو خوشی ہے اتنی / آج ارادہ پئے گلگشت چمن کسکا ہے

جس سے مٹجائے قیامت وہ ہے کسکی رفتار / جس سے بیچین ہون فتنے وہ چلن کسکا ہے

اب نہ وہ رنگ نہ وہ روپ نہ وہ لطف بہار / آج یہ سوگ تجھے صبح چمن کسکا ہے

نگہ شوخ سے مجروح کرو دل لیکن / اک ذرا سوچ لو یہ بھی کہ وطن کسکا ہے

سُنکے اشعار ہمارے وہ شرر کہتے ہین
دل دُکھا جاتا ہے اس سے یہ سخن کسکا ہے

اک نظر دیکھتے ہی سیکڑون قربان ہونگے
تم سلامت ہو تو ہر روز یہ سامان ہونگے

وہ تو ہم پہلے پہل پھنس گئے نادانی سے
اب جو ہونگے تو سمجھ بوجھ کے خواہان ہونگے

وہ شب وعدہ نہ آئے تو اجل آئیگی
ہم تو ہر حال مین شرمندۂ احسان ہونگے

قتل کرکے ہمین اب ذکر وفا ہے ہردم
ہم نہ کہتے تھے بہت آپ پشیمان ہونگے

بات تو جب ہے کہ اک آدھ وفا بھی ہو کبھی
یون تو ہونے کے لئے سیکڑون پیمان ہونگے

ہٹ چکی رسم وفا ٹوٹ چکا عہد وصال
اب وہ کیا بات ہے جس بات کے پیمان ہونگے

سر مین ہوگا تو تری زلف کا سودا ہوگا
دل مین ہونگے تو ترے ملنے کے ارمان ہونگے

سختیان عشق کی ہم دیکھ چکے جھیل چکے
اب تو کھیلین گے وہی کھیل جو آسان ہونگے

سامنے ہم نکرین اپنا کلیجہ کیون کر
آرزومند کسی تیر کے پیکان ہونگے

پیٹھ پیچھے جو برا کہتے ہین ہمکو لیکن
آنکھ جب سامنے ہوگی تو پشیمان ہونگے

کنج مرقد مین بھی آرام کی امید نہین
اے شرر دل مین یہی حسرت و ارمان ہونگے

وہ چاہتے ہین کوئی اس طرح تباہ رہے
جلن جگر مین تڑپ دل مین لب پہ آہ رہے

ہمارا غم نہ سنا آکے ایکدن تمنے
تمہارے واسطے ہم عمر بھر تباہ رہے

عجیب داد طلب ہم بھی تھے زمانے مین
کہ جسنے ظلم کیا اس سے داد خواہ رہے

تمہین کہو کہ تمہین کوئی کس طرح دیکھے
جو رخ پہ بکھری ہوئی کاکل سیاہ رہے

دکھاؤ حشر کے دن جلوہ جب خدائی کو
ہماری حسرت دل پر بھی کچھ نگاہ رہے

کبھی زبان پر اپنی نہ آیا حرف سوال
فقیر ہو کے بھی ہم دل کے بادشاہ رہے

وہ کام کر کہ رہے تیرا نام دنیا مین
وہ چال چل کہ زمانے سے رسم و راہ رہے

مزا تو جب ہے کہ دیدار کے مزے لوٹین
ہم آپ مین رہین جبتک جلوہ گاہ رہے

کسیکے کوچے مین جبتک شرر قیام کیا

بہت خراب رہے اور بہت تباہ رہے

تیری نگاہِ شوخ عجب کام کر گئی
تلوار بن کے صاف جگر تک اُتر گئی

کس دن ہماری قبر پہ دو پھول دھر گئی
سو بار اِس طرف سے نسیم سحر گئی

کیا پوچھتے ہو ہمسے جوانی کا ماجرا
موجِ نسیم تھی کہ اِدھر سے اُدھر گئی

بربادیون سے لاگ ہی تیری نگاہ کو
لاکھون ہوئے شہید یہ کافر جدھر گئی

رہ رہ کے غصّہ تجھسے ستمگر کا کم ہوا
چڑھ چڑھ کے آسمان پہ آندھی اُتر گئی

یہ دو مقام نا کے ہین تصویر یار نے
آنکھون مین آ گئی کبھی دل مین اُتر گئی

نکلا وہ عیب غیر مین جس عیب پر کبھی
میری نظر گئی نہ تمہاری نظر گئی

وہ رنگ ڈھنگ آپکا اگلا سا کیون نہین
وہ رسم کیا ہوئی وہ عنایت کدھر گئی

جس انجمن مین بیٹھے وہ محشر بپا ہوا
گزرے وہ جس طرف کو قیامت گزر گئی

کیون بار بار پوچھتے ہو تمسے کیا کہون
جو کچھ گزر گئی مرے دل پر گزر گئی

اُٹھّو بھی بتکدے کی شہر سیر اب کرو
تمکو حرم مین رہتے تو مدّت گزر گئی

کسی تدبیر سے قسمت کی بُرائی نہ گئی
نہ گئی گھر سے مرے شامِ جدائی نہ گئی

جاؤ بھی دیکھ لیا تیغ زنی کا دعوےٰ
تول کر رہ گئے تلوار لگائی نہ گئی

قتل کر کے مجھے کیون آپکے بگڑے یہ حواس
تیغ دھوئی نہ گئی لاش چھپائی نہ گئی

کام نالون سے نہ نکلا شبِ فرقت میرا
اُسنے زنجیر درِ عرش ہلائی نہ گئی

دلِ پُر داغ کا کچھ بھی نہ تماشا دیکھا
تمسے چل پھر کے ہوا باغ کی کھائی نہ گئی

یار نے عارضِ پُر نور سے اُلٹی جو نقاب
پھر ضرورت ہی نہ تھی شمع جلائی نہ گئی

اُسنے گالی بھی نہ دی قتل تو کرنا کیسا
ہاتھ تو ہاتھ زبان تک بھی ہلائی نہ گئی

نامہ بر وصل کی کچھ بات نہ طے کی تونے
جو خبر لانے کی تھی تجھسے وہ لائی نہ گئی

راز داری تھی محبت مین یہانتک ہمکو
قید مین پاؤن کی زنجیر ہلائی نہ گئی

نالہ ہائے سحری کام نہ آئے اُنسے
میری سوتی ہوئی تقدیر جگائی نہ گئی

کان مین چپکے سے مینے جو پتی کی کھدی
ایسے شرمائے کہ پھر آنکھ ملائی نہ گئی

کھد یا رازِ محبت مرے دلنے سب سے
بات کمبخت سے اتنی بھی چھپائی نہ گئی

کسی صورت سے کبھی کم نہ ہوا سوزِ نہان
آگ وہ دل مین لگی تھی کہ بجھائی نہ گئی

اے شرر دیکھ لیا آپ کو اُنکے در پر
چار دن بیٹھکے دھونی بھی رمائی نہ گئی

آپ آئے بھی تو اک لحظہ مشکل ٹھیرے
یہ تو فرمائیے کس طرح مرا دل ٹھیرے

ہائے بگڑی ہوئی تقدیر بُری ہوتی ہے
ہم مسیحا جسے سمجھین وہی قاتل ٹھیرے

ابھی آئے ہو ابھی جاتے ہو ٹھیرو تو سہی
تمسے اک بات کہونگا مین ذرا دل ٹھیرے

اِس طرح بیٹھے ہین در پر تری ہمت ہارے
جس طرح تھک کے مسافر سرِ منزل ٹھیرے

ایک وہ ہین کہ عنایت کے سزاوار ہوئے
ایک ہم ہین کہ ترے ظلم کے قابل ٹھیرے

بیقراری کے ستم کوئی اُٹھائے کب تک
اے خدا اب تو کسی طرح مرا دل ٹھیرے

ناتوانی کا بُرا ہو کہ رہے ہم پیچھے
اور سب قافلے والے سرِ منزل ٹھیرے

پھلے ہین جنکو سمجھتا تھا مسیحا اپنا
اے شرر اب وہ کرشمے مرے قاتل ٹھیرے

دل پریشان ہوا جاتا ہے
گھر ہی ویران ہوا جاتا ہے

چھین کر دل وہ لئے جاتے ہین
مُفت نقصان ہوا جاتا ہے

مشکلین جمع ہوئی ہین اتنی
کام آسان ہوا جاتا ہے

آئینہ دیکھکے صورت تیری
اور حیران ہوا جاتا ہے

کوئی زخمی ہے تری ابرو کا
کوئی بیجان ہوا جاتا ہے

پھر بگڑتا ہے بنا کام مرا
پھر وہ انجان ہوا جاتا ہے

وہ کچھ اس شان سے ہے جلوہ نما
ہوش قربان ہوا جاتا ہے

ہے یہی مشق تو کوئی دن مین
جمع دیوان ہوا جاتا ہے

دل پہ قابو بھی شرر لازم ہے
کیون بدآوسان ہوا جاتا ہے

میری جو بات ہے وہ صلح کی ہے پیار کی ہے
تیری جو بات ہے حجت کی ہے تکرار کی ہے

دم بدم آتا ہے کمبخت کلیجہ منہ کو
اب تو کچھ اور ہی حالت ترے بیمار کی ہے

انکے حسرت مری وہ بات کہی ہے اسنے
نہ تو اقرار کی ہے اور نہ انکار کی ہے

کام بننے نہین دیتی مری بگڑی قسمت
آسمان کی ہے شکایت نہ مجھے یار کی ہے

رات دن کام تمہارا یہی سب بے رحمی ہے
رات دن فکر تمہین میرے ہی آزار کی ہے

میرا مذہب ہے جدا شیخ و برہمن تمسے
مجکو تسبیح کی حاجت ہے نہ زنار کی ہے

بیقراری مین قیامت کا مزا ملتا ہے
میری آنکھون مین جو شوخی نگہ یار کی ہے

ہائے وہ دن کہ تری بزم مین دن رات تھے ہم
آرزو اب تو ہمین سایۂ دیوار کی ہے

روز دیتا ہے نیا رنج ستمگر ہمکو
روز بیداد نئی چرخ ستمگار کی ہے

انکے نالے شرر زار کے وہ کہتے ہین
یہ تو فریاد کسی تازہ گرفتار کی ہے

چاہنے والون سے کیا ایسی عداوت چاہیے
شرم کچھ آنکھون مین کچھ دل مین مروت چاہیے

تیری آنکھون مین بری معلوم ہوتی ہے حیا
ان مین شوخی چاہیے ان مین شرارت چاہیے

حضرت دل نے کیا ہے دم ہمارا ناک مین
روز اسکے واسطے اک اچھی صورت چاہیے

دل نہین ہے مفت کا محنت سے پالا ہے اسے
ہاتھ تم پیچھے لگانا پہلے قیمت چاہیے

تو رہے دنیا مین تیرے چاہنے والے بہت
سیکڑون سر ہین ترا خنجر سلامت چاہیے

مجھسے بچتے ہو مری صورت سے تم بیزار ہو
آدمی کو آدمی سے ایسی نفرت چاہیے

اُسکی بیدردی کا قصہ کیون کہون دشمن سے مین
غم غلط کرنے کو کچھ حرف وحکایت چاہیے

کچھ نشانی تو رہے میرے دلِ مرحوم کی
تیرے کوچے مین بھی اک چھوٹی سی تُربت چاہیے

اُنکا تیر آیا ہے ہم کیونکر نہ دین دل مین جگہ
اپنے گھر آئے جو دشمن بھی تو عزت چاہیے

یا نبی اپنے شترر کی لاج رکھئے حشر مین
وُک اشان آپکا بھر شفاعت چاہئے

ن نظر کارگر نہ ہو جائے
خلق زیر و زبر نہ ہو جائے

اُنکا آتا ہے تیر دیکھ ایدل
تجھ سے آگے جگر نہ ہو جائے

شدتِ درد سے یہ کھٹکا ہے
دل اِدھر سے اُدھر نہ ہو جائے

وصل کی شب ہے مین ڈرتا ہون
بات کرتے سحر نہ ہو جائے

دیکھو دیکھو نہ آئینہ تمکو
کہین اپنی نظر نہ ہو جائے

آدمیّت اگر ہر اِک مین ہو
آدمی ہر بشر نہ ہو جائے

دلِ ارمان کیا نکالین ہم
ڈر ہے ویران گھر نہ ہو جائے

دیکھ اے چشمِ تر کہین اُنکو
غمِ دل کی خبر نہ ہو جائے

نالے کرتے تو ہو شرر دیکھو
پرزے پرزے جگر نہ ہو جائے

جان چھوٹی رنج سے جھگڑون سے فرصت ہوگئی
موت کے آتے ہی ہمکو کیسی راحت ہوگئی

توبہ کرتے ہین کسیکو اب نہ چاہین گے کبھی
کان پکڑا ہمنے آگے کو نصیحت ہوگئی

دل امانت تھا خدا کی وہ بتون کو دیدیا
کیا کرین ہمسے امانت مین خیانت ہوگئی

اب کہان اگلا سا وہ ہر وقت اُٹھنا بیٹھنا
مل گئے جب راہ مین صاحب سلامت ہوگئی

اب کہان وہ عیش کے جلسے وہ سامانِ طرب
اتفاقاً چار دن کو یہ بھی صحبت ہوگئی

آج کے دن بھی وہی غم ہے وہی ہے انتظار
صبح محشر بھی ہمین تو شامِ فرقت ہوگئی

ہوگئی آفت بپا اُنکے خرامِ ناز سے
پڑگئی ہلچل قیامت مین قیامت ہوگئی

پوچھتے کیا ہو مری بگڑی ہوئی قسمت کا حال
دل مین جب آئی خوشی کی بات حسرت ہوگئی

کام کیسے آگئے مرقد مین میرے داغِ دل
روشنی سی روشنی اُنکی بدولت ہوگئی

ہم دکھا دینگے تماشا شورِ محشر کا یہین
نالے کرنے کی اگر ہمکو اجازت ہوگئی

کیا کوئی پردہ نشین یان فاتحہ کو آگیا
کیون شہیدِ ناز کی گل شمع تربت ہوگئی

اک زمانہ دشمنِ جان عہدِ الفت مین ہوا
دوستی کی اُسنے دنیا سے عداوت ہوگئی

عشق مین کیونکر پھنسا تو تو بڑا ہشیار تھا
کیا ہوا تجھکو شررؔ اُلٹی تری مت ہوگئی

اگلی برس بھی پھر یہی فصلِ بہار ہے
توبہ ہماری توبہ کا کیا اعتبار ہے

اقرار کر لیا ہے رہا ہوگی تم ضرور
جو کچھ کہا ہے تمنے مجھے اعتبار ہے

انکار کر نہ زاہدِ کم فہم پی بھی لے
تو دوستونکا دوست ہے یارونکا یار ہے

جس داغِ دل کی قدر نہ کی تمنے کچھ کبھی
بعدِ فنا وہی تو چراغِ مزار ہے

اے چشمِ یار آنکھ ادھر پڑ رہی ہے کیون
کس کام کا ترے یہ دلِ بیقرار ہے

وہ حال ہے کہ اب مجھے دوبھر ہے زندگی
اے موت جلد آکہ ترا انتظار ہے

کہدینگے ہم پیام تو تیرا شررؔ ضرور
مانے نہ مانے اسکا اُسے اختیار ہے

فوراً ہی چلدیا کوئی باتون مین ٹال کے
پچھتا رہا ہون بات کو منہ سے نکال کے

آنکھون مین خاک جھونک کے دل لے لیا مرا
گاہک ملے تو ایسے ملے مجکو مال کے

کیون دو سزا ہمین دین مجھے اِک جرمِ عشق کی
مجھپر چھُری نکالی تو آنکھین نکال کے

قاضیِ شہر - شیخِ حرم - ناصحِ شفیق
باقی ہین چند لوگ ابھی اگلی چال کے

سچ پوچھئے تو خوبیِ قسمت سے لٹ گئے
سودا لیا تھا ہمنے بہت دیکھ بھال کے

قصّہ ہوا تمام مریضِ فراق کا
کیا آئے آپ آئے اگر وقت ٹال کے

جب دیکھنا بھی جرم ہی تعزیر دیجئے
پامال کیجئے مری آنکھین نکال کے

یہ بھی خبر ہے، اغلو ہم سب گناہگار
اُمیدوار ہین کرمِ ذوالجلال کے

زخمونسے چور چور ہے سب تن بدن مرا
احباب میری لاش اُٹھائین سنبھال کے

کیا ہوگیا شررؔ کو جو روتا ہے زار زار
کیا لطف یاد آگئے شامِ وصال کے

کس لئے غم سہا کرے کوئی
دوستی کرکے کیا کرے کوئی

سب کی نظرین ہین کیون پھری کوئی
کاش دل مین رہا کرے کوئی

قبر پہ پھول چڑھتے جاتے ہین
روز یون ہی ہنسا کرے کوئی

چرخ مین کیا لگے ہین لعل ایسے
جس کے تارے گنا کرے کوئی

سُنے جب کوئی محبت سے
حالِ دل کیون کہا کرے کوئی

اب تو نالون سے حشر برپا ہے
اپنا وعدہ وفا کرے کوئی

بُتِ بے درد ہے خدا مالک
کیون ترا آسرا کرے کوئی

ایسی حالت ہے اب کہ کہتا ہون
میرے حق مین دعا کرے کوئی

ایسی تقدیر اور یہ حسرت
چاہتا ہون دعا کرے کوئی

بات جب ہے کہ داستانِ قلق
ہم کہین اور سنا کرے کوئی

روئین دشمن شررؔ کے مرنے پر
یہی کہدو کہ کیا کرے کوئی؛

دل جو زخمی ہے جورِ پنہان سے
خون روتا ہے چشمِ گریان سے

جوشِ وحشت کی رخنہ اندازی
جیب کی تن گئی گریبان سے

یاس اور یاس بھی ہمیشہ کی — خون برسا ہے چشم ارمان سے
اے جنون جا کے خاک کیون لو چھان — گھر مرا کم نہین بیابان سے
خارِ صحرا کا کیا بگڑا ہے — کیون اُلجھتے ہین میری دامان سے
کیون بگڑتے ہو کیا بگڑتا ہے — دیکھتا ہون جو چشم ارمان سے

اے شرر کیا دہرا ہے جنت مین
ہم نہ اُٹھین گے کوئے جانان سے

یہ گرمی آگئی اِس مین کہان سے — جلا جاتا ہون مین سوزِ نہان سے
سُنو گے داستانِ دردِ فرقت — کلیجا لاؤ گے ایسا کہان سے
مناسب ہے کرے پورا بھی اُسکو — کہے جس بات کو انسان زبان سے
نہ کُھلجائے کہین رازِ محبت — لبون پر جان ہے ضبطِ فغان سے
مجھے یارب دیا دردِ محبت — کرون مین شکر تیرا کس زبان سے
خدا جانے پڑی اُفتاد کیسی — نہ آیا نامہ بر اب تک وہان سے

شرر کچھ اُنکو ضد ایسی ہے مجھسے
نہین وہ بولتے میٹھی زبان سے

لے لین جو چٹکیان نگہِ شوخ یار نے — تسکین پائی آج دلِ بیقرار نے
روزِ ازل کسی نے نہ جسکو کیا پسند — وہ دل دیا مجھے مرے پروردگار نے
کیا بار بار پوچھتے ہو تم سے کیا کہون — مجھپر جو ڈھائے ظلم شبِ انتظار نے
سوزِ جگر۔ ہجومِ تمنا۔ غمِ فراق — کیا کیا دیا مجھے مرے پروردگار نے
اُس بیوفا سے میری سفارش تو یکطرف — دل ہی جلا دیا نفسِ شعلہ بار نے
کہدی کسی سے دردِ نہفتہ کی داستان — آکے ہمارے گریۂ بے اختیار نے

اُنکو شرر ہمارے ستانے کے واسطے

چالین سکھائین گر بشر لیل و نہار نے

ادا یار کی دل مسلتی رہی
قیامت کی ہر چال چلتی رہی

ادھر وہ دل رنگ لاتا رہا
ادھر اسکی چتون بدلتی رہی

نچوکا شرارت سے وہ فتنہ گر
زبان جب تھمی آنکھ چلتی رہی

کیا قطع تیغ ادا نے جسے
وہی شاخ امید پھلتی رہی

ترا حسن بڑھتا رہا دمبدم
نئی شان ہر دم نکلتی رہی

وہان گرمجوشی رہی غیر سے
یہان آگ سینے مین جلتی رہی

کسی کے ہر انداز ہر ناز مین
ادا بانکپن کی نکلتی رہی

غریبون کا دیتا نہین کوئی ساتھ
ن تصویر بھی رخ بدلتی رہی

ہمیشہ بگڑتے رہے وہ شرر
نئی روز حجت نکلتی رہی

جو داغون سے گلشن ہو وہ دل یہی ہے
تمہارے تماشے کے قابل یہی ہے

خدا کی خدائی کا حاصل یہی ہے
ہمارے ہو تم جسمین وہ دل یہی ہے

تہ تیغ جب آئے ہم موت بولی
رہ عشق کی پہلی منزل یہی ہے

جو تیری لگاوٹ پہ اترا رہا ہے
وہ نادان ظالم مرا دل یہی ہے

تمہارے سوا آرزو ہو نہ دل مین
تمنا یہی حسرت دل یہی ہے

خدا جانے یہ پھول کیون ہنس رہے ہین
چمن مین فغان عنادل یہی ہے

محبت مین آسان ہے جان دینا
دل تسکین دین سخت مشکل یہی ہے

نزاکت اٹھانے نہ دے جسکو خنجر
غضب ہے کہین اسکو قاتل یہی ہے

نہ تم اپنے بس کے نہ موت اپنی بس کی
نہ دل اپنے قابو کا مشکل یہی ہے

بناوٹ نشانہ دل مبتلا کو
کہ تیر نظر کا مقابل یہی ہے

یونہی دم نکلنے پہ مرتا رہونگا — جو آسان نہ ہوگی وہ مشکل یہی ہے
مری لاش پر حسرتین نوحہ گر ہین — مرے رونے والون کی محفل یہی ہے
عداوت ہے سارے زمانے کو مجھسے — تمہاری محبت کا حاصل یہی ہے
کیا جسکو پامال اک مہ جبین نے — وہ آنکھون کا تارا مرا دل یہی ہے
کلیجہ سے مجروح دل لوٹتا ہے — نگاہین لڑانے کا حاصل یہی ہے
چمک برقِ ابن کی تیری ہنسی ہے — اگر ہے تو مدِ مقابل یہی ہے
جو جینے پہ مرتا ہے وہ غیر ہوگا — جو مرنے پہ جیتا ہے وہ دل یہی ہے
ق
یہ نواب حامد علیخان ہمیشہ — رہے شادمان خوشدل یہی ہے
وہ عالم منور ہین جسکی ضیا سے — زمین پر وہ اک ماہِ کامل یہی ہے
اسی سے ہے سرسبز نخلِ تمنا — امیدون کے دریا کا ساحل یہی ہے
ہوا شوق باغِ معانی لگائین — کہ نازک خیالی کا حاصل یہی ہے
ہر اک شعر ایسا کہا جسکو سنکر — ہر اک نے کہا سحرِ بابل یہی ہے
وہ پانی ہے فکرِ رسا جس زمین کو — سخن فہم کہتے ہین مشکل یہی ہے
اسی مین غزل ایسی لکھی ہے جسکو — یہ کہیے کہ پریون کی محفل یہی ہے
عجب حسنِ بندش یہ مصرع ہے جسکا — مہِ نو یہی ماہِ کامل یہی ہے
نکالے مضامین سب سے نیا کر — رہِ شعر مین سخت مشکل یہی ہے
کٹھن ہے زمین مین کہون شعر کیونکر — مگر حکمِ عالی ہے مشکل یہی ہے

ہزارون مضامین دلکش ہین دل مین
شرر دیکھو پریون کی محفل یہی ہے

درد جگر کی ملتی ہے لذت نصیب سے — ہم اپنا حال جاکے کہین کیون طبیب سے
اے دو چرخ ایک ہی شب کے لئے کبھی — بدلے مرا نصیب عدو کے نصیب سے

اب دور ہمسے کھنچتے ہو کہتے تھے تم کبھی
آؤ ادھر کہ ہم تمہین دیکھین قریب سے

یہ کاہشِ جگر مری کیہ بے سبب نہین
اُلفت بڑھی ہے آپکی بیشک رقیب سے

جو کچہ کہا وہ آپنے مین عرض کیا کرون
بگڑے ہوے نصیب نے مجھ بدنصیب سے

کرتی ہے میرے قتل کے ہر روز مشورے
مِل مِل کے وہ نگاہ نگاہِ رقیب سے

ایسا مرض نہین ہی شرر جسکا ہو علاج
کیا فائدہ کہ سال کہین ہم طبیب سے

اب سروکار نہ رونے سے نہ گھبرانے سے
ملگیا چین ہمین دم کے نکلجانے سے

گرمیِ حسن سے پلکون مین چھپی بیٹھی ہے
نگہِ ناز نکلتی نہین حسن خانے سے

اب وہ حالت ہے کہ دشمن بھی اگر سن پائین
ٹکڑے ہو جاے کلیجا مری افسانے سے

جستجو نے تری ڈالا ہے کشاکش مین مجھے
بارہا کعبے مین لے آئی ہے بتخانے سے

عشق کی راہ مین ثابت قدمی لازم ہے
کام رونے سے نکلتا ہے نہ گھبرانے سے

عشق ہوتا ہے تو حالت یہی ہو جاتی ہے
آپ گھبراتے ہین ناحق مری گھبرانے سے

اے شرر اورکہین اُسکا ٹھکانا ہی نہین
شبِ غم جائے کہان میرے سیہ خانے سے

کیون بزم سے دشمن کو نکلنے نہین دیتے
کیا میری قضا ہے جسے ٹلنے نہین دیتے

حسرت کا تو کیا ذکر کہ نکلے مرے دل سے
وہ آنکھ سے آنسو بھی نکلنے نہین دیتے

کیون آپ شبِ وصل الگ بیٹھے ہین مجھسے
کس واسطے ارمان نکلنے نہین دیتے

کسنے یہ سکھائی ہین تمہین تیغ کی چالین
ملتے ہو گلے سے تو سنبھلنے نہین دیتے

کیون آپ شبِ وصل لگاتے نہین مہندی
کیا میرا لہو ہے جسے ملنے نہین دیتے

آفت ہین وہ انداز قیامت ہین وہ غمزے
مین لاکھ سنبھلتا ہون سنبھلنے نہین دیتے

ارمان مرے کہتے ہین ملجائین وہ تنہا
پھر دیکھین تو کسطرح نکلنے نہین دیتے

کیا وصل مین دیتا ہے مزا انکا یہ کہنا
تم تو ہمین کروٹ بھی بدلنے نہین دیتے

وہ دل مین شررؔ آکے ٹھہرتے نہین دم بھر
حسرت کا چمن پھولنے پھلنے نہین دیتے

جگر مین کاوش مژگانِ یار باقی ہے
یہ کیا کھٹک مرے پروردگار باقی ہے

اخیر سانس کا سینے مین تار باقی ہے
بلاسے نام مری جانِ زار باقی ہے

ابھی سے آنکھ کسیکی پھری ہوئی مجھ سے
ابھی یہ گردشِ لیل و نہار باقی ہے

کسی کے آنے کی جاتی رہی امید ہمین
اجل کو تنے کا اب انتظار باقی ہے

شبِ وصال مین آجائین زندگی کو مرے
وہ کہتو دین کہ تجھے اختیار باقی ہے

خزان کے خوف سے گلشن مین کیون پریشان
ابھی تو پھول کھلے ہین بہار باقی ہے

بہار آتی ہے دستِ جنون ترے ہاتھون
ہماری جیب مین اب کوئی تار باقی ہے

جو روزِ ہجر کٹا بھی تو کیا ہوا حاصل
پہاڑ سی یہ شبِ انتظار باقی ہے

ٹھنی ہے جی مین شررؔ اب تو حال کہہ گزرون
سُنین وہ یا نہ سُنین اختیار باقی ہے

اُس کاکُل پیچان کی تصویر نظر آئی
پھر دل کو ہوا سودا عجیب نظر آئی

غصے مین جو لکھا تھا خط اُسنے مجھے قاصد
ہر سطر مجھے اُسکی شمشیر نظر آئی

گردِ سرِ راہ بنکر قدمون سے لپٹ جاؤن
اُن سے یہی ملنے کی تدبیر نظر آئی

آئینے دلِ حیران مین ابرو کا تصور ہے
آئینے مین خنجر کی تصویر نظر آئی

ہم سے تجھے نفرت آئی جب اُسنے ادھر دیکھا
وہ برق نگہ ہمکو شمشیر نظر آئی

میرے دلِ حیران مین وہ مستِ تغافل ہے
تصویر کے پہلو مین تصویر نظر آئی

در پھیر کے ترے در پر کرتا ہون جبین سائی
کچھ پھرتی ہوئی اپنی تقدیر نظر آئی

صحرا مین کفِ پا نے کانٹون پہ کیا قبضہ
جنگل کی زمین اپنی جاگیر نظر آئی

آئینے سے وہ بگڑے شانے سے کبھی اُلجھے
جب زُلف کے بننے مین تاخیر نظر آئی

یہ آنکھ تری ظالم آفت ہے تہِ ابرو
شمشیر کے سایے مین شمشیر نظر آئی

محشر مین وہ آئے ہین وعدی کو وفا کرنے
نالون کی کہان ایدل تاثیر نظر آئی

جب آہِ رسا پہنچی اے دل درِ جاناں تک
اترائی ہوئی اپنی تقدیر نظر آئی

کس روز شرر تیرے اشعار سُنے اُسنے
کب نالۂ موزون کی تاثیر نظر آئی

اُمید کب ہے کسیکا وصال ہوجائے
یہ اور بات ہے ممکن محال ہوجائے

اگر کسیکو ہمارا خیال ہوجائے
ابھی خوشی سے طبیعت بحال ہوجائے

وہ اپنی چال کے انداز کس لئے چھوڑین
بلا سے اُنکی کوئی پائمال ہوجائے

وہ لے گیا ہی مرا دل کہ خود دیا مینے
اُسی سے حشر مین اتنا سوال ہوجائے

مری اُمید، عدو کی اُمید بنجائے
مرا خیال عدو کا خیال ہوجائے

نقاب رُخ سے اُلٹ کر دکھا دیا جلوہ
خدا کرے ترا دونا جمال ہوجائے

جو کھولدو کبھی بھولے سے زلفِ پیچا پیچ
تو مرغِ دل کے پھنسانے کو جال ہوجائے

اگر علی کو پکارے کوئی مصیبت مین
تو ذوالفقارِ علی بڑھ کے ڈھال ہوجائے

وہ بدنصیب ہون اُنکا جو وصل بھی ہو نصیب
وفورِ شوق سے جینا محال ہوجائے

وہ طول ہو کہ خضر عمر بھر بھی پڑھ نہ سکین
جو میرے شوق کا تحریر حال ہوجائے

شرر تمہاری سفارش کرینگے ہم لیکن
یہ کب اُمید اُنھین کچھ خیال ہوجائے

وہی ہے آنکھ جو تجھ سا حسینِ ماہ رو دیکھے
وہی ہے دل جو تیرا ہو کے داغِ آرزو دیکھے

اگر آئے مرے دل مین نرالی سیر تو دیکھے
گلِ داغِ جگر دیکھے بہارِ آرزو دیکھے

اگر وہ حشر مین یارب نہ آئے سامنے میرے
تو اچھا یون ٹھہر جائے نہ مین دیکھون نہ تو دیکھے

یہان کیون آکے ٹھیری ہی یہ اک اُجڑا ہوا گھر ہی
نکل جائے مرے دل سے جو موقع آرزو دیکھے

ابھی مین خاک ہو جاؤنگا اک چشم عنایت کر
نہ دیکھے پھر کوئی محب نظر بھر کر جو تو دیکھے

اسے احباب لائے ہین تو اتنی دیر ٹھیرا لین
ہماری لیتیا شن لے ہماری آرزو دیکھے

وہی سیرت ہی دنیا مین جسی شیرازی تو اچھا
وہی صورت ہے عالم مین جسے بہتر تو دیکھے

ہماری التجا سے وصل اسکا گانیان دنیا
ہماری گفتگو دیکھے وہ اپنی گفتگو دیکھے

خدا جانے وہ کیا ڈھائے ستم بیچے تو صدیر
ہمارے شوق نامے مین جو حرف آرزو دیکھے

لہو نے میرے جب چوما لب خنجر تو وہ بولے
نہ دیکھا آج تک ایسا ہزارون کی لہو دیکھے

غنیمت ہی جو تیری بزم مین یہ بھی میسر ہو
تجھے حسرت سے مین دیکھون مجھے غصے سے تو دیکھے

مزا جب ہی جو ہم آرزو تیری بلائین لے
مرے دل مین ٹھہر کر تو ہجوم آرزو دیکھے

عجب حالت بنا رکھی ہی تیرے عشق مین اپنی
نہ بھیجا نے کبھی ہرگز شرر کو اب جو تو دیکھے

نہ ہو اُنپر اثر ہو جائیگی حسرت تو کم دل کی
سفارش کچھ کرینگے جا کر اُنسے آج ہم دل کی

اگر لیتا ہے وہ مجھسے تو پیمان وفا اپنا
اگر دیتا ہے وہ مجکو تو دیتا ہے قسم دل کی

مجھے اُنسے محبت ہی انہین دشمن سی نفرت ہے
تڑپ ہی اب زیادہ دونون جانب سے بدم دل کی

کریگا خون پھر وہ خون آنکھون سے بہادیگا
خبر لیگا مقرر اک نہ اک دن جوش غم دل کی

ادھر ناراض تم ہم سے ادھر جینے سے ہم ناخوش
کرو تدبیر کچھ ایسی تڑپ ہو جس سے کم دل کی

دل روشن خبر دیتا ہے جب راز دو عالم کی
بھلا پھر ہمسری کیا کر سکیگا جام جم دل کی

ہجوم حسرت و ارمان اسے مجبور کرتا ہے
خطا ہرگز نہین اے جان من تیری قسم دل کی

یہان ہین داغ ایسے پھول سب دلسے اُتر جائین
اگر کچھ سیر کر لے بھول کر باغ ارم دل کی

وہ کرتے ہین ستم ہم شاد ہین کیا جانے کیا ہوتا
جو اسکا لطف سنتا داستان رنج و غم دل کی

کوئی تدبیر بچنے کی نظر آتی نہین اس سے
ہوئی ہے دشمن جان بطرح تیغ دو دم دل کی

عدو کی تم غلط باتین بھی سُنکر شاد ہوتے ہو
بہت ہنستے ہو جب کہتا ہی رکھ لینا شرم دل کی

شرر تمنے اِسی ظالم کے باعث آفتین جھیلین
مگر پھر بھی تو تمسے ہو سکی خاطر نہ کم دل کی

وہ جو خاموش ہین کب طرزِ سخن بھول گئے
دینے واسطے اُنہین دینا ہی دہن بھول گئے

پوچھتے ہی نہین خط بھیج کے غم غربت کا
کیا ہوا کیون مجھے یارانِ وطن بھول گئے

مین اُسی شوخ کا کشتہ ہون احبا میرے
دیکھکر جسکو مرا گور و کفن بھول گئے

نہ رہی طاقتِ پرواز جو صیاد آیا
یا نشیمن ہی کو مرغانِ چمن بھول گئے

شوخیِ چشم کے نظارے سے چھائی حیرت
دیکھکر آپکو وحشت بھی ہرن بھول گئے

بے خبر آپکے غربت مین بھی غمناک نہین
بیخودی کا یہ اثر ہے کہ وطن بھول گئے

گالیان دینے پہ ہر وقت تُلے رہتے ہین
غیر سے ملکے وہ سب پہلے چلن بھول گئے

اب قفس سے نہین منظور رہائی ہمکو
اتنے دن قید مین گزری کہ چمن بھول گئے

اک ذرا پیار سے ڈالین جو نگاہین اُسنے
اے شرر آپ تو سب رنج و محن بھول گئے

غیر پہ آپکی کس روز عنایت نہ ہوئی
ہین وہ کمبخت ہون جسکی کبھی چاہت نہ ہوئی

کیا بتائے گا عدو پوچھ رہے ہو ناحق
مجھ سے سُنلو کہ کبھی مجھپہ عنایت نہ ہوئی

کیا کرون روک لیا مجکو محبت نے میری
اُنکی بیداد کی محشر مین شکایت نہ ہوئی

آتے جاتے کبھی ٹھوکر تو لگاتا کوئی
کوچۂ غیر مین افسوس یہ تربت نہ ہوئی

کیا قیامت ہی منانے سے وہ منتے ہی نہین
اِک بلا ہو گئی آپس کی شکایت نہ ہوئی

غیر کے ساتھ مجھے قبر پہ آئے رونے
اِک عداوت ہوئی یہ آپ کی اُلفت نہ ہوئی

چاہتے ہین مگر اُٹھتا نہین خنجر اُنسے
یہ مری موت ہوئی اُنکی نزاکت نہ ہوئی

بے خبر دردِ جدائی کی مصیبت وہ ہے
جسمین کمبخت اجل کی بھی شکایت نہ ہوئی

روز بیداد کے انداز نئے ہوتے ہین
اے شرر مجھ پہ کبھی اُنکی عنایت ہوئی

تو اگر دل دینے والون کی خبر رکھنے لگے
تیرا داغ عشق دل مین ہر بشر رکھنے لگے

کہتے ہین تم مدعی کی کیون خبر رکھنے لگے
اب تو یہ الزام بھی وہ میرے سر رکھنے لگے

پھر بہار آئی جنون پھر پاؤن پھیلانے لگا
پھر بگولے دشت کے قدمون پہ سر رکھنے لگے

ہجر مین اُنکی بلا سے کوئی مر مر کے جئے
اُنکو ایسی کیا غرض وہ کیون خبر رکھنے لگے

چونک پڑتے ہین وہ اکثر اپنے خواب ناز سے
لو مرے نالے بھی اب اتنا اثر رکھنے لگے

جب اُنہین منظور ہے ہمکو ملانا خاک مین
پھر بھلا وہ کیون ادھر اپنی نظر رکھنے لگے

آ ہی جاتے ہین زبان پر اب تو شکوے غیر کے
شکر ہے اچھے بُرے پر تم نظر رکھنے لگے

کہتے ہین وہ دل ترا بیچین ہے ہم کیا کرین
ایسی آفت کیون بھلا ہم اپنے گھر رکھنے لگے

ہاتھ [illegible] جائین یہ میرے قتل کی سرگوشیان
جتنے وہ اغیار کے شانے پہ سر رکھنے لگے

دیکھ [illegible] انکا قیامت تھا کہ آنکھین پھیر لین
ہائے مجھ سے اب عداوت نامہ بر رکھنے لگے

[illegible] وحشت تجھ پہ صدقے جان زار
رکھنے والے میری حالت پہ نظر رکھنے لگے

[illegible] یا اب عاشقون نے ایسی بیزاری نہین
اب تو گل بیکون مین تم بلبل کے پَر رکھنے لگے

[illegible] سے شیخ جی کی ہو گئی مٹی خراب
رہن اب پیر مغان کے ہاتھ گھر رکھنے لگے

اُنکا آنا جذبۂ اُلفت سے کچھ مشکل نہین
دل مین تصویر خیالی کیون شرر رکھنے لگے

[illegible] ن کسی سے کیا کیا باتین بنا رہا ہے
ہمکو مٹا کے اپنا نقشہ جما رہا ہے

تلوؤن نے دل مسل کر وہ گل کھلا رہا ہے
انداز جور اپنا ہمکو دکھا رہا ہے

آہون کی ہین ہوائین یا اُنکی شوخیان ہین
اُس رخ سے کون یارب پردہ اُٹھا رہا ہے

دشمن کی دشمنی کا اب تک اثر ہے باقی
ٹھوکر سے نعش تربت کوئی مٹا رہا ہے

وہ آور آرزو کا ایسا جواب دیتے
اپنی طرف سے قاصد باتین بنا رہا ہے

کہتی ہے ناتوانی گھر سے قدم نہ نکلے
جوشش جنون چمن کا رستا بتا رہا ہے

دیوانۂ محبت بیکار ہے نہ دم بھر
دامان دشت کے وہ ٹکڑے اڑا رہا ہے

لکھ لکھ کے مجکو باتین کتابی کون لکھے
پڑھ پڑھ کے میرا نامہ پرزے اڑا رہا ہے

گھبرائے گی طبیعت کیونکر رہونگا تنہا
اے سوت جلد آجا وہ شوخ جا رہا ہے

ٹک دیکھ جاؤ حالت نہین شرر رہین
دم بھر کا مہمان ہر اب ہمین کیا رہا ہی

تمہارے سوز سے بوی وفا نکلتی ہے
سب جلے پہ بھی مرے دلسے دعا نکلتی ہے

بلاکے دل مرا آہ رسا نکلتی ہے
چمن کو لوٹ کے باد صبا نکلتی ہے

وہ لاکھ ہمکو ستائے ہزار ظلم کرے
یہان تو دلسے برابر دعا نکلتی ہے

عدو کی بات بنائی سے بن نہین سکتی
تمہارے منہ سے بھی وہ بد مزا نکلتی ہے

ہمین جلاکے بھی تم امتحان کر دیکھو
ہر ایک آہ سے بوئے وفا نکلتی ہے

صبا کو خاک اڑانا نصیب ہوتا ہی
گلی مین انکی جو دھو کے سر جا نکلتی ہے

مین شاد ہون جو وہ تھم تھم کے وار کرتے ہین
کہ کچھ تو حسرت لطف جفا نکلتی ہے

کہان نصیب ہین ایسی کہ جان لے کوئی
کب آرزوے دل مبتلا نکلتی ہے

خدا کے واسطے اب بھی دکھا دی تو جلوا
ہماری جان بہت بیوفا نکلتی ہے

وہی ہی شکل کہ جس سے ہو شکل کچھ پیدا
یہی ادا ہے کہ جس مین ادا نکلتی ہے

شرر نہ پوچھئے یہ بات ہی کسی مین کہان
جو بات آپ مین نام خدا نکلتی ہے

کب اپنی جان اپنی سعی بے حاصل سی نکلے گی
جو نکلے گی تو لطف خنجر قاتل سی نکلے گی

جو وصل یار بھی ہوگا نہ حسرت دلسی نکلے گی
خدا جانے یہ کس وقت سے کس مشکل سے نکلے گی

تہ خنجر مزا ہوگا تمنا دلسے نکلے گی
صدائے آفرین جسدم لب قاتل سے نکلے گی

تری گالی دعا میری - برابر کی یہ چوٹین ہین
وہ تیرے منہ سے نکلے گی یہ میرے دلسے نکلے گی

ہزارون حسرتین سر پیٹتی ہونگی جنازے پہ
ہماری لاش جب اس دہر کی منزل سے نکلے گی

وہ پوچھین تو سہی کہدینگے ہم سب مدعا اپنا
جو دل مین بات ہے وہ منہ سے کیون مشکل سے نکلے گی

نیا پاچین دم بھر عالم ہستی مین دم لیکر
مرے اللہ کسدن جان اس منزل سے نکلے گی

فلک دشمن - اسے پروا نہین - تقدیر برگشتہ
ہماری آرزوے دل بڑی مشکل سے نکلے گی

سنا ہے دل مرا لیکر ملین گے پائے نازک سے
تمنا بنکے لیلی اب اسی محمل سے نکلے گی

مکرنا اسقدر اصرار تمسے بات اتنی ہے
مرے دل مین جو آبیٹھو گے حسرت دلسے نکلے گی

تمہین مین دل پڑا ہوگا - ہماری جان فرقت مین
نکلنے کو تو نکلے گی مگر مشکل سے نکلے گی

کبھی ان پھوٹی آنکھونسے اتھی ہم بھی دیکھین گے
عدو اس بزم سے حسرت ہماری دلسے نکلے گی

ہماری قول کی تصدیق کرلو - ذبح کر دیکھو
صدائے مرحبا زخم تن بسمل سے نکلے گی

یہی ہوتا ہے حسن و عشق مین ہوتی ہے یکرنگی
جو بات اس منہ سے نکلے گی وہ میرے دلسے نکلے گی

تجہے تھام لیگا دین مشتاق کا پیدا
اگر مجنون مری لیلے کبھی محمل سے نکلے گی

اثر سے جذب کے وہ پہلے میرے دل مین آئیگی
کوئی اچھی بری جب بات اس محفل سے نکلے گی

جلا دیگی شرر یہ خرمن ہستی رقیبون کا
اگر آہ شرر افشان ہمارے دلسے نکلے گی

مجھ سے برہم آج زلف یار ہوکر رہگئی
میرے دل مین آرزو آزار ہوکر رہگئی

انسے کل دشمن کی کچھ تکرار ہوکر رہگئی
کیا کہون قسمت مری بیدار ہوکر رہگئی

کوئی اتنا ہی نہین لیجائے لاشہ قبر تک
پہلی منزل تو بڑی دشوار ہوکر رہگئی

دہیانسے انکے مرے دلکی بڑہی تھی گفتگو
خیر گزری کچھ یونہی تکرار ہوکر رہگئی

آج تو دل مین اتر کر کام پورا کر گئی
یہ تری ترچھی نظر تلوار ہوکر رہگئی

ہوگئی پامال وہ اٹھکھیلیون سے جب چلے
ٹھوکرہی تربت مری ہموار ہوکر رہگئی

مختصر اُسنے اگر کہنا تو سننا وقت تھا
داستان ہجر ایک طومار ہوکر رہگئی

آپنے ٹیڑھی نظر سے بھی ادھر دیکھا نہین
پھر وہ کیا شے تھی جو دل کے پار ہوکر رہگئی

صدمۂ پنہان کا انداز ترقی دیکھنا
چوٹ دل کی زخم دامن دار ہوکر رہگئی

جب سزا سے جرم آئی سامنے روز جزا
اسکی حسرت بیچ مین دیوار ہوکر رہگئی

بس اسی پر تھا تمہین اپنی مروت کا گھمنڈ
پرسش حال دل بیمار ہوکر رہگئی

کیون اثر لیکر نہ پلٹی اے شمیم فرقت کی شب
آہ کیا عرش برین کے پار ہوکر رہگئی

زانو پہ عدو کا سر قدمون پہ مرا سر ہے
وہ اسکا مقدر ہے یہ میرا مقدر ہے

حیران ہین جو آئینہ دیکھا ہے ترا جلوا
ہمسے کہین بڑھکر ہے قسمت کا سکندر ہے

کس ناز سے کہتا ہے ہم اور تجھے چاہین
کہنے کو یہ فقرہ ہے دل کے لئے نشتر ہے

ہم بھول گئے وعدے مین بھول گیا شکوہ
یہ عشق کا شیوا ہے وہ حسن کا جوہر ہے

جو تمنے جفائین کین جو مینے ستم جھیلے
آپ سے سبھی واقف ہین چرچا یہی گھر گھر ہے

دشمن کا جو شیوا ہے وہ جان لیا ہوگا
کل اور کے در پر تھا آج آپ کے در پر ہے

قسمت پہ بھروسا ہے تقدیر پہ شاکر ہین
دشمن کا ہمین کیا ڈر اللہ تو یاور ہے

آرام کے یہ سامان تکلیف کے سامان ہین
وہ چین سے ہین جنکا یہ خاک ہی بستر ہے

تو دل مین ہمارے ہی سائل ہین ترے در کے
شاہون کو نہین حاصل جو ہمکو میسر ہے

ہمنے درِ جانان پر ٹکرا کے یہ حالت کی
اب کوئی نہین کہتا یہ سر ہے وہ پتھر ہے

مجھ سے جو عداوت ہے اچھا ہے مٹے جھگڑا
لیجے یہ گلا میرا یہ آپ کا خنجر ہے

جو دل نے اٹھایا ہے فرقت کا ترے صدمہ
امکان سے زائد ہے اندازے سے باہر ہے

گردش ہے قیامت کی روکے سے نہین رکتی
وہ شوخ نظر میری تقدیر کا چکر ہے

سختی سے تعلق ہے مین سوز سراپا ہون
کہتے ہین شرر مجکو مسکن مرا پتھر ہے

وصل کی شب آنکے شرمانیکو کیا کہئے
ارمان بھرے دل کے تڑپانے کو کیا کہئے

اس وعدا کو کیا کہئے سمجھانے کو کیا کہئے
ناصح تو ہے دیوانہ دیوانے کو کیا کہئے

آکے مجھے تڑپانا تڑپا کے چلے جانا
اس آنے کو کیا کہئے اس جانیکو کیا کہئے

پابوس کی حسرت کو تھا سمجھے ہوئے قاتل
سر کاٹ کے ٹھکرایا ٹھکرانے کو کیا کہئے

جس روز سے دیکھا ہے دل ہی نہ رہا بسمین
اس شوخ سے آنکھونکو لڑجانے کو کیا کہئے

ہر بت مین جھلک دیکھی اللہ کے جلوے کی
کعبہ نہ اگر کہئے بتخانے کو کیا کہئے

دل دیکے یہ سمجھا تھا آنکھون مین اسی کہنا
اک بات رہی ہے سمجھانے کو کیا کہئے

بتخانے مین بھی او بت تیرا نہ پتا پایا
یہ اپنا مقدر ہے بتخانے کو کیا کہئے

کعبہ بھی تو اے واعظ آگے تھا بتونکا گھر
اسکو جو حرم کہئے بتخانے کو کیا کہئے

ہر دم ہمین دل تیرا تاریک نظر آیا
کعبے کی جو یہ گت ہو بتخانے کو کیا کہئے

تم بھولے اگر ہوتے کہنے کو جگہ ہوتی
پردے مین شرارت کے شرمانیکو کیا کہئے

بت ٹوٹے تو اے ساقی بتخانہ حرم ٹھیرا
ٹوٹی ہے یہان توبہ میخانے کو کیا کہئے

ساقی نے دیا ہمکو ٹوٹا ہوا پیمانہ
تقدیر ہی پھوٹی تھی پیمانے کو کیا کہئے

یہ رنج حیا انکی تسلیم ہمین لیکن
بے پردہ رقیبون کے گھر جانے کو کیا کہئے

فرمایا دم شرر رنگیں کس ناز سے وہ بولے
ہشیار کو کچھ کہئے دیوانے کو کیا کہئے

نہین صاحب بس بت نا آشنا کی جاننے والے
یہ زاہد خاک پتھر ہین خدا کے جاننے والے

غضب مین آگئے زلف دوتا کی جاننے والے
بلا مین پھنس گئے آخر بلا کے جاننے والے

بدلکر بھیس جانا غیر کے گھر چھپ نہین سکتا
ادا پہچان لیتے ہین ادا کے جاننے والے

وفا ممکن نہین یہ کیا کہا او بیوفا تونے
نہین کیا ہم بھی اندازِ وفا کے جاننے والے

کہان پھرتا ہے او زاہد اِدھر آ یہ ہی بتخانہ
یہین تجکو ملین گے کچھ خدا کے جاننے والے

جفا والون کو بھاتے ہین اربابِ وفا لیکن
وفا والے نہین پاتے وفا کے جاننے والے

خدا جانے نظر آتا ہے اِس پردہ مین کیا انکو
بتون پر جان دیتے ہین خدا کے جاننے والے

ہمین مجروح کرکے چلدیا تو پھیر لین آنکھین
تڑپتا بھی نہ دیکھا او جفا کے جاننے والے

یہ بتخانہ عجب گھر ہی خبر بھی ہی تجھے زاہد
یہان کعبے سے آتے ہین خدا کے جاننے والے

مزا سب لے کے مٹی کر دیا ہم بادہ خوارونکو
بڑے یہ شیخ جی آئے خدا کے جاننے والے

مری لگی لگی کو دل لگی جانین نہ کیون ہمدم
نہین دردِ دلِ درد آشنا کے جاننے والے

تمنا وصل کی سمجھی نہ حسرت عشق کی سمجھی
اسی پر بنگئے ہو مدعا کے جاننے والے

مسیحا نام کے دیکھے ہمارا کام کیا نکلا
نہین دردِ محبت کی دوا کے جاننے والے

دیا ہے زخم تو اسپر نمک بھی کچھ چھڑکتا جا
کہان جاتا ہے او طرزِ جفا کے جاننے والے

شرر کیا پرسشِ روزِ قیامت کا ہمین کھٹکا
کہ ہم ہین شافعِ روزِ جزا کے جاننے والے

درِ خواجہ معین الدین چشتی پر جو آ بیٹھے
اُسے کیون فکر ہو کوئی۔ دل اُسکا اُسی کیا بیٹھے

زمانہ ہو گیا تھا اپنے آقا سے جدا بیٹھے
شرر اجمیر جا پہنچا اُسے خواجہ بلا بیٹھے

ہم ایسے آج بیٹھے ہین تری درگاہ مین خواجہ
کوئی مشتاقِ کعبہ جسطرح کعبے مین جا بیٹھے

تماشا دیکھنا چاہے جو کوئی باغِ عرفان کا
وہ چل کر اپنی آنکھون سے ترے روضے مین آ بیٹھے

فنا فی اللہ کا اُسکو نہ ہو کیون مرتبہ حاصل
ترے کوچے مین جمکر جو برنگِ نقشِ پا بیٹھے

طوافِ روضہ اطہر ترا کافی ہے اب ہمکو
کہ ہم اجمیر کو اپنے لئے کعبہ بنا بیٹھے

ترا وہ مرتبہ جسکو خدا جانے نبی جانے
ترا وہ آستان جسپر ہین لاکھون اولیا بیٹھے

یہی ارمان ہی فرشِ مزارِ پاک پر تڑپون
مرا دم توڑنے کو دل مین جب تیرِ قضا بیٹھے

نہ جا مین سگے کہین قدمونکو تری چھوڑکر ہرگز
یہین سکے ہور ہے اب ہم یہین بستر لگا بیٹھے

ہو تجھسے التجا کی نخل مقصد بار ور دیکھا
ترا شکر عطا کرنے ترے در پر ہم آ بیٹھے

خدا نے وہ دکھایا دن تمنا دل کی بر آئی
مبارک ہو شرر اب تم بہ مقصد آ بیٹھے

دم رفتار کیون تیغ آزمائی ہوتی جاتی ہے
کہ دو ہری آپکی نازک کلائی ہوتی جاتی ہے

تری جانب خدا کی سب خدائی ہوتی جاتی ہے
قیامت مین قیامت رونمائی ہوتی جاتی ہے

تری چاہت مرے حق مین برائی ہوتی جاتی ہے
کہ پیاسی خون کی ساری خدائی ہوتی جاتی ہے

مری ضد پر تعلق مدعی سے بڑھتے جاتے ہین
برائی غیر کے حق مین بھلائی ہوتی جاتی ہے

یہ کیا الٹا زمانہ ہے کہ ان کا ذ حسینون مین
وفا کی رسم رسم بیوفائی ہوتی جاتی ہے

ہوا سے میل کر کے کیون نہ اترائے غبار اپنا
ستمگر تیرے دامن تک رسائی ہوتی جاتی ہے

کبھی یہ بھی کہوگے تم اجازت ہے چلا آئے
کبھی یہ بھی کہونگا مین رسائی ہوتی جاتی ہے

نہ رہی ہے جہان کشتے ہین یاد اک نشان کی
وہان تک میرے نالون کی رسائی ہوتی جاتی ہے

یہی ظالم اجل کا کام ہر دم دیتی رہتی ہے
قضا منت پذیر ج ادائی ہوتی جاتی ہے

لیا تھا پہلے دل اب جان لینے کا ارادہ ہے
گران قیمت کسیکی رونمائی ہوتی جاتی ہے

چمن مین ہے یہی شور عنادل خیر ہو یا رب
پسند خاطر گل خودنمائی ہوتی جاتی ہے

مرے احباب باغ دہر سے یون اٹھتے جاتے ہین
خزان مین جیسے پھولونکی صفائی ہوتی جاتی ہے

یہین نالو نپہ تاثیرین تصدق ہوتی رہتی ہین
تمہارے کان تک جنکی رسائی ہوتی جاتی ہے

ادہر سنلو خدا مجھکو حریص جور کہتی ہے
ادہر مشہور تیری بیوفائی ہوتی جاتی ہے

[illegible] صیاد کا دل پاتا جاتا ہے
گرفتاری ہمین گویا رہائی ہوتی جاتی ہے

[illegible] خدا کے سامنے بھی الٹی باتین ہین
یہان محشر مین بھی ہمسے [illegible]

شرر کیون خرمن امید اپنا تم جلاتے ہو

یہ آخر بے ضرورت کیون صفائی ہوتی جاتی ہے

مزا جب تھا ہم اُس کوچہ مین جاتی اپنی آنکھونسے — ہر اک نقش قدم اُسکا لگاتے اپنی آنکھونسے
مصور سارے عالم کے لگاتے اپنی آنکھونسے — ترا نقش قدم اُنکو دکھاتے اپنی آنکھونسے
بیان کس طرح کر سکتے کہ ہمنے تجھ مین کیا دیکھا — تجھے کیونکر تری صورت دکھاتے اپنی آنکھونسے
سبک ساری تری رفتار مین مثل صبا دیکھی — نشان پا اگر پاتے لگاتے اپنی آنکھونسے
اگر باد صبا اُس رہگزر کی خاک لے آتی — تو لیتے اپنے دامن مین لگاتے اپنی آنکھونسے
ستانے مین ہمارے کیون عدو کو بیچ مین ڈالا — ستم تکو جو ڈھانا تھا تو ڈھاتے اپنی آنکھونسے
تمنا تھی تمھارا مصحف رخ سامنے ہوتا — ادب سے چوم لیتے اور لگاتے اپنی آنکھونسے
اگر تم چھپکے دم بھر کو ہمارے گھر چلے آتے — تو ہم اپنے کلیجے مین بٹھاتے اپنی آنکھونسے
جو عالم دیکھ پاتے دیدۂ مخمور کا تیرے — ختن والے غزالون کو گراتے اپنی آنکھونسے
مزا جب تھا مری آئی اگر دشمن کو آجاتی — تمھین مین دیکھتا لاشہ اُٹھاتے اپنی آنکھونسے
فلک پر جا کے تارے توڑ لاتی کیا یہ حسرت تھی — ترے ماتھے پہ ہم افشان لگاتے اپنی آنکھونسے
ترے کہنے سے ہم قاصد بجا ئینگے نہ جائینگے — بلاتے وہ اگر ہمکو تو جاتے اپنی آنکھونسے
یہ کوئی بات تھی دشمن کو لینے کے لئے بھیجا — اگر لینا تھا میرا دل چُراتے اپنی آنکھونسے
شب فرقت یہ کیون تارے ہمین آنکھین دکھاتے ہین — غضب ڈھاتے تو ہم پر آپ ڈھاتی اپنی آنکھونسے
ہمین ایسی غرض کیا تھی عدو کی منتین کرتے — اگر تم روٹھ جاتے ہم مناتے اپنی آنکھونسے
کسی سے بھی کہا جاتا نہ حال جور محشر مین — خدا کے سامنے جب تم ڈراتے اپنی آنکھونسے
جو مشق جور کرنی تھی ہمین کو چھانٹ لینا تھا — کڑی جو سامنے آتی اُٹھاتے اپنی آنکھونسے
ستایا آسمان نے مت گئی لیکن نہ لطف آیا — مزا جب تھا ہمین تم خود ستاتے اپنی آنکھونسے
اگر دو چار دن تک اور بھی مر مر کے ہم جیتے — تو اِس رونے کے ہاتھون ہاتھ اُٹھاتے اپنی آنکھونسے
وہ سارے پھول بن بنکر ہماری قبر پر چڑھتے — اگر رو رو کے تم آنسو گراتے اپنی آنکھونسے

عدو کو بزم مین ساقی بنایا آپ نے ناحق
شرر کو بادۂ گلگون پلاتے اپنی آنکھون سے

تری زلفون کی قدمون تک رسائی ہونیوالی ہے
گرفتارِ بلا ساری خدائی ہونیوالی ہے

مجھے لکھکر بلایا ہے صفائی ہونیوالی ہے
مگر انداز کہتے ہین لڑائی ہونیوالی ہے

تجلی کیا بدلے گی یہان ہوشِ تماشائی
قیامت مین نئی کیا کچھ خدائی ہونیوالی ہے

خوشی یہ ہے جدا خود کر رہی ہو سر مرے تن سے
قلق یہ ہے کہ خنجر سے جدائی ہونیوالی ہے

بتِ کمسن کا جوبن کہہ رہا ہے یہ دنون مین
کوئی دم مین غضب کی خودنمائی ہونیوالی ہے

وہ بت محشر مین چپ ہے تک رہی ہے خلق منہ اسکا
خدا کی اس طرف ساری خدائی ہونیوالی ہے

چھپائے لاکھ کوئی بات دل کی چھپ نہین سکتی
وہ تیور کہہ رہے ہین اب لڑائی ہونیوالی ہے

تلوّن اُس ستمگر کا مجھے تسکین دیتا ہے
عدو سے بھی کوئی دن مین لڑائی ہونیوالی ہے

وہی تیور ہین اُنکے حشر مین بھی کیا قیامت ہے
خدا کے سامنے اُنسے لڑائی ہونیوالی ہے

کسے معلوم تھا فرقت کی گھڑیان جھیلنی ہونگی
کسے معلوم تھا اُنسے جدائی ہونیوالی ہے

اجل کھینچے لئے جاتی ہے مقتل مین غریبونکو
وہ نظرین کہتی ہین تیغ آزمائی ہونیوالی ہے

اُدھر جاتا ہون لیکن کہہ رہا ہے جوشِ ناکامی
شرر تیری رسائی نارسائی ہونیوالی ہے

اک نہ اک دن رنگ لائیگی یہ مہجوری مری
جان ہی لیکر ملے گی زحمتِ دوری مری

دیکھنے والے ہی دیکھین گے خدا کے سامنے
وہ ترا عذرِ جفا اور اُسپہ منظوری مری

وقتِ رخصت ہای وہ ارمان وحسرت کا ہجوم
وہ ترا مجھسے بچھڑنا اور وہ مجبوری مری

تم اگر آجاؤ دم بھر کو عیادت کے لئے
تندرستی کا مزا دیجائے رنجوری مری

اب مرے دل مین تصور سے رہا کرتی ہین وہ
وصل کی شکلِ مجسّم بن گئی دوری مری

داغِ دل سے کام لونگا خانۂ تاریک مین
گور کے اندر جلے گی شمع کافوری مری

سر جھکانے نے مری یکسل تواضع کھیدی
تیغ قاتل بھی جھبکی دیکھی جو مجبوری مری

مے کشی کے مرکے بھی جوہر نمایان ہی رہے
منہ جو کھولا قبر مین رنگت تھی انگوری مری

رشک تڑپاتا ہے مجکو غیر سے ملتا ہے وہ
کیا قیامت ہے یہ نزدیکی تری دوری مری

حشر کے دن تمسے مین چاہونگا داد آرزو
کوہکن شیرین کے سر ہوگا کہ مزدوری مری

اسنے لکھ بھیجا شہر کے اشتیاق وصل پر
ہاے تیرے حوصلے اور ہائے مجبوری مری

اگر تجھ مین ذرا سی بھی محبت کی ادا ہوتی
خدا جانے دل شیدا کی حالت کیا سے کیا ہوتی

نہ مین اس رنگ کا ہوتا نہ شہرت جا بجا ہوتی
نہ تو اس ڈھنگ کا ہوتا نہ دنیا مبتلا ہوتی

ہوا سے کیا غرض کیون وقف امان ہوا ہوتی
نہ رہتی خاک میری تیرے کوچے مین تو کیا ہوتی

تمھارے روٹھ جانے سے پڑی ہین جانکو لالے
اگر مجھسے نہوتے تم خفا یہ کیون خفا ہوتی

دم آخر اگر تم میری بالین پر چلے آتے
تو جان ناتوان کیون آرزو مند قضا ہوتی

کہین آپس کی رنجش غیر کر ہاتھون سے مٹتی ہے
صفائی کے لئے منت کش اعدا بلا ہوتی

مزا ہوتا عیان ہوتی جو عشق و حسن کی جوہر
ادہر شکر جفا ہوتا ادہر مشق جفا ہوتی

اگر شام شب فرقت بلائین اور بھی آتین
تو استقبال کو تیار آہ نارسا ہوتی

جو انکا دہیان آجاتا لحد مین ہم نہ گھبراتے
اندھیری کوٹھری مین نور عارض کی ضیا ہوتی

قضا نے آکے پوچھا ہجر مین اچھا ہوا ورنہ
تمھاری طرح میری جان بھی مجھسے خفا ہوتی

وہ سنتے کان دھر کر آرزوے دل نکلجاتی
ہماری داستان غم عدو کا تذکرا ہوتی

نتیجہ کچھ تو ہوتا کچھ تو الفت مین مزا آتا
ہماری حسرت دل مدعی کا مدعا ہوتی

دعا دیتا لہو کا قطرہ قطرہ تجکو اے قاتل
ترے ہاتھون مری گردن اگر تن سے جدا ہوتی

نہ شرماؤ ہماری حسرت خاطر سے تم اتنا
اسے ہم دلمین کیون رکھتے اگر نا آشنا ہوتی

ستم پر اسکے یہ نقشا ہے دم دیتا ہون مرتا ہون
غضب ہوتا جو اس ظالم مین کچھ بوے وفا ہوتی

وہ سن لیتے ہین دشمن کی زبانسے اپنی سب شکوے
ہماری التجا بھی کاش دشمن کا گلا ہوتی

اگر تم دلمین پچھتاتے تو سب کچھ ہم بھی بھر پاتے
پشیمانی ہماری جان دینے کا صلا ہوتی

مزا ہوتا کہ ہم کرتے شکایت تو بگڑ جاتا
قیامت اک نئی میدانِ محشر مین بپا ہوتی

یہ جانِ ناتوان جسکو بڑے نازونسے پالا تھا
اگر تم مہربان ہوتے تو ہمسے کیون خفا ہوتی

ہمین بھی آسرا ہوتا کچھ اپنی زندگانی کا
اگر اس دارِ فانی مین حباب ہونکو بقا ہوتی

دیا ہے جسنے دل حسرت یہی ہر وقت رہتی ہے
کسی صورت سے میری جان بھی نذر ادا ہوتی

مین تیری دی ہوی گالی جو دہراتا مزا ہوتا
زبان میری تری باتونسے لذت آشنا ہوتی

نہ آنے کی جب اُنسے کی شکایت نازسے بولے
ترے وحشت کدے مین اے شرر میری بلا ہوتی

آرزو کیون کر نکالی جائیگی
تیغ تمسے کیا سنبھالی جائیگی

مجھ سے جب رنجش بڑھالی جائیگی
پھر منت کیا نکالی جائیگی

پوچھنے کیا ہو کروگے جو جفا
جس طرح ہوگی اُٹھالی جائیگی

اپنے دل مین جو گرہ ڈالوگے خود
وہ بھلا کس سے نکالی جائیگی

تو اکیلا جائیگا کیون تیری ساتھ
میرے چہرے کی بحالی جائیگی

کیا نہ بیٹھے گی جگر مین بنکے تیر
کیا نظر کی چوٹ خالی جائیگی

شیخ جی توبہ بھی کوئی چیز ہے
میکدے سے یہ نکالی جائیگی

جادۂ ذلت مری ہوگی وہی
چین ابرو مین جو ڈالی جائیگی

آرزو اور آرزوے دلربا
کس طرح دلسے نکالی جائیگی

بعدِ مردن منہ مرا دیکھین گے وہ
کب مری حسرت نکالی جائیگی

وجہ آرائش سمجھ مین آگئی
غیر کی حسرت نکالی جائیگی

بات دشمن کی ہماری موت ہے
تم سمجھتے ہو اُٹھا لی جائیگی

بات تو جب ہے کہ دل سے دل ملے ۔ آنکھ تو ہم سے ملائی جائیگی

کیا ترے کوچے سے میری لاش بھی ۔ اب اٹھا کر دور ڈالی جائیگی

وہ گرہ اس دل سے کھل سکتی نہین ۔ جو مری جانب سے ڈالی جائیگی

پوچھتے کیا ہو خدا جانے شرر
کب مری آشفتہ حالی جائیگی

کم سنی مین بھی تو انکو خواہش بیداد ہے ۔ یہ گھروندون کا مٹانا جور کی بنیاد ہے

غیر کی خاطر ہمارے سامنے کرنے لگے ۔ یہ نئی طرز ستم ہے یہ نئی بیداد ہے

پہلے دشمن سے لڑائی آنکھ پھر دیکھا ادھر ۔ یہ نرالی مہربانی اور ستم ایجاد ہے

[illegible] ہی ہین کسکا باغ دہر مین ۔ ایک سا نالہ ہے سبکا ایک سی فریاد ہے

تیغ جب قاتل نے کھینچی جھک گئی گردن مری ۔ دیکھنا کیا اتحاد بسمل و جلاد ہے

ہائے میری سخت جانی اور اسکی نازکی ۔ ہائے کہنا اسکا یہ گردن ہے یا فولاد ہے

آج اے جوش تمنا انسے اتنا کہدے تو ۔ جو کہا تھا کم سنی مین آپ کو وہ یاد ہے

قبر پر آئے تو یہ کہکے جلایا جی مرا ۔ چپ پڑے ہو گور مین اچھی ہماری یاد ہے

مین ہوا کے ساتھ اڑتا ہون برا ہو ضعف کا ۔ زندگی میری بگولے کی طرح برباد ہے

نیند راتون کی اڑا دی خاک ایسے عشق پر ۔ کہتے ہین وہ یہ کوئی فریاد مین فریاد ہے

مین تمنا کیون بھلا کرتا کسیکے وصل کی ۔ یہ بھی اے چاہت تری ڈالی ہوئی بنیاد ہے

میرے ہر ہر لفظ پر دیتے ہین وہ طعنے مجھے ۔ میری ہر ہر بات گویا شکوہ بیداد ہے

انقلاب دہر کے مضمون نہ کیون باندھون شرر
گردش قسمت مین میرا آسمان استاد ہے

تمہین سنتے نہین جب دل سے پوری گفتگو دل کی ۔ اب ایسا کون ہے جس سے کہون مین آرزو دل کی

یہان تمنے ملا دی خاک مین جب آرزو دل کی ۔ وہان پیش خدا کیا خاک ہوگی آبرو دل کی

وہان پہنچے تو رعبِ حُسن سے سکتے کا عالم تھا
بڑا دل کرکے ہم کہنے گئے تھے آرزو دلکی

مٹا یا دعوی اخفاے رازِ عشق گریہ نے
بکھر کر آنسوؤن نے آج کھو دی آبرو دلکی

تمہارا کیا بگڑتا ہان ہمارا کام بنجاتا
جو آنسو پونچھ لیتے تم تو رہتی آبرو دلکی

یہین شک ہی تمہارے گیسوی پرپیچ مین ہوگا
اگر ہمکو اجازت ہو تو کرلین جستجو دلکی

مری فریاد بے تاثیر سے ہوتی بڑی ذلت
مرے ضبط فغان نے آج رکھ لی آبرو دلکی

محبت مین اسی سے سرخروئی ہمکو حاصل ہے
بڑہادی آپ نے پامال کرکے آبرو دلکی

یہ میرے دلکی حسرت غیر کے دلکی نہ تھی حسرت
بجا ہے آپ مجھسے پوچھتے کیون آرزو دلکی

کسے چوری لگاؤ نگا تمہین کیون کر بچاؤ نگا
اگر محشر کے مجمع مین چھڑی کچھ گفتگو دلکی

یونہی سب وصل کی شب کاٹ دی بیکار باتون نے
نپوچھا مدعا دل کا نپوچھی آرزو دلکی

تمہارا مال تھا پامال کر ڈالا تو کر ڈالا
یہ کوئی بات تھی شہرت ہوئی جو کو بکو دلکی

یہ کب کہتا ہون مین جو کچھ کہون وہ مان ہی لینا
یہی ہے آرزو دلکی کہ سُنلو آرزو دلکی

خدا کی شان ہے یہ کمسنی اور ایسی چالاکی
کہ نظرین تاڑجاتا ہے سمجھ لیتا ہے تو دلکی

دمِ آخر ذرا تم دیکھ لیتے مرنے والے کو
یہی تھی التجا دل کی یہی تھی آرزو دلکی

جگہ پہلو مین دیدی دل سمجھکر تیرے پیکان کو
شرر کو کیا غرض اب کیون کرے وہ جستجو دلکی

بے وفا جس دلکو تیری آرزو پیاری لگی
اُسکو گویا یاس و ناکامی کی بیماری لگی

موت کا کیا - یہ تو رکھی ہے سبھی کیواسطے
مین تو اُس تلوار پہ مرتا ہون جو کاری لگی

تیری نظرون مین سبک ہوکر مین گذرا جان سے
بے وفا پھر مجھکو میری لاش کیون بھاری لگی

عشقِ ابرو مین مرا مرنا ضروری امر تھا
موت اِسکو کیا کرے تلوار ہی کاری لگی

ہاے تیری حسرتِ دیدار جسکی ذات سے
بیٹھے بٹھلائے مجھے رونے کی بیماری لگی

بول اُٹھی میری حالت دیکھکر صورت تری
کھو دیا ایمان اُسنے یہ جسے پیاری لگی

مجکو میری آرزوؤن نے نکما کر دیا | حسرتون کے ساتھ ہی رہتی ہی بیکاری لگی
دستِ نازک دلسی نازک چیز سے دکھنی لگا | پھول کی اک پنکھڑی وہ بھی اُنہین بھاری لگی
کیا بلا ہے عشق کردیتا ہے دوبھر زندگی | موت پیاری ہے اُنہین جنکو دوا پیاری لگی
دھیان جب آتا ہے اُنکا آپسے جاتے ہو تم | یہ تو اچھی حضرت دل تمکو بیماری لگی

کرگئی نوکِ مژہ تلوار کا کام اسے شرر
اِک زرا سی پھانس تھی لیکن بہت کاری لگی

شانِ خدا ہین تو وفا پر سزا ملے | اور یہ تم جو توڑو عہد بھی دادِ وفا ملے
میرے لہو سے ہو نہین سکتا حنا ملے | یہ ہو تو پور پور کٹین اور سزا ملے
جو دلربا ملا وہ ہمین بیوفا ملا | سب آشنا کے بھیس مین ناآشنا ملے
دشمن بھی اُنکے ساتھ تہا آئے جب کبھی | یون بارہا ملے بھی تو کیا بارہا ملے
ملتے ہی آنکھ دل تمہین ہم نذر دیچکے | اب دیکھنا ہی اس کے عوض ہمکو کیا ملے
اس دلکے ہاتھ سے یہ مصیبت ہین کیون ہون | تنہا اگر جہان مین کوئی دوسرا ملے
وہ آپ ہی تو ہین کہ جنہین قدر ہی مری | وہ آپ ہی تو ہین جو مجھے باوفا ملے
سب مجھسے سوال وصل پہ تیور بدل گئے وہ | کہتے ہین کس ادا سے کہ میری بلا ملے
خلوت کدہ خیال کا آباد ہی رہا | وہ غیر کے خیال سے ہوکر جدا ملے
کس روز مینے تمسے کہی دل کی آرزو | جب کچھ خطا نہین تو مجھی کیون سزا ملے
میرے دلِ اسیر سے کہنا سلامِ شوق | اُن گیسوؤن سے تو جو کبھی اے صبا ملے
لو اب تو خوش ہوے مجھے برباد کرچکے | کہتے تھے تم خاک مین اُسکی وفا ملے

سرمہ بناؤن خاکِ درِ یار کا شرر
آنکھون سے مین لگاؤن اگر نقشِ پا ملے

کہتے ہین خلق خدا ہوگی تماشائی مری | حشر کے دن دیکھ لینا جلوہ آرائی مری

ساتھ آئی کنج مرقد مین بھی تنہائی مری
تیری حسرت کی طرح یہ بھی ہے شیدائی مری

جھک گئی جب دست قاتل کر گئی جب تیغ یار
ہائے مقتل مین مجھے اُس دم قضا لائی مری

کون ایسا ہے جو ہوگا مجھ سے سوا لے کے سر
کام دے گی حشر کے دن بادہ پیمائی مری

تیری صورت دیکھکر کچھ اور نقشے جم گئے
ناز کرتی ہے مری آنکھون مین بینائی مری

میری ذلت کا وہ مجھ سے کر رہے ہین تذکرہ
میرے کام آئی بڑی مدت مین رسوائی مری

اے محبت کہتی ہے نادان اک دنیا مجھے
تیرے ہاتھون مٹ گئی افسوس دانائی مری

انکی یہ صورت ہمین چاہین خدا کی شان ہے
ساتھ اپنے اس لیئے تصویر کھچوائی مری

آگیا اسکو خیال پاسداری بعد مرگ
لطف دل سوزی نے کب تقدیر چمکائی مری

کیون مین یہ سمجھون کہ تنہا گوشہ مرقد مین ہون
کنج تربت مین ہے میرے ساتھ تنہائی مری

ساقی کوثر لب کوثر پلائین گے مجھے
دیکھنا روز قیامت بادہ پیمائی مری

گھور رہے ہین آئینے مین اپنی صورت دیکھکر
ایک دن رسوا کرے گی مجھکو رعنائی مری

شوخی انداز نے بڑھ کر مجھے تڑپا دیا
سامنے اُنکے جو اترائی شکیبائی مری

وہ اگر پوچھین گے در پر میرے کیون بیٹھا ہے تو
صاف کہدونگا یہان مجھکو قضا لائی مری

کیا مجھے پیاری نہ تھی یہ جان کیون آتا یہان
کیا کہون مجبور ہون تقدیر لے آئی مری

آہ یاس نامہ بر اور طرز استغنا تری
ہائے جوش آرزو اور خامہ فرسائی مری

پردہ پوشی جسکا شیوہ ہے سر محشر مین آج
کیون گوارا اُسکی رحمت کو ہو رسوائی مری

جب کہا اے مہربان اچھے رہے
بولے جھنجلا کر کہ ہان اچھے رہے

رہ کے مین ہی تھا رہا جو نامراد
اور سب آکر یہان اچھے رہے

دین و دنیا ہو گئی دونون خراب
دل کے ہاتھون ہم کہان اچھے رہے

پاسبان کی اب ہمین حاجت نہین
ہو کے ہم بے خانمان اچھے رہے

دل مین نادم ہو عدو کی چاہ سے
اور کہتے ہو کہ ہان اچھے رہے

پیس ڈالا ہمکو دانے کی طرح
اور ساتون آسمان اچھے رہے

دستِ نازک مین پہنچکر ہین عزیز
آپ کے تیر وکمان اچھے رہے

درد دل پہلے تو مشکل سے سُنا
بولے سُنکر داستان اچھے رہے

اے شرر ہم قبر مین تڑپا کئے
خاک ہوکر بھی کہان اچھے رہے

دیکھکر لے بے مروت جور کرنا چاہیے
میری حالت پر زرا تو غور کرنا چاہیے

مینے تجھ سے کب کہا کچھ غور کرنا چاہیے
جو ٹھنی ہے دل مین وہ فی الفور کرنا چاہیے

بام پر ٹھہرو زرا دم بھر خدا کے واسطے
میری وحشت کا تماشا اور کرنا چاہیے

روز لازم ہے تصور ہمکو اُس رخسار کا
اپنے مصحف کا ہمیشہ دور کرنا چاہیے

آپکو کسنے بتایا ہے محبت چھوڑنا
آپ سے کسنے کہا ہو جور کرنا چاہیے

مرگِ دشمن پر تاسف اسقدر لازم نہین
اپنی حالت پر زرا تو غور کرنا چاہیے

آپ ہی انصاف کر لو آپ ہی تم جانچ لو
اپنے جانبازون پہ اتنا جور کرنا چاہیے

کون کہتا ہے کہ لکھو تم جواب خط مجھے
ہان مرے لکھے ہوے پہ غور کرنا چاہیے

مار ڈالا جان سے بیزار تھا اچھا کیا
جور یہ ہرگز نہ تھا کچھ اور کرنا چاہیے

اور کچھ کیجے نہ کیجے آپ کو ہے اختیار
میری ناکامی پہ تھوڑا غور کرنا چاہیے

یہ بتا دیجے ہمین انسان کو انسان پر
لطف کرنا چاہیے یا جور کرنا چاہیے

جوشِ وحشت پاؤن ٹوٹین یا رہین پیدا نہین
طوفِ کوے دلربا کچھ اور کرنا چاہیے

انکی آنکھون سے گرانا غیر کا ممکن نہین
اِسکی اب تدبیر کوئی اور کرنا چاہیے

اے جنون کب تک پھرایگا مجھے جنگل مین تو
جس سے کچھ راحت ملے وہ طور کرنا چاہیے

جب مصیبت آپڑے انسان پر مضطر نہو
کچھ تحمل چاہیے کچھ غور کرنا چاہیے

کس طریقے سے ملیگا وہ بت پردہ نشین
اے دلِ ناشاد یہین غور کرنا چاہیے

لذتین دنیا کی سنیے ای شرر سب لوٹ یین
اب خدا جس سے ملے وہ طور کرنا چاہیے

شرارِ آہ سے چرخ کہن ہین آگ لگی
مجھے جلایا تو ظالم کے تن مین آگ لگی

جو ضبط نالہ کیے جل گیا جگر میرا
جو آہ کھینچی تو فوراً دہن مین آگ لگی

یہ بعد مرگ بھی ہے آہِ آتشین کا اثر
کفن پہن کے جو لیٹے کفن مین آگ لگی

ہزار حیف مسیحا نہ کچھ دلِ لیلیٰ
کیا جو قیس نے نالہ تو بن مین آگ لگی

خبر سنائی جو قسمت نے مرگِ شیرین کی
تو سوزِ غم سے تنِ کوہ کن مین آگ لگی

شرر عجیب تماشا دکھایا غیرت نے
ملا تو اُنسے عدو میرے تن مین آگ لگی

جلتا ہے جس سے جسم وہ حدت نظر مین ہے
اک برق شعلہ بار ہمارے جگر مین ہے

! ب ہو نیر آج اِدھر آرہا ہے یون
تلوار اُسکے ہاتھ مین خنجر کمر مین ہے

رحم مسا مجھا وفا دار دوسرا
میری نظر مین ہر نہ تمہاری نظر مین ہے

ہا ہے ہنے خوب نشیب و فرازِ دہر
ہر ایک اونچ نیچ ہماری نظر مین ہے

کیا بات ہی شرر کہ ملاتے نظر نہین
ہم تو سُنین وہ کونسی صورت نظر مین ہے

[illegible] شوقِ شہادت ہین اِدھر لا پانی
ہم پئین گے تری تلوار کا میٹھا پانی

[illegible] ادہ پہ بے فائدہ کرتے ہو غرور
یہ جوانی کا زمانہ تو ہے بہتا پانی

[illegible] اٹھ کے ہنے جا دہ انداز حجاب
تم نہاؤ تو اُچھالے ابھی دریا پانی

[illegible] یہ نے ڈبویا مجھے دریا ہو کر
دیکھ جاؤ کہ مرے سر سے ہے اونچا پانی

[illegible] عری بُتِ کافر کی عجب کام آئی
گرمِ اشکون کا ہوا آنکھ مین ٹھنڈا پانی

دیکھا جمال ہم آپ کا انداز ستم | غیر کا بھی تو ہوا آج کلیجا پانی

... شرر دیدۂ پر نم نہین جیتے دنیکے
عبث کرتے ہو اس بہتے یہ تتّا پانی

... مرے آپ مین نام کرین گے | حصول لذت عمر دوام کرین گے
... بہت تو سہی ... مین کیا بگڑتا ہے | تری گلی مین اگر ہم قیام کرین گے
کسے نرس جو خوشامد کرے تری قاصد | ہم آپ جا کے کسیکو سلام کرین گے
خدا کے واسطے اتنا بتا مجھے امید | کبھی عدو کی بھی وہ روک تھام کرین گے
ہم اپنا آپ گلا کاٹ لین گے حشت مین | ہم اپنے ہاتھ سے قصہ تمام کرین گے
ہوا جو حشر کے وعدے کا ذکر بول اٹھے | وہ دن تو آئے یہ خود انتظام کرین گے

شرر غرور نہ کرنا اگر ادھر نکلے
کسی ادا کے کرشمے غلام کرین گے

ہر ایک خوش خرام کی ترکی تمام کی | اچھی نکالی طرز یہ تمنے خرام کی
بیداد مجھ پہ اور عدو پر ترا کرم | یہ بات کام کی ہے نہ وہ بات کام کی
کیا پوچھتے ہو حال تم اس بیقرار کا | جسنے تڑپ تڑپ کے شب غم تمام کی
محشر کے فتنے میری نگاہون مین پھر گئے | جب طرز یاد آئی کسیکے خرام کی
شیشے مین آج مے جو ابلتی ہے خود بخود | شاید ہے اسمین روح کسی تشنہ کام کی
قاصد کہا ہوا کا گزر ہے وہان محال | تدبیر کیا کرون مین پیام سلام کی

استاد کے طفیل سے رتبہ ہوا بلند
اب ہو چلی ہے دھوم شرر کے کلام کی

دل کے آئینے مین عکس روی دلبر دیکھیے | شاہد معنی کو پہلو مین بٹھا کر دیکھیے
پھیرتے ہین وہ مری گردن پہ ہنس ہنس کے چھری | لڑ گئی قسمت مری حسن مقدر دیکھیے

ہے پہاڑون پہ کبھی اور ہی کبھی صحرا نوزد
حال عاشق کا ترے کیا خاک پتھر دیکھے

یہ شکایت ہی عبث دوران سر کی آپکو
رقص بسمل کا تماشا اور دم جو دیکھے

قتل کو آئے ہین وہ اور ہنسکے فرماتے ہین یہ
ماہِ نو ابرو کا دیکھا ہے تو خنجر دیکھے

جان پڑ جائے ابھی اُٹھکر پڑے کلمہ شررؔ
اک زرا سینے پہ اسکے ہاتھ رکھکر دیکھئے

خدا کے واسطے بار آ جفا سے
ارے ظالم ادا سے ڈر خدا سے

مرا دل چھینتی ہے زلف کافر
خداوندا بچانا اس بلا سے

غم و اندوہ مین درد و قلق مین
نہین ہے کچھ کمی تیری دعا سے

سُنی تعریف کاکل کی تو بولے
بلا مین تم پھنسے میری بلا سے

ہزاروں حسرتین سر پیٹتی ہین
مرا دل کم نہین ماتم سرا سے

ہجر آئی اک بلا افسوس مجھپر
پھر الجھا دل مرا زلف دوتا سے

شررؔ کا دل کہین اُلجھا ہوا ہے
نظر آتے ہین ہمکو مبتلا سے

کسی صورت نہ جائیگی خلش غم کی مرے دل سے
نہ نکلی ہے نہ نکلے گی یہ لیلے اپنے محمل سے

جا سکتے ہو دل میرا اگر خوش ہو گی مشکل سے
پڑے گی آہ دشمن پر جو نکلے گی مرے دل سے

نہ جائے دھیان اُنکے عارض پُر نور کا دل سے
یہ گھر روشن رہے یارب چراغِ ماہِ کامل سے

ملے وہ آکے دل سے آرزو رخصت ہوئی دل سے
بڑی مدت مین نکلی آج لیلے اپنے محمل سے

تمنا آئی ہوئی ٹلجائے یہ ممکن نہین لیکن
نہ آؤ گے تو نکلے گی ہماری جان مشکل سے

گلستان جہان مین خاک ہو اُمید ہمدردی
چمن مین ہنس رہی ہین پھول فریادِ عنادل سے

...ان ہوتا ہے لیلی کو غبارِ قیس مضطر ہی
لپٹ جاتا ہے جب کوئی بگولا آکے محمل سے

...تے کیا ہو جانے سے مجھے اتنا سمجھ رکھو
مرے پہلو سے اٹھ سکتے ہو جا سکتے نہین دل سے

غریب راہ گم کردہ ہون مین راہِ محبت مین
نہین ہی کوئی رہبر منزلون ہون دور منزل سے

مرے دل کی تمنا مین ملا دین خاک مین تمنے
مجھے ارمان کی بدلے نکالا اپنی محفل سے

اُٹھی خاک سے کیس شہیدِ تیغِ حسرت کی
جُدا ہوتی نہین کیون دامنِ شمشیرِ قاتل سے

کیا ہے جب کرم تمنے کرو اتنی عنایت بھی
مرے پہلو مین آ بیٹھو کہ نکلے آرزو دل سے

اثر اتنا تو ہو جوشِ جنون مین تیرے ای مجنون
نکل آئے تماشا دیکھنے لیلے ابھی محمل سے

خدا کے فضل سے تشویشِ خاطر گھٹتی جاتی ہی
نہین ہی اب مری کشتی کچھ ایسی دور ساحل سے

وہ خوش پھرتے ہین محشر مین نہین غم جو ریجا کا
سمجھتے ہین شرر شکوہ کریگا میرا کس دل سے

خمسہ بر غزلِ جناب افتخار الشعرا السید افتخار حسین صاحب مضطر خیر آبادی استادِ بندگانِ حضور فرمانروائے ریاستِ ٹونک

رنجِ غربت ہی نہ فکرِ راحتِ مسکن مین ہون
دامِ گیسو مین پھنسا ہون پنجۂ رہزن مین ہون
عاشقِ ابرو نہ مین یادِ رخِ روشن مین ہون
حشر کے دن بھی خیالِ کاکلِ پُرفن مین ہون
ہوگئی کایا پلٹ لیکن اُسی اُلجھن مین ہون

ڈالتی ہے آنکھ جسپر برق اُس خرمن مین ہون
مین برنگِ نقشِ پا ہر کوچہ و برزن مین ہون
صورتِ خاشاک جلنے کو ہر اک گلخن مین ہون
خار بنکر یادگارِ گل ہر اِک گلشن مین ہون
ایک ہی کانٹا ہون لیکن سیکڑون دامن مین ہون

غنچۂ پژمردہ اِک اُجڑے ہوے گلشن مین ہون
وائے ناکامی فنا کے بعد بھی شیون مین ہون
جنسِ ناکارہ ہون اور لوٹے ہوے خرمن مین ہون
ہائے قسمت خاک ہوکر بھی اُسی اُلجھن مین ہون
آپکے ہاتھون لُٹا اور غیر کے دامن مین ہون

داغِ گل ہون۔ آہ شمعین ہین جو ان سامانون کے ساتھ
قبر مین تنہا نہین آیا ہون مہمانون کے ساتھ

مٹ گئے پر بھی ہے رشتہ یہ سیکڑوں جانونکا ساتھ | سو رہا ہون زیرِ تربت اپنے ارمانونکے ساتھ
میرے ساتھی بھی اسی مین ہین میں جس مدفن مین ہون

تنگ ہون جینے سے حسرت ہی کہ آجای اجل | درد دلسے عمر بھر اپنے کبھی پائی نہ کل
ہو گیا تقدیر سے آرامِ خاطر مین خلل | کچھ نہ پایا آج تک سینے وفاداریکا پھل
فصلِ گل جس مین نہین آتی مین اُس گلشن مین ہون

دردِ کلفت کا نمونہ ہون نگاہِ غیر مین | جوشِ وحشت کا نمونہ ہون نگاہِ غیر مین
اپنی قسمت کا نمونہ ہون نگاہِ غیر مین | تیری چاہت کا نمونہ ہون نگاہِ غیر مین
تیری حسرت کی کھٹک بنکر دلِ دشمن مین ہون

مین نہ مانونگا نگاہِ شوق رکھتی ہے کہین | دیکھنے والے نہ دیکھین یہ تو ممکن ہے نہین
ہوش سیر اکھو چکا نظارۂ پردہ نشین | اُسکے جلوے کے مزے میری نگاہین لے چکین
جسکی صورت کو یہ دعوے تھا کہ مین چلمن مین ہون

پوچھتے کیا ہو بسر ہوتی ہے کیونکر زندگی | کیا بتاؤن ہی شرر کس درجہ دو بھر زندگی
موت کی حسرت مین ہون ہی خاک پتھر زندگی | زخم کھانے کے لئے پائی ہے مضطر زندگی
دل نشانہ ہی مرا مین یادِ تیر افگن مین ہون

خمسہ دیگر

[illegible] برسے ہو۔ قہر آلودہ نظر کر لو | مری قسمت بُری ہی جیسی چاہو شب سحر کر لو
[illegible] ہی غصہ ہے الگ زانو سے سر کر لو | لڑائی ہے تو اچھا رات بھر یونہی بسر کر لو
مین اپنا مُنہ اِدھر کرلون تم اپنا مُنہ اُدھر کرلو

[illegible] یا تمسے کہ اپنی آنکھ تر کر لو | اگر منظور ماتم ہے تلاشِ نوحہ گر کر لو
جو پتھر این یہ آنکھین تم بھی پتھر کا جگر کر لو | دم آخر الگ چشمِ محبت کی نظر کر لو

ہمارا دم نکلتا ہے تم اپنا مُنہ اُدھر کر لو

خدا جانے ہو گیا انجام تقریر زبانی کا　　جگہ مین چٹکیاں لیتا ہی نغمہ لن ترانی کا
دیا ہے آنکھ شوخی نے سبق جادو بیانی کا　　جو کہتا ہون کہ بھوکا ہون مین تیری مہربانی کا
تو کہتا ہی کہ بھوکے ہو تو غم کھا کر بسر کر لو

وفاداری کو بیگانون کی ناحق آزماتے ہو　　رقیب روسیہ سے ملکے مجھپر قہر ڈھاتے ہو
پرائی آگ مین ناحق مرے دل کو جلاتے ہو　　غمِ عشقِ عدو مین کیون مرا حصہ لگاتے ہو
مجھے کیا خاک دوگے پہلے تو اپنی بسر کر لو

خدا منصف ہی جانے کیا کہا اور تمسے کیا پوچھے　　مین گھبرایا ہوا ہون جانے میری منہ سے کیا نکلے
نہ جانے مجھپہ کیا گزرے نہ جانے تمپہ کیا بیتے　　قیامت مین سُننے کا کون طولِ ہجر کے قصے
یہین دنیا مین تم مِل جُل کے قصہ مختصر کر لو

نصیبون سے حصولِ مدعا پر پڑ گئے پتھر　　حصولِ مدعا کیسا کہ جینا ہو گیا دوبھر
مِری ناکامیون کا آج کل ہی اوج پر اختر　　کفایت دیکھنا وہ غم بھی دیتے ہین تو یہ کہکر
کہ لیتے ہو تو اتنا لو کہ جتنے مین بسر کر لو

ازل سے گیسوی شبگون کا سودا ہی مرے سر مین　　کبھی راحت نہین پاتا وہ گردش ہی مقدر مین
تمہارے دیکھنے کی آرزو ہی قلبِ مضطر مین　　خدا کے سامنے دیدار کا وعدہ ہی محشر مین
کہین ایسا نہو اُس روز بھی تم مُنہ اُدھر کر لو

کرو کچھ فکر تم روزِ جزا کی حضرتِ زاہد　　نہ کام آئیگا یہ زہدِ ریائی حضرتِ زاہد
بھلا چاہو تو مانو رائے میری حضرتِ زاہد　　قیامت مین بڑی گرمی پڑے گی حضرتِ زاہد
یہین سے بادہ گلرنگ مین دامن کو تر کر لو

ستانا یا جلانا یہ نہین اللہ کی عادت　　وہ بے پرواہ ہی مطلب کسی سے ہی نہ کچھ حاجت
بتو توبہ کرو توبہ بھلا مالک پہ یہ تہمت　　یہ کیون بدنامیِ عشقِ عدو سے شکوہ قسمت

خدا رسوا نہین کرتا خدا کا نام ڈر کر لو

بلا آئیگا خدا تو پھر ملین گے کیون قسم کھاؤ — زبان پر ایسی باتین جس سے دل ٹوٹے نہ تم لاؤ
اٹھو دیکھو اذان ہوتی ہے چادر منہ سے سرکاؤ — لڑائی رات بھر کی تھی دمِ رخصت تو مَنجاؤ

سویرا ہوگیا للہ اب تو منہ اِدھر کر لو

شبِ فرقت تھی گویا اک نشانی جان دینے کی — ہجومِ غم سناتا تھا کہانی جان دینے کی
ہوئی ناکامیِ تقدیر بانی جان دینے کی — جوابِ خط نہ آنے پر جو ٹھانی جان دینے کی

تو بولی اُس ٹھیرو انتظارِ نامہ بر کر لو

گھڑی بھر مین ابھی دل کی گرہ پردہ اُٹھا دیگی — چھپے بھیدون کی حدت تمکو آنکھون سی کہا دیگی
تمہارے دل کی دھڑکن خود تمہین سارا پتا دیگی — ہمارا حال آپس کی محبت خود بتا دیگی

ہماری کچھ نہ پوچھو اپنی حالت پر نظر کر لو

غضب ہے غم سے جوشِ گریہ ابھی چشمِ پُرفن مین — ستم ہے گلبنِ ماتم کی کلیان ایسے دامن مین
اجازت دو مجھی مین دیکھ آؤن اسکو مدفن مین — نری افواہ پر کیون بیٹھتے ہو سوگ دشمن مین

خدا کے واسطے تحقیق یہ اُڑتی خبر کر لو

محبت نے دیا جو کچھ ہے حصے اُسکی دو کر لو — تپِ سوزِ درون کا بوجھ اِک مجھپر ہی کیون رکھو
مناسب ہے کہ تم بھی تلخ کامی کا مزا چکھو — یہ مانا مینے دردِ دل تو تم میری طرف کر دو

اور اُسکے ساتھ ہی اپنی طرف سوزِ جگر کر لو

ابھی سے مجکو طعنے دے رہی ہین میری ہمسائے — کہ یہ اچھی محبت ہے کہ دل اُنکا بھی گھبرائے
کہین ایسا نہو آپکی چاہت ٹھوکرین کھائے — کسیکا نالہ ہائے شامِ فرقت دل نہ دکھ جائے

تمہین جو کچھ اثر کرنا ہے وہ مجھپر اثر کر لو

مناسب ہے ستم سے میرے حق مین ہر گھڑی ہونا — شہیدانِ محبت کو ہے جنت قبر کا کونا
وہی آخر مین خوش ہوتی ہین پڑتا ہے جنہین رونا — شگونِ نیک مین داخل ہے رسمِ جور کا ہونا

جفا گو تمسے محبوب ہو نہین سکتی مگر کرلو

ہمیشہ مجکو ہمنے یون ہی باتون مین اُڑایا ہی … غرض کے واسطے اکثر رقیبونسے لڑایا ہے
فقط اک جوش آنے کو اُنہین غصہ دلایا ہی … یہ کہکر محبت پر حسینون کو رجھایا ہی

کہ ناممکن ہے مین کچھ شرط بدتا ہون اگر کرلو

دو اسکے واسطے محتاج یہ بیمارِ عارض ہین … دل و جانسے نثارِ شعلۂ انوارِ عارض ہین
ہمیشہ سے یہ دونون آئنہ بردارِ عارض ہین … یہ دو آنکھون کے اندھے طالبِ دیدارِ عارض ہین

لب بام آکے تم نظّارۂ شمس و قمر کرلو

کرم کی کھوٹ کے شکوے ہین اور تقدیر کا رونا … کہا کسنے کہ تم بے رہبری کے یون چلو رستا
سبحان اللہ نے دی تھی تمہین پھر کیون کیا ایسا … یہ بُت پتھر ہین تمنے حضرتِ دل انکو کیون چاہا

کہا کسنے کہ حضرتِ عیش کا وقفِ شرر کرلو

محبت کے مزے اب آخری ٹھوکر مین دیکھینگے … فغان لب پر نہ آنسو اپنی چشمِ تر مین دیکھینگے
نتیجہ حسن و اُلفت کا خدا کے گھر مین دیکھینگے … وفا و جور کی نیکی بدی محشر مین دیکھینگے

یہان دنیا مین جی بھرکر نزاعِ خیر و شر کرلو

تمھاری خوبیِ حسن و ادا اسوقت تنہا ہے … اِسی باعث سے یکتائی کا دنیا بھر مین چرچا ہے
اکیلے جب رہی دونون تو لذّت کا مزا کیا ہی … جفا کا رنگ بے رنگِ وفا نظرون مین پھیکا ہی

مزا جب ہی کہ حسن و عشق کو شیر و شکر کرلو

اُنھون نے وصل مین کروٹ بدل لی شکوہ کی … کہا غارت ہو یہ ارمان جسکا یہ مزا دیکھا
مگر ہمنے بڑی ترکیب سے طے کرلیا جھگڑا … یہ کہکر وصل کی شب اُنکا مُنہ اپنی طرف پھیرا

لڑائی ہی تو اچھا پیٹھ بھی اپنی اُدھر کرلو

تمھارے ہاتھ کے رقعے اگر دشمن کو پہنچینگے … تو جانے دشمنون پر کیا سے کیا طوفان جوڑینگے
عزیز و اقربا در پردہ لاکھون نام رکھینگے … یہ پرچے اک نہ اک دن جاہ کا دفتر اُلٹ دینگے

مقرر کوئی آپسمین پیامی معتبر کرلو

خدا کے واسطے مانو کہا مجکو نہ تڑپاؤ — مرے گھر شوق سے آؤ مری مہمان ہو جاؤ
کوئی تمکو نہین دیکھیگا پردے سے نہ گھبراؤ — یہ اچھی کوٹھری خلوت کی ہے اسمین چلے آؤ

جگہ آنکھون مین تم کیون ڈھونڈتی ہو دلمین گھر کرلو

تمنا دید کی ہمکو صف محشر مین لے آئی — مقدر سے یہان بھی شکل اک بگڑی ہوئی دیکھی
قیامت مین قیامت اور یہ کیسی نئی پائی — الٰہی کون آتا ہے کہ یہ آواز آ پہنچی

کہ تم اے اہل محشر اپنے اپنے منہ ادھر کرلو

رہے تھے عالم امکان مین برسون جو نکے پیاسے — ہزارون جی دکھاتے تھے ہمیشہ جور بیجا سے
تعلق رکھتے تھے دنیا کے جھگڑے خیر دنیا سے — قیامت مین بچو تم دعوی خون تمنا سے

حسینون مین تو جب جانون کہ یہ میدان سر کرلو

ستم پھر اور ستم ایسا کہ صد ہا اسکی تائیدین — جفا اور پھر جفا ایسی کہ لاکھون اسکی تمہیدین
وفا اور پھر وفا کیسی کہ پھر دن جسکی تردیدین — ستم دیکھو جدائی اور پھر اسپر یہ تاکیدین

ن کھتے ہین ہمارا نام جب لو آہ بھر کرلو

محبت ہے نہ چاہت ہے شکایت ہے نہ شکوا ہے — زبان پر اسکو کیا لانا جو ہونا ہے سو ہوتا ہے
بس اب اس بات کی باقی مری دل مین تمنا ہے — ذرا مین پھر بھی پوچھون کہ لذت موت کی کیا ہے

ذرا پھر تم یہی کہدو مزا جینے کا مر کرلو

اسی کی جستجو مین چھان ڈالے کوہ اور صحرا — اسی کی فکر نے مجسکو بنا رکھا ہے دیوانا
نہ جانے کیا ہوئی ہے کھوج تک اسکا نہین پایا — جو کہتا ہون پتا تیری کمر کا کچھ نہین ملتا

تو کہتا ہے عدم آباد کا پہلے سفر کر لو

ستم بھی جھیل لینگے آرزو کا وقت تو آئے — قلق بھی دل مین بھر لینگے وفا کا ابر تو چھائے
تری چاہت مین ہم بیٹھے ہین اپنا نام لکھوائے — جفائین بھی اٹھا لینگے اگر تعلق پیدا ہو جائے

وفا ہم ہی دکہا دینگے محبت پیشتر کر لو

شرر کی طرح حسرت کیلئے چہاتی کا ہی پہر | ہتون کے غم مین اپنا حال کر رکہا ہی کیون ابتر
ہماری رائے گر مانو تو بہر خالق اکبر | تم اپنی زندگی کو ختم کر دو عشق مین مضطر

خدا سے لو لگا کر عمرِ دنیا مختصر کر لو

مخمس برغزل جناب صاحبزادہ سید حسن رضا خانصاحب بہادر سابق کرنل افواج رامپور

غم نہین ہی جو نہو کوئی شبستان آباد | تیری خوبی کا رہے تا ان گلستان آباد
کیون نہوتا کہین یہ بے سر و سامان آباد | بیکسی سے جو ہوا خانۂ ویران آباد

ترے وحشی نے کیا جا کے بیابان آباد

اپنے گہر مین ہی کبہی غم کبہی حرمان آباد | اِک نہ اِک روز نیا ہوتا ہے مہمان آباد
جوشِ اندوہ سے ہے یہ دلِ ویران آباد | جب رقیبون سے ہوئی انکی شبستان آباد

ہم بہی یہ کہکے اُٹھے خانۂ احسان آباد

کیسے شاہون کو کیا نیست اِسی ہستی نے | گہر دیے رہنے کو اِک اُجڑی ہوی بستی نے
سارے سامانِ حشم میٹ دیے پستی نے | حال کہولا یہ سکندر کی تہیدستی نے

کہ غریبون ہی سے ہے شہرِ خموشان آباد

روز دیتا ہے نیا رنج مجہے چرخِ کہن | دل کے داغون سے کہلایا ہے غضب کا گلشن
لطف دیتا ہی قیامت کا ہر اِک دردِ محن | یون ترے غم سے مرا خانۂ دل ہی روشن

جیسے یوسف سے ہوا خانۂ زندان آباد

پہونکے دیتا ہے جو سینے مین ہی سوزِ نہان | جس سے جی بہلے میسر نہین ایسے سامان
رنگ لائی ہی عجب گردشِ چرخِ گردان | تو نے کانٹون مین گہسیٹا ہی اُسی بادِ خزان

نظر آتے تھے جو پہولون سے گلستان آباد

نور کے شعلے ہین یا ہین تری جلوی دل مین | اُڑ گئے ہوش مرے آکے جو ٹہیری دل مین

تونے لوٹا خرد و صبر کون کے دل مین
ہے مکین تیرا تصور مرے اُجڑے دل مین
تری صورت سے ہے یہ خانۂ ویران آباد

صرف جانے کے لئے لوگ یہان آتے ہین
جوشِ اندوہ کو خود ساتھ لگا لاتے ہین
چار دن زیست کا آرام کہان پاتے ہین
روز گھر سیکڑون ویران ہوے جاتے ہین
رہنے دیتی ہی نہین گردشِ دوران آباد

وہ ہی تقدیر جو مدت سے پڑی سوتی ہے
حسرتِ وصل دو عالم سے مجھے کھوتی ہے
چشمِ خونبار کو رونے دو اگر روتی ہے
میری بیتابی مین کاہے کو کمی ہوتی ہے
تیرا انکار سلامت مرا ارمان آباد

میری وحشت کا بڑھا زور ٹھہرنا کیسا
ہمدمون آپکا بیکار ہے کہنا سُننا
چلد یا گھر سے غریبون کا ہی ساتھی مولا
بھر گئی ہے دلِ وحشی مین ہوائے صحرا
ہے بجا لوگ کہین اسکو جو ویران آباد

کون کہتا ہی کہ ہین تیری جفا سے ناخوش
یہ نہ ہین زیست سے راضی نہ قضا سے ناخوش
ہائے تو انکی ہوا اتنی خطا سے ناخوش
باغبان کیون ہے غریبون کی صدا سے ناخوش
بلبلین جاتی ہین سے تیرا گلستان آباد

جسکو دیکھو وہ کیا کرتا ہے فریاد و فغان
اُنکے ہاتھون سے رہا کرتا ہے عالم نالان
انکی بے وقت چلا کرتی ہی قینچی سی زبان
گھر کے گھر برہمن و شیخ کرینگے ویران
گریہ دنیا مین رہی دست و گریبان آباد

اسے واقف ہین شر ہی جو مجھ رنج و محن
میرے باعث سے ہوا یاس کا دنیا مین چلن
میرے آنے سے ہوئی رونقِ کُنج مدفن
مجکو آغوش مین لے کیون نہ مری قبرِ حسن
میرے ہی دم سے تو ہے گورِ غریبان آباد

خمسۂ دیگر

کوئی دم مین سہل ہو جائیگی دشواری مری
گردشِ ساغر کریگی بڑھ کے دلداری مری
میش ریزگی یہ سبھی غم ایک سرشاری مری
میکدے مین مجھکو لیجاتی ہے میخواری مری
رہنمائی کر رہی ہے رحمتِ باری مری

خلق بیگانہ تھی کرتا کون غمخواری مری
ہان مری ناکامیون نے کی طرفداری مری
پھلدئے سب تول نے نظرون مین ناداری مری
اٹھ گیا بازارِ عالم آئی جب باری مری
ہائے لوٹے مین رہی رسمِ خریداری مری

یہ زبان دی تھی رہونگا چاہ مین ثابت قدم
پھر ترے کہنے سے کھائی تھی تری سر کی قسم
اب نہین ممکن کسی صورت ہو رسمِ عشق کم
تیری نظرون سے اتر کر بھی ترا بھرتا ہون دم
خود تو مین ہلکا ہون لیکن بات ہی بھاری مری

سا نے اللہ کے کیا کام قیل و قال ہے
اسکی رحمت پر ہی تکیہ قائم کیا جا ہے
خود اسے واقف کئے دیتا ہون اپنے حال سے
شعلۂ دوزخ لرزتا ہے مرے اعمال سے
حشر کے ماتھے کا ٹیکا ہے سیہ کاری مری

مین جیا جبتک رہین ناکامیان میری عزیز
اس سے تم باتین بناؤ بات ہو جسکی عزیز
ہان بجا ہے تمنے کی اور رہو بھی جائیگی عزیز
جاؤ بھی بس ہو چکی تمسے مری مٹی عزیز
جتنے تم نازک ہو اتنی نعش ہی بھاری مری

بیٹھے ہین خاموش شانِ دلبری کے ناز سے
بل جبین پر ہے خریدارون کے سوز و ساز سے
آپ تو کہتے نہین کچھ بھی کسی جانباز سے
انکا جلوہ کہہ رہا ہے پردۂ انداز سے
حسنِ یوسف خود کرے آکر خریداری مری

کیا کہون کیسی ہے اسدم کسطرح کی نبض ہے
دردِ دل کی چارہ سازی کرنیوالی نبض ہے
لاکھ جانین ہون فدا اسوقت ایسی نبض ہے
جانکنی کے وقت انکا ہاتھ میری نبض ہے

ابتو آسانی سے بھی اچھی ہے دشواری مری

صبح بھی کرتی ہی مضطر صورت شام فراق
کیا کہون ڈہاتے ہین کیا کیا قہر آلام فراق
بات جب بھی ہوش میرا لوٹتا جام فراق
بیخودی مین کاش کٹ جاتے یہ ایام فراق
سیری غفلت کو کہان چھوڑا ئی ہشیاری مری

مین وہ رسوا ہون زمانے بھر مین شہرہ ہی مرا
کوئی سُن سکتا نہین جسکو وہ قصہ ہی مرا
انکھ کا ایما سے طوفان ایک شعبہ ہی مرا
اشک تر کہتا ہے دریا ایک قطرہ ہے مرا
سوزِ دل کہتا ہے دوزخ ایک چنگاری مری

جب [illegible] احباب بھی آئے تو مجھسے لڑ گئے
بات ایسی کہ گئے تلوار گویا جڑ گئے
[illegible] مرنے پر آخر حضرتِ دل اڑ گئے
ایسے بے ڈھب گیسوی پرخم کے پھندے پڑ گئے
اب بلا بھی نہین کرتین طرفداری مری

[illegible] جھیلین بلائین در بدر پھرتا رہا
کچھ نہ بن آیا مجھے ناکام ناکارا رہا
[illegible] سے تو اس صورت مین بھی اچھا رہا
جوشِ وحشت مین فقط مین ہی نہ آوارا رہا
تیری شہرت کو بھی گھر گھر لے پھری خواری مری

[illegible] مطلب تھا یہ ربط پیدا کیون کیا
کس لئے صورت دکھائی اپنا شیدا کیون کیا
[illegible] ہو کر بھلا خونِ تمنا کیون کیا
اک جھلک تمنے دکھا کر پھر یہ پردا کیون کیا
اب کسے ڈہونڈے کہان جائے طلبگاری مری

[illegible] کو یہ کہتا ہے دردِ ہجر مین
پاس اک دلسوز بھی میرا ہے دردِ ہجر مین
[illegible] کے گلا رکھتا ہے دردِ ہجر مین
چین کا باعث یہی ہوتا ہے دردِ ہجر مین
جب تڑپتا ہون تو غش کرتا ہے غمخواری مری

روز رہتی ہین نئی قسمت سے طاری آفتین
کر نہین سکتین دلِ عاشق کو بھاری آفتین
دل مرا بہلا رہی ہین ایسی پیاری آفتین
یاد رہجانے کے قابل ہین یہ ساری آفتین

سیر تیری - غم مرا - ہنسنا ترا - زاری مری

کوئی دم مین زندگانی کا اُجڑتا ہے چمن
جامۂ ہستی کے بدلے اب پہنتا ہون کفن
حال میرا وہ ہے جس سے ہے شمیر محو محن
دیکھنا مقصود ہے اُنکو دم آخر حسن

موت ہی کے بھیس مین لے آئی بیماری مری

خمسہ بر غزل جناب ذوالفقار علیخان صاحب گوہر سابق سپرنٹنڈنٹ آبکاری ریاست رامپور

جو دل بجھتا ہے بجھنے دے بکھرتا ہی بکھرنے دے
قضا کے گھاٹ میری زیست کی کشتی اُترنے دے
اُنہین اغیار کے پہلو مین بیٹھ سنورنے دے
مجھے اے ضبط غم سر پھوڑنے دے شور کرنے دے

مجھے رو رو کے مرنا ہے مجھے رو رو کے مرنے دے

کبھی تو میرے داغ آرزو کو بھی اُبھرنے دے
کبھی تو جو مرے دل مین ٹھنی ہی کر گزرنے دے
نہین سنتا تو اس جینے سے بہتر ہی کہ مرنے دے
جنہین پیارا ہی تو ظالم اُنہین تو پیار کرنے دے

ذرا تو چین لینے دے ذرا تو دل ٹھہرنے دے

مجھے دنیا مین رسوا کرکے مکرین آپ لاکھو نین
جو بس ہو قتل میرا کرکے مکرین آپ لاکھو نین
ہزارون جور بیجا کرکے مکرین آپ لاکھو نین
مرا خون تمنا کرکے مکرین آپ لاکھو نین

اگر یہ آپ کا اندازِ غارت گر مکرنے دے

اگر نکلین کسی کے حسرت و ارمان تو اچھا ہی
ذرا انصاف تو کر اس مین تیرا کیا بگڑتا ہی
یہی تو دلبرون کے حسن افروز کا صدقا ہی
کسی پُر شوق کو لینے دے بوسے ہرج ہی کیا ہے

ترے رخسار کا جوبن نکھرتا ہے نکھرنے دے

دکھایا ہے محبت نے بڑا لااب اثر اپنا
خدا کی شان یہ قسمت کہ گھر انکا گزر اپنا
گل مقصود چن - تھامے ہوئی ہی کیون جگر اپنا
یہی موقع ہے اے دستِ تمنا کام کر اپنا

وہ ہین مصروفِ آرایش اُنہین بننے سنورنے دے

تعجب کیون نہو وہ اور میری گھر مین مہمان
ترا گردن مین گو پڑنا تو ہوگا خارج از امکان
کئے جا کام اپنا خوف سے ہی کس لئے لرزان
بلائین تو لئے جا شوق سے ای دستِ پُر ارمان
بکھرتی ہین اگر زلفین تو زلفون کو بکھرنے دے

وہی ہے آنکھ شوقِ دید کی جس مین ادا نکلے
وہی ہے دل اگر جلجاے بھی بوی وفا نکلے
اگر دامِ مصیبت ہی تو ہو - اُسکی بلا نکلے
دلِ بیمار تیرے حلقۂ گیسو سے کیا نکلے
یہ ہے قسمت کا پھندا جو نہ جینے دے نہ مرنے دے

مری حسرت سُنی تو ہای اس قابل تو کب ہون مین
مگر ہو یاس کیون امیدوارِ فضلِ رب ہون مین
مجھے جلدی فنا کا جام دے تیار اب ہون مین
کمی کرنا نہ تو لے آب خنجر تشنہ لب ہون مین
مرے سر سے اگر پانی گزرتا ہے گزرنے دے

غرورِ حُسن مانع ہی کسیکو کیون نظر آئین
بڑی دشوار یان ہین آپ کیا آئین کدہر آئین
اگر مدِ نظر آنا بھی ہو کیون کر ادہر آئین
اُترنے کو تو چرخِ تمکنت سی آپ اُتر آئین
مگر جب آئینہ بھی آپ کو نیچے اُترنے دے

چلی لیکن ذرا چلکر طبیعت ہوگئی پتھر
ارادہ تھا کہ چمکاتے مگر چمکے نہ کچہ جوہر
شترژیہ شعر اپنے دوست کا چُپ ہوگئی پڑہکر
مرے ارمان تو لاکھون مین اُبھرین لیکن ای گوہر
ہجومِ یاس بھی جب اُن غریبون کو اُبھرنے دے

قطعہ

دورِ صہبائے سخن خوب چلا محفل مین
شب بخیر آج رہا صبح کا تڑکا ہوکر
اس لئے میری تمنّا ہے کہ کل آٹھ بجے
آئین سب لوگ مرے دل کی تمنّا ہوکر

قطعۂ افتتاحِ مشاعرہ آثارِ صبح و تصیو کی ساقیؔ

شکر ہے سنکر ہین جسکی تمنا تھی شتر ر
ن گھڑی خوبیِ تقدیر سے آج آئی ہے

یہ وہ ہے بزمِ جہان اہلِ سخن بیٹھے ہین
جن کے اشعار کی مخلوق تمنائی ہے

اُنکی خاموشی پہ ہین گوہرِ نایاب نثار
بلکہ صدقے انہین لوگون پہ تو گویائی ہے

اُنکے ہر شعر سے اک بات نرالی پیدا
اُنکی ہر بات مین اک طرزِ مسیحائی ہے

کہین نیرنگیِ افلاک کے جلوے ہین عیان
اور اُس پیرِ فلک کی کہین انائی ہے

درِ جانان پہ شہیدون کے سرونکا انبار
پھر اُسی در پہ کہین ناصیہ فرسائی ہے

وصل کا ہے کہین مذکور کہین خلوت کا
کہین فرقت ہے کہین انجمن آرائی ہے

بزمِ عشرت ہے کہین محفلِ ماتم ہے کہین
پائے انداز نے تربت کہین ٹھکرائی ہے

کہین چرچا ہے کہ نالے مین بلا کا ہے اثر
کہین چرچا کہ اثر نکے دعا آئی ہے

کہین دعوے ہے دہن اُسنے کہان پایا ہے
کہین دعوے کہ کسے ہاتھ کمر آئی ہے

تذکرہ ہے کہین عارض پہ فدا ہین جان
کہین مذکور کہ دل زلف کا شیدائی ہے

کہین یوسف کی کہین عشقِ زلیخا کی پکار
قیس و وامق کی کہین بادیہ پیمائی ہے

لایقِ فکر کہین رنج و فاکاریِ عشق
قابلِ ذکر کہین حسن کی زیبائی ہے

کہین صحرا مین خلش کرتے ہین پیدا کانٹے
صحنِ گلشن مین کہین بادِ خزان چھائی ہے

شام سے صبح کے آثار کہین پیدا ہین
کہین فسہ یاد بلائے شبِ تنہائی ہے

کہین کھنچتی ہے ادا بھی کسی تصویر کے ساتھ
کہین اندازِ خموشی مین بھی گویائی ہے

کہین تنہائی مین ہے ذوقِ تصور کا سمان
کہین غالب شبِ اندوہ پہ تنہائی ہے

کہین خمیازۂ اُلفت کے نتیجے پیدا
اور کہین دور مین جامِ مے مینائی ہے

الغرض مجمعِ احباب مین ہے رنگِ عجب
بزمِ گلزار مین گھنگھور گھٹا چھائی ہے

ایک مطلب کی بھی سُن لیجئے میری اسوقت — اسقدر آپ نے تکلیف تو فرمائی ہے

عرض مطلب کے لئے اس سے کہان بہتر وقت — گو کہین لوگ کہ بے وقت کی شہنائی ہے

شاعری سے مرا مطلب نہین شہرت اپنی — یہ مرا شوق ہے وہ شوق جو آبائی ہے

میرا مقصد ہے کہ اُردو نہ مٹے دنیا سے — جو کلاسون کے لئے زیور زیبائی ہے

شاعری بھی نہین بڑھکر ہے وسیلہ اس کا — چشم اُردو کے لئے سرمۂ بینائی ہے

اسکی غمخواری یہی بزم سخن ہے گویا — اُسکی ہمدردی یہی انجمن آرائی ہے

نہ جگائین گے اگر آپ تو سو جائیگی — اُسکی تقدیر کی آنکھون مین بھی نیند آئی ہے

جتنے احباب ہین اُن سب نے براہ الطاف — دو زمینون مین غزل شوق سے فرمائی ہے

بعض خود آئے ہین اکثر نے ہین بھیجی غزلین — ہو سکے شکر کہان ایسی زبان پائی ہے

اپنے الطاف و کرم سے مجھے ممنون کیا — اے مقدر مری تحریر کی بن آئی ہے

شکر یہ انکا ادا کرتا ہون سر آنکھون سے — جو یہان آتے ہین یا جنکی غزل آئی ہے

خاص اُن لوگون سے شکوہ ہے جنھون نے کچھ بھی — میرے لکھنے پہ توجہ نہین فرمائی ہے

میرے آقا کا تصدق ہے کہ اس جلسہ کی — ہر جگہ دھوم ہے اک خلق تماشائی ہے

کیا حقیقت تھی مری ایسی جو ہمت ہوتی — میرے سرکار نے ہمت مری بندھوائی ہے

سایۂ پنجتن پاک ہو اُسکے سر پہ — جسکے صدقے مین تمنا مری بر آئی ہے

دل مین رہ رہ کے یہ آتی ہے کہ باصد آداب — یون کرون عرض کہ آج انجمن آرائی ہے

آپنے مجکو نوازا ہے تو ارشاد بھی ہو — وہ سخن جسکا ہر اک شخص تمنائی ہے

قطعہ تبقریب تشریف آوری اُستادی افتخار الشعرا حضرت مضطر مدظلہ العالی

ہے نیرنگی عالم کا نہ پوچھو احوال — آ کے دنیا مین عجب ہمنے تماشا دیکھا

بات کی بات مین بگڑی ہوئی ہر بات بنی — اور بنی بات کو اک بات مین بگڑا دیکھا

رات بھر عیش رہا صحبت پر لطف رہی — جب ہوئی صبح غم و یاس کا نرغا دیکھا
سامنے آئے نہ تدبیر کارگر تھا لیکن — شاہد شوخ تمنا کا نہ چہرا دیکھا
نہ ہوا سعی سے کچھ کھیل جو بگڑا بنکر — ہان کیا صبر تو دل خواہ نتیجا دیکھا
میری خواہش تھی کہ آجاتے جناب مضطر — ضبط سے اور بھی اِس شوق کو دونا دیکھا
گوشہ نشین کہین تا اثر ری مری شومی بخت — سیدھی باتون کا بھی اُلٹا ہی نتیجا دیکھا
آکے پلٹے مرے گھر سے مری قسمت کیطرح — تپش دل کا اِن آنکھون سے تماشا دیکھا
کیا کہون مین کہ جو حالت ہوئی میری دل کی — کیا بتاؤن جو دلِ زار کا نقشا دیکھا
لاکھ سمجھایا مگر ایک نہ مانی دل کی — میرے دل کا بھی گھڑی بھر نہ تڑپنا دیکھا
آتش شوق لگا کر گئے ایسی دل مین — جسکے بجھنے کا نہ کچھ اور طریقا دیکھا
جسقدر صبر مجھے دیتے تھے وعدے اُنکے — اُس سے بڑھ کر دلِ مضطر کا تڑپنا دیکھا
کششِ دل مری آخر اُنہین لے ہی آئی — صبر کرنے کا کچھ اچھا ہی نتیجا دیکھا
مین نہ کہتا تھا مرا شوق اُنہین لائیگا — ہمدمو اب تو محبت کا تماشا دیکھا
کہیے اب تو کششِ شوق کو کامل پایا — کہیے اب تو اثر جوشش تمنا دیکھا
ہان شرر اب یہ دعا ہے کہ جنابِ مضطر — مجھسے فرمائین تجھے بات کا پورا دیکھا
لطف سرکار کے سائے مین رہین شاد مدام — یہ زبان پر ہو یہان غم کا نہ کھٹکا دیکھا
اپنے مین صبر کے صدقے کہ مری کام آیا — کہنے والون کا زمانے نے تماشا دیکھا

قطعہ

قتل کر کے مجھے یہ خود ہی تماشائی ہر — لذتِ عشق مرے دل نے عجب پائی ہی
دیکھتے ہین وہ تماشائے تپش شرما کر — سر مرا کاٹ کے شوخی کو حیا آئی ہی

قطعۂ تہنیت غسل صحت کرنل صاحبزادہ حسن رضا خان صاحب بہادر

کہتے ہین دنیا جسے وہ اک تماشا گاہ ہے
عیب ہین اسمین اگر لاکھون تو لاکھون خوبیان

حشر کے دن سے نہین ہوتی ہے کم غم کی گھڑی
آنکھ کھلتے ہی گزر جاتا ہے راحت کا سمان

کون ہے وہ جو رہا محروم اسکے فیض سے
کون ہے وہ جسکے دل مین لین نہ اسنے چٹکیان

بعض کو پہلے کیا اندوہگین پھر خوش کیا
بعض کو خوش کرکے اُسنے غم کی مارین قمچیان

پوچھتے ہو سچ اگر مجھسے تو وہ اچھا رہا
دی خوشی پھر غم دیا اور پھر عطا کین شادیان

مجھ پہ گزری ہے یہ حالت اس سے ہو آگاہ ن آرہین
مجھ سے پوچھو حال مجھسے اسکی سُن لو داستان

اپنی شاہِ جم حشم کے جشن مین مصروف تھا
بزم عشرت سے طبیعت تھی نہایت شادمان

یک بیک تیری علالت کی خبر پہنچی حسن
کوہِ غم ایسا گرا دل کی اُڑا دین دہجیان

روح قالب مین تھی میری تری گھر تک گیا
دیکھتا کیا ہون وہان دشمن تری ہین نیم جان

تیرے دشمن پر بھی اب سے دور وہ زحمت نہو
بنگیا تھا دشمنِ آرام و راحت آسمان

اُس طرف آزار جسمِ زار سے کرتا تھا بحث
دل پھٹا جاتا تھا حالت دیکھکر اپنا یہان

تیری حالت دیکھکر ہلتا تھا دل سبکا حسن
ایسی حالت مین بھی تیری ہوگئی جرأت عیان

دیکھنے والون کو دیتی تھی تسلی دمبدم
یاس کا اک حرف بھی لب پر نہ لاتی تھی زبان

ہوگئی صحت تجھے اللہ نے اچھا کیا
لاؤن اُسکے شکر کے قابل کہانسے مین زبان

بزم عشرت مین ہمارے ساتھ تو بیٹھا ہے آج
ایسی قسمت تھی کہان ایسا مقدر تھا کہان

گو عجب منحوس تھا وہ وقت وحشتناک تھا
ہان مگر کھوٹے کھرے کا ملگیا پورا نشان

یہ علالت کاشفِ رمزِ حقیقت بنگئی
دوستونپر دشمنون کا کھلگیا رازِ نہان

عرش پر پہنچین وہانسے اور بھی آگے بڑہین
جاکے صحت کی دعاؤن نے ہلایا آسمان

شہر سارا ہلگیا کچھ ایسی حالت تھی تری
ہمنے دیکھا ہے دعا کرتا تھا ہر پیر و جوان

دوستون کا ذکر کیا دشمن بھی تیری ہر گھڑی
ہین ترے اخلاق کی توصیف مین رطب اللسان

ہم کسی میں بات یہ تیرے سوا پاتے نہیں
ایک ہی انسان میں ممکن ہوں اتنی خوبیاں

تیرا سچا وصف جب تنہا ہی لکھ سکتے نہیں
پھر کسی سے شاعرانہ ہو سکے کیونکر بیان

اے حسن تو ہے مری امید میرا آسرا
اے حسن تو ہے مری قوت مرا آرام جان

اے حسن میں آنکھ ہوں اور آنکھ کی پتلی ہو تو
اے حسن میں جسم ہوں تو ہے مری روحِ رواں

اے حسن تیرا سہارا ہے جو تسکین ہے مرا
تیری قوت سے ہوئیں نظروں میں اب گوہر گران

میری اُلفت کی ترازو میں اگر تولیں تجھے
اے حسن تو اک طرف ہو اک طرف سارا جہان

تو مری آنکھوں کا تارا تو مرا نورِ نظر
تو سرورِ دل مرا تو تابِ جانِ ناتوان

اے حسن تو ہے مری اُمید کا روشن چراغ
اے حسن تو ہے مرے بھائی کا اک اچھا نشان

صاف کہتا ہوں کہ جیسا تو ہی ای پیارے حسن
ایسے لوگوں سے نظر آتا ہے خالی خاندان

دولت تیری ہو گئی صدقہ ہی میرے شاہ کا
جسکے ظلِ عاطفت کا ہے جہان پر سائبان

یہ دعا ہے اُسکے سایہ میں رہے آباد تو
جسکے صدقے میں نظر آتا ہے یہ دلکش سماں

اے حسن لاکھوں برس دنیا میں تو زندہ رہے
ای حسن بخشے تجھے اللہ عمرِ جاودان

آج وہ دن ہے کہ جلسے ہیں خوشی کے ہر جگہ
غسلِ صحت کی منائی جا رہی ہیں شادیان

تم مبارکباد دیتے ہو حسن کو ای شررؔ
اور تمکو لوگ دیتے ہیں مبارکبادیان

جس خوشی کی بزم سے اندوہ گین نکلا تھا میں
آج بیٹھا ہوں اِسی صحبت میں ہو کر شادمان

قطعۂ تاریخ دیوان مولوی حسن رضا خان صاحب حسنؔ بریلوی شاگرد نواب فصیح الملک داغ دہلوی

یہ مضمون ہائے دلکش وہ حسینانِ پری تن ہیں
ادائیں جنکی جان پرور ہیں جنکا بانکپن اچھا

مشامِ جان معطر ہے عجب گلہائے معنی ہیں
صفاتِ مصطفےٰ میں کھل رہا ہے اک چمن اچھا

نہ کیوں اربابِ معنی دم بھریں حسنِ مضامین کا
مصنف شاعرِ شیرین بیان لطفِ سخن اچھا

شررؔ نے بھی لکھا۔ خوب سالِ طبع کا مصرع

چھپا ہے نعتِ سرورِ دین یہ دیوانِ حسن اچھا

قطعۂ تاریخ طبعِ دیوان سید الشعرا صمیم صاحب

کچھ عجب پُرلطف مقبولِ جہان ہے یہ کلام
اے شرر کیا واقعی یہ مصرعِ تاریخ ہے
اس کا ہر مصرعہ ہے بحرِ فکر کا دُرِّ یتیم
بے مثال و دلکش مطبوع دیوانِ صمیم

قطعۂ تاریخ سیلابِ عظیم حیدرآبادِ دکن (جو ۲۹ ستمبر ۱۹۰۸ء کو آیا)

آئے دن جوش ہے حوادث کا
آہ عبرت سرا ہے یہ دنیا
ماجرائے دکن پہ غور کرو
حیرت انگیز ہے یہ افسانا
پہلے روزے کو آیا اک طوفان
حیدرآباد میں قیامت کا
ایک نالی سی رودِ موسیٰ ہے
جس سے چوتھائی شہر غرق ہوا
ایسی بارش ہوئی قیامت کی
جسکے طوفان نے غضب ڈھایا
پندرہ انچہ چند گھنٹے مین
پانی بادل نے لاکے برسایا
بند سے اونچا ہوگیا پانی
آگیا جس سے اک بڑا اہلا
اہلا کہنا بڑی حقارت ہے
کہنا طوفانِ نوح ہے زیبا
وہ قیامت کا زور تھا اُس مین
سامنے ایک بھی نہ گھر ٹھیرا
جو بنائے تھے ایک مدت مین
چند ساعت مین اُنکا ڈھیر ہلا
مال کا اسقدر ہوا نقصان
غیر ممکن حساب ہے جس کا
جسقدر ہوگئین تلف جانین
اُنکا اندازہ بھی تو ہو نہ سکا
بھاگ کر جو بچا کے لایا جان
رہ گیا وہ کہ جو بدن پر تھا
تھا زر و نقد کا جسے لالچ
وہ زر و مال اُسکو لے ڈوبا

کیسی عبرت کی بعض ہین موتین — تذکرہ جنکا سُنکے دل دہلا

قربِ دریا محلے تھے جتنے — مٹے طوفان سے کوئی گھر نہ بچا

حیف صد حیف موت یون آئی — مرنے والون کا کچھ پتا نہ ملا

روے خود دیکھکر نظامِ دکن — کہا بُرا وقت تھا مصیبت کا

اپنے سب قصر وقف کرڈالے — کھانا لاکھون کیو اسطے بھیجا

جتنے طوفان زدہ تھے اُنکے لئے — مُنہ خزانون کا شہ نے کھولدیا

جسقدر ہین ملازمانِ حضور — کام سب نے کیا بہت اچھا

الغرض وقت وہ مصیبت ناک — ایسا تھا جو نہ دیکھا اور نہ سُنا

کس غضب کا تھا زور پانی مین — شاہِ آصف کا بھی تو بس نہ چلا

اس مصیبت کی داستان سُنکر — دلِ پُرغم شرر کا بھر آیا

اسی غم مین مجھے یہ فکر ہوئی — لکھون مین سال عیسوی اچھا

مجھ سے دل نے کہا شرر کہدو
ایزدِ پاک کا غضب دیکھا
۱۹۰۸ع

قطعۂ تاریخ انتقال اہلخانہ جناب مضطر مدظلہ

افسوس صد افسوس کہ مخدومہ کی رحلت — بدبختیِ تقدیر نے بے وقت دکھائی

تاریخ کی جب فکر شرر کو ہوئی ناگاہ — ویرانیِ مضطر کی صدا غیب سے آئی
۱۳۲۶

تاریخ طبع دیوانِ سوم تسلیم لکھنوی

تسلیمِ سخنور کا دیوان چھپا جسدم — ہر نقطہ یہ بول اُٹھا ہون خالِ رخِ دلبر

گلزارِ فصاحت کا اک سرو ہے ہر مصرع — قربانِ بلاغت ہے الفاظ و معانی پر

حیرت ہی ہمین کیونکر اشعار کہے ایسے
مضمون و معانی سب ہین ایک سی اک تر

اس عمر مین یہ شوخی اللہ کی قدرت ہی
کیا سحر بیانی ہے ہر شعر ہے اک نشتر

حیرت مین شرر لب پر یہ مصرع سال آیا
تسلیم زبانداں تو بس جینے کی باتین ہین

قطعہ تاریخ طبع دیوان جناب شمس العلما مولوی نواب سید امداد امام صاحب بہادر رئیس اعظم پٹنہ متخلص بہ اثر

یہ دیوان وہ باغِ معنی ہے جسکا
خیالِ جناب اثر باغبان ہے

کھلائے ہین گل طبع رنگین نے کیا کیا
ہر اک گل سے رنگ نزاکت عیان ہے

ہر اک غنچہ ہی اک دل حسرت آگین
قد دلربا ہے جو سرو روان ہے

غضب ڈھاتی ہی چشم نرگس کی شوخی
زبان برگ سوسن کی جادو بیان ہے

حسینون کی ساعد ہین گلبن کی شاخین
محبت کے شعلون کا سنبل دھوان ہے

فضا دلکشا ایسی دیکھی ہے کسنے
بہار دلاویز ایسی کہان ہے

صبا ہر جگہ پہنچی ہے لیکے نکہت
تماشے کا مشتاق سارا جہان ہے

ادھر آئے جسکو ہی شوق نظارہ
نظارے کے قابل یہی بوستان ہے

لڑی ہی یہ اُن قیمتی موتیون کی
ہر اک جسکا گاہک ہر اک قدر دان ہے

یہی ہے حسینان عالم کی محفل
حسین ایسی جنکی ادا دلستان ہے

ہر اک لفظ ہے دفتر شوق پنہان
ہر اک بیت حیرت بھری داستان ہے

ہر اک شعر مقبول ارباب دانش
ہر اک طرز مطبوع ہندوستان ہے

زبان صاف اعلےٰ خیالات ایسے
کہ جنسے زمین شعر کی آسمان ہے

عجب حسن بندش نرالے معانی
ہر اک جنس حیرت فزا ارمغان ہے

شرر نے یہ واقعی سال لکھا
انوکھے مضامین پیاری زبان ہے

متفرقات

تو جو عہد وفا وفا کرتا ۔ جان سو بار مین فدا کرتا
تیرا غمزہ اگر مسیحا تھا ۔ دل بیمار کی دوا کرتا
اپنے در سے اُٹھا دیا اُسنے ۔ چپ چلا آیا اور کیا کرتا
جب ہوا سامنا دعائین دین ۔ جان تھی عرض مدعا کرتا
تم اگر میری بات سُن لیتے ۔ اور کیا ہوتا مین دعا کرتا
جھوٹی اُلفت چھپی نہین رہتی ۔ مدعی پر جو تو جفا کرتا
مار ڈالا جلا کے خاک کیا ۔ اور کیا اِس سے تو سوا کرتا
نہ سہی اور کچھ یہی ہوتا ۔ تو ستم اور مین دعا کرتا
تم تسلی بہی کر دیا کرتے ۔ جور سے دل اگر دُکھا کرتا
کیا مزا ہوتا وہ ستمگر بہی ۔ غم خوشی کا مری دیا کرتا
سچ ہے ہوتا وہی جو ہونا تہا ۔ تمنے چاہا تو کچھ کیا ہوتا
تم تو کرتے مری دوا مانا ۔ وہی ہوتا جو کچھ خدا کرتا
جان کیا شے تھی جی چُراتا کیون ۔ مجھسے ہوتا اُسے خفا کرتا
تو نے گھونگھٹ اُلٹ دیا ہوتا ۔ ہوش کھوتا مین اور کیا کرتا

اے شرر اب تجھے مناسب تہا
کچھ دنون یاد کبریا کرتا

تمہارے درد نے بے چین ہمکو رات بہر رکہا ۔ کبھی تکیہ اِدہر رکہا کبھی تکیہ اُدہر رکہا
فقط اُنسے تصور مین تعلق عمر بہر رکہا ۔ نہ مین خود اُنکے گہر ٹہیرا نہ اُنکو اپنے گہر رکہا
تری چشم فسونگر کے کرشمے مختلف دیکھے ۔ کسیکو ہوش مین رکہا کسیکو بے خبر رکہا
ترے ارمان رہتے در کہا حسرتین رہتین ۔ ذرا سے دل کے گہر مین ہمنے تیرا گہر کا گہر رکہا

وہ تیری ہی لگی ہے جسنے دل مین اک جلن بھر دی
وہ تیری ہی لگی تھی جسنے پتھر مین شرر رکھا

گلون پر پھیر دین چھریان نگاہِ ناز نے جھک کے
گنہگارانِ الفت نے جو اُن قدمون پہ سر رکھا

وہ نخلِ آرزو ہون جسمین کونپل تک نہین پھوٹی
مری تقدیر نے مجکو ہمیشہ بے ثمر رکھا

ادھر مین کی ادا دیکھو مرا سر کاٹ کر اُسنے
ادہر پھینکا اُدہر پھینکا ادہر رکھا اُدہر رکھا

تمہاری چاہ کا صدقہ تھا ایذا اُسکی پیاری تھی
لگا کر دل سے ہمنے عمر بھر دردِ جگر رکھا

نہ جنگل مین نہ گھر رہنے دیا کمبخت وحشت نے
بگولے کی طرح آوارہ مجکو عمر بھر رکھا

جلایا چرخ ظالم کو نہ کھیونگا رقیبون کا
شررؔ تمنے تخلص کس لئے اپنا شرر رکھا

سہرہ بتقریب ختنہ صاحبزادہ سید ساجد علیخان بہادر عرف سلطان صاحب

بڑی اُمید کا سہرا ہے حسرت ارمان کا سہرا
خدا نے آج دکھلایا مجھے سلطان کا سہرا

پڑین جب شوق کی نظرین تو بولے دیکھنے والے
فرشتون نے بنایا ہے یہ اک انسان کا سہرا

تماشا ہے نظر آتے ہین اسمین پھول رحمت کے
اسے کہتی ہے دنیا سورۂ رحمان کا سہرا

کبھی کس شوق سے رخسار پہ قربان ہوتا ہے
کبھی کچھ جھوم کر لیتا ہے بوسہ کان کا سہرا

تمنا ہی نگاہون کی بنین ہم تار لڑیون کے
کبھی دیکھا نہین نظرون نے ایسی شان کا سہرا

طریقِ پیر دی سرورِ عالم ہے یہ ختنہ
نہین بیجا اگر کہئے اسے ایمان کا سہرا

ترقی عمر مین ہو علم کی دولت میسر ہو
یہ سہرا ہو الٰہی عیش کے سامان کا سہرا

اسے سنتے ہین جب سلطان صاحب ہنسکے کہتے ہین
سبھی سہرون سے پیارا ہے یہ نانا جان کا سہرا

شررؔ سرکار کے صدقے مین یہ سبکی زبان پر ہے
انوکھا رنگِ محفل ہے نرالی شان کا سہرا

رباعی

ٹھہرا ہون مین اس دہر مین جلنے کے لئے
چمکا ہون بہ رنگ مہر ڈھلنے کے لئے
آنکھون مین بہ رنگ اشک پائی ہے جگہ
آباد ہوا ہون مین نکلنے کے لئے

رباعی

کیا جشن ہے کیا سالگرہ آئی ہے
دل جوشِ مسرت کا تماشائی ہے
یہ سنۂ درجس کو شرر کہتے ہین ؛
اک چشم عنایت کا تمنائی ہے

قطعات تاریخ دیوان ہذا

طراوش طبع گوہر بار جناب منشی واحد علی صاحب ابرؔ اندر سکریٹری دربار رامپور

سنکے کلام شرر وجد مین ہین نکتہ سنج
جھوم رہے ہین ادہر اور ادہر بادہ نوش
نظم شرر نے کیا سبکی نظر مین عیان
گوہرِ معنی کی آب بحرِ مضامین کا جوش
جامِ سخن ہے کہ ہے جامِ مئے خوشگوار
حسنِ بیان کی صفت کون کرے کسکو ہوش

دل ہی گیا ابر کا سنکے یہ تاریخ طبع
تازہ کلامِ شرر ہے سبدِ گلفروش
۱۹ ۱۹ ۶

نتیجۂ فکر فصاحت مآب جناب سیّد عابد حسین صاحب اوجؔ مشیر سخن

شرر کی نظم دلکش کیون نہ اربابِ نظر دیکھین
زبان پیاری ہی بندش چست ہے مضمون عالی ہے
جو دیکھا اوج نے دیوانِ سالِ طبع یہ لکھا
عجب گلزار معنی ہے عجب نازک خیالی ہے
۴ ۱۳ ھ

دیگر

وہ شوخیِ الفاظ ہے۔ ہوتا ہے گمان یہ
انداز اڑایا ہے حسینوں کی نظر کا

اے اوجِ قیامت ہی بیانِ قلق و غم
اک نالہ و فریاد ہے ہر شعرِ شرر کا
۱۹ ۱۹ء

نتیجۂ فکر جناب مولوی وسیم الدّین صاحب علوی کاکوری رجسٹرار صدر و منصرم مطبع رامپور

نامِ نبیؐ و وصیؑ جانم و جانہا فدا
یاد بدل آمدن نامِ مصنف کہ خواند

کز کرمِ کبریا بر سرِ او مصطفٰے
جائے دل آمد علی خان بپاشش بنام

ور چہ معنہائے او گفتۂ گوہر بسفت
گوئیا سلکِ درر اہلِ ہنر را رساند

لطفِ کلامِ خوشش مست طرب ساختہ
چرخِ برین بر سرش عقدِ ثریا فشاند

گرمیِ بازارِ او دید چو اختر بگفت
جز بکلامِ شرر گرمیِ آتش نماند
۱۹ ۱۹ء

دیگر

نوید اہلِ بصیرت چھپا کلامِ شرر
اثر میں درد بھرا شعر ہے ہر اک جسکا

ہمارے حضرتِ ساجد علی ذیشان نے
بر آئی جس سے تمنائے دل وہ کام کیا

کہ جستجو سے کیا جمع سب کلامِ نفیس
گہر جو بکھرے ہوئے تھے کیا انہیں یکجا

شرر کے ہین یہ نواسے نہ کیون ہو ان کی ہمت
الٰہی اور بھی ہو انکا مرتبہ اعلا

نہ ہے اسمین کوششِ صادق بھی قابلِ تحسین
انہین سے ہے سچی عقیدت ہو ذہن انکا رسا

عجیب نظمِ شرر ہے زبان پیاری کی
یہ سب کلام ہے اچھا چھپا بھی ہی اچھا

ہر ایک شعر فصیح و بلیغ ہے احقر
لکھو۔ کلامِ فصیح و بلیغ ۔ سال اسکا

ہوئی جو فکر لکھون اسکا عیسوی سنہ بھی
تو میری طبعِ رواں ۱۲ ۲ ق نے یہ شاد ہو کے کہا

ہی۔ گلفروشِ شرر ۔ نام و سال ترتیبی
وسیم ۔ باغِ سخنور ۔ ہے سال چھپنے کا
۱۳۳۲ھ ۱۹۱۹ء

دیگر

عندلیبانِ سخن ہوا شگفتہ مثلِ گل	گلشن عالم مین نکلا گلفروشِ گل فشان
حسنِ معنی بوئے خوبی سے وہ گل مہکا ہے	تازہ جسنے چشمِ دل ہے اور معطر ہے بیان
دل لیا جب طبع کا تو ہاتف آیا سالِ طبع	ہے یہ دیوان تیرے کیا گلسبتہ ان بوستان

نتیجۂ فکر سرشار صہبائے سخن جناب احمد علیخان صاحب عرف امن تخلص بیجود

یہ اک دلکش مرقع ہے پری رویانِ معنی کا	شرر کے کلک نے کھینچی ہیں تصویریں حقیقت کی
عجب اشعار ہیں بیخود یہ کیا دلچسپ دیوان ہے	یہ گویا رنگین محفل ہے حسینانِ فصاحت کی

نتیجۂ فکر رسا جناب مرزا ثاقب صاحب ثاقب قزلباش رئیس لکھنؤ

طبع دیوان سے باغ باغ ہیں دل	ہر زبان پر ہے آج نام شرر
پے تاریخ یون کہو ثاقب	نزہت اندوز ہے کلام شرر
	سال ترتیبی ۱۳۳۶ ھ

نتیجۂ فکر جناب منشی محمد علیخان عرف دولہا خان المخاطب خوش رقم کاتب دیوان ہذا

پڑھا شرر کا جو دیوان تو پُر اثر پایا	کلام خوب ہے وہ جس سے دل ہوا بیتاب
جو فکر سال ہے دولہا تو یہ لکھو مصرع	کہ ہے خزینۂ اشعار بے بہا کمیاب
	۱۳۳۷ ھ

نتیجۂ فکر رسا ہمطراز میر واثر جناب منشی احمد علی صاحب شوق قدوائی

جو شخص اِس کو دیکھے وہ ہو اِسی کا عاشق	صفون سے اِس کے ہٹنا ممکن نہ ہو نظر کا
اے شوق تم یہ کہدو تاریخ طبع اِسکی	دلکش کلام سے ہے دیوان یہ شرر کا
	۱۳۳۷ ھ

نتیجۂ فکر رسا جناب قاضی خلیل الدین حسن صاحب حافظ وکیل و انریری مجسٹریٹ پیلی بھیت

نقش نگین چھاپ ہوا ہی اب تو نام نظم شرر
چھپنے سے پہلے بھی سنا تھا شہرۂ عام نظم شرر

بہر سال سبھی آئی چرخ چہارم سے یہ صدا
کہہ دو حافظ طبع ہوا پاکیزہ کلام نظم شرر

نتیجۂ فکر بلبل تسلیم محمد اسمعیل خاں صاحب قنبر رامپوری –

شکر ہے اب چھپ رہا ہی وہ کلام بے مثال
جلوہ آرائے زمانہ ہوگا مثل آفتاب

اسقدر کیوں فکر ہی تاریخ کی قنبر حزین
کہہ دو اچھا ہے کلام بے نظیر لاجواب
۱۳۲۷ھ

نتیجۂ فکر جناب حافظ مرزا امیر الدین صاحب ضیا دہلوی خلف صاحب عالم شہزادہ حافظ مرزا رحیم الدین صاحب حیا گورگانی

یگانۂ اہل سخن مصطفی علی خان تھے
[illegible] روشنی طبیعت [illegible] ہر طرح بہتر

چھپا صحیفۂ دیوان ضیا یہ سال کہو
چمک دمک سے ہوا گوہر [illegible] کلام شرر
۱۳۲۷ھ

نتیجۂ فکر جناب مرزا محمد ہادی صاحب عزیز رئیس لکھنؤ اشرف آباد

ہو چکا طبع جب کلام شرر
پڑ گئی قالب سخن میں جان

طبع کا سال لکھدیا مینے
شرر نکتہ دان کا دیوان
۱۳۲۷ھ

نتیجۂ فکر جناب مولوی مرزا الطاف حسین صاحب عالم لکھنوی اڈیٹر رسالہ شمس الکلام صاحب تخلص بالقا

قابل قدر این اضافہ شد کہ دیوان طبع گشت
ورنہ بہ بازار دو زمدت بود احسان شرر

گفت عالم مصرع تاریخ و سال طبع آن
فرح افزا جلوہ گاہ حسن دیوان شرر

دیگر

کیا بہار اپنی دکھاتا ہے شرر کا دیوان
غنچہ و گل ہین مضامین یہ گلستان گویا

لکھ دیا مصرع تاریخ و اشاعت عالم
زلف سلمیٰ سے مضامین ہین یہ دیوان گویا
۱۳۲۷ھ

نتیجۂ فکرِ رسا جناب مولوی محمد عالم صاحب قیصری کالوی

هر آنکه آمد ز نکته سنجان سخن شناسان قدر دانان ۔۔۔ چو گفتهٔ مصطفی علیخان شنید وقفِ ثناگری شد

بسروری سپهر سرفرازی بعهده داری امینِ زنی ۔۔۔ بآبیاری چمن طرازی به بوستانِ سخنوری شد

برفت آوخ زدارِ فانی بجانبِ ملکِ جاودانی ۔۔۔ ز رحلتِ او چنانکه دانی سخن گرفتارِ بیسری شد

بخوبی سعی پور نامی کلامِ او طبع شد تمانی ۔۔۔ صلا که این نامهٔ گرامی نمونهٔ حسنِ شاعری شد

هنر شناس هست در امیران مکرمی ساجد علیخان ۔۔۔ بعرفِ اخلاق هست سلطان که مهرمای قیصری شد

کلامِ مرغوب دیده حیران بدم هوش در بیابان ۔۔۔ بوصفِ این کانِ لعل و مرجان که هم زبانِ لالِ جوهری

۱۳۰۶ھ

نتیجۂ فکر جناب حکیم عابد علی صاحب کوثر خیرآبادی

چھپ گیا صد شکر دیوانِ شرر ۔۔۔ جسکے تھے مشتاق سب پیر و جوان

دلربا الفاظ معنی جان فزا ۔۔۔ بندشین سب چست ٹکسالی زبان

تھے شرر بحرِ عطا و جود و فیض ۔۔۔ مظہرِ صدق و صفا شیرین بیان

وا دریغا گلشنِ اقبال و عمر ۔۔۔ ہو گیا دم بھر مین تاراجِ خزان

ساجد والا گہر فرخ تبار ۔۔۔ ہین جو اعلےٰ مرتبت ارفع مکان

یا الٰہی اِنسے اُس مرحوم کا ۔۔۔ حشر تک روشن رہے نام و نشان

کوثرِ تشنہ نے اُنکے حکم سے ۔۔۔ لکھا سالِ طبع با صد زیب و شان

سالِ ہجری یا بہارِ نظم ہے ۔۔۔ زیبِ گل رنگین تاز بوستان

پھول پھولے ہین مسیحی سال کے ۔۔۔ جوشِ گل رنگین و خندان بوستان

۱۳۰۶ھ ۱۸۸۹ع

نتیجۂ فکر جناب منشی سید عبد الہادی صاحب ہادی رامپوری

چھپا خوب دیوان نئی طرز کا ۔۔۔ سیاہی ہے سطرون کی نورِ نظر

جو دیکھا تو ہادی کہا عقل نے
دلِ شوق کیون اسکا شیدا ہوے
معنا مین دیوان عجیب و بزیب
سن طبع ہادی جو پوچھے کوئی

دیگر

کلام فرشتہ ہی یا ہے بشر
بہت عمدہ پایا کلام شرر
دُرِ سفتہ پایا زرِ نقد گنج
کہو یہ سدا بلبل نغمہ سنج
۱۳۱۲ھ

تضمین ترانہ پروفیسر ڈاکٹر محمد اقبال صاحب اقبال از مصنف دیوان ہذا

آفاق مین لقب تہا فخرِ زمان ہمارا
باقی ہی کل زمین پر ابتک نشان ہمارا
تہا غلغلہ زمین سے تا آسمان ہمارا
چین و عرب ہمارا ہندوستان ہمارا
مسلم ہین ہم وطن ہے سارا جہان ہمارا

صقلی کے جانے والو صقلی مین جب گزرو
اور یہ بھی پوچھ لینا اسپین سی جو پلٹو
سونی عمارتون سے حالت ہماری پوچھو
اے گلستان اندلس وہ دن ہین یاد تجکو
تہا تیری ڈالیون مین جب آشیان ہمارا

اے نہرِ نیل بیشک تو جانتی ہے ہمکو
پانی پیا ہے تیرا تو جانتی ہے ہمکو
اپنا غریق الفت گردانتی ہے ہمکو
اے موجِ دجلہ تو بھی پہچانتی ہے ہمکو
ابتک ہی تیرا دریا افسانہ خوان ہمارا

اعدا کی سرکشی سے ہرگز نہین ڈری ہم
اپنی ہتیلیون پر پھرتے تھے سر دہری ہم
ہمت بھری تھی ہم مین ہمت سی تھی بھری ہم
اے ارضِ پاک تیری حرمت پہ کٹ مری ہم
ہے خون تیری رگون مین ابتک رواں ہمارا

فریاد جا رہی تھی تا آسمان ہماری
بس جا نہین پکاری اسکو زبان ہماری
حمدِ خدا تھی گویا آہ و فغان ہماری
مغرب کی وادیون مین گونجی اذان ہماری
تہمتا نہ تھا کسی سے سیلِ رواں ہمارا

ہمت کا دودہ پیکر رطب اللسان ہوئی ہیں — غیرت کا جوش لیکر سرور روان ہوئی ہیں
نیزو نگار خنجر کہا کر کشورستان ہوئی ہیں — تیغوں کے سائے میں ہم پلکر جوان ہوئی ہیں

خنجر ہلال کا ہے قومی نشان ہمارا

بیٹھے ہوئی ہیں اپنے اللہ کے سہارے — ہیں سب ہے ہاتھ کھیچے ہیں سب پہ لات مارے
سر سے کلاہ کثرت پھرتے ہیں ہم اتارے — توحید کی امانت سینوں میں ہی ہمارے

ممکن نہیں مٹانا نام و نشان ہمارا

موقع ہے منہ کو موڑیں ایسے جوان نہیں ہم — زنار سے غرض کیا محو بتان نہیں ہم
حق بات یوں نہ کہدیں کچھ بے زبان نہیں ہم — باطل سے دبنے والے اے آسمان نہیں ہم

سو بار کر چکا ہے تو امتحان ہمارا

کاشانہ پرستش کسکا بنا ؟ ہمارا — پوجا خدا کو کسنے ؟ پہلے ہمیں نے پوجا
اس اعتبار سے ہم کرتی ہیں اب یہ دعوے — دنیا کے بتکدوں میں پہلا وہ گھر خدا کا

ہم اسکے پاسبان ہیں وہ پاسبان ہمارا

سر جھکا رہا ہی ہردم وقت نماز اپنا — اس بے نیاز کے ہم۔ وہ بے نیاز اپنا
جاتا ہے سوے طیبہ ابتک جہاز اپنا — سالار کاروان ہے میر حجاز اپنا

اس نام سے ہے باقی آرام جان ہمارا

دو دن میں دیکھ لینا اللہ نے جو چاہا — چمکے گا از سر نو اسلام کا نصیب
تم اسکو یاد رکھنا یہ قول ہی شرر کا — اقبال کا ترانہ بانگ درا ہے گو :

ہوتا ہے جادہ پیما پھر کاروان ہمارا

نتیجہ فکر رسا جناب مولوی محمد هاشم صاحب المتخلص بہ قیس کا کوروی

بجان ما نہ ... و فرمایش رسا صد گلچینان را — کہ بہر سال بہار و برگ این زیبا چمن گفتہ
... بہار دل سخنہا ... شرر گفتم — لبش بے ... ز سوز دل شرر ... سخن
چہ خوش آمد بجان جان ... تعیین این افشان جان — کہ جام ارمغانش جان ... امد
۱۳۴۶ ہجری — ۱۳۴۶ ھ

اطلاع

جملہ حقوق دیوانِ ہذا بحقِ جناب صاحبزادہ سید ساجد علی خان بہادر عرف سلطان صاحب محفوظ ہین - کوئی صاحب طبع فرمانے کا قصد نہ فرمائین

صادق حسین صادق

انساں بنا کے تاج کرامت عطا کیا — [illegible]ے حال پر رہی کرم ذوالجلال کا

بے شبہ بے نموں ہی [illegible] دیکھ لوں — امکان کیا کہ وصف ہو اُس بے مثال کا

ہے فیض عام اُس کا غلاموں کے واسطے — بالاتر ہے بادشاہوں سے رتبہ بلال کا

ہم تو زباں کو روک بھی سکتے ہیں حشر میں — رحمت سے انتظار نہ ہوگا سوال کا

بیخود تو اپنے وقت کا منصور بن گیا
آتا ہے ایک رنگ نظر حال و قال کا

والہ و شیدا ہی دل صاحبِ لولاک کا — رات دن پڑھتا ہوں میں کلمہ رسولِ پاک کا

المدد اے الفتِ گیسوئے احمد المدد — حال اب دیکھا نہیں جاتا دلِ غمناک کا

میری وحشت لیکے جائیگی مدینہ تک مجھے — خوف کیا گردش زدہ کو گردشِ افلاک کا

عشقِ احمد نے ہمارے دل کو روشن کر دیا — بن گیا ہے نور کی قندیل کوزہ خاک کا

حیطۂ تقریر سے باہر ہے وصفِ ذوالجناح — دل میں مضموں پھر رہا ہے توسنِ چالاک کا

الاماں اے سوزشِ داغِ جدائی الاماں — آفتابِ حشر ہے ہر ذرہ میری خاک کا

عشقِ حضرت سے گلستاں بھی نہیں خالی رہا — رنگ ہر گل میں نظر آیا دلِ صد چاک کا

ذاتِ باری کی طرح یکتا ہے ذاتِ مصطفےٰ — درحقیقت نور تھا سایہ بھی جسمِ پاک کا

آپ کے دامن سے محشر میں لپٹ جاؤں گا میں
قول تھا یہ مرتے دم تک بیخود غمناک کا

پنہاں ہے دل میں عشق حبیب اِلٰہ کا — دینے لگا ہے کام تصور نگاہ کا

بادِ صبا جو روضۂ انور پہ ہو گذر — کرنا بیان سب مرے حالِ تباہ کا

کہتے ہوئے سنا نہیں کیا جبرئیل کو — خادم ہوں بارگاہ رسالت پناہ کا

غافل نہیں وہ امت عاصی سے
ہر وقت سامنا ہی کرم کی نگاہ کا

نیزہ کرن کا لیکے جو نکلا ہے آفتاب
اک لشکری ہے یہ بھی اُس انجم سپاہ کا

مختار کارخانۂ قدرت ہیں مصطفےٰ
ہے اُن کو اختیار سپید و سیاہ کا

اٹھ جائے پردہ رُخ اسرار معرفت
سرمہ ملے جو آنکھ کو اُس گرد راہ کا

گستاخیاں معاف ہوں اے حبیب رب
اس دل کو پڑ گیا ہے مزا تیری چاہ کا

مجھکو وہاں ہے جلوۂ دیدار کی تلاش
بے نور ہے چراغ جہاں مہر و ماہ کا

اللہ رے تمہاری غلامی کا مرتبہ
ہے عرشیوں کو رشک مرے عز و جاہ کا

بیخود کی لاج شافع محشر ہی کو ہے
تیرے سوا نہیں کوئی اِس روسیاہ کا

نہ ہوا ہائے پشیماں وہ ستمگر نہ ہوا
کھیل ٹھہرا یہ کوئی عرصۂ محشر نہ ہوا

عشق کے درد سے آگاہ ستمگر نہ ہوا
اُس کے پہلو میں تمہارا دلِ مضطر نہ ہوا

اشک وہ اشک ہی جو آنکھ سے باہر نہ ہوا
دل وہی دل ہے جو بیداد سے مضطر نہ ہوا

عجز سے گردن تسلیم ہوئی خم ایسی
حشر کے روز بھی دیدار میسر نہ ہوا

ضبطِ فریاد پہ میں داد طلب ہوں کس سے
وہ تو الزام یہ رکھتے ہیں کہ مضطر نہ ہوا

کوئی پہلو دل بیتاب کی تسکیں کا نہیں
تو نے وعدہ وہ کیا جو مجھے باور نہ ہوا

آج چاہا تھا کسی نے کہ مجھے قتل کرے
ہاتھ میں خوبیٔ تقدیر سے خنجر نہ ہوا

آنکھ وہ خیرہ ہے جس آنکھ نے دیکھا نہ تجھے
دل وہ پتھر ہے کہ جس دل میں ترا گھر نہ ہوا

کیا کہا آپ نے انصاف تمہارا کیسا
آپ کی بزم ہوئی عرصۂ محشر نہ ہوا

دل کا سودا تو نگاہوں میں بہار کہا تھا
وہ خریدار ہی کچھ دل میں سمجھکر نہ ہوا

پاس خاطر دل بیتاب کا ملحوظ رہا
وہ بھیجا کبھی تونے جو کبوتر نہ ہوا

دیکھ تو کون یہ بیٹھا ہے مری پہلو میں
یہ وہ دن ہے کہ جو تجھکو بھی میسر نہ ہوا

چشم بد دور وہ بھولے بھی ہیں نادان بھی ہیں
ظلم بھی مجھپہ کبھی سوچ سمجھکر نہ ہوا

طول کھینچا ہے بہت عشق کے افسانے نے
تھک گئے ہونٹ مگر ختم یہ دفتر نہ ہوا

مضطرب ہو کے ستمگر نے کہا خیر تو ہے
دل ہمارا کبھی بیتاب جو دم بھر نہ ہوا

بن نہ آئی کسی کافر کو بھی بے بوسہ دیئے
سنگ اسود تیری دہلیز کا پتھر نہ ہوا

راز داں حال شب وعدہ کہیں کیا تجھسے
ہم تو جاگا کئے بیدار مقدر نہ ہوا

کس نے لکھی ہے غزل داغ سے بڑھکر بیخود
اُس کا شاگرد ہوں جس کا کوئی ہمسر نہ ہوا

دل ہے مشتاق جدا آنکھ طلبگار جدا
خواہش وصل جدا حسرت دیدار جدا

کچھ کھڑے جھومتے ہیں طالب دیدار جدا
اینڈتے پھرتے ہیں کچھ خلد میں میخوار جدا

زاہدوں سے نہ بنی حشر کے دن بھی یارب
وہ کھڑے ہیں تیری رحمت کو طلبگار جدا

جی جلانے کو ستانے کو مٹانے کو مجھے
وہ جدا غیر جدا چرخ ستمگار جدا

تیغ و خنجر بھی ہیں انداز و ادا بھی موجود
سر کے گاہک ہیں الگ دل کے خریدار جدا

کعبہ ہو آتے ہیں دل تک ہی رسائی مشکل
سارے رستوں سے ہے یہ منزل دشوار جدا

باغ میں یاد نے اُس کی مجھے ٹکنے نہ دیا
چٹکیاں لینے لگے پھول جدا خار جدا

ہر قدم پر ہے مری خاک سے کھٹکا اُن کو
ہاتھ دامن سے نہ ہو گا دم رفتار جدا

بجلیاں حضرت موسیٰ پہ گریں دو اک بار
شعلۂ شوق جدا شعلۂ دیدار جدا

ہمسری قال سے کب حال کی ہو سکتی ہے
خانقاہوں سے بنے خانۂ خمار جدا

دستِ صیاد میں ہوں خاک اُڑوں کیا بولوں
قینچی گردن میں جدا چٹکی میں منقار جدا

ہو گئے وہ سحر وصل یہ کہکر رخصت
تجھ سے کرتا ہے مجھے چرخِ ستمگار جدا

دل میں الفت بھی رہی شک کے کانٹے بھی رہے
اُن سے سو بار ملے ہم ہوئے سو بار جدا

قتل کرتے ہی مجھے جلوہ نمائی بھی ہوئی
در پہ ہنگامہ الگ ہی پسِ دیوار جدا

سختیاں عشق کی جھیلوں کہ سنوں میں دل کی
کہے جاتا ہے محبت میں یہ غمخوار جدا

حالِ یعقوبؑ کی کیونکر ہو خبر یوسفؑ کو
کوچۂ عشق سے ہے حُسن کا بازار جدا

زاہدوں کی تیری رحمت پہ چڑھائی ہی الگ
ٹولیاں باندھ کے آئے ہیں گنہگار جدا

وضع کا پاس بھی ہے بیخود میخوار ضرور
کاگ بوتل سے نہ کیجے سر بازار جدا

ارمان اگر نکلے ارمان کا کیا کہنا
احسان کرو دل پر احسان کا کیا کہنا

معشوق سہی پریاں مشہور سہی حوریں
انسان سے کیا نسبت انسان کا کیا کہنا

اُس بات کی ضد کیسی جو سن نہ سکے کوئی
ارمان ہی چھیڑ اُن کی ارمان کا کیا کہنا

پوشیدہ رہا دل میں اللہ رے ترا پردہ
ہر شئے میں نظر آیا اس شان کا کیا کہنا

ہے جان کا غم زاہد اُس بت کی محبت میں
ایمان سلامت ہو ایمان کا کیا کہنا

میں خاک میں مل کر بھی پاتا ہوں اُسی دل میں
اُجڑے ہوئے گھر میں ہو مہمان کا کیا کہنا

خط میں مجھے لکھا ہے دشمن سے ملو جاکر
قسمت کا نوشتہ ہے فرمان کا کیا کہنا

میں اُن سے شب وعدہ دیوانہ بنوں کہکر
جب یاس گلا گھونٹے ارمان کا کیا کہنا

کیا بات ہے اُس دل کی تجھ میں ہی سما جائے
قربان ہو جو تجھ پر اُس جان کا کیا کہنا

چٹکی میں ہے تیر اب تک چٹکی سے نہیں چھٹتا
آنکھوں میں کھٹکتا ہے پیکان کا کیا کہنا

پسیجو دکی دلیری سے گم ہوش ہیں قاتل کے
قدموں ہی پہ دم توڑا اوسان کا کیا کہنا

نہ پہنچا عرش تک بے بال و پر کیا
رہے دب کر فرشتوں سے بشر کیا

چھپا کیا بزم میں دشمن کا ڈر کیا
وہ غنچہ تک بھی نہ آئے وہ نظر کیا

تمہیں ہم چاہتے تو ہیں مگر کیا
محبت کیا محبت کا اثر کیا

یہ سوجھی ہے تجھے اے چشم تر کیا
پسیجے گا بھلا وہ فتنہ گر کیا

یہ سب ہیں تجھسے بڑھ کر دل کے طالب
ادا کیا ناز کیا ترچھی نظر کیا

مری قسمت تو پلٹو دل تو پھیرو
کروگے تم اکیلے روٹھ کر کیا

چھری جب پھیر دی گردن پہ میری
وہ اب کرتے ہیں پھر پھر کر نظر کیا

نہ سمجھے ہم تو راز کعبہ و دیر
خدا جانے ادھر کیا ہے ادھر کیا

وفا کا نام تو سیکھے لیا ہے
کہا تھا تم نے اس سے پیشتر کیا

ہزاروں بار جھگڑے رات بھر میں
نبھے گی تم سے اپنی عمر بھر کیا

نظر آتا نہیں اب اُن کا ثانی
وہیں ٹھہرے گی ہر پھر کر نظر کیا

جلاؤ چھین لو ٹکڑے کرو تم
ہماری جان کیا دل کیا جگر کیا

محبت چار دن کی چاندنی ہے
رہیگی یاد تیری عمر بھر کیا

[illegible]تی نہیں اٹھتی نہیں آنکھ
کوئی پوچھے کہ ہے مد نظر کیا

یہ پتلی انگلیاں نازک کلائی
بندھے گی قتل دشمن پر کمر کیا

[illegible]ں کا قول کیونکر ہم سمجھ لیں
کسی کے دل میں ہو اب کیا خبر کیا

اُدھر تصویر رکھی ہے عدو کی
وہ اب دیکھیں ادھر منھ پھیر کر کیا

چھپے رہتے ہیں جلوے تیرے دل میں
کرے گی دیکھ کر تجھکو نظر کیا

شکایت سُن کے وہ **بیخود** سے بولے
تجھے اے بے خبر میری خبر کیا

ترے ستم کا مرے ضبط کا جواب نہ تھا
چھری گلے پہ چلی دل کو اضطراب نہ تھا

نہ تھی تمہاری محبت تو کچہ عذاب نہ تھا
جگر میں درد نہ تھا دل کو اضطراب نہ تھا

بنی تھی دل پہ کچہ ایسی کہ اضطراب نہ تھا
غشی کو آپ نے سمجھا تھا خواب خواب نہ تھا

یہ حسن ظن ہے کہ **بیخود** کبھی خراب نہ تھا
کسر تھی اتنی کہ آلودہ شراب نہ تھا

سوال وصل کا پہلو تھا شکوہ دل میں
جواب دیکے وہ سمجھے کہ یہ جواب نہ تھا

ہماری آنکھ سے تم دیکھتے تو کھل جاتا
کہ آئینہ میں بھی اس شکل کا جواب نہ تھا

جناب شیخ نے کیا وجہ کیوں بنایا موتھ
شراب ناب کا مذکور کچہ شراب نہ تھا

نشانہ مجھکو بنایا تھا چشم ساقی نے
کہ چور دل کی طرح ساغر شراب نہ تھا

غشی نے جان بچالی جناب موسیٰ کی
حجاب اُٹھنے نہ پائے وہ بے حجاب نہ تھا

عدو کی بزم میں یوں سرنگوں وہ بیٹھے تھے
کہ دیکھنے کو کہیں آنکھ میں حجاب نہ تھا

شرر کی طرح سے اک حسبت میں تھا قصہ پاک
کشش یہ موت کی تھی مجھکو اضطراب نہ تھا

جو کچہ گذرنی تھی ظالم گذر گئی دل پر
ہمارے پاس کھانے کا اضطراب نہ تھا

مزے اڑائے جوانی میں وصل کے زاہد
تمہاری طرح اچھوتا مرا شباب نہ تھا

ہمارے چہرہ کو کیوں تم نے غور سے دیکھا
یہاں تو ڈھلتی ہوئی دھوپ تھی شباب نہ تھا

تمھاری وعدہ خلافی کی وجہ بھی تو کھلے
اندھیری رات نہ تھی گرم آفتاب نہ تھا

سحر کو جیسے ستارے نظر نہیں آتے
نقاب اُس نے اُلٹ دی تو آفتاب نہ تھا

عدو سے روٹھ کے تم مجھ سے مل گئے ہوتے
یہ انقلاب زمانے کا انقلاب نہ تھا

شمار بوسۂ لب میں مغالطہ کیسا
وہاں تو گالی کا دینا بھی بےحساب نہ تھا

ہوئی ہے ذبح کے ہمراہ نعش بھی پامال
کہ صرف قتل ہی کرنا مرا ثواب نہ تھا

ہزاروں دل بے آرزو نے ڈہائے ستم
بہانے کو اور مرے ساتھ کچھ عذاب نہ تھا

نہ پوچھئے دل بریاں کی ہم سے کیفیت
زبان جس کے مزے سے یہ وہ کباب نہ تھا

یہ بے ثباتی باغ جہاں تماشا ہے
جب آنکھ کھل گئی غنچہ کی یہ شباب نہ تھا

تڑپ تڑپ کے گذاری ہیں ہجر کی راتیں
زمانہ چین سے سوتا تھا ہمکو خواب نہ تھا

شب فراق کی بیتابیوں کو سن کے کہا
مرے خیال میں تو تجھکو اضطراب نہ تھا

اک آئینہ کے سوا اُن کے حسن دلکش کا
کہیں جواب نہ نکلا کہیں جواب نہ تھا

مجھے یہ رشک کہ دشمن کا ذکر کیوں آئے
اُنہیں یہ ناز مری بات کا جواب نہ تھا

نقاب اُٹھنے نہ پائی جھپک گئیں آنکھیں
کسی کا جلوۂ رخسار کیا نقاب نہ تھا

یہ بت سمجھتے تھے **بیخود** کو بار خاطر کیوں
کسی کے دل میں تو وہ خانماں خراب نہ تھا

شب فرقت میں آجاتی اجل تو اُسکا کیا جاتا
وہ کیا منہ کا نوالہ تھی جو کوئی اُسکو کھا جاتا

چُرائی جان مرنے سے یہ طعنہ کب سُنا جاتا
نہ کہتا زخم خنجر کا تو کیا میں زہر کھا جاتا

نہ جاتا ساتھ میت کے مگر مجھکو مٹا جاتا
مری بالیں پہ وہ میری طبیعت بن کے آجاتا

ستا کر آسماں مجھکو بڑے چکر میں آجاتا
وہ کیا معشوق تھا خالی جو یہ تیر دعا جاتا

قیامت تک نہ جاتا پھر کہیں رنگ حنا جاتا
حنا کیسا انہیں ہاتھوں میں جو میرا دل ملا جاتا

نہ دیتا دل تجھے تو جیتے جی تو مجھکو کھا جاتا
کوئی تیرا گلا مٹتا کوئی شکوہ بڑا جاتا

نہ کیونکر نذر دل ہوتا نہ کیوں کر دم مرا جاتا
اکیلا بھیجتا اُس کو وہ خالی ہاتھ کیا جاتا

شباہت حور کی پتھر کا دل شعلہ کی حالت
اگر وہ آدمی ہوتا تو کچھ اُس سے کہا جاتا

مٹا وہی مٹ کے داغ آرزو نے عشق کی دولت
کوئی دن اور رہ جاتا تو یہ دل کو بنا جاتا

وہ دم بھر کو چلے آتے مسیحائی دکھا جاتے
انہیں تنہا عذر آنے میں پلٹ کر دم تو آ جاتا

خدا نے شرم رکھ لی مر گیا میں ضبط الفت میں
بھڑک اُٹھتا جو یہ شعلہ کلیجہ مونھ کو آ جاتا

خبر سُن کر مرے مرنے کی یک دم وہ بھی آ جاتے
اڑاتا خاک سر پر جب وہاں پیک صبا جاتا

تمہارے عہد فردا نے تو یہ سو جان لب کر
قیامت کا تو وعدہ میرا جھگڑا ہی چکا جاتا

کہاں تک تم جلاتے تم کہاں تک سر جدا کرتے
قیامت تک نہ یہ انداز تسلیم و رضا جاتا

جنازہ پر بھی وہ آتے تو مُنہ کو ڈھانک کر آتے
ہماری جان لے کر بھی نہ انداز حیا جاتا

نزاکت اس قدر اتنی نقاہت اور پھر ایسی
جو وہ آتا تو کیا آتا جو میں جاتا تو کیا جاتا

تمہاری یاد میرا دل یہ دونوں چلتے پرزے ہیں
جو ان میں سے کوئی مٹتا مجھے پہلے مٹا جاتا

تیری چتون کے بل کو ہم نے قاتل تاک رکھا تھا
کہ ہر مقتل میں بچ کر ہم سے یہ تیر قضا جاتا

نہ آیا وہ ادھر شرم ستم سے خیر ہی گذری
قیامت میں کوئی مل کر قیامت اور ڈھا جاتا

پیامی جمع کر لینے تھے اے دل تجھکو پہلے سے
وہاں جب ایک مر رہتا یہاں سے دوسرا جاتا

وہ کافر بد زباں میں وضع کا پابند دل مضطر
نہ مجھ سے کچھ سنا جاتا نہ مجھ سے کچھ کہا جاتا

لڑا کی ان بتوں سے آنکھ دنیا میں رہا جب تک
خدا کے سامنے کیا خاک بنکے پارسا جاتا

مزا جب تھا قیامت تک نہ آتا ہوش بیخود کو
پلائی تھی جو ساقی نے اتنی تو پلا جاتا

حجاب دور تمہارا شباب کر دے گا
یہ وہ نشہ ہے تمہیں بے حجاب کر دیگا

مرا خیال مجھے کامیاب کر دے گا — خدا اسی کو زلیخا کا خواب کر دے گا

مری دعا کو خدا مستجاب کر دے گا — ترا غرور مجھے کامیاب کر دے گا

یہ داغ کھائے ہیں جسکے فراق میں ہمنے — وہ اک نظر میں انہیں آفتاب کر دے گا

کیا ہے جس کے لڑکپن نے دل مرا ٹکڑے — کلیجہ خون اب اُس کا شباب کر دے گا

سُنی نہیں یہ مثل گھر کا بھیدی لنکا ڈہائے — تجھے تو دل کی خبر اضطراب کر دے گا

نہ دیکھنا کبھی آئینہ بھول کر دیکھو — تمہارے حسن کا پیدا جواب کر دے گا

کسی کے ہجر میں اس درد سے دعا مانگی — ندائیں آئیں خدا کامیاب کر دے گا

غم فراق میں گریہ کو شغل سمجھا تھا — خبر نہ تھی مری مٹی خراب کر دے گا

کسے خبر تھی ترے ظلم کے لئے اللہ — مجھی کو روز ازل انتخاب کر دے گا

اٹھا نہ فتنۂ محشر کو چال سے نادان — تیرے شہید کا بے لطف خواب کر دے گا

وہ گالیاں ہمیں دیں اور ہم دعائیں دیں — خجل اُنہیں یہ ہمارا جواب کر دے گا

جواب صاف نہ دے مجھکو یہ وہ آفت ہے — مرے سکون کو بھی اضطراب کر دے گا

کہیں چھپائے سے چھپتا ہے لعل گدڑی میں — فروغ حسن تجھے بے نقاب کر دے گا

تیری نگاہ سے بڑھ کر ہے چرخ کی گردش — مجھے تباہ یہ خانہ خراب کر دے گا

ڈبوئیگی مجھے یہ چشم تر محبت میں — خراب کام مرا اضطراب کر دے گا

رقیب نام نہ لے عشق کا جتا دینا — یہ شعلہ وہ ہے جلا کر کباب کر دے گا

وفا تو خاک کرے گا مرا عدو تم سے — وفا کے نام کی مٹی خراب کر دے گا

عجیب شخص ہے پیر مغاں سے مل زاہد — نشے میں چور تجھے بے شراب کر دے گا

بڑوں کی بات بڑی ہے ہمیں نہیں باور — جو آسماں سے نہ ہو گا حباب کر دے گا

بھلائی اپنی ہے سب کی بھلائی میں **بیخود**
کبھی ہمیں بھی خدا کامیاب کر دے گا

عدو دوست بنکر ہے رہ چکا
وہ تیرے بھلے کی کہے کہہ چکا

برا مجھ کو دشمن سے کہہ چکا
یہ چوٹیں وہ نازک سہے سہ چکا

وہ کہتے ہیں یہ ہے ہماری جگہ
بغل میں تیری دل رہے رہ چکا

بیاں کچھ وفا کا ادا ہو رہا
وہ کیوں اس سے آگے کہے کہہ چکا

یہی عادتیں ہیں تو ممکن نہیں
تجھے کوئی اچھا کہے کہہ چکا

مجھے رشک دشمن گوارا نہیں
ستم آج تک جو سہے سہ چکا

وہ بارہ شب وصل زلفیں نہ کھول
کہ اب چاند پھر کیوں گہے گہ چکا

نظر رخنہ گر اس پہ برق جمال
سلامت یہ پردہ رہے رہ چکا

وہ جھوٹی خوشامد سے پگھلے گا کیا
جو شکوہ پہ ہنسکر کہے کہہ چکا

ہوائی ہے دیدۂ تر سے تیر کا
یہ کیا دل میں ٹک کر رہے رہ چکا

زباں ایک ہے دل میں ارمان سو
کوئی تم سے کیا کیا کہے کہہ چکا

تیرے جور تیرے ستم تیرے ظلم
جو ہوں گے سہوں گا سہے سہ چکا ۵

یہ انداز رنگیں یہ طرز حیا
رقیبوں سے مل کر رہے رہ چکا

نگاہوں میں مطلب ادا کر دیا
جو کہنا تھا ہیں بے کہے کہہ چکا

وہ میری مصیبت وہ دشمن کا راز
سنے سن چکا کچھ کہے کہہ چکا

زمین غزل اتنی **بیخود** کہاں
کہ مضموں کا دریا بہے بہ چکا

یہ کیا کہا کہ شب وصل بے قرار نہ تھا
زبان کہنے میں تھی دل پہ اختیار نہ تھا

اب اس سے کیا تمہیں تھا یا امیدوار نہ تھا
تمہارے وصل کا تم سے تو خواستگار نہ تھا

نہ تھا وہ دوست تو دشمن بھی زینہار نہ تھا
کہا وہ اُس نے کہ جو دل کو ناگوار نہ تھا

عدو کی بزم میں وہ شوخ زینہار نہ تھا
ہمارے پاس تھا گو ہم سے وہ دوچار نہ تھا

تمہارے کوچہ میں کس دن یہ جاں نثار نہ تھا
ہوا تھا دفن جہاں وہ مرا مزار نہ تھا

وہ کوئی اور تھا بندہ دغا شعار نہ تھا
جو آپ سمجھے تھے دل میں وہ زینہار نہ تھا

تمہارے تیر کی جلدی نے دل کو تڑپایا
یہ جب قرار سے بیٹھا تو بے قرار نہ تھا

مرے کہے سے وفادار وہ مجھے سمجھے
کچھ اعتبار کے قابل یہ اعتبار نہ تھا

یہ اُس کے وعدۂ دیدار نے ستم ڈھایا
جب آنکھ ہم کو لگی تھی تو انتظار نہ تھا

جھکا کے سر مرے پہلو میں وہ جو آ بیٹھے
یہ اک غرور کا پہلو تھا انکسار نہ تھا

ہر ایک کام پہ تھی شرط اُس کی منظوری
یہ اختیار کی تہمت تھی اختیار نہ تھا

وہ اُس کا روٹھ کے جانا تھا جان کا جانا
پلٹ کے اُس نے جو دیکھا یہ جاں نثار نہ تھا

شب وصال بھی دل اُن سے بدگمان رہا
یہ لطف دیکھ رہا تھا پھر اعتبار نہ تھا

خیال یار نے دھوکا دیا ہمیں کیسا
جسے سمجھتے رہے یار ہم وہ یار نہ تھا

سُنا زبان سے اُس بت کی بارہا ہم نے
وہ دل کا راز جو ہم پر بھی آشکار نہ تھا

اٹک اٹک کے بڑی مشکلوں سے دم نکلا
گلا بھی خشک تھا خنجر بھی آبدار نہ تھا

شراب پیتے ہی وہ کُھل گئے وہ کُھل کھیلے
شب وصال میں کچھ لطف انتظار نہ تھا

یہ شوخیوں کی ادائیں تو بڑھ گئیں مجھ سے
یہ بے قرار بھی اتنا تو بے قرار نہ تھا

گئے تھے آپ جہاں شب کو فاتحہ پڑھنے
وہ حسرتوں کا مری ڈھیر تھا مزار نہ تھا

وہ حشر تک مجھے زندہ نہ چھوڑتا ظالم
یہ خیر تھی مری الفت کا اعتبار نہ تھا

نہ چھپکی جب شب وعدہ پلک تو ہم سمجھے
یہ کوئی اور بلا تھی یہ انتظار نہ تھا

وہ تیر آپ کے ترکش میں کونسا نکلا
جو بے چلے بھی ہمارے جگر کے پار نہ تھا

پڑے ہیں اپنی ہی آنکھوں پہ پردے غفلت کے
نظر سے دور تو رہنا ترا شعار نہ تھا

جو بن پڑی تو یہ سمجھے کہ ہم ہی سب کچھ ہیں
بگڑ گئی تو یہ جانا کچھ اختیار نہ تھا

تیرے کرم نے قیامت میں ڈال دی ہلچل
وہ کون تھا جو کرم کا امیدوار نہ تھا

وہ مر گیا ہے تو کیا ہے ہمیں بھی مرنا ہے
خدا گواہ ہے **بیخود** شراب خوار نہ تھا

بیوفا کہنے سے کیا اسے بیوفا ہو جائیگا
تیرے ہوتے اس صفت کا دوسرا ہو جائیگا

شرط کر لو پھر مجھے برباد ہونا بھی قبول
خاک میں مل کر تو حاصل مدعا ہو جائیگا

سر نہ ہوگا دوش پر تو کیا نہ ہوگی گفتگو
ہچکیوں سے شکر قاتل کا ادا ہو جائیگا

سینہ توڑا دل میں چٹکی لی جگر زخمی کیا
کیا خبر تھی تیر بھی تیری ادا ہو جائیگا

میرے کہنے میں ہے دل جبتک مرے پہلو میں ہے
آپ لے لیجئے اسے یہ آپ کا ہو جائیگا

ساتھ اُن کے جان بھی ارمان بھی جائینگے آج
صبح سے پہلے روانہ قافلہ ہو جائیگا

میں ملوں تلووں سے آنکھیں وہ کہیں سمجھونگا میں
یا ورکھ پھیکا اگر رنگ حنا ہو جائیگا

پھر وہی جھگڑے کا جھگڑا ہے اگر تم کہہ دیا
تیغ کا منسوخ سارا فیصلا ہو جائیگا

کس خوشی میں ہائے کیسا رنج پھیلا کیا کروں
کیا خبر تھی ہنستے ہنستے وہ خفا ہو جائیگا

حشر تک کیوں بات جائے کیوں پڑے غیروں سے منہ
گھر میں سمجھوتا ہمارا آپ کا ہو جائیگا

آنکھ سے ہے وصل کا اقرار دل دگدا میں ہے
تم زباں سے اپنی کہدو گے تو کیا ہو جائیگا

ظلم سے گر ذبح بھی کر دو مجھے پروا نہیں ‏ لطف سے ڈرتا ہوں پہ میری قضا ہو جائیگا

اُس نے چھیڑا تھا مجھے تم جان دو گے کب ہمیں ‏ کہدیا میں نے بھی جب وعدہ وفا ہو جائیگا

یوں سوال وصل پر ٹالا کیا برسوں کوئی ‏ صبر کر مضطر نہ ہو تیرا کہا ہو جائیگا

لاکھ دنیا میں حسیں ہوں لاکھ حوریں خلد میں ‏ مجھکو جو تو ہے وہ کوئی دوسرا ہو جائیگا

توبہ بھی کر لی تھی پہ بھی نشہ کی تھی اک ترنگ
آپ سمجھے تھے کہ بیخود پارسا ہو جائیگا

فیض ساقی سے کوئی خالی نہ میخانے میں تھا ‏ چشم حاسد کے لئے بھی بال پیمانے میں تھا

ہجر ساقی میں دھرا کیا خاک میخانے میں تھا ‏ خون میری حسرتوں کا میرے پیمانے میں تھا

تم نے دیکھا شمع کے دل میں لگا دی جس نے آگ ‏ عشق کا وہ شعلہ اس کمبخت پروانے میں تھا

زندگی کا لطف زاہد عمر رفتہ کا نشان ‏ تیری قسمت میں نہ دیکھا میرے پیمانے میں تھا

میں تو سر پھوڑا کیا تڑپا کیا وعدہ کی شب ‏ اُس کی مجھکو کیا خبر وہ اپنے کاشانے میں تھا

دم نکلنے تک رہی اک آگ دل میں مشتعل ‏ قبر میں جب رکھدیا پھر میں تو تہ خانے میں تھا

اپنی قیمت خود گھٹا دی تو نے اس کا کیا علاج ‏ دل بھی کوئی مال تھا جو تیرے بیعانے میں تھا

موت سے بدتر تھی مجھکو تو قفس میں زندگی ‏ دانہ کیا کھاتا بھلا میں زہر ہر دانے میں تھا

عمر بھر میں تو نے دیکھا بھی اُسے زاہد کبھی ‏ جس کی قدرت کا تماشا روز میخانے میں تھا

تم عیادت کو نہ آتے تو دھرا کیا تھا یہاں ‏ کوئی دم کا اور وقفہ دم نکل جانے میں تھا

تیر اُن کا آ گھٹا دل سے جگر کھٹکا رہا ‏ اُنس اپنے میں نہ پایا وہ جو بیگانے میں تھا

فصل گل کیسی کہاں کی سیر کس کی دل لگی ‏ باغ میں بھی کوئی ہوگا میں تو ویرانے میں تھا

وہ کہیں سے آئے ہونگے میں نے دیکھا تھا نہیں ‏ نشہ بھی کچھ جھٹکا ہوا تھا اور بھی شانے میں تھا

میں جہاں سمجھا تھا دل میں وہ وہیں نکلا مقیم
وہ نہ کعبہ میں نظر آیا نہ بتخانے میں تھا

بیخود میخوار کی دیکھی کرامت تو نے شیخ
صبح کو مسجد میں نکلا شب کو میخانے میں تھا

غم میں ڈوبے ہی رہے دم نہ ہمارا نکلا
بحر ہستی کا بہت دور کنارا نکلا

آکے چٹکی میں نہ دامن کا کنارا نکلا
دم بھی قدموں ہی پہ قاتل کے ہمارا نکلا

ہجر میں موت بھی آئی تو بُرے وقت آئی
جان کب نکلی ہے جب صبح کا تارا نکلا

کیا سبب دل کے تڑپنے کا ہے میں بھی سمجھوں
تو نے دیکھا تیری آنکھوں کا اشارا نکلا

نہ عیادت نہ مداوا نہ جنازہ کی نماز
جاؤ بس تم سے نہ کچھ کام ہمارا نکلا

چار عنصر سے ہے انساں کی تخلیق غلط
میرے تو دل کی جگہ سینہ میں پارا نکلا

موت آتی ہی نہ تھی جان کو قربان کیا
وصل اُس کا مرے مرنے کا سہارا نکلا

کان میں میرے گنہگار سنا تھا میں نے
میکدہ سے کوئی اللہ کا پیارا نکلا

آگ بھر دی ہے محبت نے مری رگ رگ میں
میرا تو خون بھی دوزخ کا شرارا نکلا

میں فقط دل ہی پہ سمجھا تھا تمہارا قبضہ
خط تقدیر میں بھی نام تمہارا نکلا

بیکسی میری قیامت میں قیامت ہو گی
داورِ حشر اگر وہ ستم آرا نکلا

نہ دبا غیر سے باتوں میں بڑی بات رہی
گو وہ نازک ہے مگر دل کا کرارا نکلا

تیرا صدقہ ہے جو دنیا میں ہوا ہے مشہور
فتنۂ حشر ترے قد کا اتارا نکلا

اپنی زلفوں کے تصور کا اثر دیکھ لیا
میری آہوں کا دھواں عنبر سارا نکلا

چار غیروں میں تو بیخود اُسے بدنام نہ کر
پھر وہی نام تیرے منہ سے دوبارا نکلا

اجل کا خوف غم وصل یار میں بھی تھا — خزاں کا رنگ ہماری بہار میں بھی تھا

نصیب داغ جگر لالہ زار میں بھی تھا — فسردہ غنچۂ خاطر بہار میں بھی تھا

ملے وہ جھک کے مگر ہٹ کر دور جا بیٹھے — غرور و تکبر وہاں انکسار میں بھی تھا

تمہارے کرم کے بھروسہ پہ زندگی گذری — ترے کرم کا بھروسہ مزار میں بھی تھا

ہجوم حسرت و ارماں وفور یاس و امید — فراق میں بھی رہا انتظار میں بھی تھا

نہ آیا تو تو قیامت کی ٹھوکریں کہائیں — مٹا ہوا کوئی تجھ پر مزار میں بھی تھا

عجیب چیز ہے یاد شہ بخیر [illegible] ترا — کبھی یہ میرے دل بیقرار میں بھی تھا

قرار کب دل مشتاق دید کو آیا — ادھر زمین سے پہلو مزار میں بھی تھا

اٹھا نہ کب مرے سیل سرشک سے طوفاں — یہی نصیب کا رونا بہار میں بھی تھا

ہمیں وفا سے نہ تھے شرمسار کچھ دل میں — حجاب چشم تغافل شعار میں بھی تھا

انہیں خیال کچھ اپنا نہ پاس کچھ میرا — یہ بات بات پہ غصہ ہزار میں بھی تھا

ہر ایک پھول میں اسکی جھلک نظر آئی — جمال یار کا پرتو بہار میں بھی تھا

جگہ ملی مجھے مرکر جوار رحمت میں — نسیم خلد کا جھوکا مزار میں بھی تھا

کیا جو قتل بھی اس نے تو دم نہیں مارا — وہی سکوت کا عالم مزار میں بھی تھا

گرا جو آنکھ سے آنسو وہ بن گیا موتی — یہ ضبط گریۂ بے اختیار میں بھی تھا

وہ دل کو لے کے یہ فرماتے ہیں دیا تو نے — یہ نامراد ترے اختیار میں بھی تھا

[illegible]ی کے قہر میں بھی تھی لحاظ کی شرکت — عتاب کچھ نگہ شرمسار میں بھی تھا

[illegible] ہزم نے کیا تہا کرم تما کیسا — حساب میں بھی نہ تہا [illegible] میں بھی تھا

[illegible] تہا جوانی و پیری میں فرق کچھ بیخود — یہاں تو نشۂ غفلت [illegible] میں بھی تھا

مے پلا کر آپ کا کیا جائے گا ۔ جائیگا ایمان جس کا جائے گا

میرے گھر تک اُن سے آیا جائے گا ۔ درد دل کیونکر خدا یا جائے گا

دیکھکر مجھکو وہ شرما جائے گا ۔ یہ تماشا کس سے دیکھا جائے گا

جلوہ اُس کا خود نظر آجائے گا ۔ دل سے جب اپنا پرایا جائے گا

روز لڑتا مجھکو کیا معلوم تھا ۔ منتوں سے یوں منایا جائے گا

موت سے رہتا ہے دل کھٹکا ہوا ۔ دیکھئے کس دن یہ کھٹکا جائے گا

جاؤں بتخانہ سے کیا کعبہ کو میں ۔ ہاتھ سے یہ بھی ٹھکانا جائے گا

رہنے بھی دو دل ابھی کہتے ہیں وہ ۔ ایسی کیا جلدی ہے دیکھا جائے گا

بات بھی اس ڈر سے ہم کرتے نہیں ۔ وہ ہمارا مدعا پا جائے گا

پی بھی لے دو گھونٹ زاہد پی بھی لے ۔ میکدہ سے تو پیاسا جائے گا

وعدہ دیدار کی مدت ہو کم ۔ حشر تک ہم سے نہ جاگا جائے گا

قتل کی دی اُس نے جب دھمکی مجھے ۔ کہدیا میں نے بھی دیکھا جائے گا

بوسہ دیکر جان کے طالب ہیں وہ ۔ اب کوئی اُن کا تقاضا جائے گا

دیکھنا اُس کا قیامت ہوگیا ۔ کیا خبر تھی ہم کو دل آجائے گا

داغ الفت کی چمک مٹتی نہیں ۔ قبر تک اس کا اجالا جائے گا

یہ سمجھ کر گالیاں دیتے ہیں وہ ۔ بھولی صورت پر پیار آجائے گا

دختِ رز کو منہ لگانا ہی نہ تھا
اب کہیں **بیخود** یہ چسکا جائے گا

دونوں طرف نظر کا اثر ایک سا ہوا ۔ میں گر پڑا وہ دیکھ رہا ہے جھکا ہوا

تو ٹھہر رہا تھا میں تو عدو کا کہا ہوا — اُلٹے وہ سب مجھسے روٹھ گئے فیصلا ہوا

جھکا نظر چرائی ذرا یا خفا ہوا — کن شوخیوں سے وصل میں آ تو عطا ہوا

میری تو ایک بات کا اتنا گلا ہوا — کچھ آپ کو بھی یاد ہے اپنا کہا ہوا

غصہ ہے بات بات پہ کیا خاک کچھ کہوں — کل تک تو یہ مزاج نہ تھا آج کیا ہوا

تیرے گلے کے ہار سے آئی وفا کی بو — پھولوں میں کوئی دل تو نہیں پر گندھا ہوا

یوں آپ مجھ سے وصل میں روٹھیں ہزار بار — میری خوشی سے رنج ہوا یہ برا ہوا

ہے دل کیساتھ دل کی تمنا کا خاتمہ — چھوٹے گی تیغ یار نہ تسمہ لگا ہوا

باہم ہنسی مذاق میں کیا کام رنج کا — بھولے سے کہدیا جو کوئی لفظ کیا ہوا

جب دیکھتے ہیں آپ کن انکھیوں سے غیر کو — کہتی ہے نگاہ نشانہ خطا ہوا

اے چارہ ساز یہ تو بتا اس کا کیا علاج — آنسو تھمے تو درد جگر میں سوا ہوا

جھیلے ہیں اٹھائے وہ صدمے فراق میں — ناخن سے گوشت گوشت سے ناخن جدا ہوا

ہستی کا اپنی وہم بھی دل سے مٹا دیا — جب جل کے آشنا کوئی نا آشنا ہوا

چٹکی بھی دل میں لیتے ہیں پھر پوچھتے بھی ہیں — فرمائیے بتائیے کہدیجے کیا ہوا

کوئی تو بیکسی میں ہو پرسان حال بھی — اُن کو ملال ہے تو قیامت کو کیا ہوا

دنیا سے ہاتھ اٹھا کے اٹھائے ہیں ہم نے ہاتھ — مرجائیں گے جو تیر دعا نارسا ہوا

حسرت کو غم کو رنج کو کب تک رکھیں عزیز — یہ ہم سے پھیر لیجیے اپنا دیا ہوا

مشکل ہے التفات ادھر ہو ادھر نہ ہو — بیٹھا ہے غیر بھی تو برابر لگا ہوا

میں صلح کل ہوں مجھکو عداوت سے واسطہ — دشمن تو مدعی کا مرا مدعا ہوا

یہ کہکے اپنی بزم سے دشمن کو ٹالیے — آیا تھا کوئی شخص تجھے پوچھتا ہوا

مجھکو تو بزم یار بھی خلوت سے کم نہیں
بیٹھا ہوں دور سب کی نظر سے بچا ہوا

مدفن میں اپنی خاک سے آئی صدا مجھے
میں نقش پائے یار ہوں لیکن مٹا ہوا

بیخود کو اب نصیب کہاں بادۂ طرب
برسوں میں مل گیا کوئی ساغر تو کیا ہوا

قیامت تک تو اب صدمہ بچھڑنے کا نہیں جاتا
ہماری جان جاتی ہے دل شیدا نہیں جاتا

اکیلا بزم دشمن میں اُسے چھوڑا نہیں جاتا
چھپا کر لیچلا ہوں دل میں میں تنہا نہیں جاتا

بھری محفل میں ہوتا ہے تماشا رقص بسمل کا
جدہر وہ دیکھ لیتے ہیں اُدہر دیکھا نہیں جاتا

پڑے گی آنکھ بھی اچھوں پہ واعظ عشق بھی ہوگا
نظر روکی نہیں جاتی ہے دل باندھا نہیں جاتا

ذرا چتون پہ بل آیا کہ ہم سمجھے اجل آئی
ہمیں تو وصل میں بھی موت کا کھٹکا نہیں جاتا

ستم ڈھائیگا دل لیکر بھلا کیونکر یقیں آئے
کسی کی بھولی صورت سے تو یہ پایا نہیں جاتا

ہزاروں مٹ گئے لاکھوں چلے ناکام دنیا سے
جفا تیری نہیں مٹتی ستم تیرا نہیں جاتا

تجلی ہوش کھو دیتی ہے موسے کیطرح اپنے
وہ جب بے پردہ ہوتے ہیں تو پھر دیکھا نہیں جاتا

دئے ہیں کیسے کیسے امتحاں اک مرنے والے نے
مگر اتبک تمہارا بیوفا کہنا نہیں جاتا

وہ اپنے گھر سدہارے صبر و طاقت ہوگئے رخصت
گئے سب جانیوالے درد ہی دل کا نہیں جاتا

نہ دھوکا دے اگر اے جذب دل ہوتا اثر تجھ میں
اُسے تو بے نہیں آتا وہ اب تک آ نہیں جاتا

تمنا قتل کی۔ ارمان تیرا۔ شوق جنت کا
ہمارے ساتھ دنیا سے کوئی اپنا نہیں جاتا

جدائی شاق ہے ایسی تری تصویر کو تیری
کہ ظاہر میں تو اچھی ہے مگر بولا نہیں جاتا

وہ جب قائل ہوئے غصہ میں بھر کر مجھ سے فرمایا
کہ اس جھوٹی زباں کو کاٹ کر پھینکا نہیں جاتا

اجل یوں کیا جدائی میں نہیں آتی نہیں آتی
مناتے بھی تو کیا وہ گھر نہیں جاتا نہیں جاتا

غشی سے ہوا فاقت بھی تو آنکھیں بند کیے
ہمارا حال خود ہم سے بھی اب دیکھا نہیں جاتا

مناؤ چل کے بیخودؔ کو نہیں وہ جان کھووے گا
بُری حالت میں ہے کمبخت پہچانا نہیں جاتا

گناہ کرنے میں اکثر قصور میں نے کیا
بڑا گناہ یہ ربِ غفور میں نے کیا

سلوک غیر سے اتنا ضرور میں نے کیا
کہ اُس پہ تہو پدیا جو قصور میں نے کیا

جتا جتا کے تری خوبیاں بگاڑی خو
تجھے تو حسن کے نشہ میں چور میں نے کیا

یہاں تو دم پہ بنا دی ہے رشک دشمن نے
وہ جانتے ہیں اسے ناصبور میں نے کیا

ہر ایک ذرے میں سو تجلیاں دیکھیں
جلا کے خاک تجھے کوہِ طور میں نے کیا

کسی کے عشق کو الزام دے بلا تیری
تجھے تو خوار دلِ ناصبور میں نے کیا

نگاہ غیر کی جانب خطاب ہی مجھ سے
تری قسم کا یقیں اب ضرور میں نے کیا

عدو سے راز کہا مجھ سے چپ رہا نہ گیا
یہ چوک تم سے ہوئی یہ قصور میں نے کیا

وہ صبح سوتے سے اُٹھے تو بدگماں اُٹھے
کبھی جو خواب میں بھی ذکرِ حور میں نے کیا

فلک کے شکوہ پہ کس شک سے کہا اُس نے
ذلیل و خوار تجھے اب سے دور میں نے کیا

جفائیں تم نے تو کیں تم نے تو غضب ڈھائے
اب اس سے کیا نہ کیا یا قصور میں نے کیا

لگاؤ آگ مرے دل میں تم خدا نہ کرے
مچل مچل کے اسے ناصبور میں نے کیا

یہاں تو تاب نہ تھی غم سے لب ہلا نہ سکی
وہ خامشی سے یہ سمجھے غرور میں نے کیا

کہیں سراغ نہ پایا کہیں پتا نہ ملا
تلاشِ اشکِ تہمت دور دور میں نے کیا

مٹائی داغِ محبت سے تیرگی دل کی
اس آفتاب سے سایہ کو نور میں نے کیا

عدو کی بزم میں بیخودؔ نہ چھیڑنا تھا انہیں
جو پوچھیے تو بڑا یہ قصور میں نے کیا

کبھی خون جگر پایا کبھی لخت جگر پایا ۔ غم الفت نے اس گھر سے وظیفہ عمر بھر پایا

خزاں آتے ہی گلشن کو بہ انداز دگر پایا ۔ لگا کر گل سے دل کو تونے بلبل کیا ثمر پایا

اشارے بھی ہوئے آپس میں نظریں بھی لڑیں باہم ۔ تری تصویر کو تجھ سے بھی ہمنے شوخ تر پایا

گئے ناکام دنیا سے ہزاروں ڈھونڈنیوالے ۔ وہ کب پایا کسے پایا کہاں پایا کدھر پایا

عدو کے حال کی تفتیش ہمدم ہم نہیں کرتے ۔ فقط اتنا بتا دے ہم کو اس کا رخ کدھر پایا

نئی یہ بات دیکھی ہم نے اسکے رازداروں میں ۔ جنہیں آگاہ کچھ سمجھا انہیں کو بے خبر پایا

نہ دیکھا چشم گردوں نے بھی ایسا چاند سا چہرہ ۔ بلا کا حسن کچھ تونے تو اے رشک قمر پایا

مری بربادیاں اکثر رہیں مد نظر تجھکو ۔ مری خانہ خرابی نے تری آنکھوں میں گھر پایا

ادھر سے کوئی آئے پوچھ لینا فرض ہے ہمکو ۔ کہیں جاتا ہوا تم کو ہمارا نامہ بر پایا

اسے دشمن کی چاہت بدگمانی ہے تری قاصد ۔ جواب صاف جس کے منہ سے ہمنے عمر بھر پایا

ہزاروں خوبیوں کیساتھ تجھ میں یہ برائی ہے ۔ ترے وعدوں کو جھوٹا ہمنے ظالم بیشتر پایا

لڑائی آنکھ کیا ان سے صفائی ہوگئی سب کی ۔ نہ دل پہلو میں پھر نکلا نہ سینہ میں جگر پایا

وفا بھی جرم ٹھیری قدردانی اسکو کہتے ہیں ۔ یہی اس کا صلا تھا بندہ پرور ہمنے بھر پایا

مٹائے سے کوئی مٹتا ہے قسمت کا لکھا بیخود
دعا ہو یا بکا ہم نے تو سب کو بے اثر پایا

بیاں ہم سے تو اپنا حال پورا ہو نہیں سکتا ۔ کہے گا اس سے قاصد وہ سنے گا ہو نہیں سکتا

ہوا جو وقف غم وہ دل کسی کا ہو نہیں سکتا ۔ تمہارا بن نہیں سکتا ہمارا ہو نہیں سکتا

غلط ہے افترا ہے جھوٹ ہے بے اصل ہے قاصد ۔ کسی کا خط مری قسمت کا لکھا ہو نہیں سکتا

سنا پہلے تو خواب وصل پھر ارشاد فرمایا ۔ ترے رسوا کئے سے کوئی رسوا ہو نہیں سکتا

تمنا میں ہے دل یا تمنا آپکی دل میں ہمارے فیصلے سے طے یہ جھگڑا ہو نہیں سکتا
وفا کا امتحاں دوگے ہٹو جاؤ چلو بیٹھو تمہارے جھوٹے وعدے کی سند کیا ہو نہیں سکتا
دعائے وصل سے ہم ہاتھ کھینچیں یہ نہیں ممکن کہے جائیں زباں سے آپ ایسا ہو نہیں سکتا
لگاوٹ اُس کی نظروں میں بناوٹ اُسکی باتوں میں سہارا مٹ نہیں سکتا بھروسا ہو نہیں سکتا
تسلی دردمندوں کو ستمگر دے نہیں سکتے لب پیماں شکن تیرا مسیحا ہو نہیں سکتا
جوانی ساتھ لیکر آئی ہے شرم و نزاکت کو تیری رفتار سے اب حشر برپا ہو نہیں سکتا
اجازت ہو ہماری بندگی لیجے ہمیں رخصت ملا کر دل اگر ملنا گوارا ہو نہیں سکتا
بگڑ کر منہ بنا کر ذکر لیلے پر وہ کہتے ہیں بشر دنیا میں کوئی ہم سے اچھا ہو نہیں سکتا
مجھے اُس کی طلب زاہد تجھے جنت کی خواہش ہے مثال داغ دل ماتھے کا ٹیکا ہو نہیں سکتا
دعائیں جس قدر دی ہیں وہ قیمت تھی نگاہوں کی مگر ان پیار کی باتوں کا بدلا ہو نہیں سکتا
عدو جھوٹا ہے ہم جھوٹے ہیں نیچی نظر جھوٹی تمہارے سامنے کوئی بھی سچا ہو نہیں سکتا
خیال غیر کو دل میں مقید کر کے رکھا ہے رہیں ہم آپ کی فرقت میں تنہا ہو نہیں سکتا
تمنا میں تری مٹ جائے دل ہاں یہ تو ممکن ہے مرے دل سے مٹے تیری تمنا ہو نہیں سکتا
نکل کر آپ پردے سے ذرا باہر تو آجائیں قیامت میں جو کل ہوگا وہ اب کیا ہو نہیں سکتا
وفا کے عہد و پیماں سے پھریں ہم پھر نہیں سکتے تمہیں قول و قسم کا پاس ہوگا۔ ہو نہیں سکتا

نہ فرصت ہے نہ راحت ہے نہ **بیخود** وہ طبیعت ہے
غزل کیا خاک لکھیں شعر اچھا ہو نہیں سکتا

سر گرا ضعف سے قابو سے چلا دل اپنا آپکے کوچے میں تھمنا ہوا مشکل اپنا
جلوہ دیکھے کوئی اب حور شمائل اپنا آئینہ بن گیا جب صاف ہوا دل اپنا

آئینہ دیکھ کے لڑتے ہیں لڑکپن دیکھو
اپنے ہی عکس کو سمجھے ہیں مقابل اپنا

کبھی کچھ پیار کی باتیں کبھی کچھ ذکر وفا
اپنا معشوق ہی فرقت میں ترا دل اپنا

ناز و انداز زمانے کے اڑائے تونے
اک نہ اک ان میں نکل آتا ہے قاتل اپنا

کر گئے چال قیامت کی قیامت ہیں ہم
کر لیا غیر کو فریاد میں شامل اپنا

اب نہ وہ جوش تمنا ہے نہ وہ شوق وصال
تونے اے عہد شکن توڑ دیا دل اپنا

اک جھلک داغ جگر کی جو دکھا دیں کبھی ہم
اس طرف منہ نہ کرے پھر مہ کامل اپنا

ہاتھ لا خوب کبھی نفس کشی کی زاہد
مجھکو سودا نہیں نچواؤں جو قاتل اپنا

سرمگیں چشم میں ظالم غضب آلودہ نگاہ
کر لیا فتنہ کو اس فتنہ نے شامل اپنا

دم نکلتے ہی ہوئے حسرت و ارماں رخصت
قافلہ لٹنے لگا پہلی ہی منزل اپنا

جب پڑی روز ازل جور و جفا کی بنیاد
ظلم و بیداد کے سہنے کو بنا دل اپنا

سچ کہا ہے نہیں ہوتا کوئی بگڑی کا شریک
سانس بھی ہجر میں آتا ہے بمشکل اپنا

ہمتو خود چاہتے ہیں یہ کہ نچا ہیں تجھکو
مانتا ہی نہیں سنتا ہی نہیں دل اپنا

کچھ خوشامد بھی ہے کچھ ظلم کا اندیشہ بھی
کبھی اس شوخ کا بنتا ہی کبھی دل اپنا

کر گئی ناقہ میں بیتابیٔ مجنوں تاثیر
دل سنبھالے رہے اب لیلی محمل اپنا

خوب ہی ان کو لیا بزم میں آڑے ہاتھوں
ہو گیا آج تو میں آپ بھی قائل اپنا

ترچھی ترچھی وہ نگاہیں وہ ادائیں بانکی
دیکھتے ہی جنہیں بس لوٹ گیا دل اپنا

فرد ہے ایک ہے بے مثل ہے یکتا ہے وہ شوخ
جسکا ہر ناز ہر انداز ہے قاتل اپنا

آپ کے سر کی قسم ہم ہیں وفا کے بندے
آپ فرمائیں تو آنکھوں سے ملے دل اپنا

ہم کو دشمن کی بھی ایذا سے ہے ایذا بیخود
صاحب درد ہے بیدرد نہیں دل اپنا

تم ہمارے دل شیدا کو نہیں جانتے کیا
اور غیروں کی تمنا کو نہیں جانتے کیا

آپ طول شب یلدا کو نہیں جانتے کیا
میری تکلیف کو ایذا کو نہیں جانتے کیا

ایسے بھولے نہیں وہ ایسے بھی ناداں نہیں
مٹنے والے کی تمنا کو نہیں جانتے کیا

ہم کو انداز تجاہل میں مزا آتا ہے
ورنہ ہم آپ کی اس چال کو نہیں جانتے کیا

کہیں ہوتا بھی ہے جاں بخش لب عہد شکن
تیرے اس جھوٹے مسیحا کو نہیں جانتے کیا

حرف مطلب سے وہ آگاہ نہیں جھوٹ ہے یہ
دل میں ہیں دل کی تمنا کو نہیں جانتے کیا

بوسہ لیتے ہوئے کیوں جان نہ نکلے اپنی
آپ کے نقش کف پا کو نہیں جانتے کیا

سرو اس طرح سے گلشن میں اکڑتے کیوں ہیں
یہ تمہارے قد زیبا کو نہیں جانتے کیا

پہلے دل تھام لو پھر آئینہ تم ہاتھ میں لو
اپنے حسن رخ زیبا کو نہیں جانتے کیا

کل کا وعدہ تو قیامت کا پتا دیتا ہے
ہم ترے وعدۂ فردا کو نہیں جانتے کیا

آنکھ سے آنکھ ملا کر بھی تغافل کیا خوب
اس اشارے کو اس ایما کو نہیں جانتے کیا

کر نہ دیں اس کو مکدر کہیں آہیں **بیخود**
آپ اس آئینہ سیما کو نہیں جانتے کیا

غیر سے ملکر بگڑ جانے کا خوگر ہو گیا
کیا مزاج یار بھی میرا مقدر ہو گیا

جو نہ ہوتا عمر بھر دشمن سے پھر کر ہو گیا
اے نگاہ یار اب دل میں ترا گھر ہو گیا

ٹوٹنے سے اور پیدا دل میں جوہر ہو گیا
قیمتی شیشہ ہمارا بال پڑ کر ہو گیا

دوست دشمن بن گیا دل بر ستمگر ہو گیا
ہر اشارہ غیر کی محفل میں خنجر ہو گیا

کیا اسی کا نام الفت ہے کہ جب دیکھا اسے
خود بخود اک جوش پیدا دل کے اندر ہو گیا

کیا غضب ڈھائے ہیں آتے ہی جوانی نے تری
دل بھی پتھر ہو گیا سینہ بھی پتھر ہو گیا

مص ۲۸

دوستی کا آپ کو برتاؤ کیا آتا نہیں
یہ ہمارے ساتھ بھی بھولے سے اکثر ہو گیا

روپ چکے بس غیر کو اپنی طرف بھی دیکھئے
دشمنوں کا حال کیا غم سے نچر ملا کر ہو گیا

اس گرانبار محبت کو سبکدوشی کہاں
اُس نے مارا غیر کو احسان مجھ پر ہو گیا

ہے سوال وصل کچھ اُلجھا ہوا مضمون نہیں
سوچتے ہی سوچتے تم کو پہر بھر ہو گیا

ناپ لیجئے اپنے گیسو کی درازی قد سے آپ
اتنو یہ فتنہ قیامت کے برابر ہو گیا

عمر بھر کے واسطے کچھ صبر کا ٹھیکہ نہیں
مجھ سے تو یہ بھی غنیمت ہے جو دم بھر ہو گیا

لوگ کرتے ہیں بسر فرقت میں کیونکر زندگی
ایک دن بھی کاٹنا ہم کو تو دوبھر ہو گیا

اے نگاہ حسرت آگیں تو نے کیا جادو کیا
تھام کر ہاتھوں سے دل وہ شوخ مضطر ہو گیا

ایسے ہی تو صاف دل ہو کیوں بناتے ہو مجھے
غیر نے جو کہدیا وہ تم کو باور ہو گیا

وضع کا پابند ہو اُس کی بلا کو کیا غرض
دو گھڑی کے بعد ہر انداز دوبھر ہو گیا

آپ کی الفت کہاں دشمن کا اتنا دل کہاں
یہ تو مجھ سے ہی قصور اے بندہ پرور ہو گیا

آنکھ کہتی ہے کہ اب برباد کرتے ہیں تجھے
منہ سے یہ ارشاد ہی دل میں تیر اک گھر ہو گیا

کر لیا رندوں نے اُس کو بھی مسلماں کر لیا
آج بیخودؔ بھی شریک دور ساغر ہو گیا

جب یہ کہا کہ ہم نے تمہارا ادب کیا
آنکھوں میں آنکھیں ڈال کے بولے غضب کیا

وعدہ پر آپ آ گئے یہ کیا غضب کیا
احسان جو کبھی نہ کیا تھا وہ اب کیا

قاصد کا کیا قصور جو چپ سادھ لے کوئی
جو کچھ پڑھا دیا تھا ادا اُس نے سب کیا

چھو کے جوان کو راز محبت جتا دیا
بھولے جو اُن سے شکوۂ رنج و تعب کیا

دل ہم کو دیجئے یہ تمہارا سوال تھا
سب ہم نے خدا کیواسطے اقرار کب کیا

طاعت ہی کیا مری وہ عبادت ہی کیا مری
میں جانتا ہوں تو نے کرم بے سبب کیا

قسمت کو ہم تو روتے ہیں روئینگے عمر بھر
دشمن کا شکوہ کس نے کیا تم سے کب کیا

اے دل اگر وہ شوخ قیامت میں بھی ملے
یہ جاننا کہ وعدہ وفا اُس نے اب کیا

واعظ نے پہلے زہر یہ اگلا نہ تھا کبھی
کیا زہر مار ساغر بنت العنب کیا

دل کانپتا ہے یاس سے ملتی ہے جب نگاہ
میں جانتا ہوں وار کوئی اُس نے اب کیا

درباں کی یہ مجال کہ یوں روک لے ہمیں
یہ ہمنے تمہارا پاس تمہارا ادب کیا

اعجاز لب میں آپ کے جادو شریک ہے
دشمن کو زندہ کر کے مجھے جاں بلب کیا

تیری عطا کا تیری عنایت کا کیا شمار
تو نے وہی دیا ہے جو ہمنے طلب کیا

بیخود کہیں خلل تو نہیں ہے دماغ میں
آپ اور پہلے عذر جفا اُس نے جب کیا

کیوں پریشاں اس قدر دل ہو گیا
سوچتا ہوں کس پہ مائل ہو گیا

حسن میں جب ناز شامل ہو گیا
ایک پیدا اور قاتل ہو گیا

تھا بہت نادر مرا حرف سوال
وعدہ کرنا اُن کو مشکل ہو گیا

میرے سینہ سے نکلتا ہی نہیں
ناوک سفاک بھی دل ہو گیا

سامنے سے اب نہیں ہٹتا کبھی
آئینہ بھی اُس پہ مائل ہو گیا

کہتے ہیں عاشق نہیں گر کچھ کہے
بات کا کرنا بھی مشکل ہو گیا

قید ہے زنداں میں ضبط عشق کی
نالہ پابند سلاسل ہو گیا

تھی نگاہ حسرت آلودہ غضب
میں ترے بسمل سے بسمل ہو گیا

عشق سے پہلے نہ تھا میں بے خبر
آنکھ لگ جانے سے غافل ہو گیا

اُن سے نازک پر نہ رحم آیا اسے — سخت کیسا وصل میں دل ہو گیا

چاہنے والوں میں اسکے دہوم ہے
ہم میں بیخود بھی شامل ہو گیا

ہر وقت مزاج اُن کا ہم نے تو نیا دیکھا — دنیا سے الگ پایا عالم سے جدا دیکھا

شرمانے میں ظالم کے شوخی کا مزا دیکھا — خالی نہ شرارت سے انداز حیا دیکھا

فریاد جو کی ہیں نے دل تھام کے ہو بیٹھے — عاشق کے ستانے کا کچھ تم نے مزا دیکھا

پہلے تو میرے آگے بے پردہ چلے آنا — منہ پھیر کے پھر کہنا کچھ کہئے تو کیا دیکھا

جب صاف کیا دل کو عکس اُس کا نظر آیا — اس آئینہ کو ہم نے تصویر نما دیکھا

الفت اسے کہتے ہیں یہ جذب محبت ہے — بے آئے مرے گھر میں تو رہ نہ سکا دیکھا

اس پر بھی نہ رحم آیا اُس کو بھی غلط جانا — حالت بھی دکھا دیکھی قصہ بھی سنا دیکھا

کیوں پھر تو نہ پوچھو گے کچھ حال جدائی کا — افسانہ غم سنکر رونا ہی پڑا۔ دیکھا

مطلب ہی نہیں کھلتا ہر لفظ ہے بے معنی — خط آپ کا کیا دیکھا قسمت کا لکھا دیکھا

سب اُسکے ہوئے ساتھی اپنا نہ ہوا کوئی — دُنیا میں بھی آ دیکھا محشر میں بھی جا دیکھا

کیوں خیر تو ہے بیخود کس فکر میں بیٹھا ہے
ایسا نہ کبھی تجھکو اے مرد خدا دیکھا

ہر ایک حسیں دیکھا ہر ماہ لقا دیکھا — انداز مگر سب سے کچھ تیرا جدا دیکھا

کیوں حضرت دل اُس پر مرنے کا مزا دیکھا — آغاز ستم دیکھا انجام وفا دیکھا

کچھ اُن کی تسلی سے تسکیں نہ ہوئی دل کی — درد اور سوا پایا غم اور سوا دیکھا

ناکامئے عاشق نے مقتل میں کھلایا گل — چاہا تھا جو کچھ تم نے وہ بھی نہ ہوا دیکھا

میں نزع میں ہوں کل سے لی تمنے خبر بھی
آئے بھی تو کیا آئے دیکھا بھی تو کیا دیکھا

تجھپر نہ کریں نالے تاثیر تو حیرت ہے
بیٹھوں کو اٹھا دیکھا سوتوں کو جگا دیکھا

پھر اپنی طبیعت کا زاہد ہے خدا حافظ
کعبہ میں کسی بت کو گر جلوہ نما دیکھا

جب آنکھ پڑی اپنی اک بات نئی پائی
ان دیکھنے والوں نے تجھکو ابھی کیا دیکھا

پیتا ہے خدا جانے دن رات میں یہ کتنی
میخانہ کے در پہ ہی **بیخود** کو پڑا دیکھا

کون سا ظلم اُس کا اے شور فغاں باقی رہا
تو ہی جانے گا اگر اب آسماں باقی رہا

اب زمانے میں نہ کوئی خستہ جاں باقی رہا
ہو چکا یا اور بھی کچھ امتحاں باقی رہا

ہم نے کیوں پوچھا ستم باقی رہا کچھ اور بھی
اُن کو کہنا ہی پڑا مجبور ہاں باقی رہا

صاف میدان کرکے قاتل پھر بھی ہے برہم مزاج
اس صفائی پر بھی رنجش کا گماں باقی رہا

خوب گلشن کو کیا آراستہ صیاد نے
دیکھنے کو بھی نہ کوئی آشیاں باقی رہا

جان لیکر بھی وہ کہتے ہیں غضب تو دیکھئے
بیوفائی کا ابھی تجھپر گماں باقی رہا

ہم تو پہنچے کے نہیں اب تم کمی کرتے ہو کیوں
ہو چکے وہ بھی کہیں جو امتحاں باقی رہا

آج یہ کہکر مرے قاتل نے کھینچی تیغ تیز
تجھسے سمجھوں گا جو کوئی سخت جاں باقی رہا

دل میں جو کچھ تھا ہمارے آپ سے سب کہدیا
اب فقط کہنے ہی کو راز نہاں باقی رہا

اک ہماری سخت جانی نے کئے کیا کیا ستم
وہ تھکے شمشیر ٹوٹی امتحاں باقی رہا

لوگ کہتے ہیں یہاں پہلے کسی کی قبر تھی
مٹ مٹا کر بھی مرا اتنا نشاں باقی رہا

اب کسی تاکیں کسے جھانکیں جوانی ڈھل گئی
وہ دلِ پر آرزو **بیخود** کہاں باقی رہا

تری گلی میں ہمیں دن تمام کرلینا
قدم قدم پہ ٹھہرنا مقام کرلینا

ہماری آنکھوں میں پھرنے سے تم جو تھک جاؤ
یہ دل بھی گھر ہے تمہارا قیام کرلینا

بگاڑ میں بھی تو انداز ہے لگاوٹ کا
نظر چرا کے وہ اُن کا سلام کرلینا

گئے وہ صبح شب وصل مجھ سے یہ کہکر
مرے خیال میں رو رو کے شام کرلینا

ہمیں سے تم کو سکھایا ہمیں سے سیکھے ہو
یہ بات بات میں کچھ اپنا کام کرلینا

دل رمیدہ ہوا وہ ہوئے یہ چرخ ہوا
ہنسی نہیں ہے کچھ ایسوں کا رام کرلینا

شراب پینے میں عذر نماز کیا زاہد
پڑا ہے وقت بہت یہ بھی کام کرلینا

ہمارا خط انہیں دینا پیام بر پیچھے
ادا زبان سے پہلے پیام کرلینا

ملا کے خاک میں مجھکو فلک ہوا بدنام
نشاں مٹا کے مرا تم بھی نام کرلینا

دیا جواب یہ اُس بت نے آرزو کا مجھے
خدا سے طور پہ جاکر کلام کرلینا

سنبھال لینگے دل مضطرب کو ہم اپنے
نگاہ شوخ کی تم روک تھام کرلینا

رہے نہ حضرت **بیخود** کبھی بغیر پئے
گرہ میں دام نہ نکلیں تو وام کرلینا

کیوں سنیں حال اہل مطلب کا
جانتے ہیں وہ مدعا سب کا

دوست دشمن پہ کچھ نہیں موقوف
اک زمانہ ہے اپنے مطلب کا

بزم عشاق میں تغافل کیا
اک نظر میں ہے فیصلہ سب کا

شکوۂ جور پر کہا اُس نے
ذکر کرتے ہیں آپ یہ کب کا

دل کے دینے میں ہم کو عذر نہیں
آدمی مل گیا اگر ڈھب کا

کیوں کسی پر کسی کو رشک آئے
ایک سا حال ہو اگر سب کا

آج بنتی ہے دم پہ کیا دیکھیں
وعدہ اُن سے ہوا ہے پہر شب کا

سحر بابل جو ہو گیا مشہور
چٹکلا تھا یہ اک ترے لب کا

جو گذر جائے دم غنیمت ہے
حال کیا پوچھتے ہو تم اب کا

آئینہ دیکھتا نہ آتا تھا
کشتۂ ناز ہوں نرا جب کا

عیب پوشی اُسی کو زیبا ہے
نام ستار ہے مرے رب کا

کل قیامت بھی آنے والی ہے
کیجئے آج فیصلہ سب کا

اپنے معشوق کو خدا سمجھے
ذکر کیا عاشقوں کے مذہب کا

ہے جو بیخود کو دعوئے اسلام
کیا یقیں آئے رند مشرب کا

معشوق ہمیں بات کا پورا نہیں ملتا
دل جس سے ملائیں کوئی ایسا نہیں ملتا

دنیا میں اگر ڈھونڈئے تو کیا نہیں ملتا
سب ملتے ہیں اک چاہنے والا نہیں ملتا

عشاق سے یوں آنکھ تمہاری نہیں ملتی
اغیار سے دل جیسے ہمارا نہیں ملتا

رہتی ہے کسر ایک نہ اک بات کی سب میں
ہم کو تو ان اچھوں میں بھی اچھا نہیں ملتا

کچھ حال سُنے کچھ ہمیں تدبیر بتائے
غمخوار تو کیسا کوئی اتنا نہیں ملتا

کیا مفت ہیں تم دل کے خریدار بنے ہو
بے خرچ کئے دام یہ سودا نہیں ملتا

جب دیکھئے ہمراہ ہے دشمن کا تصور
ہم سے تو وہ خلوت میں بھی تنہا نہیں ملتا

دل کوئی ملاتا نہیں ٹوٹے ہوئے دل سے
دنیا میں ہمیں جوڑ ہمارا نہیں ملتا

برباد کیا یاس نے یوں خانۂ دل کو
ڈھونڈے سے بھی اب داغ تمنا نہیں ملتا

جو بات ہے دنیا سے نرالی ہے نئی ہے
انداز کسی میں بھی تمہارا نہیں ملتا

آنکھیں کہے دیتی ہیں کہ دل صاف نہیں ہے
ملتا ہے وہ اس رنگ سے گویا نہیں ملتا

کہتے ہیں جلانے کو ہم اغیار کے منہ پر
ایسوں سے تو وہ رشک مسیحا نہیں ملتا

ظاہر میں ملاقات ہے باطن میں جدائی
تم ملتے ہو دل ہم سے تمہارا نہیں ملتا

افسوس تو یہ ہے کہ تمہیں قدر نہیں ہے
عاشق تو زمانے میں بھی ڈھونڈا نہیں ملتا

کہنا وہ شرارت سے ترا دل کو چرا کر
کیا ڈھونڈتے ہو ہم سے کہو کیا نہیں ملتا

بیخود نگہ لطف پہ دے ڈالیے دل کو
جو ملتا ہے سرکار سے تھوڑا نہیں ملتا

یہی نقشہ رہا کچھ دن اگر چشم ستمگر کا
نگاہ شرم بھی دینے لگے گی کام خنجر کا

یہ گردش ہے نصیبہ کی یہ چکر ہے مقدر کا
کسی کو یاد کیوں ہونے لگا رستہ مری گھر کا

لہو پانی ہوا کیا دل بیتاب و مضطر کا
مگر ارمان ابتک بھی نہ نکلا دیدۂ تر کا

بہت حسرت نصیبوں کا گلا کاٹا ہی قاتل نے
مجھے بھی دیکھنا ہی آج جوہر اُس کے خنجر کا

نہ جھپکی ہے پلک اپنی قیامت تک نہ جھپکے گی
ترا زانو بھی بنجائے اگر تکیہ مرے سر کا

کبھی مجھسے بھی خلوت میں ہوا کرتی تھیں کچھ باتیں
کبھی مجھپر بھی لطف خاص تھا اک بندہ پرور کا

شب وعدہ مرے پہلو میں کیوں آج بیقراری ہے
پڑا تم پر بھی پرچھانواں دل بیتاب و مضطر کا

جفا سے ہے کبھی عبرت وفا پر ہی کبھی حیرت
دکھا کر حال دل ہم نے بنایا اُن کو پتھر کا

تمہاری چال سے کچھ آج بوئے رشک آتی ہے
عدو سے پوچھکر آئے ہو کیا رستہ مری گھر کا

نکل سکتی نہیں آواز بھی اب دادخواہوں کی
کسی کی بیقراری نے مٹایا رنگ محشر کا

کہاں قاصد کدھر پیغامبر نامہ رساں کیسا
کبوتر بھی ملا تقدیر سے ہم کو تو بے پر کا

سماتا ہی نہیں جلوہ کوئی اپنی نگاہوں میں
تماشا جب سے دیکھا ہے کسی کے روزن در کا

تجسس ان کو میری چوٹ پہ دن رات ہنسنا ہے
کسی کچھ سے اچھے کا کسی بہتر سے بہتر کا

ابھی تقریر واعظ کا اثر ہوتا ہی رندوں پر
چلے ہمراہ دور جام کے گر ذکر کوثر کا

مزا دینے لگا ہی ہجر میں بھی وصل کا مجھکو
سما جاتا نگاہوں میں کسی کے روئے انور کا

ادھر دل ہے ادھر پیکانِ تیر یار سینہ میں
یہ دشمن اور پیدا کر لیا ہم نے برابر کا

دکھایا چاہتی ہے اب مزا راہ طلب مجھکو
قدم پیچھے کو کچھ پڑنے لگا ہی میرے رہبر کا

کیا ہے اسنے وعدہ تو وفا بھی ہو ہی جائیگا
بدلتے ہی بدلتے رنگ بدلے گا مقدر کا

یہ شوخی تھی شرارت تھی کہ اس کو وہم تھا کیا تھا
بٹھا کر مجھکو پہلو میں وہ دشمن کیطرف سرکا



مجھے انجام الفت پر نظر ہو بھی تو کیونکر ہو
نہیں معلوم بیخود آدمی کو حال دم بھر کا

دوں جگہ تیر کو سینہ میں مری جان ہی کیا
دل میں کہوں جو نے آپ کا ارمان ہی کیا

آپ کے دم میں جو آجائے وہ نادان ہی کیا
واقف راز ہی بیخود کوئی انجان ہی کیا

مجھکو جنت کا نمونہ تو دکھا دیں واعظ
جو زمانہ سے نرالا ہو وہ سامان ہی کیا

خون بہتا نہ ہو جس آنکھ سے وہ آنکھ نہیں
درد کی جسکو نہ لذت ہو وہ انسان ہی کیا

جس نے دیکھا ہو اسے وہ بتا دے مجھکو
کیسی ترکیب ہے انداز ہی کیا شان ہی کیا

ہم نے اک بت کا جو انداز نرالا دیکھا
منہ سے بیساختہ نکلا کہ تری شان ہی کیا

بندگی کا بھی سلیقہ نہ ہو جس کافر کو
وہ خدائی کرے اللہ تری شان ہی کیا

غیر دبتا ہے دبے میری بلا دبتی ہے
میرے سر پر بھی کوئی آپکا احسان ہی کیا

اک ذرا میری طرف آنکھ اٹھا کر دیکھو
غیر سے بات نہ کی تم نے یہ بہتان ہی کیا

آپ کے وصل کا ارمان کسی کو ہو گا
میں تو واقف بھی نہیں اس سے کہ ارمان ہی کیا

ساتھ دل کا نہ چھٹے گا غم الفت سے کبھی
جان کی طرح سے یہ بھی کوئی مہمان ہوگیا

دست وحشت کو بھی آتی ہی عجب قطع و برید
خوشنما دیکھیے دامن میں گریبان ہوگیا

آپ پروانہ کے جلنے پہ نظر کرتے ہیں
شمع کو دیکھیے پروانے پہ قربان ہوگیا

اُن کی محفل میں جو **بیخود** کو کیا میں نے سلام
کس تعجب سے وہ بولے یہ مسلمان ہوگیا

۴

اب مجھے عشق آپ کا نہ رہا
اس سے پہلے جو دل میں تھا نہ رہا

میرے پہلو میں تو ہی کیا نہ رہا
بیوفا دل کا بھی پتا نہ رہا

ذکرِ دشمن پہ کھوئے جاتے ہو
بات میں چھیڑ کا مزا نہ رہا

دلِ بیتاب نے کیا یہ خجل
کوئی پہلو جواب کا نہ رہا

داغ بنکر جو دل میں رہتا تھا
وہ کسی کا خیال تھا نہ رہا

جی قفس میں لگے لگے نہ لگے
اب ٹھکانا ہی دوسرا نہ رہا

دید کو چاہیے ہے دل کی آنکھ
کام کچھ اس نگاہ کا نہ رہا

کہتے ہیں مجھ سے پوچھکر مرنا
اب قضا کا بھی آسرا نہ رہا

دل میں تھی اک خلش تمنا کی
وصل کے بعد وہ مزا نہ رہا

کیوں تمنا ہوئی اجل کی مجھے
کیا کوئی اور مدعا نہ رہا

خوب بدلے ہو بزم دشمن میں
ڈھنگ ہی وہ نگاہ کا نہ رہا

کہیں دشمن کا سر نہ کاٹا ہو
آپ خنجر ہیں وہ مزا نہ رہا

اُس کی شہرت ہوئی زمانے میں
حسن پردہ میں بھی چھپا نہ رہا

جوش دیکھا شباب کا **بیخود**
چار دن بھی وہ اتقا نہ رہا

آپ سے ملنے میں جو کھچتا رہا | منتظر میں دل کے آنے کا رہا

دل میں چھپکر وہ ستم آرا رہا | حال میرا اب تجھسے بھی اخفا رہا

زندگی بھر عشق کا چسکا رہا | نام پر مرنے کے میں مرتا رہا

ہجر میں مانگی تھی مرنے کی دُعا | وصل کی شب موت کا کھٹکا رہا

رات بھر ناصح نے کھائے میرے کان | منہ میں جو کچھ آگیا بکتا رہا

نزع میں بھی تھا اُسی کا انتظار | ہر طرف حیرت زدہ تکتا رہا

کینہ و بغض و حسد شرم و حیا | دیدہ و دل میں ترے کیا کیا رہا

عشق کی نا اتفاقی دیکھنا | مجھسے وہ میں غیر سے کھٹکا رہا

سختیاں دل نے نہ دیکھیں ہجر کی ۴ | خون ہو کر بہ گیا اچھا رہا

کی نہ تھی شوق شہادت نے کمی | ہاتھ قاتل کا ذرا اوچھا رہا

سامنے ہوتے تو کھلتا راز عشق | اُن کے پردے میں مرا پردا رہا

بے حجابانہ وہ دل میں آگئے | اب فقط آنکھوں ہی کا پردا رہا

ساتھ میرا کون دیتا راہ میں | مجھ سے پیچھے دو قدم سایا رہا

کچھ سنا تمنے جو کچھ میں نے کہا ۴ | فیصلہ پھر کیا ہوا پھر کیا رہا

ہو چکی تعریف دشمن یا نہیں | کہہ چکے یا اور کچھ کہنا رہا

شُکریہ میری وفا کا وصل میں ۴ | کن اداؤں سے ادا ہوتا رہا

موت بیخود کی فسانہ ہو گئی
شہر میں برسوں یہی چرچا رہا

وعدہ جو برسوں کا تھا وہ آج ایفا ہوگیا | اب کسی سے کیا غرض مطلب ہمارا ہوگیا

دل جگر سب مٹ گئے اُن کی کدورت کیا مٹی
اس صفائی میں بھرے گھر کا صفایا ہوگیا

دل میں آجاؤ کہ ہے یہ گھر تو پردے کا مکاں
ہمنے آنکھیں بند کرلیں آؤ پردا ہوگیا

بوسہ دیکر وصل میں کس ناز سے کہتے ہیں وہ
اب خوشامد کس لئے جو تمنے چاہا ہوگیا

تھا بھروسہ مجھکو دل کا دو گھڑی کی بات ہے
دیکھکر اُس کو یہ ظالم بھی اسی کا ہوگیا

دوست کے دھوکے میں اُس نے دیدیا دشمن کو خط
نامہ بر ایسا مرا آنکھوں کا اندھا ہوگیا

پہلے تو مجھکو اشارے سے بلایا پھر کہا
خوش نہ ہونا اپنے جی میں مجھکو دھوکا ہوگیا

وہ عیادت کرکے اُٹھے تھے کہ نکلا دم مرا
وقت پر آئی اجل بیمار اچھا ہوگیا

کردیا شوق شہادت نے کچھ ایسا لوٹ پوٹ
میرے مرجانیکا قاتل کو اچنبھا ہوگیا

اس طرح غش کھاکے کل میں اُنکی چوکھٹ پر گرا
وہ بھی گھبرا کر نکل آئے کہ یہ کیا ہوگیا

اُٹھ گیا دنیا سے تم سنتے ہی مرنا تھا مجھے
مفت میں بدنام اعجاز مسیحا ہوگیا

تمنے دیکھی ہو کسی میں تو بتادو تم مجھے
اس زمانے میں وفا کا نام عنقا ہوگیا

مجھکو دشمن سے لڑا دینا تجھے اک کھیل تھا
دو گھڑی کے واسطے یہ بھی تماشا ہوگیا

پھیر کر خنجر مری گردن پہ یہ ارشاد ہے
ابتو حسرت مٹ گئی ارمان پورا ہوگیا

آج مجھکو مل گئی میری وفاداری کی داد
ان بتوں کے عہد میں انصاف میرا ہوگیا

وصل میں مجبور ہیں وہ کیا کریں ہم کیا کریں
ایک ارماں دل سے نکلا اور پیدا ہوگیا

عشق نے بھی اُس کے کیا کیا رنگ بدلے دیکھنا
اشک آنکھوں میں بنا دل میں تمنا ہوگیا

رشک بھی کیا چیز ہے وہ بدگماں ہونے لگے
اب اُنہیں بھی کچھ مری جانب سے کھٹکا ہوگیا

یادگار خلق ہے بیخود ہماری سرگذشت
چار دن کی زندگانی میں بھی کیا کیا ہوگیا

تیشے سے کوئی کام نہ فرہاد سے ہوا
جو کچھ ہوا وہ عشق کی امداد سے ہوا

ایجاد جو ستم ایجاد سے ہوا
پورا ادا نہ خنجر فولاد سے ہوا

آنے تو دو آسے کہیں اے تو روز حشر
تم دیکھنا کہ کیا مری فریاد سے ہوا

نکلی ہے تیغ شوق شہادت کو دو نوید
نا مہرباں وہ شکوہ بیداد سے ہوا

میری طرف جو زلف سے پھینکا نکال کر
ایسا قصور کیا دل ناشاد سے ہوا

اپنے خرام ناز کی اُن کو خبر نہیں
کہتے ہیں حشر تیری ہی فریاد سے ہوا

سب بے حکم یوں کسی کو ستاتا نہیں فلک
مجھ پر یہ ظلم آپ کے ارشاد سے ہوا

اب اُن کی بات بات پہ جاتی ہے میری جاں
جو لطف سے ہوا نہ وہ بیداد سے ہوا

اس ظلم پر نباہ ہمارا ہی کام تھا
یہ قیس سے ہوا ہے نہ فرہاد سے ہوا

بیچین کرکے غیر کو تم کیوں خجل ہوئے
جو کچھ ہوا وہ میری ہی فریاد سے ہوا

کافر بھی اُس کی شان پر ایمان لائے ہیں
کس کس کو فیض حسن خداداد سے ہوا

جب آگیا خیال مجھے روز وصل کا
اک درد سا جگر میں تیری یاد سے ہوا

بیخود کی طرح کون تمہیں جان دے سکا
یہ کام عشق میں اُسی ناشاد سے ہوا

دل چرائے گئی دزدیدہ نظر دیکھ لیا
ہم نہ کہتے تھے کہ اِس چور نے گھر دیکھ لیا

بندہ پرور غم فرقت کا اثر دیکھ لیا
داغ دل دیکھ لیا داغ جگر دیکھ لیا

دم ہے باقی نہ تغافل کا گلا ہے باقی
قہر کی آنکھ سے یہ کس نے ادھر دیکھ لیا

قد بھی کم عمر بھی کم مشق ستم اور بھی کم
کر چکے قتل مجھے جائے گھر دیکھ لیا

غیر کی بزم میں میری تو خبر کیا لو گے
ابھی اپنی بھی نہیں تم کو خبر دیکھ لیا

اپنی باتیں تو یہ گھبرائی ہوئی رہنے دو — یہ تو کہہ دو مرے نالوں کا اثر دیکھ لیا

وہ فقط میرے دکھانے کے لئے چھپتا تھا — میں نے بے پردہ اُنہیں غیر کے گھر دیکھ لیا

شکوہ کے ساتھ لگاوٹ بھی چلی جاتی ہے — جب کہا کچھ تو کنکھیوں سے ادھر دیکھ لیا

داد خواہوں پہ نئی حشر میں آفت آئی — صف کی صف لوٹ گئی اُسنے جدھر دیکھ لیا

وہ نظر آگئے دامن پہ لہو کے دھبے — غیر کے قتل سے لے اور مکر دیکھ لیا

مانگ کر حضرتِ دل بات بھی کھوئی اپنی — نہ ہوا ساقیٔ کمظرف خبر دیکھ لیا

قتل عشاق پہ لو اور اُٹھاؤ خنجر — جھک گئی بارِ نزاکت سے کمر دیکھ لیا

نہ چھٹا تم سے یہ میخانہ کا رستہ بیخود
منہ چھپائے ہوئے جاتے ہو کدھر دیکھ لیا

حسب منشا غیر کے کیوں فیصلا ہونے لگا — حشر کے دن آپ جیسا کیوں خدا ہونے لگا

اک ستمگر سے جو اپنا سامنا ہونے لگا — حال دل کیا کیا نگاہوں میں ادا ہونے لگا

وصل کی شب وا جو وہ بند قبا ہونے لگا — اُس نے شرما کر کہا سنبھلو یہ کیا ہونے لگا

پھر دکھائیگی مزے مجھکو یہ نادانی مری — پھر کسی بدعہد سے عہدِ وفا ہونے لگا

بات بھی کرتا نہ تھا جب تک خفا مجھسے ہا — مہرباں جب سے ہوا مجھ پر خفا ہونے لگا

اور بھی اک باوفا پر جان اب جانے لگی — لو مبارک ہو تمہارا ہی کہا ہونے لگا

کھینچکر خنجر وہ کہتے ہیں تمہیں دعویٰ ہے کیا — حشر سے پہلے ہمارا فیصلا ہونے لگا

جلوہ گر ہے عشق کے پردے میں حسن دلفریب — مجھکو دیکھا جس نے وہ اُس پر فدا ہونے لگا

وہ قسم کے بعد بھی شکوؤں سے باز آتے نہیں — چپکے چپکے منہ ہی منہ میں پھر گلا ہونے لگا

یاد آیا وصل کی شب کیا کوئی اُن کا ستم — لب تک آکر حرف مطلب بھی گلا ہونے لگا

کیا بگاڑا ہے کسی نے اس دلِ بیتاب کا
کس لئے روزِ جزا روزِ جزا ہونے لگا

پھر گیا بابِ قبول ایسا مری فریاد سے
اب رقیبوں کا بھی نالہ نارسا ہونے لگا

وصل کا ارمان کیا وصل کی کیسی خوشی
جب کوئی نظروں ہی نظروں میں خفا ہونے لگا

تھا فقط تیرے دکھانے کے لئے شرم و لحاظ
رفتہ رفتہ سامنے وہ مہ لقا ہونے لگا

عاشقوں پر ظلم کرنا بھی تو کچھ آساں نہیں
خود ادھر سے اب تقاضائے جفا ہونے لگا

کچھ نہ کچھ تو دل کی بھی میری خطا ہوگی ضرور
بے سبب بیوجہ کوئی کیوں خفا ہونے لگا

تہا دکن کے ہر گلی کوچہ میں اک ماتم بپا
داغ کے قدموں سے جب بیخود جدا ہونے لگا

عیاں نگاہ سے رنج و ملال کس کا تھا
ابھی ابھی ترے دل میں خیال کس کا تھا

یہ نام بیخودِ آشفتہ حال کس کا تھا
یہ ذکر لب پہ ترے مہ جمال کس کا تھا

شبِ فراق میں چمکی ہے رات بھر بجلی
فلک پہ جلوہ فگن یہ جمال کس کا تھا

وہ یک بیک مری آواز سُن کے چونک پڑے
خدا ہی جانے کہ دل میں خیال کس کا تھا

تمام عمر رہا آئینہ کو سکتا سا
یہ دل فریب الٰہی جمال کس کا تھا

نظر کہیں ہے مخاطب کسی سے ہیں دل میں
جواب کس کو ملا ہے سوال کس کا تھا

سمجھ لیا تھا تمہیں دل میں بیوفا کس نے
بتا تو دو سمجھے تم یہ خیال کس کا تھا

عدو کے دھوکے میں آکر وہ مجھ سے پوچھتے ہیں
فریب کس نے دیا تھا یہ چال کس کا تھا

یہ چال حشر کی کس نے تمہیں سکھائی تھی
قدم قدم پہ یہ دل پائمال کس کا تھا

چمک چمک کے دکھاتا رہا مجھے جلوے
یہ ذرے ذرے میں نور جمال کس کا تھا

وہ ہونٹ خشک وہ رُخ پر عرق وہ دل پہ ہاتھ
عجیب حال یہ روزِ وصال کس کا تھا

وہ بوسے زلف میں اُلجھا ہوا جو دیکھا دل
ہمارے سر جو پڑا یہ وبال کس کا تھا

یہ کیا کہا تجھے پہچانتے نہیں ہم تو
وہ اب سے دور بُرا اسب میں حال کس کا تھا

ملا کے خاک میں سرمایۂ دلِ **بیخود**
وہ پوچھتے ہیں بتاؤ یہ مال کس کا تھا

اُن کے آگے دل ناشاد سے تجھے دیکھ لیا
میرے دشمن مرے جلاد سے تجھے دیکھ لیا

آنکھ کہتی ہے وفادار سمجھتے ہیں تجھے
مُنہ سے ہوتا ہے یہ ارشاد سے تجھے دیکھ لیا

اب تو یہ جی میں سمائی ہے وفا ترک کریں
خوب ہم نے ستم ایجاد تجھے دیکھ لیا

یاد آتا ہے وہ مُنہ پھیر کے کہنا اُن کا
ہمسے ہے شکوہ بیداد سے تجھے دیکھ لیا

امتحاں اس سے بھی بڑھکر ہی زمانہ میں کوئی
جان دیگر ستم ایجاد سے تجھے دیکھ لیا

نالہ کیا سانس بھی سینہ کا رہا سینہ میں
حشر میں جب دم فریاد تجھے دیکھ لیا

دل میں پھرتا ہے مرا نام زباں پر نہ سہی
بھول جانا بھی نہیں یاد سے تجھے دیکھ لیا

گل میں ہے جلوہ نما رنگ ترا بو تیری
بُلبُلیں کرتی ہیں فریاد تجھے دیکھ لیا

ضبطِ الفت کا اسی مُنہ پہ کیا تھا دعوے
بیٹھ بھی **بیخود** ناشاد سے تجھے دیکھ لیا

ڈھنگ بدلا اُس ستم ایجاد کا
رنگ کچھ جمتا چلا فریاد کا

کُنج عزلت کا مزا جاتا رہا
ہو بُرا اس عالمِ ایجاد کا

بیخودی میں بھی نہیں بھولے اُسے
واہ کیا کہنا ہماری یاد کا

کہہ تو کچھ سکتے نہیں وہ حشر میں
دل میں دھڑکا ہی مری فریاد کا

کھینچنے کو آئے ہیں تصویرِ یار
مُنہ تو دیکھو مانی و بہزاد کا

آئے ہو تھامے مجھے باتوں سے دل
تم نے کچھ دیکھا اثر فریاد کا

ہے مری زنجیر کی جھنکار میں
شور پیدا ہر جرس بادا باد کا

سر سے پا تک چھا رہی ہے بیکسی
دل نہ بھر آئے مرے جلاد کا

آپ کا دشمن وہ ایسا کون ہے
نام تو لیجے کسی ناشاد کا

دعوئ عشق خدا کرنے لگا
حوصلہ دیکھو تو آدم زاد کا

وہ لئے جاتے ہیں دل کو چھین کر
بیکسی یہ وقت ہے امداد کا

کچھ پر و بازو کے کھلنے میں تھی دیر
رعب بھی کچھ چھا گیا صیاد کا

طور کا قصہ ہے سب پیش نظر
ذکر ہے یہ تو ہماری یاد کا

اے تمنائے شہادت دم تو لے
بیٹھا کیوں پڑ گیا جلاد کا

اور ملجائیگا کوئی جاں نثار
مشغلہ جاری رہے بیداد کا

بات وہ بیخود ہی کے دم تک ہی
ذکر کیا اُس خانماں برباد کا

حال دل کا بہت خراب رہا
قبر میں بھی تو اضطراب رہا

دل کو پہلو میں اضطراب رہا
زندگی بھر یہی عذاب رہا

دیکھیے کیا قیامت آتی ہے
اور کچھ دن اگر شباب رہا

راز اُلفت نہ چھپ سکا ہمسے
صبر کے ساتھ اضطراب رہا

دل میں جب تک رہا وہ پردہ نشیں
مجھکو اپنے سے بھی حجاب رہا

وصل میں وہ کھنچے رہے ہمسے
مہربانی میں بھی عتاب رہا

دل میں رکھا چھپا کے توبہ کو
لب پہ ساقی پلا شراب رہا

خوب دل کھول کر اُڑا زاہد | میرے ذمے ترا حساب رہا

ہوئے جسکے ہوئے **بیخود**
یار اپنا تو یہ حساب رہا

میں تصور میں جو اُس کا روئے انور لیچلا | اُس نے دی آواز مجھکو کیا چُرا کر لیچلا
اُس کی محفل میں دلِ بیتاب و مضطر لیچلا | یہ فرشتہ موت کا مجھکو پکڑ کر لیچلا
حسرتوں کی پوٹ سر پر داغ دل پر لیچلا | آپکے کوچے سے کیا کیا بندہ پرور لیچلا
یہ نظر ہے یا قیامت یہ ادا ہی یا غضب | کھینچکر دل کو کوئی سینے سے باہر لیچلا
دیکھیے ہوتا ہے کیا اغیار کی محفل میں آج | شوق اُن کو لیچلا مجھکو مقدر لیچلا
جب نہ ہاتھ آیا کوئی قاصد تو جوشِ اشکِ یاس | اُس کے کوچے کی طرف خط کو بہا کر لیچلا
اور تو سامان نہ کچھ مجھسے فراہم ہو سکا | نذر دلبر کے لئے دل لیچلا سر لیچلا
موت لکھی ہے شبِ وعدہ مری تقدیر میں | مجھکو اُن کے گھر میں دشمن کا مقدر لیچلا
تیغ کھچکر رہ گئی خنجر نکل کر رہ گیا | پھیر کر مقتل سے اُن کو خوف محشر لیچلا
پھر کوئی جا کر مرے غمخوار کو کرنا خبر | پھر دلِ بیتاب مجھکو اُس کے در پر لیچلا
ایک تو دل مضطرب اُس پر گراں بارِ الم | تجھسے یہ کیونکر چلا تو اُس کو کیونکر لیچلا
عمر بھر اشکِ ندامت سے جو تر دامن رہا | ہم کو جنت میں ہمارا دامنِ تر لیچلا

اُن کے آگے مجھ سے **بیخود** کچھ کہا جاتا نہیں
حال اپنا آج میں کاغذ پہ لکھکر لیچلا

وہ شرما کے گردن جھکانا کسی کا | وہ رہ رہ کے پھر مسکرانا کسی کا
وہ چھپ چھپ کے راتوں کو آنا کسی کا | وہ نقشِ قدم کو مٹانا کسی کا

نگاہوں میں وہ تاڑ جانا کسی کا
مجھے دیکھکر مسکرانا کسی کا

رہا داغ اُن کا بس ترک الفت
نہیں کھیل دل سے بہلانا کسی کا

وہ غیروں سے چھپکے یاروں کے چھینٹے
لگانا کسی کا بجھانا کسی کا

وہ باتوں میں اک چھیڑ ذکرِ عدو کی
وہ ہنس ہنس کے مجھکو رلانا کسی کا

وہ دم بھر بھی پہلو میں میرے نہ تھمنا
وہ دل میں سما کر نہ جانا کسی کا

وہ دشمن کے گھر کی طرف تیز چلنا
مجھے راہ میں چھوڑ جانا کسی کا

وہ ارمان وحسرت کی تازہ مصیبت
وہ پہلے پہل دل لگانا کسی کا

وہ غصّے کی صورت بنا کر بگڑنا
وہ آنکھیں دکھا کر ڈرانا کسی کا

وہ غرفے سے جھک کر مجھے جھانک لینا
وہ چلمن سے جلوہ دکھانا کسی کا

رہیگی دہن میں زباں اپنے جبتک
زباں پر رہیگا فسانا کسی کا

رقیبوں سے گھل مل کے باتیں نہ کیوں ہوں
کہ منظور ہے دل جلانا کسی کا

نہ کر یاد بیخود وہ عیش گذشتہ
ہمیشہ رہا ہے زمانا کسی کا

عمر بھر میرے ستانے سے سروکار رہا
وصل کے بعد بھی اُن کو وہی انکار رہا

یہ تو تم کہہ چکے تجھسے نہ سروکار رہا
یہ بتادو مجھے اب کون وفادار رہا

ہائے وہ شخص کہ جو محوِ رخِ یار رہا
حیف اُس دل پہ کہ جو طالبِ دیدار رہا

دل مرا حشر میں اُس کا جو طرفدار رہا
دو قدم مجھ سے بھی آگے وہ ستمگار رہا

ہجر کی شب دلِ مضطر کی خبر کیا لیتا
میں تو اپنی ہی مصیبت میں گرفتار رہا

میں گرا خاک پہ اُس کو کبھی گرنے نہ دیا
میری آنکھوں میں ترا سایۂ دیوار رہا

مجھکو صیاد کی شوخی سے رہائی نہ ملی
طائر رنگ حنا بن کے گرفتار رہا

شرط ہو جائے کہ ہم پھر نہ چھپینگے ہرگز
اپنے آپے میں اگر طالب دیدار رہا

اُٹھکے جانے نہ دیا ہاتھ لگانے نہ دیا
مُنہ سے انکار رہا آنکھ سے اقرار رہا

اُن کے چھپنے کہئے اُن سے گلے سوتے میں
رات بھر بخت مرا خواب میں بیدار رہا

اپنی کہنی نہ کسی سے نہ کسی کی سُنتی
کچھ عجب دھن میں ترا طالب دیدار رہا

دل دُکھانے کے تو تم سے ہوئے ہیں پیماں
لطف کے ساتھ اگر کوئی دل آزار رہا

دل میں قاتل کی طرف سے جو کدورت آئی
دل سے کھٹکا ہوا کچھ تیر کا سوفار رہا

بے خطا قتل کیجے جو چاہیئے مجھکو تعزیر
کوئی تقصیر نہ کی اس کا گنہگار رہا

فتنۂ حشر ترا نقش قدم تھا گویا
پائمالِ روشِ شوخیٔ رفتار رہا

ناز دشمن تو نہ تھا میں جو اُٹھاتے وہ مجھے
اُن کی محفل میں سبک ہو کے گرانبار رہا

قید میں رنگ وفا اس نے جمایا ایسا
دل کے پھندے میں ترا گیسوئے خمدار رہا

راہ میں **بیخودِ** مخمور ٹہلتے ہی رہے
بند جب تک کہ در خانۂ خمار رہا

پسِ فنا جو لحد میں خیالِ یار آیا
نہ حشر تک دلِ مضطر کو پھر قرار آیا

نکل کے گھر سے ترے غش تو لاکھ بار آیا
سنبھالتا ہوا اپنے کو بے قرار آیا

کسی کے وعدے وفا خواب میں ہوئے اکثر
جو ایک بار نہ آیا ہزار بار آیا

مجھے تو وصل میں بھی ہو گی زندگی دشوار
ہر اک ادا پہ تری دل جو بار بار آیا

دکھا تو دیتے ہم آئینہ رشک تو یہ ہے
اگر تمہیں بھی ہماری طرح سے پیار آیا

شبِ وصال جو وہ من گئے تو ہم روٹھے
ہمیں تو دل کے تڑپنے ہی میں قرار آیا

ہماری خاک میں بھی ڈھنگ ہے محبت کا — کہ اُس کی چال پہ مٹتا ہوا غبار آیا

شبِ فراق اثر کا پتا کہیں نہ ملا — فلک پہ جا کے بھی نالہ مرا پکار آیا

کھلائے ابرِ بہاری نے پھول گلشن میں — ہماری خاک پر آیا تو اشک بار آیا

خدا گواہ ہے دیکھا نہ بدگماں دل سا — تری قسم کا بھی اس کو نہ اعتبار آیا

شبِ فراق بہت دل نے آفتیں دیکھیں — نظر تجھے بھی کچھ اے چشمِ انتظار آیا

خوشی نے قتل کی جمنے دیا کہیں نہ قدم — اُدھر زمیں سے اُن کا گناہگار آیا

سُنا جو اُس نے کہ آتی ہیں قبر میں حوریں — ہمارے ساتھ لحد میں خیالِ یار آیا

سُنائی میں نے بھی اُس کو پتہ کی کچھ ایسی — بنی نہ بات بگڑ کر وہ منہ ہزار آیا

۴

ملی جو آہ کی فرصت کبھی دکھا دیں گے — کہ دل کو تھامے ہوئے کوئی بیقرار آیا

اُدھر کسی کی نگاہیں اشارے کرتی ہیں — پکارتا ہے ادھر سے دلِ فگار آیا

یہ کس نے دادِ تغافل کی حشر میں چاہی — کہ مونھ چھپائے ہوئے کوئی بیقرار آیا

چلا تو شوق میں بیخود پھرا تو محوِ جمال — نہ بے قرار گیا میں نہ بے قرار آیا

گھٹائیں اُٹھتی ہوئی آسماں پہ جب دیکھیں
پیے بغیر نہ بیخود کو پھر قرار آیا

دل ملا کر وہ بیوفا نہ ملا — دل لگانے کا کچھ مزا نہ ملا

اب بتاؤں تجھے کہ کیا نہ ملا — کوئی معشوق باوفا نہ ملا

ڈھونڈ مارا تمام دُنیا کو — ہم کو اُس کا کہیں پتا نہ ملا

ہم سکھاتے وفا کے ڈھنگ اُسے — ہم سے وہ دشمنِ آشنا نہ ملا

توڑ کر بت سے کعبہ جاتا ہوں — کیا کروں گا اگر خدا نہ ملا

صلح کے بعد یہ ہوا معلوم ‏— اُن کو بھی مجھ سا دوسرا نہ ملا
ہو چکا بس ملاپ اب اُن کا ‏— دل ہی تو ہے ملا ملا نہ ملا
کیا ہوا بن کے اُڑ گیا قاصد ‏— کہیں اُس کا نشانِ پا نہ ملا
وہ ستمگار پھر غنیمت ہے ‏— کوئی اتنا بھی دوسرا نہ ملا
غم دیا سم دیا مقدر نے ‏— نہ ملا تو۔ تو ہم کو کیا نہ ملا
ہو چکیں بس مذاق کی باتیں ‏— سچ کہو دل مرا ملا نہ ملا
بے نیازی کی شان تو دیکھو ‏— بندگی کا ہمیں صلا نہ ملا
غم لکھا تھا مرے مقدر میں ‏— نہ دیا آپ نے تو کیا نہ ملا
رازِ دشمن مجھی سے کہنا تھا ‏— کوئی تجھکو مرے سوا نہ ملا
جلوے سے پہلے غش ہوئے موسےٰ ‏— اک نظر بھی تو دیکھنا نہ ملا
شکوہ کرنا نہ تھا بڑے چوکے ‏— روٹھنے کا اُسے بہانہ نہ ملا
حُسن کمیاب تھا ہوا نایاب ‏— ایک کے بعد دوسرا نہ ملا

اُس نے لاکھوں غلام مول لئے
کوئی **بیخود** سا با وفا نہ ملا

اور تو تم سے کیا نہیں ہوتا ‏— ایک وعدہ وفا نہیں ہوتا
جب خیال آپ کا نہیں ہوتا ‏— درد دل سے جُدا نہیں ہوتا
آپ لائے ہیں ہم پیام اپنا ‏— دوسرے سے ادا نہیں ہوتا
وہ خفا ہو گیا تو ہو جائے ‏— بت کسی کا خدا نہیں ہوتا
میری قسمت کو کیوں بُرا کہیئے ‏— آپ چاہیں تو کیا نہیں ہوتا

فتنہ گر شوخیاں تری ہی نہیں — شرم کا حق ادا نہیں ہوتا
دل نے کچھ اُس سے کہدیا ہوگا — بے سبب وہ خفا نہیں ہوتا
بے وفا ہے شباب بھی لیکن — آپ سا بیوفا نہیں ہوتا
غیر سے کیا بگڑ کے آئے ہو — آج میرا گلا نہیں ہوتا
ہم سے دل کھول کر ملا کیجے — شرم میں کچھ مزا نہیں ہوتا
بات سننے میں کیا قباحت ہے — ہر سخن مدعا نہیں ہوتا
عشق کے داغ سب برابر ہیں — ان میں چھوٹا بڑا نہیں ہوتا
مجھ سے میری ہی تجھ سے تیری ہی — دل کسی سے بُرا نہیں ہوتا
بیوفا کہتے ہو زمانے کو — سب جہاں ایک سا نہیں ہوتا
تلخ تر ہیں رقیب کی باتیں — زہر اتنا بُرا نہیں ہوتا
درد سے آشنا نہ ہو جبتک — آدمی کام کا نہیں ہوتا
کچھ ادا کچھ حجاب کچھ شوخی — نیچی نظروں میں کیا نہیں ہوتا
جب کہا میں نے وعدہ ہو جائے — مسکرا کر کہا نہیں ہوتا
تم سماتے ہو کس طرح اس میں — دل تو کچھ بھی بڑا نہیں ہوتا

دل محبت سے بھر گیا بیخود
اب کسی پر فدا نہیں ہوتا

مشغلہ دل کے لئے یہ شب تار اچھا تھا — تارے گننے سے جفاؤں کا شمار اچھا تھا
اگلے وقتوں میں ہوتی تھیں جفائیں ایسی — اُس زمانے میں کچھ اچھوں کا شعار اچھا تھا
خلد میں کب وہ ملی خواب گراں کی راحت — پڑ رہنے کے لئے کنج مزار اچھا تھا

جان پڑ جاتی تھی ٹھوکر سے تنِ بیجس میں
پائمالوں کے لئے کوچۂ یار اچھا تھا

تیر نظروں کے چلے غیر پہ زخمی نہ ہوا
جس پہ ترکش کئے خالی وہ شکار اچھا تھا

کوئی دیوانہ ہوں میں آپ کو یوسف جو کہوں
اس میں یہ بات کہاں ہے وہ ہزار اچھا تھا

زخم دل کے لئے مرہم ہے نمک سے بڑھکر
چارہ گر سے تو وہی ظلم شعار اچھا تھا

سیر کو وہ دلِ پر داغ کی کاش آجاتے
آج اس باغ میں کچھ جوشِ بہار اچھا تھا

میرے مُردے پہ اُسے لائے بھی احباب تو کیا
جیتے جی کام جو آتا کوئی یار اچھا تھا

جاں نثاروں کو ترے موت ہی کچھ بہتر تھی
بیقراروں کے لئے صبر و قرار اچھا تھا

اپنی محفل سے بھلا کس کو نکالا تم نے
چار غیروں سے تو پھر بیخود زار اچھا تھا

ہر وفا پیشہ بُرے کو بھی بھلا سمجھے گا
ظلم کو ناز تغافل کو حیا سمجھے گا

عرضِ حالِ دلِ بیتاب سے تھی اور غرض
یہ نہ سمجھے تھے وہ اس کو بھی گلا سمجھے گا

اُس سے اظہارِ وفا عشق میں نادانی ہے
قدر جس کو نہیں عاشق کی وہ کیا سمجھے گا

آپ کے لطف کو نادان ہے جو لطف کہے
یہ گنہگار تو اُس کو بھی جفا سمجھے گا

ہے ابھی جوشِ جوانی میں مرا دل زاہد
چار دن بعد بُرا اور بھلا سمجھے گا

وہ مرا شکوۂ بیداد خدا کے آگے
وہ ترا ناز سے کہنا کہ خدا سمجھے گا

طائرِ رنگِ حنا دل تو نہیں کچھ اپنا
تیری مٹھی میں جو یہ اپنی قضا سمجھے گا

بزمِ دشمن میں نہیں چھیڑ سے خالی ہر بات
ان کنایوں کو ہمارے کوئی کیا سمجھے گا

کسی اگر توڑ میں مبحث میں کبھی پیشِ عدو
تیر سے دل تیرے خنجر سے گلا سمجھے گا

ایسے بھولے کہ سمجھتے ہے بیداد کو داد
یہ نہ جانا کہ کوئی روزِ جزا سمجھے گا

جس نے پامال کئے زیرِ قدم دل لاکھوں — وہ مرے خون کو بھی رنگِ حنا سمجھے گا

خط میں لکھنے کو تو لکھدی ہے شکایت دل کی — سوچ اب یہ ہے کہ وہ دیکھئے کیا سمجھے گا

یاد ہے حضرتِ بیخود کا یہ کہنا مجھکو — خوب سمجھے گا جو اپنے کو برا سمجھے گا

یہ جوشِ جنوں رنگ لانے لگا — گریباں تک اب ہاتھ جانے لگا

لہو اشک کے ساتھ آنے لگا — جگر دل سے پہلے ٹھکانے لگا

محبت کا پیغام آنے لگا — طبیعت کوئی گدگدانے لگا

وہ منہ پھیر کر مسکرانے لگا — تغافل میں بھی لطف آنے لگا

چھپائے سے چھپتا نہیں داغِ دل — ستارہ سا اک جگمگانے لگا

دئے ہیں محبت میں تونے وہ رنج — کہ ظالم خدا یاد آنے لگا

عدو نے لیا جس گھڑی اس کا نام — کلیجہ مرے منہ کو آنے لگا

یہ رشکِ محبت بھی ہے یادگار — مرا غم رقیبوں کو کھانے لگا

دیا لطف توبہ نے مے سے سوا — وہ چھاتی پہ چڑھ کر پلانے لگا

یہ نوبت ہے میری کہ اب چارہ گر — مرا حال مجھ سے چھپانے لگا

الٰہی یہ محشر میں آتا ہے کون — کہ ہر فتنہ آنکھیں بچھانے لگا

کہا حال اس کا نہ قاصد نے کچھ — یہ اپنا ہی قصہ سنانے لگا

رہِ شوق میں جب چلے میرے ساتھ — قدم خضر کا ڈگمگانے لگا

ہوا تازہ جنت میں بھی عشقِ حور — یہ داغِ کہن گل کھلانے لگا

عبث اس کو بیخود نہ بدنام کر — وہ ایسے کو کیوں منہ لگانے لگا

دل کو ہے اضطراب یہ کیسا
رنگ لایا شباب یہ کیسا

ہوسکے گالی وہ عرضِ مطلب پر
پوچھتے ہیں جواب یہ کیسا

ہم کہاں اور بزمِ غیر کہاں
نظر آیا ہے خواب یہ کیسا

مجھ سے ہوتا ہے وصل کا انکار
ہے دہن لاجواب یہ کیسا

آپ کو ہے غرورِ طاعت و زہد
شیخ صاحب ثواب یہ کیسا

دل کا دینا تو کچھ گناہ نہیں
بندہ پرور عتاب یہ کیسا

ششدر میں چھپ گیا اگر کوئی
ہو گیا انتخاب یہ کیسا

دلِ بیتاب چھپ نہیں سکتا
ساتھ ہے اک عذاب یہ کیسا

عشق نے کھوج کھو دیا دل کا
گھر ہوا ہے خراب یہ کیسا

بوسے گن گن کے مجھکو دیتے ہو
بھول جاؤ حساب یہ کیسا

جان دینے میں عذر ہے بیخود
عشق خانہ خراب یہ کیسا

دل صبر سے خوگرِ شبِ ہجراں میں نہ ہوگا
وہ کام بتاؤ گے جو امکاں میں نہ ہوگا

کیوں آپ کا نقشہ دلِ ویراں میں نہ ہوگا
کیوں آپ سا یوسف مرے زنداں میں نہ ہوگا

دیتا ہے مزا خارِ تمنا کا کھٹکنا
یہ لطف تو قاتل ترے پیکاں میں نہ ہوگا

پہلو میں ہے یہ دلِ بیتاب سلامت
اب خیر سے کیا کیا شبِ ہجراں میں نہ ہوگا

محرومیِ تقدیر کا قاتل سے گلا کیا
حصہ مرے زخموں کا نمکداں میں نہ ہوگا

جو حال ہوا عشق کے داغوں سے ہمارا
عالم یہ کبھی سروِ چراغاں میں نہ ہوگا

تم جس کو سنا کرتے ہو ہنگامۂ محشر
کیا وہ مری فریاد کے ساماں میں نہ ہوگا

کیوں تیر ہے چتون میں تری وقت نظارہ ۔ جو اس میں ہے کیا جنبش مژگاں میں نہ ہوگا

اس گیسوئے پیچاں کو صبا لاکھ بگاڑے ۔ شامل وہ مرے حالِ پریشاں میں نہ ہوگا

مرجائے تڑپ کر دلِ مضطر تو بلا سے ۔ نالہ تو ہوا ہے غمِ پنہاں میں نہ ہوگا ١٣

مے اپنے بھی حصہ کی پلادی تجھے زاہد ۔ اب نام مرا دفترِ عصیاں میں نہ ہوگا

باقی ہے ابھی اس تنِ مجروح میں قاتل ۔ وہ دم جو ترے خنجرِ براں میں نہ ہوگا

کیوں مجھکو مٹا کر وہ کریں اس کی تلافی ۔ الفت کا نشاں اب دلِ ویراں میں نہ ہوگا

قاتل بھی مرے نام کی دیتا ہے دہائیں ۔ مجھسا تو کوئی گنجِ شہیداں میں نہ ہوگا

باقی ہے ابھی وصل کی حسرت تجھے بیخود
مرنے کا ارادہ شبِ ہجراں میں نہ ہوگا

عالم وہاں بھی اس کا خریدار ہوگیا ۔ میدانِ حشر مصر کا بازار ہوگیا

مرنا فراقِ یار میں دشوار ہوگیا ۔ پاسِ وفا بھی جان کا آزار ہوگیا

ساقی کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہا ۔ زاہد سے مل کے میں تو گنہگار ہوگیا

میں بیٹھ تو گیا تھا کلیجے کو تھام کر ۔ اٹھنا تمہاری بزم سے دشوار ہوگیا ۴

عالم کو انقلاب دمِ حشر بھی رہا ۔ میرا گواہ ان کا طرفدار ہوگیا

محو خیالِ یار رہے ہم تو کیا رہے ۔ قسمت تو اس کی ہے جسے دیدار ہوگیا ۴

جب ضبط ہو سکی نہ خوشی جان چل بسی ۔ اقرارِ وصل بھی سبب مجھے انکار ہوگیا

کیا کہدیا یہ آپ نے چپکے سے کان میں ۔ دل کا سنبھالنا اب مجھے دشوار ہوگیا ۴

سوتے میں آج ان سے ملاقات ہوگئی ۔ میرا نصیب خواب میں بیدار ہوگیا

احسان مانتا ہوں نزاکت کا آپ کی ۔ جانا مرے خیال سے دشوار ہوگیا

پھرے رہی ہے جل کی وہ زلف سیاہ فام
پھر کوئی نامراد گرفتار ہو گیا

خلوت میں یا تو میں ہی تھا یا ایک آئینہ
یا اُن کا دیکھنا مجھے دشوار ہو گیا

بیخود یہ دردِ عشق کا کیا ذکر تھا ابھی
کیا تو بھی اِس بلا میں گرفتار ہو گیا

زمانے میں جسے دیکھا اُسی کا مبتلا نکلا
وہ اس بیگانگی پر بھی تو صورت آشنا نکلا

حسینوں میں حسیں ایسا نہ کوئی دوسرا نکلا
ہزاروں میں جو نکلا تو وہی کافر ادا نکلا

نظر ملتے ہی دل تڑپا زباں سے مرحبا نکلا
عدو کے گھر سے وہ نکلے کہ میرا مدعا نکلا

الٰہی عشق میں یہ رشک پیدا ہو گیا کیسا
کہ وہ آئینہ ہو تو آپ اپنا مبتلا نکلا

تمھارے ہاتھ خالی جیب خالی زلف خالی تھی
نہ تھے تم چور دل کے لو ادھر دیکھو یہ کیا نکلا

گھڑی بھر اور تڑپ جاتا دمِ رخصت تو کیا ہوتا
دلِ بیتاب تم سے بھی زیادہ باوفا نکلا

زمیں سے آسماں تک آسماں سے عرشِ اعظم تک
ہمیں ہم تھے جدھر دیکھا نہ کوئی دوسرا نکلا

یہاں سے تو بہت سمجھا بجھا کر اُسکو بھیجا تھا
خدا جانے وہاں پیغامبر کے مُنہ سے کیا نکلا

مری نظروں سے وہ میرے ہی دل میں چھپ کے بیٹھے ہیں
زمانہ سے نرالا اُن کا اندازِ حیا نکلا

قیامت میں دلِ شیدا بھی اُن کی سی لگا کہنے
جسے اپنا سمجھتے تھے وہ پیاسا خوں کا نکلا

سُنائی کس کے آنے کی خبر بادِ بہاری نے
کہ ہر غنچہ کے مُنہ سے بے تکلف مرحبا نکلا

کرینگے ضبطِ غم کیونکر ابھی سے جب یہ حالت ہے
لہو گر تھم گیا آنکھوں سے اشکِ سرمہ سا نکلا

جسے ہم دل سمجھتے تھے خزینہ ہے وہ الفت کا
جسے تم داغ کہتے تھے وہ اک نقشِ وفا نکلا

کیا ہے آج میخانہ سے عزمِ کعبہ **بیخود** نے
جسے سب جانتے تھے رند مشرب پارسا نکلا

دل میں چھپکر بھی جو اُن کا کوئی ارماں آیا
ساتھ ہی چشمِ تصور میں نگہباں آیا

بزمِ دشمن سے وہ یوں سر بگریباں آیا
کوئی جانے کہ بہت دل میں پشیماں آیا

رنجِ فرقت نے ٹھہرنے نہ دیا پہلو میں ۴
نالہ کے ساتھ ہی باہر دلِ نالاں آیا

دل میں آ کر اٹھا پھر اُس رخِ رنگیں کا خیال
دشتِ غربت میں مرے ساتھ گلستاں آیا

عشق نے کام دیا شمع سے بڑھ کر مجھکو
قبر میں بھی تو خیالِ رخِ تاباں آیا

ہل گیا عرش زمیں کانپ گئی حشر اٹھا ۴
نالہ کش کون سوئے گورِ غریباں آیا

سادہ دل ہو ابھی تم چھینتے ہو دل مجھسے
دلربائی کا طریقہ نہ مری جاں آیا

فتنہ برپا نہ ہو محشر میں الٰہی کوئی ۴
لوگ کہتے ہیں وہ غارتگرِ ایماں آیا

تھم گیا نالۂ دل سے مرے ہل ہل کے فلک
میں سمجھتا تھا کہ اب گنبدِ گرداں آیا

بیخودی پردہ بنی اُس کا تجلی چلمن
آنکھ کے سامنے کب جلوۂ جاناں آیا

جوشِ وحشت میں کسی نے نہ دیا ساتھ اپنا
شورِ زنجیر مگر تا درِ زنداں آیا

اُس نے دیوانہ سمجھکر نہ کیا مجھ سے حجاب
چاک ہوکر تو بڑے کام گریباں آیا

مجھکو جنت پہ بھی دوزخ کا گماں گذریگا ۴
یاد جس وقت عذابِ شبِ ہجراں آیا

اُس کے وعدہ نے تو برسوں ہی گھلائے **بیخود**
ہم سمجھتے تھے کہ اب دم میں وہ ناداں آیا

سنتے سنتے وصل کی شب دل پریشاں ہوگیا
غیر کا ذکرِ وفا اوچھے کا احساں ہوگیا

گھٹتے گھٹتے بھی تو ارماں آفتِ جاں ہوگیا ۴
تیغ سے خنجر بنا خنجر سے پیکاں ہوگیا

جب کبھی پورا کسی ظالم کا پیماں ہوگیا
عمر بھر کا رنج و غم خوابِ پریشاں ہوگیا

چاک جب تک ہو نہ جائے ٹھیک بنتا ہی نہیں
آپ کا دامن بھی کیا میرا گریباں ہوگیا

۴

یہ پریشانی بھی گویا اختیاری بات ہے
بیٹھے بیٹھے دل نے جب چاہا پریشاں ہوگیا

آدمیت جب نہ ہو اچھا ہوا کوئی تو کیا
مجھ سے مل کر وہ پری وش آخر انساں ہوگیا

اُن کو گھر جانے کی جلدی مجھکو مرنے کا خیال
صبح سے پہلے یہاں کچھ اور ساماں ہوگیا

خود بخود رُکتے ہیں دشمن یہ تماشا ہے نیا
رشک میرا کیا درِ جاناں کا درباں ہوگیا

نازکی نے کی ہے پیدا اک ادائی جانگسل
اب ہمارا قتل کرنا اُن کو آساں ہوگیا

بیخودِ وحشی سے یہ ہرگز نہ تھی ہم کو امید
کس طرح سے جمع دیوانہ کا دیواں ہوگیا

آپ ہیں بے گناہ کیا کہنا
کیا صفائی ہے واہ کیا کہنا

اُس سے حال تباہ کیا کہنا
جو کہے سن کے واہ کیا کہنا

حشر میں یہ اُنہیں نئی سوجھی
بن گئے داد خواہ کیا کہنا

عذر کرنا ستم کے بعد تمہیں
خوب آتا ہے واہ کیا کہنا

تم نہ روکو نگاہ کو اپنی
ہم کریں ضبطِ آہ کیا کہنا

تجھ سے اچھے کہاں زمانے میں
واہ اے رشکِ ماہ کیا کہنا

غیر پر لطفِ خاص کا اظہار
مجھ سے ٹیڑھی نگاہ کیا کہنا

غیر سے مانگ کر ثبوت وفا
بنگئے خود گواہ کیا کہنا

دل بھی لیکر نہیں یقینِ وفا
ہے ابھی اشتباہ کیا کہنا

بل بے چتون تری معاذ اللہ
اُف رے ٹیڑھی نگاہ کیا کہنا

ان گنوں پر نجات کی امید
بیخودِ روسیاہ کیا کہنا

پھر دل ترے خیال میں مدہوش ہوگیا
ناصح سے جو سنا تھا فراموش ہوگیا

تھی بیخودیٔ شوق شبِ وعدہ غش نہ تھا
کھٹکا ذرا ہوا کہ مجھے ہوش ہوگیا

میں کیوں بتاؤں کون ہوا تو اپنے دل سے پوچھ
وعدہ تو یہ نہ تھا کہ فراموش ہوگیا

کام آگئیں جنون میں یہ آوارہ گردیاں
رستہ تری گلی کا فراموش ہوگیا

کس کا فسانہ تھا کہ چمن میں ہر ایک گل
سننے کے واسطے ہمہ تن گوش ہوگیا

بہتی پھرے گی حشر میں کشتی گناہ کی
دریائے مغفرت کو اگر جوش ہوگیا

تمہید تھی یہ کس لیے اب تم سے کیا کہوں
مطلب زباں پر آکے فراموش ہوگیا

وہ مسکرا کے بھی نہ مجھے بخشتا کبھی
ایسی ہی بات تھی کہ جو خاموش ہوگیا

سر کیا کٹا کہ عشق کا جھگڑا ہی چک گیا
اب میں تو ہر طرح سے سبکدوش ہوگیا

لکھ لو ہماری آج کی یہ بات ہمنشیں
سُن لینا حشر میں کوئی روپوش ہوگیا

اک وہ کہ جن کا ذکر ہے تیری زبان پر
اک میں کہ تیرے دل سے فراموش ہوگیا

بیخود کو اور بات سے کیا کام ہجر میں
تیرا ہی ذکر تھا اُسے جب ہوش ہوگیا

تم ہی سوچو کہ بھلا غیر ہو کیونکر اپنا
نہ تم اپنے نہ دل اپنا نہ مقدر اپنا

اور مطلب نہیں اے چشم فسونگر اپنا
یہ بنا غیر کو کر لیتی ہے کیونکر اپنا

نامہ بر یہ تو کہی بات پتے کی تو نے
ذکر اُس بزم میں رہتا تو ہے اکثر اپنا

دل میں رہ جائیگی اب شوق شہادت کی ہوس
آبِ حیواں میں بجھاتے ہیں وہ خنجر اپنا

آئینہ دیکھ کے خورشید پہ کرتے ہیں نظر
پھر چھپا لیتے ہیں وہ چہرۂ انور اپنا

قابلِ رشک ہے اس شخص کی قسمت بیخود
جس کے قابو میں ہو دل پاس ہو دلبر اپنا

چھوڑ بیٹھیں اسے ہم ناصحِ مشفق کیونکر
اس میں نقصان سمجھتے ہیں سراسر اپنا

دوست دشمن سے محبت میں ہی یکساں ہیں بطرز
حال کھلنے نہیں دیتے ہیں کسی پر اپنا

پھر کوئی تازہ قیامت نہ ہو برپا یارب
آج ٹھیرا ہوا ہے کچھ دلِ مضطر اپنا

کیا منائیں انہیں ہے اب تو زمانہ الٹا
صلح ہوتی ہے جو لڑتا ہی مقدر اپنا

اس کے چہرے سے بھلا ماہ کو نسبت کیا ہی
منہ تو دیکھے یہ ذرا آئینہ لیکر اپنا

آپ کو رنج ہوا آپ کے دشمن روئے
میں پشیمان ہوا حال سنا کر اپنا

اس کے کوچے سے نکلتے ہی ہوئی ہوش یہ گم
ڈھونڈتا پھرتا ہوں ملتا ہی نہیں گھر اپنا

کیا اسی وجہ سے تم ہم کو برا کہتے ہو
ہم برا چاہتے رہتے ہیں جو اکثر اپنا

دیکھکر بیخودیٔ شوق یہ بیخود سے کہا
یہی حالت ہی تو جا ہو گیے ہیں سر اپنا

اب کے اگر رقیب سے وہ دلستاں ملا
ہم دینگے خاک میں تجھے اے آسماں ملا

اس بے نشان کا ہمیں دل میں نشاں ملا
ہم جسکو ڈھونڈتے تھے وہ یوں ناگہاں ملا

پھر یہ ستم اٹھانے کو مجھسا کہاں ملا
مجکو مٹا کے کیا تجھے اے آسماں ملا

ہم نے کہہ دیا تھا کہ دشمن ہے بے وفا
ہم سے ذرا نگاہ دمِ امتحاں ملا

زنجیر نے اسیر کا ہم کو پتا دیا
حلقوں میں زلف یار کے دل کا نشاں ملا

نادان کچھ تو لطفِ شبِ وصل بھی ملے
سینہ سے سینہ اور زباں سے زباں ملا

لاتے امیدِ وصل پہ تجھکو منا کے ہم
ہم کو پتا ہی تیرا نہ عمرِ رواں ملا

اللہ رے تصرفِ چشمِ سیاہ مست
بختِ سیہ کو بھی مرے خوابِ گراں ملا

تلوار ٹوٹ جائے تمہیں ہاتھ تو سہی
تم یاد تو کرو کہ کوئی سخت جاں ملا

بعد فنا بھی اُس نے ستم میں کمی نہ کی
کس کس طرح سے خاک میں بے نشاں ملا

اے جذب دل نہ کاوش زخم جگر مٹے
ہاں پھر دہانِ زخم سے نوکِ سناں ملا

جل گئے جو اب نصیب مرا کیا بعید ہے
سوتا ہوا کسی کا مجھے پاسباں ملا

۴ کیوں دل تڑپ کے سینے سے باہر نکل گیا
حیران ہوں یہ کون مجھے ناگہاں ملا

ظالم کہیں وہی تو نہ تھا بیخودِ حزیں
تیری گلی میں کل ہمیں اک نیم جاں ملا

سنا ہے جب سے شہرہ یار کی جادو بیانی کا
دل بیتاب ہے مشتاق پیغام زبانی کا

ستاتے ہیں نہیں جبتک ہمیں بیچین رہتے ہیں
ادا کس منہ سے کیجے شکر اُن کی مہربانی کا

ابھی غم ہے ابھی شادی ابھی رونا ابھی ہنسنا
تماشا دید کے قابل ہے اِس دنیاے فانی کا

نہ وہ دم خم نہ وہ کس بل نہ وہ تیزی نہ وہ برش
کیا دم بند اُس ابرو نے تیغ اصفہانی کا

ہوا جب ہم کو شوق دید اُن کی چھیڑ تو دیکھو
سناتے ہیں ہمیں در پردہ نغمہ لن ترانی کا

نزاکت نے نکلنے دی نہ منہ سے بات بھی پوری
گلا کرنے وہ بیٹھے تھے ہماری ناتوانی کا

شب غم کے تصور ہی سے گھبرانے لگا ہے دل
ابھی ہے سامنا باقی بلائے آسمانی کا

۵ تری الفت رفیق غم ہے میں بھی کتنا منصف ہوں
کہ بخشا اُس کو عہدہ دردِ دل کی پاسبانی کا

مرے لب سے جو موزوں ہو کے نکلے میرے دو نالے
سخنور اُس کو مطلع سمجھے دیوانِ فغانی کا

قدم اُس در پہ رکھا تھا کہ دامن رشک نے پکڑا
نہیں تھا تو بھی تھا دشمن علاج اس بدگمانی کا

ہوا خاموش کیوں ناصح کہی جا کچھ نہ کچھ منہ سے
مزا آتا ہے ہمکو تیری باتوں میں کہانی کا

خدا نے اُس کی باتوں میں عجب تاثیر بخشی تھی
مزا بیخود وہی کہ دم تک رہا معجز بیانی کا

کیا بتاؤں تمہیں میں حشر کے دن کیا ہو گا
ہو رہیگا مری قسمت میں جو ہونا ہو گا

میں نے پوچھا تھا کہ اب مجھے وصل تمہارا ہو گا
مسکرا کر یہ کہا تیرا کلیجا ہو گا

یا تو میں ہی نہیں یا وصل تمہارا ہو گا
آج پورا مری تقدیر کا لکھا ہو گا

جلوۂ عام سے کیا رشک نہ ہو گا ہو گا
کوئی تو حشر میں عاشق بھی تمہارا ہو گا

اُس نے مے پی ہے مرے ہوش اُڑے جاتے ہیں
کیا خبر تھے مجھے یوں نشہ دوبالا ہو گا

یہ تو میں بھی نہیں کہتا ہوں کہ سنئے میری
یہ بتا دیجئے کب تک یونہیں کیا کیا ہو گا

لیجئے لیجئے دل آپ نہ بوسہ دیجئے
آپ نے مجھکو بھی اپنا ہی سا سمجھا ہو گا

روز کہدیتے ہو تم آج نہیں کل آنا
کل قیامت میں بھی کیا وعدۂ فردا ہو گا

مجھکو اتنا نہ شب وعدہ کئے تڑپا بیتاب
دم تو لے اے دل مضطر کوئی آتا ہو گا

دل تو لیتے ہو مگر یہ بھی رہے یاد تمہیں
جو ہمارا نہ ہوا کب وہ تمہارا ہو گا

پھر نہ دوں گا تمہیں لینا ہے تو اس دم لیلو
چار دن بعد اگر دل کا تقاضا ہو گا

لاکھ تدبیر ہو تدبیر سے ہونا کیا ہے
چارہ گر داغ محبت کہیں مٹتا ہو گا

یوں ستاتا نہ مجھے یہ چرخ کی جرأت کب تھی
کچھ کسی اور کا بھی اس میں اشارا ہو گا

ٹل ہی جائیگا وہاں بھی کوئی مرنے والا
اُن کو جنت میں نہ کیا حسن کا دعوا ہو گا

کچھ خدا کا نہیں دیدار وہاں ہو گا عجب
کچھ یہاں جلوہ کسی بت نے دکھایا ہو گا

اپنے مطلب کا نہیں تو ہم انہیں کے ڈھب کا
تجھسے اے دل نہ کوئی کام ہمارا ہو گا

آپ وعدہ تو کریں حشر بھی کچھ دور نہیں
کل تو ہو گا یہ اگر آج نہ ایفا ہو گا

لی اگر اُس نے شب وعدہ تلاشی دل کی
جا کے پوشیدہ کہاں داغ تمنا ہو گا

سونگھ کر رہ گئے بوتل کو جناب زاہد
ہم تو سمجھے تھے کہ کچھ اور ارادا ہو گا

ایک دل کہتا ہے ہاں حشر میں کیجے فریاد — ایک دل کہتا ہے وہ مفت میں رسوا ہوگا
عشق کے نام سے بھی ہم تو خبردار نہیں — ہم سے پہلے کبھی اس بات کا چرچا ہوگا
قیس کی دشت نوردی کا وہ قصہ سُنکر — کہتے ہیں عشق نہ ہوگا اُسے سودا ہوگا
اپنی تصویر بھی تم اپنے مقابل رکھدو — میں اُسے چاہونگا دونوں میں جو اچھا ہوگا
موت سے خوش ہوں کہ فرقت سے رہائی ہوگی — حشر سے شاد ہوں دیدار تمہارا ہوگا

میں جو کہتا ہوں کہ **بیخود** ہے تمہارا شیدا
مُنہ بنا کر وہ یہ کہدیتے ہیں ہوگا ہوگا

کیا کیا مرے دل پر شب ہجراں نہیں ہوتا — میرا ہی جگر ہے کہ پریشاں نہیں ہوتا
الفت کا ہر اک شخص کو ارماں نہیں ہوتا — یہ کام مری جان کچھ آساں نہیں ہوتا
ہاں آپ کہیں غیر بھی ہوجاتا ہے اپنا — میں تو یہ کہے جاؤنگا ہاں ہاں نہیں ہوتا
رُکتی ہے زباں وعدہ پہ ہر بار کسی کی — دشوار کچھ ایسا ہے کہ آساں نہیں ہوتا
ناکامِ تمنا کوئی ہم سا بھی نہ ہوگا — پورا ہی کسی بات کا ارماں نہیں ہوتا
آپ اپنی تمنا کی خلش پوچھیے دل سے — ایسا تو کھٹکتا ہوا پیکاں نہیں ہوتا
وہ غیر ہے جس پر تری الطاف ہیں لاکھوں — وہ میں ہوں جو شرمندۂ احساں نہیں ہوتا
مر کر بھی تو ارمان ہے خانۂ دل میں — برباد ہوئے پر بھی یہ ویراں نہیں ہوتا
کچھ درد کی لذت سے نہ آگاہ ہو جبتک — انساں نہیں کہتے اُسے انساں نہیں ہوتا
اتنی بھی کسی بات پہ یوں ہٹ نہیں کرتے — اتنا بھی بس انکار مری جاں نہیں ہوتا
ہے جوشِ جنوں میں بھی یہ اخفائے محبت — سینہ کی طرح چاک گریباں نہیں ہوتا
دیکھی نہ سُنی ایسی قیامت کی جدائی — دل میں بھی تو کوئی شب ہجراں نہیں ہوتا

جنت سے غرض کیا ہمیں واعظ یہ بتا دے
ہوتا ہی وہاں کوچۂ جاناں نہیں ہوتا

انکار بھی دیتا ہے مزا عہد وفا کا
کہنا اُسی انداز سے پھر ہاں نہیں ہوتا

احباب جدائی میں نہ دیں مجھکو تسلی
میں غیر کا منت کش احسان نہیں ہوتا

بیخود کے گناہوں کی تو گنتی ہی نہیں ہے
اب بھی تو یہ کمبخت پشیماں نہیں ہوتا

آپ کا ارشاد یہ ہے دل ترا جاتا رہا
میں تو یوں سمجھا ہوں جینے کا مزا جاتا رہا

ربط دشمن سے اگر اے دل ربا جاتا رہا
رنج کی کیا بات ہے جاتا رہا جاتا رہا

آنکھ میں جبتک حیا تھی اُنسے تھی چشم امید
وہ سہارا مٹ گیا وہ آسرا جاتا رہا

غیر کے مرنے سے اتنا تو ہوا ہے فایدہ
وہ تمہارا ہر گھڑی کا روٹھنا جاتا رہا

کیا ہوا وہ آپ کا عہدِ وفا یادش بخیر
یہ تو میرا دل نہ تھا جو مٹ گیا جاتا رہا

میں نے دل کو صبر کا خوگر بنایا جبر سے
آپ سمجھے درد اس کا بے دوا جاتا رہا

پوچھتے تھے روز مجھ سے عشق تیرا کیا ہوا
آج اُن سے میں نے جل کر کہدیا جاتا رہا

تم وہی شوخی وہی چتون وہی صورت وہی
شرم آنکھوں نے چرالی اور کیا جاتا رہا

چال اچھی چل گیا اُن کا لبِ پیماں شکن
دو ہی باتوں میں وہ سب کا گلا جاتا رہا

مجھکو مطلب اُن سے کیا میں وضع کا پابند تھا
بے غرض بے واسطے بے مدعا جاتا رہا

اپنی صورت سے ڈرے وہ حال میرا دیکھکر
بن سنور کر آئینہ کا دیکھنا جاتا رہا

اوپری دل سے وہ بن بیٹھے تھے میری سوگوار
اُن کو یہ افسوس ہے رنگ حنا جاتا رہا

ساتھ جائیگی ہمارے یاد اُس کی قبر میں
اور جو کچھ دل میں تھا اسکے سوا جاتا رہا

اور کیا تھا دو گھڑی کا لطف صحبت اُن سے تھا
غیر کے ڈر سے وہ ہنسنا بولنا جاتا رہا

مٹتے مٹتے داغ حسرت دل سے آخر مٹ گیا
غم نہیں کعبہ میں مجھکو کچھ خدا کی فضل سے

رفتہ رفتہ سوز الفت کم ہوا جاتا رہا
صرف اتنا ہی بتوں کا سامنا جاتا رہا

سُن کے وہ **بیخود** کا مرنا پہلے تو چپکے رہے
پھر یہ بولے بات کرنے کا مزا جاتا رہا

پھر ذرا غیر کو بُرا کہنا
بار ہے دل کی بات کا کہنا

ہم سے چلتے ہو واہ کیا کہنا
آپ کی نازکی کا کیا کہنا

یہ نرالی ہے شوخئی تقریر
کل ہوئیں اُن سے دیر تک باتیں

آگیا آپ کو بُرا کہنا
یاد آیا نہ مدعا کہنا

وہ ابھی عاشقی سے کیا واقف
کل کا غصہ ابھی نہیں اُترا

ایسی باتوں کا اُن سے کیا کہنا
آج پھر روٹھنا بُرا کہنا

غیر پر ڈ ہال کر نہ کچھ کہئے
بزم دشمن میں جا کے دیکھی سیر

میں سمجھتا ہوں آپکا کہنا
نہ سُنا آپنے مرا کہنا

غیر کی جان کو دعائیں دو
وہ اُدھر ہے روٹھ بیٹھے ہیں

آگیا تم کو بیوفا کہنا
نہیں سنتی ادھر قضا کہنا

جس پہ دشمن کی جان جاتی ہو
کاٹ ڈالوں زبان خنجر سے

اُس ادا کو نہ تم ادا کہنا
نہیں سنتا وہ بیوفا کہنا

قیس سے تم اگر ملو **بیخود**
میری جانب سے بھی دُعا کہنا

چلنا اُنہیں دشوار دم مشق ستم تھا
پڑتا تھا جہاں پاؤں تہ دل زیر قدم تھا

ڈھرا شب فرقت میں مجھے رنج و الم تھا
اُن کو بھی مری چاہ تھی یہ اور ستم تھا

وہ دل کو لیا چاہتے تھے مکر و دغا سے
وہ عہدِ وفا وصل کی شب عین ستم تھا

احباب دمِ نزع اُسے لائے تو ہوتے
گو بند زباں تھی مگر آنکھوں میں تو دم تھا

۴

دیکھی نہ سنی ہم نے تو یہ حشر خرامی
شاکی تری رفتار کا ہر نقشِ قدم تھا

غش تک تو رہا رنج جدائی سے افاقہ
جب ہوش ہوا پھر وہی ہم تھے وہی غم تھا

یہ رتبہ کہاں کوہکن و قیس نے پایا
وہ ہم نے کیا عشق میں جو کام اہم تھا

کھویا بے مجھے دنیا تری آؤ بھگت نے
ثابت یہ ہوا وہ بھی اک انداز ستم تھا

یہ کون گیا تھا ترے کوچہ سے نکل کر
میرا دل بیتاب تھا جو نقش قدم تھا

افسانۂ غم سن کے وہ فرماتے ہیں مجھ سے
یہ ہم نہیں سمجھے تجھے کس بات کا غم تھا

جاتے ہی ترے پھر نہ رہا صبر پہ قابو
آنکھیں تھیں مری اور ترا نقشِ قدم تھا

دل لے گئے وہ چھین کے بیخود سے شبِ وصل
پوچھے کوئی اُن سے یہ ستم تھا کہ کرم تھا

گھر میں اللہ کے قیام کیا
حق تو یہ ہے بتوں نے کام کیا

کم نگاہی نے اُس کی کام کیا
آپ مارا قضا کا نام کیا

میرے دشمن ملیں رقیبوں سے
دوستی کو تری سلام کیا

تیغ لیکر وہ گھر سے جب نکلے
پڑ گئی دھوم قتل عام کیا

وصل کی آرزو میں جان گئی
ہجر نے کام ہی تمام کیا

کہدئے اُن سے بھید سب دل کے
جان جوکھوں کا ہم نے کام کیا

غیر سے جب کبھی ہوئیں باتیں
ہم نے منہ پھیر کر کلام کیا

کبھی پھرتے رہتے ہے وہ آنکھوں میں
کبھی دل میں مرے قیام کیا

دمِ رخصت یہ چھیڑ تو دیکھو
اُس نے جھانک کر مجھے سلام کیا

شکوے غیروں سے ہیں محبت کے
تم نے اس خاص کو بھی عام کیا

گھر سے چل کر کہیں تم آئے ہو
یا کہیں اور بھی قیام کیا

چلتے چلتے اُڑا لیا دل کو
سحر اس نے دمِ خرام کیا

اس قدر ظلم ایسی جیداری
اس نزاکت پہ قتلِ عام کیا

معجزہ تھا یہ اُن کے بسمل کا
دہنِ زخم سے کلام کیا

مے نہ پی ہجر یار میں بیخود
اور توبہ کا تو نے نام کیا

وہ ترچھی نظر قہر ڈھاتی ہے کیا کیا
وہ بانکی ادا دل لبھاتی ہے کیا کیا

وفا دیکھیے رنگ لاتی ہے کیا کیا
محبت ابھی گُل کھلاتی ہے کیا کیا

یہ مرنے سے تم پر ڈراتی ہے کیا کیا
اجل مجھکو آنکھیں دکھاتی ہے کیا کیا

وہ کچھ مسکرانا وہ کچھ چھپ جانا
جوانی ادائیں سکھاتی ہے کیا کیا

وہ گھبرا کے دیتے ہیں جب دم تسلی
ہنسی اُن کے رونے پہ آتی ہے کیا کیا

ستمگر غضب کی ہے تصویر تیری
نگاہوں میں یہ کھائی جاتی ہے کیا کیا

تمنا سی شاطر نہ دیکھی نہ دیکھیں
تصور میں نقشے جماتی ہے کیا کیا

ہر اک گھر میں ہیں تیری صورت کی چرچے
دلوں پر یہ سکے بٹھاتی ہے کیا کیا

پیامی سے بہرے تو ناخوش ہوئے وہ
صبا دیکھیے گل کھلاتی ہے کیا کیا

نہ دیکھا تھا جو بزمِ دشمن میں دیکھا
محبت تماشے دکھاتی ہے کیا کیا

پس پردہ شاید وہ بیٹھے ہوئے ہیں
صدا الترانی کی آتی ہے کیا کیا

وہاں بات پر لب ہلانا ہے مشکل
سخن میں زباں پکڑی جاتی ہے کیا کیا

تری پردہ داری کے قربان جاؤں
یہ میری خطائیں چھپاتی ہے کیا کیا

تری ہوشیاری کا قائل ہوں میں بھی
ارادے مرے تاڑ جاتی ہے کیا کیا

نہ دنیا کا غم تھا نہ عقبیٰ کا کھٹکا
جوانی مجھے یاد آتی ہے کیا کیا

نہیں کو تری کوئی ہاں ہم سے پوچھے
یہ دکھتا ہوا دل دکھاتی ہے کیا کیا

ابھی ابتدا ہے محبت کی **بیخود**
یہ آیندہ دیکھیں دکھاتی ہے کیا کیا

ردیف بائے موحدہ

گویا زبان حال سے ہی آ چکا شباب
یہ شوخیاں یہ حسن بنام خدا شباب

آنکھوں میں نشہ حسن کا چھایا ہوا شباب
ہو خیر اپنی جان کی دیکھا ترا شباب

انگڑائی لینے میں جو پڑی آرسی پہ آنکھ
کہتے ہیں اپنے عکس سے وہ دیکھنا شباب

وہ اپنے عاشقوں میں نباہیں کسی سے کیوں
ان کو ہے یہ گمان کریگا وفا شباب

اتنی سی عمر میں تو یہ فتنے بپا کئے
ڈھاتا ہے قہر دیکھیے کیا آپ کا شباب

جو بات تیرے حسن میں ہے لاجواب ہے
انداز۔ ناز۔ غمزہ۔ کرشمہ۔ ادا شباب

وہ جوش مٹ گیا وہ امنگیں ہیں مٹ گئیں
تم کیا گئے کہ ہاتھ سے جاتا رہا شباب

آنکھوں سے ٹپکی پڑتی ہیں بدمستیاں تری
اللہ رے ترا جوش پہ آیا ہوا شباب

حوروں سے کون آنکھ ملاتا ہی خلد میں / میری نگاہ میں ہی کسی شوخ کا شباب

ہر بات کے لیے ہی مری جان ایک وقت / اب تم حیا کو چھوڑ دو اب آگیا شباب

اس عشق و عاشقی کے مزے ہمسے پوچھئے / دولت مٹائی۔ رنج سہے۔ کھو دیا شباب

کہتے ہیں اس کو وعدہ۔ جوانی ہی اس کا نام / آیا رہا وہ شوخ یہاں چل بسا شباب

کیا خواب تھا خیال تھا آیا چلا گیا / سوتے سے اٹھکے صبح جو دیکھا تھا شباب

اب کیا دھرا ہے مجھ میں تری یاد کے سوا / ارمان دل تو لوٹ کے سب لے گیا شباب

راز و نیاز عاشق و معشوق دیکھنا / یوسف کے ساتھ قید زلیخا کا تھا شباب

دونوں کا اعتبار مری آنکھ میں نہیں / معشوق بیوفا ہی تو اس سے سوا شباب

لاکھوں حسین اپنی نظر سے گذر گئے / کیا کیا بہار حسن دکھاتا رہا شباب

اب چرخ پر دماغ ہی اب آنکھ کیوں ملے / ہم جانتے ہیں آپ کو تو ہے اٹا شباب

ہر گل کی پنکھڑی پہ یہ لکھا ہوا ملا / کیا بے ثبات عمر ہے کیا بیوفا شباب

وہ رنگ روپ ہی نہ وہ جوش و خروش ہی / جاتی رہی بہار ہوا ہو گیا شباب

لاکھوں پہ دل نثار ہوا بے مبالغہ / آفت میں مبتلا ہے جبتک رہا شباب

رہتا ہے پیش چشم تصور میں رات دن / میرے گلے کا ہار بنا آپ کا شباب

اپنی بھی شکل تم کو لڑکپن کی یاد ہے
بیخود سے پوچھتے ہو ترا کیا ہوا شباب

مشکل سے بعد مرگ ہوئی ہی لحد نصیب / مجھسا بھی عشق میں کوئی ہوگا نہ بدنصیب

پوری نہ ہوتیں جب بھی مری دل کی خواہشیں / ہوتی اگر نصیب سے عمر ابد نصیب

آوارہ بوئے گل کی طرح سے رہیگی روح / ہوگا نہ حشر تک بھی پھر ایسا جسد نصیب

فرماتے ہیں وہ سرو صنوبر کو دیکھکر
اِن کو بھلا کہاں ہے یہ بوٹا سا قد نصیب

لازم ہے داغِ دل طلبِ وصل کے لئے
دولت یہ وہ نہیں کہ جو ہو بے سند نصیب

کہتے ہیں وقتِ نزع وہ پہلو میں بیٹھکر
تجھکو یونہیں وصال رہے تا ابد نصیب

جنت میں بھی مزا رہا ہے کہیں بھلا
اُس کی گلی میں کیوں ہو کسی کو لحد نصیب

تائید ہے خدا کی جو وہ بت ہے مہرباں
ہوتی ہے کسکو عشق میں ایسی مدد نصیب

کیا کام فوجِ رنج و الم کا مزار میں
منزل یہ وہ نہیں کہ جہاں ہو رسد نصیب

ڈوبے تمام عمر رہے ایک رنگ میں
دریائے عشق کو نہوا جزر و مد نصیب

بیخود ترے نصیب میں آرام گر نہ تھا
آئی نہ تجھکو موت بھی کمبخت بد نصیب

ملجاتا ہے رنجش کے لئے کوئی سبب خوب
ہے روٹھنے کا وصل کی شب آپکو ڈھب خوب

کہنا ہی پڑا اندر سے تعریف پہ دل کی
ہاتھ آیا ہے ظالم کے یہ انداز طلب خوب

واقف نہیں کیا تیری بُرائی سے زمانہ
کیوں شکل تری دیکھ کے کہتے ہیں سب خوب

جو عضو ہے بے مثل ہے سانچے میں ڈھلا ہے
قد خوب کمر خوب دہن خوب ہے لب خوب

برچھی ہے کلیجے کے لئے دل کیلئے تیر
کہنا وہ ستمگر کا دم قہر و غضب خوب

دل توڑ کے میرا مجھے دیتے ہیں تسلی
آتا ہے اُنہیں رحم ستا لیتے ہیں جب خوب

یہ تو کہیں وہ اپنے کو سمجھے ہوئے کیا ہیں
اس جور پر اس ظلم پہ ہے دل کی طلب خوب

محشر میں کسی کی بھی نہ کچھ پیش چلے گی
فریادِ ستم کیجئے دل کھول کے اب خوب

کی بات بھی ہمسے نہ کبھی آنکھ ملا کر
ظالم کو سکھایا ہے کسی نے یہ ادب خوب

محفل میں نیا کون ہے شرم آتی ہے جس سے
کُھل کھیلی ہے زاہد سے تو اب بنت عنب خوب

بیخود کا کبھی نام جو سنتے ہیں کسی سے
فرماتے ہیں دیوانہ نے پایا ہی لقب خوب

اک فقط دل ہی نہیں ہجر میں تنہا بیتاب
درد فرقت سے ہے ہر عضو ہمارا بیتاب

ہم کو دیکھا تھا کسی نے کبھی اتنا بیتاب
دل ہی کچھ آج تو اندسے ہمارا بیتاب

بات کرتے نہیں وہ ہم سے سنبھلتا نہیں دل
کہیں تمکین کی یہ صورت کوئی اتنا بیتاب

دوڑ کر میں جو شب وصل گرا قدموں پر
اُس نے غصہ سے کہا دیکھلا اچھا بیتاب

کیا کروں ہجر میں کس کس کو سنبھالوں یارب
مضطرب سینہ میں دل دل میں تمنا بیتاب

ضعف سے اب تو ہے کروٹ بھی بدلنی دشوار
جسم میں تاب و تواں تھی تو کبھی تھا بیتاب

آنکھ میں دل میں نظر میں نہیں ٹکتا دم بھر
کس قدر ہے کوئی شوخ ستم آرا بیتاب

جب کہا میں نے کہ بیتاب ہو کتنے تم بھی
اُس نے شوخی سے کہا تیرا کلیجا بیتاب

شوق نظارہ میں نکلا تھا فلک پر خورشید
ہو گیا دیکھکر اُس کا رخ زیبا بیتاب

غیر کے خط سے پریشان نہ ہو تم دل میں
چین کرتا ہی شب و روز وہ کسکا بیتاب

اُس کی قدرت کے تماشے نظر آتے ہیں نئے
حیلہ جو آپ سا کوئی۔ کوئی ہمسا بیتاب

انہیں باتوں سے تو لگ جاتی ہے دل میں مرے آگ
میرے آگے کبھی بجلی کو نہ کہنا بیتاب

وصل میں چین ہے مجھکو نہ جدائی میں قرار
کوئی مجھسا تو زمانے میں نہ ہو گا بیتاب

وہ مرا تھام کے دل بزم عدو سے اُٹھنا
اور کہنا وہ کسی شوخ کا اتنا بیتاب

کھو دیئے برق تجلی نے بھی کچھ ہوش وحواس
اور کچھ پہلے سے تھے حضرت موسیٰ بیتاب

دیکھے معشوق بھی عاشق بھی ہزاروں ہم نے
آپ سا شوخ زمانے میں نہ ہمسا بیتاب

میکشو حضرت زاہد کی ہے نیت میں فساد
ہو گئے دیکھتے ہی ساغر و مینا بیتاب

فرماتے ہیں وہ سرو صنوبر کو دیکھکر
ان کو بھلا کہاں ہے یہ بوٹا سا قد نصیب

لازم ہے داغِ دل طلبِ وصل کے لئے
دولت یہ وہ نہیں کہ جو ہو بے سند نصیب

کہتے ہیں وقت نزع وہ پہلو میں بیٹھکر
تجھکو تو نہیں وصال ہے تا ابد نصیب

جنت میں بھی مزار بنا ہے کہیں بھلا
اُس کی گلی میں کیوں ہو کسی کو لحد نصیب

تائید ہے خدا کی جو وہ بت ہے مہرباں
ہوتی ہے کسکو عشق میں ایسی مدد نصیب

کیا کام فوجِ رنج و الم کا مزار میں
منزل یہ وہ نہیں کہ جہاں ہو رسد نصیب

ڈوبے تمام عمر رہے ایک رنگ میں
دریائے عشق کو نہوا جزر و مد نصیب

بیخود ترے نصیب میں آرام گر نہ تھا
آئی نہ تجھکو موت بھی کمبخت بد نصیب

ملجاتا ہے رنجش کے لئے کوئی سبب خوب
ہے روٹھنے کا وصل کی شب آپکو ڈھب خوب

کہنا ہی پڑا اندر ہے تعریف یہ دل کی
ہاتھ آیا ہے ظالم کے یہ انداز طلب خوب

واقف نہیں کیا تیری بُرائی سے زمانہ
کیوں شکل تری دیکھ کے کہتے ہیں سب خوب

جو عضو ہے بے مثل ہی سانچے میں ڈھلا ہے
قد خوب کمر خوب دہن خوب ہے لب خوب

برچھی ہے کلیجے کے لئے دل کیلئے تیر
کہنا وہ ستمگر کا دم قہر و غضب خوب

دل توڑ کے میرا مجھے دیتے ہیں تسلی
آتا ہے انہیں رحم ستا لیتے ہیں جب خوب

یہ تو کہیں وہ اپنے کو سمجھے ہوئے کیا ہیں
اس جور پر اس ظلم پہ ہے دل کی طلب خوب

محشر میں کسی کی بھی نہ کچھ پیش چلے گی
فریادِ ستم کیجئے دل کھول کے اب خوب

کی بات بھی ہمسے نہ کبھی آنکھ ملا کر
ظالم کو سکھایا ہے کسی نے یہ ادب خوب

محفل میں نیا کون ہے شرم آتی ہے جس سے
کُھل کھیلی ہے زاہد سے تو اب بنتِ عنب خوب

بیخود کا کبھی نام جو سنتے ہیں کسی سے
فرماتے ہیں دیوانہ نے پایا ہی لقب خوب

اک فقط دل ہی نہیں ہجر میں تنہا بیتاب
درد فرقت سے ہے ہر عضو ہمارا بیتاب

ہم کو دیکھا تھا کسی نے کبھی اتنا بیتاب
دل ہی کچھ آج تو اندسے ہمارا بیتاب

بات کرتے نہیں وہ ہم سے سنبھلتا نہیں دل
کہیں تمکین کی یہ صورت کوئی اتنا بیتاب

دوڑ کر میں جو شب وصل گرا قدموں پر
اُس نے غصہ سے کہا دیکھکر اچھا بیتاب

کیا کروں ہجر میں کس کس کو سنبھالوں یارب
مضطرب سینہ میں دل دل میں تمنا بیتاب

ضعف سے اب تو ہی کروٹ بھی بدلنی دشوار
جسم میں تاب و تواں تھی تو کبھی تھا بیتاب

آنکھ میں دل میں نظر میں نہیں ٹکتا دم بھر
کس قدر ہے کوئی شوخِ ستم آرا بیتاب

جب کہا میں نے کہ بیتاب ہو کتنے تم بھی
اُس نے شوخی سے کہا تیرا کلیجا بیتاب

شوقِ نظارہ میں نکلا تھا فلک پر خورشید
ہو گیا دیکھکر اُس کا رُخِ زیبا بیتاب

غیر کے خط سے پریشان نہ ہو تم دل میں
چین کرتا ہی شب و روز وہ کیسا بیتاب

اُس کی قدرت کی تماشے نظر آتے ہیں نئے
حیلہ جو آپ سا کوئی۔ کوئی ہمسا بیتاب

انہیں باتوں سے تو لگ جاتی ہے دل میں مرے آگ
میرے آگے کبھی بجلی کو نہ کہنا بیتاب

وصل میں چین ہے مجھکو نہ جدائی میں قرار
کوئی مجھسا تو زمانے میں نہ ہوگا بیتاب

وہ مرا تھام کے دل بزم عدو سے اٹھنا
اور کہنا وہ کسی شوخ کا اتنا بیتاب

کھو دیئے برقِ تجلی نے بھی کچھ ہوش و حواس
اور کچھ پہلے سے تھے حضرت موسیٰ بیتاب

دیکھے معشوق بھی عاشق بھی ہزاروں ہم نے
آپ سا شوخ زمانے میں نہ ہمسا بیتاب

میکشو حضرتِ زاہد کی ہے نیت میں فساد
ہو گئے دیکھتے ہی ساغر و مینا بیتاب

میرے ہمراہ تڑپتا ہے مرا سایہ بھی | اور ہوگا شب فرقت میں کوئی کیا بیتاب

مضطرب دیکھ کے بیخود کو کہا ظالم نے
آج سے ہم نے رکھا نام تمہارا بیتاب

ردیف بائے فارسی

عاشق سمجھ رہے ہیں مجھے دل لگی سے آپ
واقف نہیں ابھی مری دل کی لگی سے آپ

دل بھی کبھی ملا کے ملے ہیں کسی سے آپ
ملنے کو روز ملتے ہیں یوں تو سبھی سے آپ

سب کو جواب دیگی نظر حسب مدعا
سُن لیجے سب کی بات نہ کیجے کسی سے آپ

مرنا مرا علاج تو بیشک ہے سوچ لوں
یہ دوستی سے کہتے ہیں یا دشمنی سے آپ

ہوگا جدا یہ ہاتھ نہ گردن سے وصل میں
ڈرتا ہوں اُڑ نہ جائیں کہیں نازکی سے آپ

زاہد خدا گواہ ہے ہوتے فلک پر آج
لیتے خدا کا نام اگر عاشقی سے آپ

اب گھورنے سے فایدہ بزم رقیب میں
دل پر چھری تو پھیر چکے بے رخی سے آپ

دشمن کا ذکر کیا ہے جواب اس کا دیجئے
رستہ میں کل ملے تھے کسی آدمی سے آپ

شہرت ہے مجھ سے حسن کی ان کا مجھے ہے شک
ہوتے ہیں مستفیض مری زندگی سے آپ

دل تو نہیں کسی کا تجھے توڑتے ہیں ہم
پہلے چمن میں پوچھ لیں اتنا کلی سے آپ

میں بیوفا ہوں غیر نہایت وفا شعار
میرا سلام لیجے ملیں اب اُسی سے آپ

آدھی تو انتظار ہی میں شب گذر گئی
اُس پر یہ طرہ سو بھی رہینگے ابھی سے آپ

بدلا یہ روپ آپ نے کیا بزم غیر میں
ابتک مری نگاہ میں ہیں اجنبی سے آپ

پردے ہیں دوستی کے ستم کسقدر ہوئے
میں کیا بتاؤں پوچھیے یہ اپنے جی سے آپ

اے شیخ آدمی کے بھی درجے ہیں مختلف
انسان ہیں ضرور مگر واجبی سے آپ

مجھسے صلاح لی نہ اجازت طلب ہوئی
بے وجہ روٹھ بیٹھے ہیں اپنی خوشی سے آپ

بیخودیہی تو عمر ہے عیش ونشاط کی
دل میں اپنے توبہ کی ٹھانیں ابھی سے آپ

لب کو جنبش ہوئی کچھ سمجھی بلا آپ ہی آپ
اپنی باتوں کا وہ لیتے ہیں مزا آپ ہی آپ

بات وہ دل کی مرے تاڑ گیا آپ ہی آپ
بے کہے عشق کا سب بھید کھلا آپ ہی آپ

تیرے دیدار کو آنکھیں تو ترستی ہی رہیں
دل نے لوٹا تری جلوہ کا مزا آپ ہی آپ

اس برے وقت میں کوئی بھی پھٹکے گا قریب
عرصۂ حشر میں ہونگے بخدا آپ ہی آپ

نہ مرے دل کا اشارہ نہ صبا کی تحریک
ٹرھکے قدموں پہ گری زلف سا آپ ہی آپ

دیکھکر اُن کو مری شکل ہنسی آتی ہے
کیا سبب اس کا جو پوچھا تو کہا آپ ہی آپ

باریابی سے مری خاک تو محروم رہی
کوچۂ یار میں ہو آئی صبا آپ ہی آپ

غم جاوید نے دوزخ کو بھی حصہ نہ دیا
زہرمار اس نے مرے دل کو کیا آپ ہی آپ

غیر کا دخل نہ تھا نیند کو آنے نہ دیا
رات بھر وہ مری آنکھوں میں پھرا آپ ہی آپ

بے بیا زلف مسلسل کا کسی کی بوسہ
کیا کروں کھیل گئی سر پہ قضا آپ ہی آپ

چودھویں سال میں رکھتے ہی قدم نام خدا
شوخیاں کرنے لگی اُن کی حیا آپ ہی آپ

بادۂ عیش کے ساغر میں ہوئے غیر شریک
جام الفت تری عاشق نے پیا آپ ہی آپ

بدگماں حسن کی جانب سے بھی وہ رہنے لگے
اُڑتے دیکھا ہے جو کچھ رنگ حنا آپ ہی آپ

دین خالی ہے نہ ہے آپ سے دنیا خالی
جس طرف دیکھیے ہیں جلوہ نما آپ ہی آپ

دل میں بیخود کے ہے یارانِ طریقت سے ملال
ابنو اُڑتی ہے مئے روح فزا آپ ہی آپ

ردیف تائے فوقانی

بات کرنے میں گذرتی ہے ملاقات کی رات
بات ہی کیا ہے جو رہجاؤ یہیں رات کی رات

اس شب تار میں جانیکی اجازت کیا خوب
اور پھر اُس پہ یہ طرّہ ہے کہ برسات کی رات

تکیہ خشتِ خم مے فرشِ زمیں بستر خواب
چین سے کٹتی ہے رندانِ خرابات کی رات

عالمِ نور بنا کلبۂ احزاں اپنا
یہ شب قدر ہے یا اُن کی ملاقات کی رات

سرد مہری نے تری مجھکو رُلا رکھا ہے
کبھی جاڑے میں بھی آجاتی ہے برسات کی رات

یوں وہ قابو میں نہ آئینگے شبِ وصل کبھی
تہم ذرا اے دلِ بیتاب ہے گھات کی رات

حور کے شوق میں مرتڑ پا کئے ہم تو واعظ
کہیے کس طرح کٹی قبلۂ حاجات کی رات

غیر کا ذکر کبھی ختم بھی ہوگا کہ نہیں
یہ شبِ وصل ہے یا حرف و حکایات کی رات

تھی شبِ ہجر بلا جان بچی لاکھوں پائے
خیر سے کٹ گئی صد شکر یہ آفات کی رات

ذکرِ تقصیر گذشتہ نہیں تعزیر سے کم
یہ ملاقات کی شب ہے کہ مکافات کی رات

عیش و عشرت ہے کبھی رنج و مصیبت ہے کبھی
کوئی اس کا کام دن ہے کوئی اُن بات کی رات

اور مہمان ہے دو چار گھڑی کا بیخود
آپ آرام کریں آج یہیں رات کی رات

برپا نہ ہو کیونکر سرِ بازار قیامت
گفتار قیامت تری رفتار قیامت

ڈہائینگے ترے طالبِ دیدار قیامت ‏ نالوں سے اُٹھائینگے یہ سو بار قیامت

دشمن ترے ہمسائے میں اگر نہیں ٹھہرا ‏ اب رہنے لگی ہے پسِ دیوار قیامت

جب فاتحہ کو آئے وہ ٹھکرا گئے مدفن ‏ آئی مرے مرقد پہ کئی بار قیامت

شوخی تری دم لینے کی فرصت نہیں دیتی ‏ ہے کیسی مصیبت میں گرفتار قیامت

پامال وہ کرتے ہیں اگر حشر بپا ہو ‏ چلتے ہوئے ہیں فتنۂ رفتار قیامت

اچھا نہیں اُس شوخ کا بازار میں آنا ‏ اک روز دکھائیگا یہ بازار قیامت

آئینہ تو خادم ہی سے ہاں ٹوٹ گیا تھا ‏ معلوم نہ تھا توڑینگے سرکار قیامت

مرتا ہوں جدائی میں خبر تک نہیں ہوتی ‏ تم سے بھی زیادہ ہے دل آزار قیامت

تو گوشۂ دامن میں ابھی جمع کئے جا ‏ ہو جائیگی فتنوں کی خریدار قیامت

تو حشر اٹھائیگا یہ ہم جان چکے ہیں ‏ ہو گی تری ٹھوکر سے نمودار قیامت

انصاف کبھی ہم نے تو ہوتا نہیں دیکھا ‏ دیکھی ہے ترے کوچہ میں سو بار قیامت

دل خاک ہوا حسرتِ دیدار میں بیخود
آئی بھی اگر اب تو ہے بیکار قیامت

مری نظر میں ہے دلّی کا ہر مکان جنت ‏ کہاں یہ شہر بھلا واعظو کہاں جنت

بنا ہے رشکِ جناں اس کا ہر گلی کوچہ ‏ دکھا رہی ہے زمیں زیرِ آسماں جنت

یہاں کی نزہت و رفعت کا پوچھنا کیا ہے ‏ ہر ایک نخل ہے طوبےٰ ہر اک مکاں جنت

بتانِ ماہ جبین اور چاوڑی بازار ‏ یہ بالیقین ہیں حوریں یہ بے گماں جنت

ہوئی ازل میں جو دنیا و دیں کی زیبایش ‏ یہاں یہ شہر بنایا گیا وہاں جنت

بیخود دوزخی بھی یہاں آئے جنتی بنجائے ‏ اسی جگہ تو ہے بس زیرِ آسماں جنت

یہی تو مسجدِ جامع ہے دیکھ اے گردوں / اسی کے گرد تو پھرتی ہی ہر زمان جنت

ق

یہاں کے شوق میں ہوتے ہیں لوگ آوارہ / کہ ڈھونڈتے ہیں مرنے کے لئے جوا جنت

جو بھول جاتے ہیں رستہ تو خضر کہتے ہیں / چلو دکھائیں تمہیں چل کے مہرباں جنت

نہیں زمانہ میں اس شہر کا جواب کہیں / کرے جو ہمسری اس کی تو ایک ماں جنت

مکاں مکاں پہ فدا ہو مکیں مکیں پہ نثار / مقابلے میں اتر آئے گر یہاں جنت

دکھاتے سیر تجھے ہم بتوں کے کوچے کی / ترے نصیب ہیں زاہد مگر کہاں جنت

اٹھا کے ہاتھ خدا سے دعا کرو **بیخود**
صلے میں پائے الٰہی یہ مدح خوان جنت

نہ یہ آنکھیں نہ یہ نقشہ نہ یہ بھولی صورت / تجھ سے ملتی ہی نہیں حور و پری کی صورت

کس کی قسمت میں ہو تم یہ تو بتا دو مجھکو / کس کے کام آئیگی دنیا میں پیاری صورت

کیوں بگڑتا ہے وہی صبر مجھے بھی دیگا / جس نے دی ہے بت کافر تجھے ایسی صورت

وہ مجھے بھول گئے اور یہاں ہے یہ حال / ہر گھڑی سامنے آنکھوں کے ہے انکی صورت

میں تو انساں ہوں دی کوئی فرشتوں کو فریب / گوری رنگت یہ قیامت ہے وہ بھولی صورت

بن گئے دیکھکر آئینہ مجھی سے تم بھی / سچ تو یہ ہے کہ بری ہوتی ہے اچھی صورت

ہنستے دشمن سے جو اس غنچہ دہن کو دیکھا / بند ہونے لگا دل اپنا کلی کی صورت

میری صورت سے ہوا آپ کو کس بات کا رنج / مسکرا کر جو ابھی آپ نے دیکھی صورت

آئینہ رکھ کے مقابل یہ ہوا حکم مجھے / اس سے پوچھو کہ یہ کیوں تکتا ہے میری صورت

دل کے ہمراہ مری جان بھی وہ لیجائیں / سوچتا ہوں نکل آئے کوئی ایسی صورت

کہدیا دیکھ کر اس شوخ نے لیلیٰ کی شبیہ / جس پہ دیوانہ تھا مجنوں وہ یہی تھی صورت

دل تو کیا عشق میں ہستی بھی مٹا بیٹھے ہم — آئینہ میں نظر آتی نہیں اپنی صورت

اُن کو بیخود نے جو چھیڑا تو وہ ہنسکر بولے
ہم سے کیا ہنسنے کا منہ ہے تری روتی صورت

ردیف تائے ہندی

آگیا دم میں جو وہ رشکِ مسیحا جھٹ پٹ — ہو گیا عشق کا بیمار یہ اچھا جھٹ پٹ

اور ملئے کفِ افسوس عدو کے غم میں — اُڑ گیا دیکھئے تو رنگ حنا کیا جھٹ پٹ

نزع میں چھوڑ کے جاتے ہو مجھے یاد رہے — مرنیوالے کو کہیں بھول نہ جانا جھٹ پٹ

جب کہا میں نے ہنسی سے کہ مرا دم نکلا — اُس نے گھبرا کے مری نبض کو دیکھا جھٹ پٹ

ذبح کے بعد یہ افسوس رہا قاتل کو — رقصِ بسمل کا ہوا ختم تماشا جھٹ پٹ

بھولتا ہوں کوئی دزدیدہ نظر کی شوخی — دل اُڑا لیگئی پہلو سے یہ کیسا جھٹ پٹ

نوجوانی میں بہت عشق سے نفرت تھی مجھے — آگیا سامنے تقدیر کا لکھا جھٹ پٹ

میرے غمخوار کی کچھ عمر بڑھا دے یارب — میرا افسانۂ غم ختم نہ ہوگا جھٹ پٹ

دلِ پُرسوز میں مہمان کو راحت نہ ملی — ڈوب کر سینہ سے پیکان نکل آیا جھٹ پٹ

ہے محبت میں سنبھلنے کو زمانہ درکار — ہو چکا ہم سے مریضوں کا مداوا جھٹ پٹ

اُس نے پوچھا تھا تسلی تجھے کب ہو درکار — میری قسمت کہ مرے منہ سے نکلا جھٹ پٹ

اُن کے چہرہ سے صبا نے تو اُلٹ دی تھی نقاب — بن گئی رخ کی ضیا بیچ میں پردا جھٹ پٹ

وہ یہ فرماتے ہیں بیخود سے بچے کی سُنکر — ہو گیا آج تجھے نشۂ صہبا جھٹ پٹ

ردیف ثائے مثلثہ

عشق میرا مرے دشمن کو جتاتی ہو عبث
جلنے والے کو مری جان جلاتے ہو عبث

ہمصفیران قفس گل کا وہ جوبن نہ رہا
قید صیاد سے اب چھوٹ کے جاتے ہو عبث

ہم تو پیدا ہی ہوئے چال پہ مٹنے کیلئے
نقش پا جان کے تم ہمکو مٹاتے ہو عبث

کوئی تقصیر مری کوئی سبب۔ کچھ بھی نہیں
تم کو تو اس کا مزا ہی کہ ستاتے ہو عبث

ذکر دشمن کا شب وصل کوئی موقع تھا
جاؤ بیٹھے رہو بس جان جلاتے ہو عبث

چشم مشتاق سے جب ہے تمہیں پردہ منظور
پھر جھلک اپنی یہ ہر شئی میں دکھاتے ہو عبث

تم سے بہتر ہے کہاں باغ جہاں میں کوئی گل
سیر کے واسطے گلزار میں جاتے ہو عبث

پند گو میں بھی سمجھتا ہوں کہ ہے عشق برا
یہی کہنے کیلئے روز تم آتے ہو عبث

جان قربان ہی تم پر ابھی مرجاتا ہوں
اتنی سی بات پہ تم روٹھ کے جاتے ہو عبث

گدگداؤ نہ مجھے چھیڑ کے تم ذکر عدو
چٹکیاں لیکے کلیجے میں ہنساتے ہو عبث

ہاتھ اب اس سے اٹھاؤ نہ بچے گا بیمار
تم دعا کیلئے اب ہاتھ اٹھاتے ہو عبث

کسکی طاقت جو کرے نازوادا کی تعریف
جب بگڑ کر وہ کہیں ہمکو بناتے ہو عبث

حلقۂ زلف نہیں حلقۂ آغوش ہے یہ
کسمساتے ہو عبث زور جتاتے ہو عبث

تم کو دنیا میں ہے انکار وہاں ل جانا
میری تقدیر کے لکھے کو مٹاتے ہو عبث

بند آنکھیں رہیں ہیچو دا بھی مکاری سے
اس کے قدموں پہ ہے سر ہوش میں آتی ہو عبث

ردیف جیم تازی

کس کے آنے کا انتظار ہی آج — کہ نظر در پہ بار بار ہے آج
ظلم سے لب پہ جانِ زار ہی آج — تم پہ قرباں یہ جانِ نثار ہی آج
حالتِ شوق کیا بیاں کیجے — وعدہ کل کا تھا انتظار ہی آج
کھائے جاتی ہی ہر نگاہ کرم — اس ستم کا بھی کچھہ شمار ہی آج
زندہ کرتا ہے پھر کوئی مجھکو — اک قیامت سرِ مزار ہی آج
کل کی باتیں وہ کل کے ساتھ گئیں — بات کرنی بھی ناگوار ہے آج
روزنِ در میں گڑ گئیں آنکھیں — کس بلا کا یہ انتظار ہے آج
ضبطِ رنج والم کیے نہ بنی — نالہ پھر لب پہ بار بار ہے آج
ہے خبر گرم آمدِ گل کی — تر زباں باغ میں ہزار ہی آج
کون آیا ہے فاتحہ پڑھنے — روشنی کچھہ سرِ مزار ہی آج

اب وہ غفلت نہیں ہی بیخود کو
کل کی نسبت تو ہوشیار ہی آج

مجھسے خفا ہیں کیا مرے اک مہربان آج — یا رب نہ وہ زمیں ہی نہ وہ آسمان آج
آیا ہے میری قبر پہ وہ بدگمان آج — کل ہی مٹا تھا مٹتا ہی میرا نشان آج
برسوں کے بعد وہ جو ہوئے مہربان آج — ہیں دیکھتا ہوں سر پہ نیا آسمان آج
ہے موت جوشِ شوق ہوا امتحان آج — وعدہ ہی کل کا اُن سے نکلتی ہی جان آج
ملنی ہے کل تو حشر میں اس جھوٹ کی سزا — تم وعدہ کرکے اور بدل لو زبان آج

پہلے پہل بندھی ہی تمہاری کمر سے تیغ
ہوگا ضرور قتل کوئی نوجوان آج

پردہ اُٹھا کے سامنے آجاؤ بیدھڑک
ہونا ہے کل جو حشر میں ہو میری جان آج

دشمن کے راز دار ہو تم اب کہاں ہیں
یہ تو سنائی تم نے نئی داستان آج

برسوں گذر گئے ہیں کہ دل کا پتہ نہیں
تم ڈھونڈتے ہو سینہ میں اس کا نشان آج

دیکھو لو بزم ناز سے مجھکو اٹھاؤ تم
ہوجائے نازکی کا ہمیں امتحان آج

کل تک تو مجھ حسن تھا کھلتا نہیں یہ بھید
اپنے پہ ہوگیا مجھے اُس کا گمان آج

کس نے نقاب رخ سے اُلٹ دی ہے وصل میں
ہے رشک کوہِ طور ہمارا مکان آج

لے آئیگا یہ ناقۂ لیلےٰ کو راہ پر
مجنوں کا جذب شوق بنا ساربان آج

خنجر کسی کا مدح میں دل کی ہی ترزبان
مجھکو ملا نصیب سی یہ قدر دان آج

جب تم سے واسطہ نہیں پھر کیا کسی سے کام
میری طرف سے مرگیا سارا جہان آج

جو ہم کو کچھ کہے گا بہت کچھ سُنے گا وہ
اچھی طرح سے کھولدو غیروں کے کان آج

پہنچا ہوں میں فلک پہ کسی کی تلاش میں
میرے لئے زمین بنا آسمان آج

میں نامراد ہجر میں کیا بات کرسکوں
وہ لے گئے ہیں کاٹ کے گویا زبان آج

بیخود کہیں نہ شب کو سدا ہائے ہوں خلل میں
پیر مغان کی بند ہے ابتک دکان آج

موت ہے اِس درد فرقت کا علاج
کب مسیحا سے ہوا میرا علاج

کہتے ہیں سُنکر مسیحا کا علاج
ہم کریں گے آج سی تیرا علاج

کھینچ مارا تیر اک سفاک نے
دل کی بیتابی کا پوچھا تھا علاج

لاکھ کیجے اُن سے عرضِ مدعا
وہ تو سنتے ہی نہیں اسکا علاج

دل مرا مضطر نہ ہو ممکن ہے یہ
آپ کی شوخی کا لیکن کیا علاج

سیکڑوں بیمار غم ہجراں نصیب
چل بسے کس کی دوا کس کا علاج

زہر غم نے کر دیا مجھکو تمام
کوئی دنیا میں نہ تھا اس کا علاج

وصل کی شب روٹھکر وہ چل دیے
تھا دل مضطر یہی تیرا علاج

مر گئے تقدیر سے یا جی نبچے
عشق میں کیسی دوا کیسا علاج

زہر کھلوایا فلک نے عشق میں
یہ نکالا ڈہونڈ کر اچھا علاج

چارہ سازی کی عبث تکلیف ہی
اب ہمارا موت ہی ہوگا علاج

موت کے سامان ہیں وعدے کی شب
یہ ہماری جان ہی لیگا علاج

اُن سے ملنا تو بیخود سہل تھا
آپ کی اس بیخودی کا کیا علاج

ردیف جیم فارسی

فرقت کی شب ہزار ہیں تشویش فکر سوچ
میری گلے کا ہار ہیں تشویش فکر سوچ

عاشق کو بیشمار ہیں تشویش فکر سوچ
ایک روز میں ہزار ہیں تشویش فکر سوچ

اُن کا خیال حشر کا کھٹکا وفا کا غم
کیا کیا تہ مزار ہیں تشویش فکر سوچ

اب وہ خفا ہیں مجھ سے اب اُن سے بگڑ گئی
اب میرے غمگسار ہیں تشویش فکر سوچ

کل اُن کے قہقہے تھے خوشی تھی سرور تھا
یاروں کے آج یار ہیں تشویش فکر سوچ

پہلو میں جی اور وہ ہیں اس کے آس پاس
اس دل کی جانثار ہیں تشویش فکر سوچ

اُس سے امید رکھہ وہ بڑا کارساز ہے
بیوجہ جان نار ہیں تشویش فکر سوچ

مجبور ہوں نصیب سی کچھ بس نہیں مرا
گو مجھکو ناگوار ہیں تشویش فکر سوچ

اُلفت میں اُس کی اُن سینہ دب کر رہونگا میں
گردن پہ کیوں سوار ہیں تشویش فکر سوچ

زخمی کیا رقیب کا تم نے نظر سے دل
میری جگر کے پار ہیں تشویش فکر سوچ

مٹتے نہیں مٹاے سے وحشش ہزار کی
کس درجہ پائدار ہیں تشویش فکر سوچ

فرقت میں اُس کی میرا جینا محال ہے
دشمن یہ تین چار ہیں تشویش فکر سوچ

برسوں سے ہوں فراق میں آشفتہ حال میں
مدت کے یار غار ہیں تشویش فکر سوچ

رہتے ہیں رات دن جو دل داغدار میں
اس باغ کی بہار ہیں تشویش فکر سوچ

بیخود شراب پی کے خدا سے بگاڑلی
اب کیوں سیاہ کار ہیں تشویش فکر سوچ

ردیف ہائے حطی

روٹھتے ہی اُن کے پیدا ہوگئے آثارِ صبح
تیغ بران سی زیادہ تیز تھی رفتارِ صبح

کیوں ڈرے جاتے ہو کہے ہیں کہاں آثارِ صبح
نورِ عارض سے تمہارے سرد ہی بازارِ صبح

ہجر ساقی میں صبوحی رنگ لائی ہے نیا
ساغرِ مے بنگیا ہے دیدۂ خونبارِ صبح

زلف کے پھندے سی نکلا دل تو عارض نے لیا
تھا مریض شام پہلے اب ہی یہ بیمارِ صبح

وہ عنایت کی نظر وہ لطف کی باتیں کہاں
اُن کے چہرہ سی عیاں ہونے لگے آثارِ صبح

کس کا یہ دست دعا دست زلیخا بنگیا
چاک کس نے کردیا یہ دامن زرتارِ صبح

تیرہ بختی بھی ملی ہے مجھکو آہ سرد بھی
دیکھنی ہی حشر کے دن گرمئی بازار صبح

وعدہ کرنا سہل ٹھہرا ہو بجانا سہل تر
یاد رکھے شام تک اُن کی بلا اقرار صبح

وہ دم رخصت شرارت سے نچو کے لیگئے
دیکھنا یہ آہ ہے یا خنجر خونخوار صبح

کر رہی ہے خواب سے بیدار غنچوں کو نسیم
منعقد ہونے کو ہے گلزار میں دربار صبح

وصل میں یہ کہکے اُس نے ڈال لی مُنہ پر نقاب
اب نہ ہوگا حشر سے پہلے تجھے دیدار صبح

پہلے آنیکی قسم تھی اب سبق جانیکا ہے
شام کی حجت سے کچھ بڑھنے لگی تکرار صبح

کیا خبر تھی رنگ لائیگی سیہ بختی مری
شام پر ٹالینگے مجھکو کرکے وہ اقرار صبح

چلتے چلتے پوچھنا مطلب ترا حاصل ہوا
یاد آئیگا قیامت تک یہ استفسار صبح

دیکھ لی ہے نرگسِ مخمورِ ساقی خواب میں
مست دن بھر کے لئے تو ہوگئے میخوار صبح

میرے داغِ دل سے حاصل ہے ضیا خورشید کو
میری آہِ نیم شب ہے غازۂ رخسار صبح

چاند سورج دو مجاور ہیں ہماری قبر کے
مونس شب ایک ہے ان میں تو اک غمخوار صبح

چین سے گذری محبت میں نہ بیخود ایک شب
ہجر میں تھا وصل کا غم وصل میں افکار صبح

رات بھر گردش تھی اُن کے پاسبانوں کی طرح
پاؤں میں چکر تھا میرے آسمانوں کی طرح

بے نشاں سمجھے ہو تم اپنا دہن اپنی کمر
مٹنے والا ہے یہ دل بھی بے نشانوں کی طرح

دل ہمیں ہیں لیکن اُنہیں دل سے غرض مطلب نہیں
اپنے گھر میں رہتے ہیں وہ میہمانوں کی طرح

نام پر مرنے کے مرتے ہیں مگر مرتے نہیں
کون جی سکتا ہے ہمسے سخت جانوں کی طرح

بیٹھے جاتے تھے مرے دل کی طرح ہر گام پر
کس سے سیکھی ہو یہ چلنا ناتوانوں کی طرح

کون ہے وہ جو نہیں ہے چاہنے والا ترا
عشق اب ہونے لگا سینوں میں جانوں کی طرح

کچھ نئی ہے حُسن والوں کی بھی طرز آن بان
ہی الگ دُنیا سے ان بانکے جوانوں کی طرح

لے دلِ غمگیں وہ آئیں گے مبارک ہو تجھے
وہ چلا آتا ہی قاصد شادمانوں کی طرح

دل کے دینے کا کہیں چرچا نہ کرنا دیکھنا
لیکے دل سمجھا سے ہیں مہربانوں کی طرح

حال پرسی پرسشِ روزِ جزا سے کم نہیں
پوچھ جاتے ہیں وہ مجھکو بدگمانوں کی طرح

داغ جو کچھ کہتا ہے کرتے ہیں وہی بیخود مگر
سُن لیا کرتے ہیں سب کی بے زبانوں کی طرح

آیا تمہارا دل بھی جو مجھ پر مری طرح
پھر دیکھنا ستاؤں گا میں بھی اسی طرح

جاہل ہی دل بھی ناصحِ مشفق تری طرح
میں کیا کروں کہ یہ نہیں سنتا کسی طرح

آنکھوں میں پتلیوں کی طرح رات بھر پھرے
بیتاب و بیقرار تھے وہ بھی مری طرح

لیتا ہے دل میں دستِ تسلی سے چٹکیاں
کرتا ہی ظلم وہ بُتِ کافر نئی طرح

یارب ہمارے دل کو بچانا شبِ وصال
پیچھے پڑی ہیں اُس کی نگاہیں بُری طرح

اب نام بھی وفا کا نہ لوں گا تمام عمر
مجھسے خطا ہوئی مجھے بخشو کسی طرح

یہ ہے غلط گمان کہ شکوہ سنا نہیں
میں جانتا ہوں جان کے ظالم نے دی طرح

دشمن نے پاس رہ کے بگاڑیں سب عادتیں
خوب آزما لی وضع تری دیکھ لی طرح

وصل آپ کا نہیں تو مری جان بھی نہیں
امید زندگی کی ہے بس ایک ہی طرح

کیا قہر ہو گیا جو کہیں ہاتھ چھو گیا
یہ جرم پھر معاف بھی ہو گا کسی طرح

اُس کی نگاہِ ناز کبھی چوکتی نہیں
کرتی نہیں خطا یہ کبھی تیر کی طرح

دشمن زمانہ ـ یار مخالف فلک عدو
الفت میں زندگی تو ہے دوبھر سبھی طرح

پھر آگیا قرار دلِ بے قرار کو
پھر ایک بار دیکھ لو مجھکو اسی طرح

تصدیق اس کی آپ سے کرنی ضرور ہے
میں نے سنا ہے قصہ دشمن کی طرح

بیخود فراق یار میں آئی نہ موت بھی
کمبخت یہ بھی ٹال گئی دے گئی طرح

ردیف خائے معجمہ

پھولوں سے لد رہی ہے ہر اک یاسمن کی شاخ
جس پر نگاہ کیجئے ہے لاکھ من کی شاخ

سمجھے ہوئے ہوں تیغ کو اک بانکپن کی شاخ
مقتل کو جاتا ہوں تری قمچن کی شاخ

صیاد کوئی دن کے فقط ہیں یہ چہچہے
ڈھونڈیگی عندلیب کو اک اک چمن کی شاخ

گلبرگ بنگئیں کفِ رنگیں کی مچھلیاں
نازک کلائی اسکی بنی یاسمن کی شاخ

بجلی نے مجھ پہ گر کے چمن کو جلا دیا
تھی شاخ آشیاں مری نخل کہن کی شاخ

دیتے ہیں عاشقوں پہ وہ ترجیح قیس کو
مجنوں میں لگ گئی دیوانہ پن کی شاخ

محو جمال ہیں کسی گل پیرہن کے گل
مشتاق دید ہے کسی نازک بدن کی شاخ

دیکھی ہے جب سے کاکل خمدار یار کی
بل کھا رہی ہے رشک سے کیا کیا ہرن کی شاخ

بولے وہ میری آہ شرربار دیکھکر
کس باغ کے یہ پھول ہیں کس چمن کی شاخ

ٹیڑھی نکالی۔ مانگ نکالی جو زلف میں
نکلی ہے سادگی میں نئی بانکپن کی شاخ

کیونکر نہ مونہ سے پھول جھڑیں بات بات پر
غنچہ ترا دہن ہے زباں ہے دہن کی شاخ

دیتا ہے بانکپن کی ادا ظالموں کو چرخ
پیدا ہوئی کجی کے لئے کرگدن کی شاخ

آنکھوں سے اشکِ سرخ ٹپکتے ہیں رات دن
غربت میں گل کھلاتی ہے یادِ وطن کی شاخ

پھر دل میں یادِ یار سے اک آگ لگ اٹھی
تجھ پر ہر ایک تیری ادا ختم ہو گئی
گنتا ہوں میں قفس میں قفس کی جو تیلیاں
رکھیں بچا کے بادِ خزاں سے بہارِ حسن
پھانسا ہے سبز باغ دکھا کر رقیب کو

سرسبز پھر ہوئی ہے مرے رنج و محن کی شاخ
لیلےٰ کے حسن میں یہ کہاں بانکپن کی شاخ
میری نظر میں ہر ابھی اک اک چمن کی شاخ
گل اس سلیقہ کے ہیں تو ہے اس چلن کی شاخ
ہے لطف بار ور ہو فریب و فتن کی شاخ

بیخود دیا ہے خونِ جگر اس زمین میں
کس طرح بار ور نہ ہو نخلِ سخن کی شاخ

ردیف دال مہملہ

آنکھوں کے بوسے ملتے ہیں ترچھی نظر کے بعد
مل جائے وہ تو اُس کی بلائیں ضرور لوں
روشن ہے جسکے جلوے سے قندیل عرش کی
وہ تیر سے چھدا تو یہ خنجر کی نذر ہے
پہلے ہوا ہے مجھسے نزاکت کا امتحان
نکلی یہ جان یا کوئی کانٹا نکل گیا
نازل ہوئی ہے وعدہ کی شب شام ہی سے تو
پہلو میں ہم کھڑے ہیں مقابل ہے آئینہ
تربت میں اب مجھے ہے قیامت کا انتظار

پیتا ہوں میں شراب بھی خونِ جگر کے بعد
میں ڈھونڈنے چلا ہوں دعا کو اثر کے بعد
اتنا تو سوجھتا نہیں کوئی بشر کے بعد
مہمان کوئی دم کا ہے دل بھی جگر کے بعد
باندھی ہے اُس نے قتل پہ ہمت کمر کے بعد
راحت ملی ہے آج مجھے عمر بھر کے بعد
آنا تھا اے اجل تجھے اُس بے خبر کے بعد
پڑتی ہے اُن کی آنکھ ادھر بھی اُدھر کے بعد
آئیگی یہ بلا بھی تو اُس فتنہ گر کے بعد

میں اپنے گھر کو جاؤں سدا ہیں وہ اپنے گھر
کس کام کی ہے موت جو آئی سحر کے بعد

پیہم خلش وہ خار تمنا کی اب کہاں
اٹھتی ہے دل میں ہوک پہر دوپہر کے بعد

پیش آئیں راہ عشق میں وہ سخت منزلیں
رہزن کی ہے تلاش مجھے راہبر کے بعد

ان میں کہاں یہ ناز یہ شوخی یہ بانکپن
حوروں سے کیا ملے کوئی اس سیمبر کے بعد

سب حسرتوں کا آکے یہیں جمگھٹا ہوا
آباد اپنا گوشۂ تربت ہے گھر کے بعد

بیخود وہ وضعدار کہاں اب جہان میں
مجھ سے بھی ملنے آئے تھے کل دوپہر کے بعد

اپنا تو چارہ گر سے گیا ہے نہ جائے درد
سر مبتلائے درد ہے دل مبتلائے درد

جو زندگی میں تھے وہی مرکر بھی پائے درد
چھوڑا نہ ساتھ درد نے دیکھو وفائے درد

دل میں نہیں کسی کا گذارا سوائے درد
آباد ہے فراق میں نہاں سرائے درد

ناصح خدا کے واسطے میری نہ جان کھا
دیوانہ ہوں جو تجھ سے کہوں ماجرائے درد

میں قدردان درد ہوں مجھ سے پوچھیے
انسان نہیں ہے وہ جو نہ ہو آشنائے درد

کیا کیجیے دل میں ضبط کی طاقت نہیں رہی
بے اختیار منہ سے نکلتا ہے ہائے درد

سننے کے واسطے کوئی ہمدرد چاہیئے
کہنا ہے ہجر میں مجھے کچھ ماجرائے درد

آنکھیں نکالئے نہ دل بے قرار پر
انصاف شرط ہے کوئی کب تک چھپائے درد

برسوں کے جو رفیق تھے وہ بھی نہ کام آئے
اپنا ہوا نہ ہجر میں کوئی سوائے درد

آنے نہ دی کبھی جگر و دل پہ کوئی چوٹ
جھیلے ہیں اپنی جان پہ ہم نے پرائے درد

دم بھر میں بھول جائے یہ ساری شرارتیں
گر وصل ہو نصیب تو قابو میں آئے درد

رہبر کی ٹھوکروں سے بھی کھائی ہے دل نے چوٹ
حاصل ہوا نہ عشق میں کچھ بھی سوائے درد

مژگاں کی یاد اور ہی کچھ رنگ لائیگی		کہدو کہ ہاتھ اب مری دل سے اٹھائے درد
دل میں بجائے داغ کوئی آرزو رہے		پہلو میں ہو کوئی ستم آرا بجائے درد
وہ زار ہوں کہ جسکو صبا کروٹیں بدلائے	۴	وہ ناتواں ہوں جسے اٹھکر اٹھائے درد

بیخود شبِ فراق شبِ وصل تو نہیں
آجائے تجھکو نیند جو ائے مبتلائے درد

ہی رشک سے دل مضطر سنگ آمد سخت آمد	یہ بوجھ اُٹھے کیونکر سنگ آمد وسخت آمد
پوچھے جو وہ بت ہنسکر عاشق ہو کہو کس پر	کیا حال کہوں پتھر سنگ آمد وسخت آمد
گردن نہ کٹی پوری اللہ رے مجبوری	چلتا ہی نہیں خنجر سنگ آمد وسخت آمد
چاہت بھی بُری تیری فرقت بھی بُری تھی ی	تو سب سے بُرا خودسر سنگ آمد وسخت آمد
قسمت کی شکایت پر دشمن کی حکایت پر	منہ پھیر لیا ہنسکر سنگ آمد وسخت آمد
اُن کا تو کہاں آنا قاصد بھی نہیں آتا	کر صبر دلِ مضطر سنگ آمد وسخت آمد
اظہار محبت بھی سمجھا ہے غلط کوئی	یہ بھی تو نہیں باور سنگ آمد وسخت آمد
سمجھے جو مرا مطلب اُس شوخ کو کیا مطلب	آیا بھی یہ دل کس پر سنگ آمد وسخت آمد
آتی ہی اُسے کیسی برچھی سی چبھو دینی	ہر بات میں ہر پھر کر سنگ آمد وسخت آمد
انکار محبت سے کہنا یہ شرارت سے	ہم کو تو نہیں باور سنگ آمد وسخت آمد
جو ہے وہ مرا شاکی اس طرح کی سفاکی	جاری ہی زبانوں پر سنگ آمد وسخت آمد
دُنیا میں جسے دیکھا روتا ہی ہوا پایا	کہتا ہی سُنا اکثر سنگ آمد وسخت آمد

تا روزِ جزا بیخود ہو دیکھئے کیا بیخود
ہی دور بہت محشر سنگ آمد وسخت آمد

یاد مژگاں میں تڑپتا ہوں نہیں آتی ہے نیند
میں تو سنتا تھا کہ سولی پر بھی آجاتی ہے نیند

دل کو مضطر دیکھ کر آنکھوں سے اُڑ جاتی ہے نیند
لاکھ بدلوں کروٹیں فرقت میں کب آتی ہے نیند

اس کا شکوہ کیا شبِ وعدہ جو اُڑ جاتی ہے نیند
تم نے ترسایا ہے مجھکو تم کو ترساتی ہے نیند

تیرے کشتے پاؤں پھیلا کر نہ سوئیں کس طرح
تیغ اُٹھنے بھی نہیں پاتی کہ آجاتی ہے نیند

دیدۂ دل میں نہیں ہے خوابِ غفلت کو جگہ
بند ہیں آنکھیں مگر آنے نہیں پاتی ہے نیند

بیٹھے بیٹھے جو شبِ وعدہ جھپک جاتی ہے آنکھ
اُن کے آنیکی خبر دینے مجھے آتی ہے نیند

بزمِ دشمن میں نہیں جاؤگے قسم کھاتے ہو تم
ہیں خمار آلودہ آنکھیں تم کو جھٹلاتی ہے نیند

وصل میں عرضِ مصائب پر ملا الزام یہ
آپ کی باتوں سے میری تو اُڑی جاتی ہے نیند

عشقِ دشمن میں بنے تھے ہم تمہارے راز دار
تم کو ہمسے پوچھنا تھا کیوں نہیں آتی ہے نیند

سوتے سوتے آگیا ہے کس کی شوخی کا خیال
دل تپاں سینے میں ہے آنکھوں میں گھبراتی ہے نیند

کوئی مشتاقِ تمنا ہے تو کوئی حیلہ جو
مجھکو پھسلاتی ہے قسمت اُن کو بہلاتی ہے نیند

آ کے بھر جاتی ہے پلکوں تک نئی شوخی ہے یہ
ہجر میں معشوق بنکر مجھکو ترساتی ہے نیند

سو گیا وعدے کی شب میں سو گئے میرے نصیب
زندگی بھر اب نہ آئیگی قسم کھاتی ہے نیند

ہو طلب اُسکی تو پھر انسان چوکنا رہے
ہر قدم پہ ٹھوکریں طالب کو کھلواتی ہے نیند

ہجر میں کیا کیا تڑپ کر جاگ کر گذری ہے عمر
موت سے مجھسے خجل آنکھوں سے شرماتی ہے نیند

آنکھ لگتی ہجر میں بیخود بہت دشوار ہے
اُن کی آنکھوں کے تصور میں اُڑی جاتی ہے نیند

مجھکو نہ دل پسند نہ وہ بیوفا پسند
دونوں ہیں خود غرض مجھے دونوں ہیں ناپسند

یہ دل وہی تو ہے جو تمہیں اب ہے ناپسند
معشوق کر چکے ہیں جسے بارہا پسند

جنس وفا کو کرتے ہیں اہل وفا پسند
دشمن کو کیا تمیز ہے دشمن کی کیا پسند

جنت کی کوئی حور نظر پہ چڑھی ہی نہیں
دنیا میں مجھکو ایک پریزاد تھا پسند

روندی کسی نے پائے حنائی سے میری نعش
تھی زندگی میں مجھکو جو بوئے حنا پسند

وہ بدنصیب ہے جسے آیا پسند تو
قسمت تو اُس کی ہے جسے تونے کیا پسند

چڑتے ہیں وہ سوال سے یہ ہم سمجھ گئے
ہے اسلئے انہیں دل بے مدعا پسند

صورت بھی پیش چشم ہے سیرت بھی پیش چشم
دم بھر میں تو پسند ہے دم بھر میں ناپسند

تجھکو غرور زہد ہے شرم گنہ مجھے
زاہد کسے خبر کہ خدا کو ہو کیا پسند

چوٹیں چلیں گی خوب برابر کی جوڑ ہے
تو ہے ادا شناس تو میں ہوں ادا پسند

ہر پھر کے اُن کی آنکھ عدو سے نہ کیوں لڑے
فتنہ کو کرتی ہے نگہ فتنہ زا پسند

میں خود سکھا رہا ہوں ستم کی ادا انہیں
دنیا میں کب ہوا کوئی مجھسا جفا پسند

رکھدینگے آئینہ کے برابر ہم اپنا دل
یا تو یہ ناپسند ہوا اُن کو یا پسند

کس درجہ سادہ لوح ہیں عاشق مزاج بھی
جو ڈھب پہ چڑھ گیا وہ انہیں آگیا پسند

میرا ہی کیا قصور یہ مجھ پر ستم ہے کیوں
آنکھوں نے دیکھا آپکے دل نے کیا پسند

انکار سن چکے ہیں طلبگار کیوں بنیں
ملتا نہیں کوئی تو ہے بے فائدہ پسند

بیخود تو مر مٹے جو کہا اُس نے ناز سے
اک شعر آگیا ہے ہمیں آپ کا پسند

سینے میں ضعف دل سے ہوئی میری آہ بند
کل سے ہے اس غریب مسافر پہ راہ بند

کیا محتسب کے ڈر سے ہوئے ہیں گناہ بند
رہتا ہے رات دن جو در خانقاہ بند

وہ چہچہے کہاں وہ کہاں انبساط دل
کچھ بات کی تو ہوگئی دم بھر کو آہ بند

پاس اپنے خواب میں بھی اُسے دیکھتے ہیں ہم — آنکھوں کے ساتھ کب ہی ہماری نگاہ بند
مژگاں ہیں اُس کی تیر کلیجہ کے واسطے — دل کے لئے ہے حلقۂ زلف سیاہ بند
قسمت ہماری وصل میں بنکر بگڑ گئی — کرتا ہی جور کب فلکِ کینہ خواہ بند
سنسان بتکدہ بھی ہے ویران طور بھی — ہے تیرے عہد میں تو ہر اک جلوہ گاہ بند
یہ مدرسہ نہیں ہے یہ رندوں کی بزم ہے — رکھیں یہاں زبان مشیخت پناہ بند
اے محتسب ہے دخترِ رز کا قصور کیا — کب تک رہیگی شیشہ میں تو بے گناہ بند
میں تو خدا گواہ ہے بندہ ہوں عشق کا — کیونکر ہوا ان بتوں سے مری رسم و راہ بند
آنکھیں تو کھولو دیکھو تو صبح ہو گئی — کب تک رہیگی شرم سے چشمِ سیاہ بند
سنوار ہی ہے میری وفا گالیاں مجھے — رکھتی ہے میرے منہ کو بھی خیر خواہ بند
تیری گلی میں کافر و دیندار جمع ہیں — برسوں ہوئے کہ دیر و حرم کی ہے راہ بند
یوں دل میں آہ و نالہ و فریاد بند ہیں — ہو جس طرح سے قلعہ میں کوئی سپاہ بند

بیخود جو تو ہنسا بھی تو آنسو نکل پڑے
رونا کبھی ہوا نہ ترا روسیاہ بند

اللہ رے وہ روئے پر انوار محمد — تھا عرش پہ بھی جلوۂ رخسار محمد
آنکھوں کو میسر ہے دیدارِ محمد — کانوں کو ملے لذتِ گفتار محمد
ہیں دین کے سامان بھی دنیا کے بھی اسباب — دیکھے کوئی یہ وسعت دربار محمد
شاہوں کو شرف اُن کی غلامی سے ہے حاصل — کس شان کی سرکار ہے سرکار محمد
اک شمع تجلی ہے سراپا قد زیبا — جبرئیل ہیں پروانۂ رخسار محمد
اللہ کی قدرت کا تماشا نظر آئے — ہو جائے اگر خواب میں دیدار محمد

اعجازِ مسیحی کا یہاں دخل نہیں ہے
اچھا نہ ہو عیسےٰ سے بھی بیمارِ محمد

طوبےٰ کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھوں
ملجائے اگر سایۂ دیوارِ محمد

دیدارِ خدا کا ہوں محمد سے طلبگار
اللہ سے ہوں طالبِ دیدارِ محمد

اب تک بھی تو باقی ہے مدینہ میں وہ خوشبو
تھے مشک فشاں گیسوئے خمدارِ محمد

آتی تھی صدا پردہ سے معراج کی شب یہ
یہ رتبۂ عالی ہے سزاوارِ محمد

اعجاز ہے دیتی ہے فنا کام بقا کا
مر کر بھی تو مرتا نہیں بیمارِ محمد

سایہ تو رہا عرش پہ حضرت تھے زمیں پر
دیکھے کوئی یہ تیزئی رفتارِ محمد

کیا تاب بشر کی ہے جو پھر عرض کرے کچھ
جب خالقِ اکبر ہو خریدارِ محمد

سحباں کی طرح اس کا بھی لڑ جائے مقدر
بیخود بھی ہے شاعرِ دربارِ محمد

ردیف دال ثقیلہ

تیغ پر ہے نازِ قاتل کو جوانی پر گھمنڈ
سامنے آئے جسے ہو سخت جانی پر گھمنڈ

حضرتِ زاہد کو ہے تسبیح خوانی پر گھمنڈ
ہم گنہگاروں کو تیری مہربانی پر گھمنڈ

پھولتا ہے کس لئے دم بھر کی ہے تیری نمود
اے حباب اچھا نہیں اک بوند پانی پر گھمنڈ

آج دیکھیں غیر اٹھیں بزم سے پہلے کہ ہم
ان کو تجھ پر ناز ہم کو ناتوانی پر گھمنڈ

ہے ابھی سب کچھ ابھی جھپکی پلک کچھ بھی نہیں
کیجئے کیا خاک اس دنیائے فانی پر گھمنڈ

خالِ عارض کا معمہ بھی نہ تم سے حل ہوا
بس اسی منہ سے کیا تھا نکتہ دانی پر گھمنڈ

دو دن کی پینے لگے سب آکے اُسکی بزم میں
ہو زبانِ شمع کو بھی گلفشانی پر گھمنڈ

عیش دنیا کے نگاہوں میں سماتے ہی نہیں
مجھکو ہو کیونکر نہ رنجِ جاودانی پر گھمنڈ

بھول کر بھی اب کسی سے بات وہ کرتے نہیں
بڑھ گیا ایسا دہن کی ذرفشانی پر گھمنڈ

پیری و صد عیب تو ہیجو مثل مشہور ہے
اور کر لیجے ابھی کچھ دن جوانی پر گھمنڈ

ردیف ذال معجمہ

جیب میں رکھ لیا اُس شوخ نے پڑھکر کاغذ
کاش ہو نام سے خط کا دلِ مضطر کاغذ

میں نے کھینچی ورقِ دل پہ تمہاری تصویر
میرے نزدیک تو ہی سب سے یہ بہتر کاغذ

خط میں لکھی ہے جہاں زلفِ سیہ کی تعریف
سادہ چھوڑا نہ وہاں بال برابر کاغذ

مدعا یہ ہے کہ دل کو ترے پامال کریں
اُس نے بھیجا ہے جو مٹھی میں مسل کر کاغذ

اب وہ اخبار کا پرچہ بھی جلا دیتے ہیں
اب اُنہیں خط ہی مرا سوجھتا ہے ہر کاغذ

نامہ آیا تھا ابھی اُن کا ابھی تار آیا
چلے آتے ہیں بلاوے کے برابر کاغذ

خط کی تحریر سے ہے فتنہ اُٹھانا منظور
عطر فتنے میں جو بھیجا ہے بسا کر کاغذ

خط کتابت نہ ہو غیروں سے یہ ممکن ہی نہیں
اُڑتے پھرتے ہیں ترے کوچہ میں اکثر کاغذ

دل کو زخمی کئے دیتی ہے کسی کی تحریر
بنگیا آج تو میرے لئے خنجر کاغذ

باتیں تحریر میں ہوتی ہیں خریداروں سے
پاس محفل میں بھی رکھتا ہے وہ خود سر کاغذ

ایسے تنگ آگئے ہیں اب وہ مری تحریروں سے
کوستے ہیں کہ نہ ہو تجھکو میسر کاغذ

خط میں تحریر ہے کچھ حال گراں جانی کا
ڈر یہ ہے توڑ نہ دے بال کبوتر کا غذ

لکھدیا اُس نے اگر وصل کا وعدہ **بیخود**
لطف دے گا مئے انگور سے بڑھکر کاغذ

میں نے باندھا نہیں محبوب کا اسی ڈر سے تعویذ
پہ چھپیگا نہ ستمگر کی نظر سے تعویذ

غیر کی بزم میں مجھ سے نہ ملی آنکھ اُنکی
مجھکو خالی نظر آتا ہے اثر سے تعویذ

نامہ بر مان کہا تیرا اگر ٹ تا کیا ہے
باندھ لے نامہ ہمراہ کمر سے تعویذ

اب کئی روز سے اس بات کا چرچا ہے وہاں
باندھ جاتا ہے کوئی پردہ در سے تعویذ

ڈال لو اس کو گلے میں نظرِ بد کے لئے
لکھ کے لایا ہوں یہ میں خونِ جگر سے تعویذ

سبز ٹہنی میں جو میں شام کو باندھ آیا تھا
جا پڑا اُڑ کے کہیں بادِ سحر سے تعویذ

نقش ہے دل پہ ہر اک شخص کے صورت جسکی
کم ہے تاثیر میں اُس شعبدہ گر سے تعویذ

شوقِ تسخیر بھی ہے پاسِ نزاکت بھی اُنہیں
تول کر باندھتے ہیں وہ گلِ تر سے تعویذ

شب کو **بیخود** یہ نئی سیر نظر آئی ہے
بن کے پروانہ جلا سوزِ جگر سے تعویذ

ردیف رائے مہملہ

دور ہیں تجھ سے جو تیرے وطن میں رہکر
خار کھائے ہوئے ہیں پھول چمن میں رہکر

فکر تھی ترکِ وطن کی جو وطن میں رہکر
روح کو چین نہ تھا میرے بدن میں رہکر

نکہتِ گل سے کہا گل نے چمن میں رہکر
بے وطن ہم ہوئے جاتے ہیں وطن میں رہکر

آپ کچھ خوش بھی ہوئے غیر سے دم بھر نہ بنی
بات کو دیکھ لیا میری جلن میں رہکر

تجھکو جھٹلائے بھلا میری زباں کی یہ بساط
شوخیاں سیکھ گئی تیرے دہن میں رہکر

کشتۂ دستِ حنائی تو ترا لائیگا رنگ
رنگ دیگا یہ کفن کو بھی کفن میں رہکر

فکرِ گلچین خلشِ خار خزاں کا کھٹکا
چین دم بھر نہ ملا گل کو چمن میں رہکر

دور سے کھینچ کے لے آتی ہے پروانوں کو
شمع نے پاؤں نکالے ہیں لگن میں رہکر

اے زباں تو بھی طرفدار اُنہیں کی نکلی
پاس میرا نہ کیا میرے دہن میں رہکر

سختیاں رنجشِ احباب کی دیکھیں میں نے
قدر غربت کی ہوئی مجھکو وطن میں آکر

قیس کو مکتبِ لیلے میں سبق مل جائے
پھر بڑا نام اُچھالے گا یہ بن میں رہکر

تیرے غصے کو ابھی غیر نے دیکھا کیا ہے
تیغ نچاتا ہے ماتھے کی شکن میں رہکر

لوٹ کر خاک میں جھڑتے ہی کہا پھولوں نے
اپنی ہستی کو نہ بھولینگے چمن میں رہکر

گلفشانی کے وہ انداز جو دیکھے سنے
شمع نے سیکھ لئے بزمِ سخن میں رہکر

واہ اِس نقطۂ موہوم سے کیا پھول جھڑے
معجزہ بن گئی گالی بھی دہن میں رہکر

خوش دلی بھی ہے زمانے میں کوئی شئی یارب
اِس کو ہم بھول گئے رنج و محن میں رہکر

یہ غزل گوئی اُسی کا تو صِلا ہے **بیخود**
کی ہے اُستاد کی خدمت جو دکن میں رہکر

مرتا رہا جو عمر بھر اک گلعذار پر
چڑھتے ہیں پھول شمع کے میرے مزار پر

منہ آئے جس قدر وہ مرے رازدار پر
ڈھلتی چلی گئی نگہ شرمسار پر

نکلا کبھی نہ حرف تسلی زبان سے
آنکھیں نکالتے ہو دلِ بے قرار پر

افسوس تھا کہ قہر تھا کیا تھا کسے خبر
ملتے رہے وہ ہاتھ مرے اضطرار پر

رکھتا ہوں بعد مرگ بھی الفت کے دو گواہ
حسرت مزار میں ہے اداسی مزار پر

صیاد دیکھتا ہی نہ رہ جائے تو سہی
کیسا قفس، قفس میں کھلیں ایکبار پر

شرما کے ذکر غیر پہ پیسا کئے وہ دانت
کچھ بھی نہ بس چلا نگہِ شرمسار پر

شوخی نگاہ میں ہے شرارت مزاج میں
گرتی ہیں بجلیاں دلِ اُمیدوار پر

اُس سنگدل کی آنکھ سے آنسو ٹپک پڑے
رحمت کا ہے نزول ہمارے مزار پر

قسمت کے رنج کیا ہیں ستم آسماں کے کیا
بھاری ہے ایک عشق تمہارا ہزار پر

مارا ہے مجھکو شوقِ شہادت نے جان سے
بے قتل کے بھی خون رہا تیغِ یار پر

ہم اُن کے جھینپنے کی ادا دیکھتے رہے
آنکھیں گڑی رہیں نگہِ شرمسار پر

کیا خاک فصل گل میں اُٹھے کوہسار سے
پتھر پڑے ہیں دامنِ ابرِ بہار پر

ہم وہ شہیدِ ناز ہیں حوریں بہشت سے
آتی ہیں فاتحہ کو ہمارے مزار پر

تیشہ نے کوہکن کا بہایا نہیں لہو
کندہ کیا ہے نقشِ وفا کوہسار پر

شوخی سے یہ ملا طلبِ وصل پر جواب
تجھکو زبان دے کوئی کس اعتبار پر

میں دیکھتا ہوں دام کے پھندوں کو بار بار
صیاد دیکھتا ہے مرے بار بار پر

ڈھونڈے سے بھی ملی نہ وفا جب کہیں نہیں
آئے چراغ لے کے ہمارے مزار پر

غافل نہ مجھکو چاکِ گریباں سے جاننا
وحشت میں بھی نظر ہے مری تار تار پر

آنکھوں میں دم ہے ہاتھوں میں دل میں اضطراب
کیا قہر ہے نہ آئے جو اس انتظار پر

دی اُس نے اپنے ہاتھ سے مٹی پس وفا
یوں خاک ڈال دی مرے دل کے غبار پر

بیخود کو خوفِ نارِ جہنم نہیں رہا
بھولا ہوا ہے رحمتِ پروردگار پر

مٹ گیا غم ہستی اُس پہ مبتلا ہو کر
عشق نے اثر بخشا درد کی دوا ہو کر

کس قدر ملی راحت عشق میں فنا ہو کر
کیا مزے اڑائے ہیں جسم سے جدا ہو کر

ملتے ہی نگاہوں کے کام ہو گیا اپنا
لوگ جیتے ہیں کیونکر آپ پر فدا ہو کر

حسن تیری خلقت سے بچ رہا تھا کچھ باقی
وہ بھی تیرے چہرہ پر چھا گیا ادا ہو کر

سو طرح کی آفت ہے لاکھ طرح کی ایذا
پھنس گئے مصیبت میں قید سے رہا ہو کر

کم نہ تھا قیامت سے دن تری جدائی کا
حشر کو بھی رہنا تھا آج ہی بپا ہو کر

رنج ہجر سے فرصت مر کے ہو گئی مجھکو
کوسنا رقیبوں کا لگ گیا دعا ہو کر

شکوہ کر سکے کوئی نکتہ چیں سے کیا طاقت
رہ گیا غنیمت ہے شکر کا گلا ہو کر

کیا خبر تھی یہ مجھکو زندگی بسر ہو گی
موت کی تمنا میں یار سے جدا ہو کر

آپ کے ستم سہکر میں تو بیوفا ٹھہرا
آپ ہی کہا دیجے مجھکو با وفا ہو کر

دل رہا نہ قابو میں دیکھکر انہیں تنہا
یہ ستم نیا ڈھایا شوق نے سوا ہو کر

جان سے گذر کر بھی آپ کو دکھا دینگے
ایک دن رہیگا یہ آپ کا کہا ہو کر

جرم کی خجالت سے بن رہی تھی کیا مجھپر
کھو دیا مزا سارا آپنے خفا ہو کر

عشق کی کدورت نے صاف کر دیا دل کو
آئینہ کو چمکایا زنگ نے جلا ہو کر

ظلم کا گلا بیخود اس طرح نہ کرنا تھا
بات کا مزا کھویا تو نے بے مزا ہو کر

خدا وقت ایسا نہ ڈالے کسی پر
اجل بھی تو روئی مری بیکسی پر

نہ دیکھا کوئی اور تجھسا نہ دیکھیں
نظر حشر میں بھی پڑ گی تجھی پر

خدا جانے دم بھر میں کیا کر گذرتے
اگر زور چلتا ہمارا کسی پر

بناؤ۔ بگاڑو۔ ہنساؤ۔ رلاؤ — مدار اپنا ہے سب تمہاری خوشی پر

تری یاد تیری طلب میں جو گذرے — مجھے رشک آتا ہے اُس زندگی پر

جلانا نہ تھا طور کو میرے ہوتے — یہ بجلی تو گرنی تھی یارب مجھی پر

اُٹھا دوں جو راز محبت کے پردے — فرشتے بھی مرنے لگیں آدمی پر

قفس میں ہیں جن کا تھا کچھ بھروسہ — گرے ٹوٹ کر آج اپنے دُماہی پر

عجب طرح پلٹا ہے اپنا مقدر — کہ ہر دوست آمادہ ہے دُشمنی پر

شب وصل کہنا یہ اُن کا غضب ہے — کہ ہم بھی تو مرنے لگے ہیں کسی پر

ب مجھے دیکھتے وہ نہ یوں پاس آکر — گماں اُن کو مرنے کا گذرا غشی پر

نہیں لگتی دم بھر کی بھی دیر **بیخود**
بُرا وقت آتے ہوئے آدمی پر

بیچنے آئے کوئی کیا دلِ شیدا لیکر — دام دیتے ہی نہیں آپ تو سودا لیکر

خوب فیاض بنے مال پرایا لیکر — دیدیا غیر کو میرا دلِ شیدا لیکر

چار دن بھی تو نہ رکھا دلِ شیدا لیکر — آپ نے ہم سے بھی کمبخت کو کھویا لیکر

قتل کے بعد نزاکت سی جو تھک جاتی ہیں — بیٹھ جاتے ہیں وہ کُشتے کا سہارا لیکر

غیر کا قتل کچھ ایسا تو نہیں ہے مشکل — چھوڑ دو ہاتھ کوئی نام ہمارا لیکر

سانس کے ساتھ جو ہوتی ہے کھٹک سینے میں — ضعف سے درد بھی اُٹھتا ہے سہارا لیکر

غیر سے لو جو محبت میں تمہیں کچھ کام بھی دے — کیا کرو گے دلِ ناکام ہمارا لیکر

وہ ستم کیش وہاں کیا نہ ملے گا ہمکو — حشر میں جائیں گے تقدیر کا لکھا لیکر

ہم سمجھتے ہیں اُنہیں داد و ستد کے ہیں کھرے — جانتے ہی نہیں دینا جو کسی کا لیکر

کوئی کچھ لیکے چلا ہے کوئی کچھ۔ کعبہ کو
وہ گرانبارِ محبت ہوں نہیں چل سکتا
لڑکھڑاتے ہیں قدم دم بھی چڑھا جاتا ہے
آسماں خاک ہی میں کیوں نہ ملائے ہم کو
آگیا مجھکو نظر اپنی وفا کا انجام

جائینگے ہم ترے ملنے کی تمنا لیکر
دو قدم بھی تو مری خاک بگولا لیکر
گر نہ پڑنا کہیں دشمن کا جنازا لیکر
ہم رہیں گے دلِ مرحوم کا بدلا لیکر
میں نے تلوار کو قاتل سے جو دیکھا لیکر

ابتو بیخود کو یہ دعویٰ ہے بقولِ اُستاد
آدمی عشق کرے نام ہمارا لیکر

بنی تصویر ماتم کی خوشی بے انتہا ہو کر
رہے اغیار کے حلقے میں تماشا نما ہو کر
کیا ہے عرض جو کچھ وہ رہیگا دیکھنا ہو کر
نباہی ہم نے تم سے بیوفا سی با وفا ہو کر
مریض غم کو ہے اے ناتوانی آسرا تیرا
وہ میری التجا میری خوشامد میری پا بوسی
محبت کے قدم آئے تصور کے جمے نقشے
مٹایا نقش پا کی طرح اُس نے میری ہستی کو
مری میت پہ وہ آئے ہیں یہ الزام دینے کو
قیامت کیا نہ آجائے قیامت کیا نہ ڈھا جائے
رگِ گردن سے قُرب اُس کو۔ دل انساں مقام اُس کا
مٹے جاتے ہیں اُن کے دیکھنے پر دیکھنے والے

وہ آئے اپنے وعدے پر مگر میری قضا ہو کر
چلو تیر قضا بنکر کھچو تیغ ادا ہو کر
تمہاری بزم سے اُٹھتے ہیں ہم دستِ دعا ہو کر
دکھادے اب کوئی دنیا میں ایسا دوسرا ہو کر
رہی جاتی ہے اب آہِ رسا بھی نارسا ہو کر
وہ مجبوری سے اُن کا مسکرا دینا خفا ہو کر
رہیگی اب مرے دل میں نئی دنیا بنا ہو کر
ہمیشہ جس کے قدموں میں رہا رنگ حنا ہو کر
وفا کا تو نے دعویٰ کیوں کیا تھا بیوفا ہو کر
نکل آئے جو وہ پردے سے میرا مدعا ہو کر
وہ کب بندے سے اپنے دور رہتا ہے خدا ہو کر
نکلتی ہے نظر بھی آنکھ سے ناز و ادا ہو کر

بگڑنا اُس کا غصے مین بھی شوخی سے نہیں خالی
مزے کی بات کہہ جاتا ہے ظالم بے مزا ہوکر

وصال و ہجر دونوں ایک ہیں اہلِ بصیرت کے
کہ ہے تم دل کے اندر میرے پہلو سے جدا ہوکر

اُسے ملنے میں کیا ہے دوست دشمن سب سے ملتا ہی
کسی سے بیوفا بن کر کسی سے باوفا ہوکر

خودی بھی اک ہوائے خودنمائی ہی حباب آسا
جو غافل ہے وہ اس پھندے سے نکلیگا فنا ہوکر

وہ قابو پا کے میرا کھینچنا آغوش میں اُن کو
وہ چپکے چپکے اُن کا کوسنا مجھکو خفا ہوکر

ہمیں معنی تو سمجھا دے ذرا بیخود کے ای بیخود
یہ تو نے نام کیا رکھا ہے اپنا پارسا ہوکر

دلِ بے آرزو میں عشق کا ارمان پیدا کر
مرے سینے مین یارب اور بھی اک جان پیدا کر

جوانی اُن کی کہتی ہی نئی اک شان پیدا کر
نگاہِ شرم مین بھی تیر کا پیکان پیدا کر

مری محرومیٔ قسمت سے تو واقف ہے کو یارب
وہیں پامال کر دے دل میں جو ارمان پیدا کر

عدو کا حال کہتے ہیں پھر اُس پر میں تاکید ہے
ہماری بات سننے کیلئے تو کان پیدا کر

عدو کے دل میں کھٹکے میری آنکھوں میں سما جائے
نگاہِ ناز میں یہ بات میری جان پیدا کر

بگڑنا منہ بنانا روٹھ جانا اس سے کیا حاصل
ادا دل چھین لینے کی کوئی نادان پیدا کر

دکھانا ہے تجھے ای دل اگر نیرنگ الفت کا
نرالا ساری دنیا سے کوئی ارمان پیدا کر

حیا غماز ہے رازِ محبت کھول دیتی ہے
نگاہِ شرم میں شوخی ترے قربان پیدا کر

الٰہی فصل گل پر بھی خزاں کا حکم جاری ہے
چمن میں پھول پیدا کر تو نافرمان پیدا کر

کھٹکتی ہے مرے سینے میں یارب آرزو اسکی
نکل جائے یہ دل کی پھانس وہ سامان پیدا کر

نہ ہو جامے سے باہر واعظِ خودبیں سے کہدینا
بنا ہی جس کی صورت پر اُسی کی شان پیدا کر

بتوں کو جب کیا تھا اُسنے پیدا ہم کو کہنا تھا
بنائے آدمی ان کو نہیں انسان پیدا کر

لگی ہیں دل کی لو میں شمع کی بیحد تفاوت ہے
تمیزِ عشق پروانے سے اے نادان پیدا کر

کسی کے حسن کی ہر آن دل کو چھین لیتی ہے
نیا پہلو میں یارب ایک دل ہر آن پیدا کر

سوالِ وصل پر اُس نے گھڑک کر یہ کہا مجھسے
سلیقہ بات کرنے کا ذرا نادان پیدا کر

ہمارا دل ترا گھر ہے اسے آباد رکھ یارب
یہ لڑتی ہیں تیوں سے آنکھیں ارمان پیدا کر

زباں استاد کی بیخود تو ہو مضمون مومن کا
بیاں غالب کا ہو اشعار کی یہ شان پیدا کر

نہ جانا حضرت زاہد کبھی ترکِ عبادت پر
ہمارا بخشوانا منحصر ہے اُس کی رحمت پر

عدو کے قتل کا بیڑہ تو تم سے اُٹھ نہیں سکتا
قیامت کے اٹھانیکا ہے دعوے اس نزاکت پر

اگر میں چاہتا ہوں وصل کا وعدہ کبھی اُن سے
وہ کہہ دیتے ہیں یہ موقوف رکھو اپنی قسمت پر

کہیں ایسا نہ ہو افلاک سے عیسےٰ اُتر آئیں
کہ اب مرنے لگا ہے اک زمانہ تیری صورت پر

کیا جو اپنے ہاتھوں سے بھلا افسوس کیا اُس کا
وہ کیوں بیٹھے ہوئے ہیں سر جھکائے میری تربت پر

محبت کے اثر سے اُنکا دل بھی اب نہیں خالی
ذرا سا منہ نکل آتا ہے فرقت کی شکایت پر

پتے کی سن کے مجھ سے گالیاں ملنے لگیں مجھکو
تصدق اس خجالت کے یہ قطرہ ہے ندامت پر

کرے کیا کوئی اب اُن سے شکایت شوخ چشمی کی
فدا ہیں آپ اپنے جی سے وہ اپنی شرارت پر

سوالِ وصل پر اُن سے نیا فقرہ چلا میں نے
مسافر ہوں نظر کرنی پڑیگی میری غربت پر

پھنسا کر دل کسی سے پھنس گئے ہم تو مصیبت میں
کہ مرنا بھی ہے اپنا منحصر اُن کی اجازت پر

جہاں اُس بزم میں پہنچا نظر پڑنے لگی میری
کبھی اپنے مقدر پر کبھی غیروں کی قسمت پر

ترے آوارۂ دشتِ طلب جدھر مرتے ہیں
مسیحا جان دیتے ہیں ترے بیمارِ الفت پر

زمانہ حضرت بیخود کبھی یکساں نہیں رہتا
کہیں گذری ہے دنیا میں کسی کی ایک حالت پر

الٰہی اس قدر مجبوریاں ایسی محبت پر — نہ اُن پر زور چلتا ہے نہ قابو ہے طبیعت پر
نظر کرتا ہوں میں گذری ہوئی جب اپنی حالت پر — مرے آنسو ٹپک پڑتے ہیں دشمن کی مصیبت پر
کبھی اے اہلِ محشر ہے کسی کا سامنا باقی — قیامت اور برپا ہونیوالی ہے قیامت پر
کہیں میرا مقدر بخت دشمن سے نہ بدلا ہو — وہ کہتے ہیں کہ رشک آتا ہے ہم کو تیری قسمت پر
مجھے جب دیکھتے ہیں غیر سے ارشاد ہوتا ہے — بہت ریجھے ہوئے ہیں آجکل یہ میری صورت پر
وہ آئے تھے بہت ہی بن سنور کر فاتحہ پڑھنے — گری ہیں بجلیاں کیا کیا ہمارے سنگ تربت پر
دعا کے ساتھ میرے لب سے کیا کیا کچھ نہیں نکلا — چڑھائی آج کس کس کی ہوئی باب اجابت پر
وطن کو چھوڑ کر میری طرح کیا یہ بھی نکلی ہے — اداسی کس قدر چھائی ہوئی ہے شامِ غربت پر
لیے تا کا کئے جھانکا اِدھر دیکھا اُدھر دیکھا — نظر کرتے چلو تم نیچی نظروں کی شرارت پر
نہ چھوڑو غیر کے کہنے سے یہ بنتا ہوا سودا — مرے دل کو بھی تو دیکھو نظر کرتے ہو قیمت پر
ہوا کرتی ہے اب مجھ سے شکایت دردِ الفت کی — نصیبِ دشمناں عاشق ہوئے ہیں اپنی صورت پر
گھلا کر پھر وہی صورت بنا دی جوشِ گریہ نے — پھرا تھا اک ذرا پانی ترے بیمارِ الفت پر

ستم سہنے کی بیخود اب کوئی حد بھی رہی باقی
ملایا خاک میں پتھر پڑیں ایسی محبت پر

وہ بیٹھنا مرا تری محفل میں سب سے دور — وہ بیقراریاں دلِ مضطر کی اب سے دور
آئے مری زباں پہ کیونکر سوالِ وصل — اخلاق سے بعید ہے پاسِ ادب سے دور
جنت عطا ہو یا مجھے دوزخ نصیب ہو — تیرے کرم سے دور نہ تیرے غضب سے دور
آسودگی پسند نہیں اُس کے مبتلا — منزل کا ہر نشان ہے راہِ طلب سے دور
میں جا کے بزمِ یار میں تصویر بن گیا — رکھا ہے مجھے نصیب نے عیش و طرب سے دور

اقرار کی قسم ہے تو انکار ہی سہی
زلفِ سیہ کی یاد کا نوقت میں کام کیا
آتا نہیں ہے ہوش مجھے چار چار دن
غیروں سے بزمِ ناز میں ہیں گرم جوشیاں

پھر سکوت تو ہو کہیں اُن کے لب سے دور
رکھا ہے ہم نے روزِ جدائی کو شب سے دور
رہنے لگا ہے وہ بتِ مغرور جب سے دور
بیٹھے ہوئے ہیں چاہنے والے ادب سے دور

منہ سے نکل نجائے کوئی بات راز کی
بیخود کو چاہیے رہے دنیا میں سب سے دور

نہ بیٹھو اس طرح تم نعش پر پھر آن بن بن کر ۔۔۔ کہیں دم آ نجائے مجھ میں پھر ارمان بن بن کر
رہینگے دل میں کب تک تیرِ نو مہمان بن بن کر ۔۔۔ رہیں ارمان بن بنکر رہیں یہ جان بن بن کر
نگاہِ شوخ نے کشتے کو بسمل کر دیا دیکھو ۔۔۔ رگوں میں دوڑتی پھرتی ہے شوخی جان بن بن کر
نہ آتے ہوں جسے انداز پورے دلربائی کے ۔۔۔ وہ یوں بیٹھے مرے آگے خدا کی شان بن بن کر
ترے دل میں مری جانب سے جتنے رنج پنہاں تھے ۔۔۔ ترے سینے پہ اُبھرے ہیں وہ ارمان بن بن کر
یہ کہنا تو ذرا دیکھو اجی تم کس کے عاشق ہو ۔۔۔ مجھے پکا کوئی کرتا ہے کیا نادان بن بن کر
مجھے معلوم تو ہو کون بیٹھا ہے پسِ پردہ ۔۔۔ یہ کس کے واسطے جاتے ہیں آخر پان بن بن کر
نکلنا دل سے مشکل ہے بتوں کا حضرتِ زاہد ۔۔۔ کہ یہ کافر سمائے ہیں مرا ایمان بن بن کر
عدو کے ذکر پر کہنا یہ کس کا ذکر کرتے ہو ۔۔۔ بنانا خوب آتا ہے تمہیں انجان بن بن کر
نہ نکلے بات بھی منہ سے یہ حکمِ ضبطِ اُلفت ہے ۔۔۔ رہیں چھالے زباں میں خلق کی دربان بن بن کر
پریشاں ہو کے کس آشفتہ سر کی لٹ گئی قسمت ۔۔۔ تری زلفیں بکھر جاتی ہیں کیوں آن بن بن کر
بھلا میخانے میں نوعِ بشر کا کام کیا زاہد ۔۔۔ اُترتے ہیں ملایک چرخ سے انسان بن بن کر
ترقی اور ہوتی زیب و زینت اور ہو جاتی ۔۔۔ یہیں سے خلد میں جاتا اگر سامان بن بن کر

انہیں گذری ہوئی باتوں کا بیخود تمکو رونا ہی
بگڑ جاتے ہیں کیل ایسے بہت نادان بن بن کر

کب تک کریں گے جبر دلِ ناصبور پر
موسیٰ تو جا کے بیٹھ رہے کوہ طور پر

کوئی مجھے بتائے کہ اب کیا جواب دوں
وہ مجھسے عذر کرتے ہیں میرے قصور پر

طالب ہیں جو ترے انہیں جنت سے کیا غرض
پڑتی نہیں ہے آنکھ شہیدوں کی حور پر

جلوہ دکھائیے ہمیں بس عذر ہو چکا
چلنے کیواسطے نہیں آئے ہیں طور پر

زاہد بھی اس زمانے کے عاشق مزاج ہیں
جیتے ہیں اُس کو دیکھ کے مرتے ہیں حور پر

گھر کر گئیں نہ دل میں مری خاکساریاں
نازاں تھے آپ بھی بہت اپنے غرور پر

بخشے گئے نہ ہمسے جو دو چار بادہ خوار
بھٹکیں گی کہیاں ہیں شراب طہور پر

کچھ شوخیوں کے رنگ بھی بتیا بیوں میں ہیں
کس کی نظر پڑی ہے دل ناصبور پر

زاہد کی طرح ہم کو بھی جنت کی ہے تلاش
اپنا بھی آگیا ہے دل اک رشک حور پر

رکیے کہیں یہ شوق رہائی مجھے نہ قید
ٹڑپا اگر نہیں تو رہینگے ضرور پر

بیخود نہ ڈھونڈ کوئی وسیلہ نجات کا
یہ منحصر ہے رحمت رب غفور پر

دل کا سودا کیا ہوا اُن سے بنی ہے جان پر
اب یہ ضد ہے دیتے ہیں بوسہ ترے ایمان پر

کانپتا ہے چرخ ہلتی ہے زمیں فریاد سے
ہے تعجب جوں نہیں چلتی تمہارے کان پر

عشق کا صدمہ کسی کے دل سے اُٹھ سکتا نہیں
کیل جاتا ہے کوئی ناشاد اپنی جان پر

ہم کسی کے واسطے اللہ سے کیونکر لڑیں
زور چل سکتا نہیں انسان کا انسان پر

دل میں یہ مجمع سمائے کس طرح وعدے کی شب
حسرتوں پر حسرتیں ارمان ہے ارمان پر

وصل میں ملنی ہے مجھکو داد میرے صبر کی — جانتا ہوں وہ ستم توڑیں گے میری جان پر

ظلم کرنا بھی تو پورا خیر سے آتا نہیں — دل کا آجانا غضب ہے آپ سے نادان پر

ہم نے زاہد تجھسے دیکھے ہیں بہت جنت پرست — اور ہی ایمان لائیں گے ترے ایمان پر

اُس بت کافر کو اتنا سنگدل سمجھا نہ تھا — کیا کروں ہیں پڑ گئے پتھر مری پہچان پر

داور محشر سے ہم لیکر رہیں گے آپ کو — کھیل جائینگے قیامت میں بھی اپنی جان پر

صبر کر اے حسرت پردار کچھہ دن اور بھی — پھوٹتی آتی ہیں کلیاں ہیں ابھی بیجان پر

دن دہاڑے پوچھتے پھرتے ہو میخانے کی راہ
بات یہ پھبتی نہیں **بیخود** تمہاری شان پر

فصل گُل آئی مری وحشت کا ساماں دیکھکر — کھل گئے غنچے مرا چاک گریباں دیکھکر

چاک سینہ کر لیا دل کو پریشاں دیکھکر — ہم کو پھر کچھہ بھی نہ سوجھا داغ ہجراں دیکھکر

دل دیا تھا ہمنے تو اے سنگدل آتش مزاج — آدمی تجھکو سمجھکر تجھکو انساں دیکھکر

اُس نے ابرو کے اشارے سے لگایا دل پہ تیر — مجھکو حیرت ہوگئی خنجر میں پیکاں دیکھکر

جب اُٹھا کر وادیٔ اُلفت میں کہتا ہوں قدم — کان میں آواز اک آتی ہے ناداں دیکھکر

دل میں بھالے بنکے چبھتی ہیں قفس کی تیلیاں — جی بھر آتا ہے بلبل کا گلستاں دیکھکر

کشتۂ دیدار لاکھوں میں بھی چھپ سکتا نہیں — تاڑ لیگا دور ہی سے مجھکو درباں دیکھکر

زندگی میں دل کے مرجانے کا غم جاتا رہا — آگیا کچھہ صبر سا گور غریباں دیکھکر

شرم ناکامی نے آخر کو تراشا اتہام — دل زلیخا کا پھٹا یوسفؑ کا داماں دیکھکر

عشق میں ویران سا ویران تھا یادش بخیر — مجھکو دل یاد آگیا سونا بیاباں دیکھکر

حُسن یکتا پر اُنہیں کیونکر نہ ہو ناز و غرور — دل میں وہ اترا رہے ہیں مجھکو حیراں دیکھکر

تیر بھی اپنا نہ کھینچا اُس بت بدکیش نے
ڈر گیا وہ میرے دل میں نور ایماں دیکھکر

اُس کے جلوونکا دل مشتاق ادنیٰ ہی یہ وصف
آدمیت سے گذر جاتا ہی انساں دیکھکر

نیچی نظریں تھیں تو مشتاقوں میں کچھ جھگڑا نہ تھا
تُم نے یہ فتنے اُٹھائے ہیں مری جاں دیکھکر

جام و مینا پھر سنبھالا بیخود میخوار نے
توبہ رخصت ہوگئی ابر بہاراں دیکھکر

ہر بات مرے لب پر آتی ہی گِلا ہو کر
غم دل میں سمایا ہے کیا جانئے کیا ہوکر

پھر درد محبت کی رہتی نہ خلش باقی
تمنا تھا مرے دل کو قسمت کا لکھا ہوکر

اغیار کے کوچہ میں دیکھا نہ مجھے اُس نے
میں ساتھ رہا اُس کے نقش کف پا ہوکر

کیا کھیل ہی سمجھا تھا وعدی سے پلٹ جانا
دل ٹوٹ گیا اپنا پیمانِ وفا ہو کر

جو بات نہ کہنی تھی غصے نے اُگلوا دی
شرمائے بہت دل میں وہ مجھپہ خفا ہوکر

پہلے ہی قدم پر ہے انداز قیامت کا
آئینگے مرے گھر تک کیا جانئے کیا ہوکر

ہر شئے میں نظر ہمکو آتی ہے جھلک اُس کی
چھُپ جاتا ہی پردی میں وہ جلوہ نُما ہوکر

تم مجھ میں رہو چھپکر میں تم میں رہوں پنہاں
آنکھوں میں نظر بنکر شوخی میں حیا ہوکر

اس طرح سے لیتے ہیں جنت کو ترے عاشق
محشر میں دکھا دینگے ہم تجھپہ فدا ہوکر

اس گلشن ہستی میں لگتا نہیں دل اپنا
آئے ہیں خدا جانے ہم کس سے جدا ہوکر

وہ بام پہ بھی اپنے اس ڈر سے نہیں آتے
تو قیر نہ گھٹ جائی انگشت نما ہوکر

ہونے دو ستم اُن کے کرنے دو جفا اُن کو
گھبراتے ہو کیوں بیخود پابند وفا ہوکر

دے محبت تو محبت میں اثر پیدا کر
جو ادہر دل میں ہی یارب وہ اُدہر پیدا کر

دودِ دل عشق میں اتنا تو اثر پیدا کر — **سر کٹے شمع کی مانند تو سر پیدا کر**

پھر ہمارا دلِ گم گشتہ بھی مل جائیگا۔ — پہلے تو اپنا دہن اپنی کمر پیدا کر

کام لینے ہیں محبت میں بہت سے یارب — اور دل دے ہمیں اک اور جگر پیدا کر

تھم ذرا اے عدم آباد کے جانے والے — رہ کے دنیا میں ابھی زادِ سفر پیدا کر

جھوٹ جب بولتے ہیں وہ تو دعا ہوتی ہے — یا الٰہی مری باتوں میں اثر پیدا کر

آئینہ دیکھنا اس حُسن پہ آسان نہیں — پیشتر آنکھ مری میری نظر پیدا کر

صبحِ فرقت تو قیامت کی سحر ہے یارب — اپنے بندوں کے لئے اور سحر پیدا کر

مجھکو روتا ہوا دیکھیں تو جھلس جائیں رقیب — آگ پانی میں بھی اے سوزِ جگر پیدا کر

مٹ کے بھی دوریٔ گلشن نہیں بھاتی یارب — اپنی قدرت سے مری خاک میں پر پیدا کر

شکوہ درد جدائی پہ وہ فرماتے ہیں — رنج سہنے کو ہمارا سا جگر پیدا کر

دن نکلنے کو ہے راحت سے گذر جانے دے — روٹھکر تو نہ قیامت کی سحر پیدا کر

ہم نے دیکھا ہے کہ ملجاتے ہیں لڑنیوالے — صلح کی خو بھی تو اے بانیٔ شر پیدا کر

مجھسے گھر آنے کے وعدے پہ بگڑکر بولے — کہدیا غیر کے دل میں ابھی گھر پیدا کر

مجھسے کہتی ہے کڑک کر یہ کمان قاتل کی — تیر بنجائے نشانہ وہ جگر پیدا کر

کیا قیامت میں بھی پردہ نہ اُٹھیگا رُخ سے — اب تو میری شبِ یلدا کی سحر پیدا کر

دیکھنا کھیل نہیں جلوۂ دیدار ترا — پہلے موسیٰ سا کوئی اہل نظر پیدا کر

دل میں بھی ملتا ہے وہ کعبہ ہی اُسکا ہی مقام — راہ نزدیک کی اے عزم سفر پیدا کر

ضعف کا حکم یہ ہے ہونٹ نہ ہلنے پائیں — دل یہ کہتا ہے کہ نالے میں اثر پیدا کر

نالے بیخود کے قیامت ہیں تجھے یاد رہے

ظلم کرنا ہے تو پتھر کا جگر پیدا کر

ردیف رائے ہندی

شب امید ہے اے دل نہ بیوفا سے بگاڑ
جھلک رہا ہے مجھے اسکی ہر ادا سے بگاڑ

ہوا ہے جب سے کسی زود آشنا سے بگاڑ
مری اثر سے ہے اُن بن مرا دعا سے بگاڑ

وہ ایک پل میں بدلتا ہے کروٹیں سو سو
ابھی سلوک ابھی زود آشنا سے بگاڑ

یہ کمسنی کی ادائیں بھی اک قیامت ہیں ۳
ابھی ہے ربط حیا سے ابھی حیا سے بگاڑ

عدو کو دیکھ کے تو نے ادھر جو دیکھ لیا
دلوں میں پڑ گئے باہم اسی ادا سے بگاڑ

دکھا کے آئینہ باہم لڑا دیا ہم نے
کہ چشم شوخ کا اُن کی ہوا حیا سے بگاڑ

کبھی فسانۂ فرہاد و قیس ہم سے سنو
پڑے ہوئے ہیں محبت میں ابتدا سے بگاڑ

بہار حسن کی اُن کے بہار مجھ تک تھی
بناؤ سے اُنھیں نفرت ہوئی حنا سے بگاڑ

اجل نہ آئیگی ہم جانتے ہیں دشمن کو
کہ اس نصیب کے بیٹھے کا ہے قضا سے بگاڑ

زباں ہلانے میں بنکر بگڑ گئی قسمت
کہ اُن میں مجھ میں پڑا حرف مدعا سے بگاڑ

مرا نصیب نہیں کچھ یہ خال کا جل کا
مری بلا سے بنا تو مری بلا سے بگاڑ

بنی کسی سے نہ اُلفت میں ایک دن اپنی
ہماری خاک کا بھی ہو گیا صبا سے بگاڑ

ہمارا کون ہے اُس کے سوا زمانے میں
کہ اک اُسی سے تعلق ہے ماسوا سے بگاڑ

بگڑ کے آئے ہو اب تم مجھے بناتے ہو
ہو تمہارا عدو کا مری بلا سے بگاڑ

اُسی کے لطف و کرم پر ہے منحصر سب کچھ
بتوں کے عشق میں بیخود نہ تو خدا سے بگاڑ

ردیف زائے منقوطہ

ہے وصل میں بھی اُن کی وہی بے رُخی ہنوز
آنکھوں میں شرم ہے نہ لبوں پر ہنسی ہنوز

سوزِ غم کھا کے بھی ہے ہوس تیر کی ہنوز
قاتل کھلی نہیں میرے دل کی کلی ہنوز

مجنوں کے حال زار پہ افسوس ہے نہیں
لائی نہیں ہے رنگ مری عاشقی ہنوز

وہ شمع ہوں کہ ختم ہو گھل گھل کے جس کی عمر
مجھکو مٹا رہی ہے میری زندگی ہنوز

اُلٹے ہوئے نقاب وہ بیٹھے ہیں دیر سے
پردہ بنی ہوئی ہے مری بیخودی ہنوز

زاہد ہے وصف حور کا تیری زبان پر
دیکھا نہیں ہے تونے کوئی آدمی ہنوز

یہ کیا ستم ہے وصل میں بھی جل رہا ہوں میں
ظالم بجھی نہیں مرے دل کی لگی ہنوز

کیسی امید کسکی تمنّا کہاں کا وصل
سیدھی طرح وہ کرتے نہیں بات بھی ہنوز

مدت ہوئی ہے یار کا دیکھے ہوئے جمال
لیکن گئی نہیں مری خود رفتگی ہنوز

خلوت ہے آئینہ ہے نہ عاشق نہ غیر ہے
شیدا ہیں اپنے حُسن کے وہ آپ ہی ہنوز

آواز گریہ آئی کہاں سے مزار میں
کیا مجھکو رو رہی ہے مری بیکسی ہنوز

اچھا مٹا کے ہم کو مٹاؤ ہماری قبر
مدِ نظر ہمیں ہے تمہاری خوشی ہنوز

سمجھے ہیں آپ تیرِ نظر دل میں چھد گیا
نکلی نہیں ہے منہ سے تو دشمن کی سی ہنوز

روزِ ازل سے وہ مرے دل میں مقیم ہیں
میں اُن کی آنکھ میں ہوں مگر اجنبی ہنوز

دن زندگی کے چارہ و تدبیر میں کٹے
بیخود کے دردِ دل میں نہیں ہے کمی ہنوز

کہہ رہا ہے یہ تری تیغِ ادا کا انداز
ساری دنیا سے نرالا ہے جفا کا انداز

سادگی میں یہ پھبن شرم میں ایسی شوخی
یہ قیامت کی ادائیں یہ بلا کا انداز

تم دعا مانگتے ہو کیوں مری صحت کیلئے
چھینے دیگا نہ مجھے دستِ دعا کا انداز

یہ چھین لی حور کی آنکھ اُس نے پری کی شوخی
چال فتنہ کی اُڑائی ہے قضا کا انداز

تُم تو خوگر ہو رقیبوں کی دغابازی کے
تم نے دیکھا ہی نہیں اہلِ وفا کا انداز

ہے نیا گل کوئی اس باغ میں کھلنے والا
کہے دیتا ہی ابھی سے یہ صبا کا انداز

جان دینے لگیں حوریں یہ تماشا ہے نیا
دیکھکر خلد میں تیرے شہدا کا انداز

آسماں پر جو کبھی ابر میں بجلی چمکی
پھر گیا آنکھوں میں اُس شوخ ادا کا انداز

وہ لگاوٹ سے وہ قہر و غضب نیچی نگاہ
وہ بناوٹ سے بگڑنے میں حیا کا انداز

وعدۂ وصل زباں پر ہے نظر میں غصہ
یہ جلانے کا طریقہ یہ قضا کا انداز

آنکھ ملنے نہیں پاتی جو غش آجاتا ہے
کس نے دیکھا ہے بتِ ہوش ربا کا انداز

راہ میں خیمہ سے مٹ بیٹھ جہاں ہوتی ہے
وہیں کہہ دیتا ہی نقشِ کفِ پا کا انداز

جور پر اُن کی ندامت بھی ستم ڈھاتی ہے
چٹکیاں لینے لگا دل میں حیا کا انداز

ظلم کی تم نے نکالی جو نرالی ترکیب
جان دینے کا نیا ہم نے بھی تاکا انداز

زاہدوں میں ہے نہ رندوں میں تمہارا بیخود
کچھ الگ سب سے ہی اس مردِ خدا کا انداز

ردیف سین مہملہ

برچھی بھی ایک چاہیئے تیغِ ادا کے پاس
پہلو میں ہر جگہ رکھی دلِ مبتلا کے پاس

مجمع ہے حسرتوں کا دل مبتلا کے پاس — کیا کہہ دیا ہے کان میں تم نے بلا کے پاس

شوخی نظر کے پاس شرارت ادا کے پاس — اک تمکنت کی شان ہے خالی حیا کے پاس

جاتا تھا دوڑ دوڑ کے ہر مہ لقا کے پاس — چھوڑ آئے آج دل کو ہم اک بیوفا کے پاس

نکلی ہے کس کی حسرتِ پابوس بعد مرگ — کس کا مزار ہے یہ ترے نقشِ پا کے پاس

موہوم سی ہے آپ کے ملنے کی اک امید — رکھا ہی کیا ہے اور دلِ مبتلا کے پاس

بجلی سی ایک کوند گئی میری آنکھ میں — آ بیٹھے بزمِ غیر میں وہ مسکرا کے پاس

وعدے سے اس کے جب نہ تسلی ہوئی مجھے — اس نے کہا اب اس کی دوا ہے خدا کے پاس

کھٹکا ہے دل نقاب کی جالی میں پھنس نہ جائے — اک دام اور بھی تو ہے زلفِ دوتا کے پاس

جس کی مجھے تلاش تھی وہ آج مل گئی — نکلی تری نگاہ کی برچھی قضا کے پاس

جوبن ہے یہ ترا کہ مرا دل بتا مجھے — یہ کچھ اک گرہ سی اور ہے بندِ قبا کے پاس

پہلے تو بزم میں نہ قیامت تھی بار یاب — فتنے اٹھائے تم نے عدو کو بٹھا کے پاس

نالے تو بے اثر ہوئے کرتا ہوں اب دعا — یہ تیر اور ہے دلِ درد آشنا کے پاس

اس کی گلی سے چل کے ادھر بھی کرم کرے — پہنچا دو یہ پیام ہمارا صبا کے پاس

دیکھوں جو روز مرتے ہیں اس کا سبب بھی — تصویر ہے ضرور کسی کی قضا کے پاس

جو لطفِ خاص ہیں وہ تری سادگی میں ہیں — رکھا ہی کیا کرشمہ و ناز و ادا کے پاس

میرے لبوں کا بوسہ نہ لے کوئی نشہ میں — کہتے ہیں مجھ سے وصل میں وہ منہ کو لا کے پاس

جب چھا گیا شباب تو نیچی نظر کہاں — بہکی نگاہ جا کے نہ شرم و حیا کے پاس

مرنے کا میرے اُس نے کہا یوں عدو سے حال — دنیا سے تنگ ہو کے سدھارے خدا کے پاس

چوتھے فلک پہ ہے دلِ بیتاب کا دماغ — رہنے لگا ہے جب سے کسی مہ لقا کے پاس

زاہد تمہاری ہوونگی ہے دعا قبول — دلواؤ ہم کو ہو جو کوئی بت خدا کی پاس

مشہور ہے جہان میں **بیخود** کا اتقا
کیا کام دختِ رز کا ہے اس پارسا کی پاس

آج پہلو سے مرے دل بھی سدہارا افسوس — نہ رہا کوئی مرا چاہنے والا افسوس

ہاتھ مل مل کے کیا مرگ عدو کا افسوس — تم نے ہمکو نہ دکھایا یہ تماشا افسوس

اُن کو غم اُن کو قلق اور مرے مرنے کا — ہنس رہے تھے وہ ابھی غیر نے کیا افسوس

بن سنور کر وہ ستم کیش ادہر آ نکلا — مر مٹا آج ہمارا دلِ شیدا افسوس

آسماں روئیگا مجھکو مجھے روئیگی زمیں — بھول کر تم مرے مرنیکا نہ کرنا افسوس

تھا مرے دل پہ بہت دن سے وفا کا قبضہ — آپ نے چھین لیا مال پرایا افسوس

گھر میں بیٹھے رہو تم پاؤں میں مہندی مل کر — کفِ افسوس ملیں مجھپہ مسیحا افسوس

مجھکو قاتل نے سنبھلنے نہ دیا مقتل میں — ڈہونڈتا ہی رہا دامن کا سہارا افسوس

دل مٹا چین مٹا راحت و آرام مٹا — کھو دیا ہم نے ترے عشق میں کیا کیا افسوس

غیر کو قتل کیا آپ نے میرے ہوتے — مٹ گئی آج مرے دل کی تمنا افسوس

ہائے کس حسرت و افسوس سے دم نکلا ہے
مرتے دم تک ہمیں **بیخود** کا رہیگا افسوس

ردیف شین معجمہ

رہتی ہے ماہ رو کی ہمیں رات بھر تلاش — کرتی ہے خواب میں بھی اسی کو نظر تلاش

جنس وفا کی جب نہ ہوئی بھول کر تلاش | پھر دل کی کیا کریگا کوئی بے خبر تلاش

کل تم جو پھول توڑ کے لائے تھے باغ سے | کرتی تھی آج اُن کو نسیم سحر تلاش

تو نے اگر دوئی کا یہ پردہ اُٹھا دیا | دیکھیں کرینگے پھر کسے اہلِ نظر تلاش

پھر تجھکو کچھ مرض کا بھی مل جائے گا پتہ | تو پہلے میری نبض تو کر چارہ گر تلاش

کیں پاسِ عشق جب تمہیں پاسِ وفا نہ ہو | کرلینگے اور ہم کوئی رشکِ قمر تلاش

افسوس تھا کہ آنکھ ملی دل نہیں ملا | مل کر بھی یار سے رہی مدِ نظر تلاش

طالب ہیں ہم تو اُس کے ہمیں جستجو سے کام | وہ جائے اب ملے نہ ملے بے ثمر تلاش

میں منگیا تو کیا ہے جو دل گم ہوا تو کیا | اپنے دہن کو ڈھونڈیے کیجے کمر تلاش

غفلت تو دیکھئے کہ وہ دل میں چھپا رہا | ڈھونڈا فلک پر اُس کو کیا عرش پر تلاش

زاہد خدا سے آپ کو کچھ واسطہ نہیں | یوں چین سے نہ بیٹھتے ہوتی اگر تلاش

اب تک مجھے تلاشِ سحر ہے فراق میں | دم بھر کے بعد مجھکو کرے گی سحر تلاش

دل بیٹھتا ہی تھک کے تو کہتا ہوں دل ہی میں | ہمت نہ ہار اور ابھی اُس کو کر تلاش

پہلو سے کیا اُٹھے کہ وہ دل میں بھی پھر نہ تھے | اُٹھ اُٹھ کے دردِ دل نے کیا رات بھر تلاش

تھم تھم کے ذبح کیجے پھر پھر کے دیکھیے | مجھکو اسی گھڑی کی رہی عمر بھر تلاش

اے تیرِ عشق وہ تری کاوش کدھر گئی | دل ڈھونڈتا ہی کرتا ہے اُس کو جگر تلاش

بیخودؔ اُسی کے عشق میں آوارہ ہم بھی ہیں
دن رات جس کو کرتے ہیں شمس و قمر تلاش

کیوں بوسہ پہ کہتے ہو مری جان فراموش | یہ یاد رہے میں نہیں احسان فراموش

کیا دل کی بدون تجھ سے مری جان فراموش | کر دیتا ہے تو وعدہ تو ناداں فراموش

ہے خواب میں بھی یار سے ملنے کی تمنا
سوتے میں بھی ہوتا نہیں ارمان فراموش

خالق کبھی بندے کو نہ بھولا ہے نہ بھولے
انسان کو کر دیتا ہے انسان فراموش

گھر دل میں ترے تیر کے پیکاں نے کیا ہے
مر کر بھی تو ہوگا نہ یہ مہمان فراموش

لیتا ہے ہمیں جائزہ اب خلد بریں کا
ہوگا نہ تری بزم کا سامان فراموش

اک پھانس سی ہر وقت چبھا کرتی ہے دل میں
ہوتی نہیں یاد اُس کی کسی آن فراموش

صورت تری بھولے گی نہ اب میری نظر کو
آواز کریں گے نہ کبھی کان فراموش

وہ وصل کی شب وعدہ مرا یاد دلانا
کہنا وہ ترا دیجئے مجھے پان فراموش

کیا آنکھ میں اُس شوخ کی جادو کا اثر ہے
ملتے ہی نظر ہوتا ہے ایمان فراموش

پھر چھین لے دل پھر مجھے دیوانہ بنا دے
پھر کہدے زبان سے ترے قربان فراموش

جب تم پہ نظر پڑتی ہے میں دیکھ رہا ہوں
کر دیتا ہے اپنے کو نگہبان فراموش

رکھ لیتے ہیں وہ چاہنے والے کا نیا نام
بیخود کو کہا کرتے ہیں اوسان فراموش

ردیف صاد مہملہ

تجھ پہ پڑتی ہیں نگاہیں خاص خاص
ہیں ترے ملنے کی راہیں خاص خاص

درد ہو دل میں تو ہوتا ہے اثر بھی
عرش تک جاتی ہیں آہیں خاص خاص

دیکھ لیتی ہیں پسِ پردہ تجھے
ہیں کچھ ایسی بھی نگاہیں خاص خاص

تو تو ہرجائی ہوا مشہور اب
لوگ کیونکر تجھکو چاہیں خاص خاص

حسن کا ایما کہ ہو دنیا فدا — وہ یہ چاہیں ہم کو چاہیں خاص خاص

آنکھ سے پردہ ہے چھپکر آؤ تم — دل میں ہیں پوشیدہ راہیں خاص خاص

یوں تو ہر شئے میں اُسی کا نور ہے — ہیں مگر کچھ جلوہ گاہیں خاص خاص

بتکدوں کی قدر زاہد نے نہ کی — بنگئے ہیں خانقاہیں خاص خاص

وہ ملائیں آنکھ مجھ سے کس طرح — ۳ — راز کہہ دینگی نگاہیں خاص خاص

کوئی دشمن پر نہیں کچھ منحصر — اور بھی ہیں قتل گاہیں خاص خاص

دور ہے بیخود وہ کیا سمجھے اُسے
اُس نے دیکھی ہیں نگاہیں خاص خاص

بے سبب مجھ سے خفا تھا کوئی شخص — خود بخود بھولا ہوا تھا کوئی شخص

یاد ہے تم پر فدا تھا کوئی شخص — زندگی میں مٹ گیا تھا کوئی شخص

دل چرا کر لیگیا تھا کوئی شخص — پوچھنے سے فائدہ۔ تھا کوئی شخص

تم نہ تھے جس نے مٹایا تھا مجھے — دوسرا اس نام کا تھا کوئی شخص

اوپری دل سے ملا جب تک ملا — کس قدر ناآشنا تھا کوئی شخص

دل میں وہ جب تک رہا میں خوش رہا — میرے دل کا مدعا تھا کوئی شخص

آج کل کی دوستی کا ذکر کیا — مدتوں کا آشنا تھا کوئی شخص

جان بنکر میرے پہلو سے گیا — ہائے کتنا بے وفا تھا کوئی شخص

بھول جانے پر بھی اتنا یاد ہے — ۴ — مانگ کر دل لیگیا تھا کوئی شخص

دیکے خط دینا پتہ یہ نامہ بر — کان میں کچھ کہہ گیا تھا کوئی شخص

دیکھکر جیتے تھے ہم اک شخص کو — ۵ — زندگی کا آسرا تھا کوئی شخص

ہائے وہ جذب محبت اب کہاں
میرا سایہ بن گیا تھا کوئی شخص

کیا عجب وہ **بیخود** میخوار ہو
راہ میں کچھ پی رہا تھا کوئی شخص

ردیف ضاد معجمہ

میرے دل میں ہے شب و روز خیالِ عارض
میری آنکھوں کو میسر ہے وصالِ عارض

ہے تصور میں مرے حسن و جمالِ عارض
یاد ہیں یاد ہیں مجھکو خط و خالِ عارض

چار دن بعد یہ جوبن نہ رہیگا باقی
عارضی گل کی طرح سے ہے جمالِ عارض

نیل بوسوں کے کہیں ہیں کہیں دانتوں کے نشاں
آئینہ لیکے ذرا دیکھئیے حالِ عارض

مجھ سیہ بخت کو محروم نہ رکھنا دیکھو
زلف شبرنگ کو حاصل ہے وصالِ عارض

قید میں بھی نہ گیا عشق کا چسکا دل سے
دل تری زلف میں ہے دل میں خیالِ عارض

بال بکھرے ہوئے زلفوں کے دکھاتی ہیں بہار
ہم سمجھتے تھے انہیں ہونگے وبالِ عارض

کھب گئی نظروں میں کچھ ایسی وہ پیاری صورت
مردمک بنکے رہا آنکھ میں خالِ عارض

دھوم تھی فصل بہاری کی مگر دیکھ لیا
پھول گلشن میں نہیں کوئی مثالِ عارض

بوسہ لینے نہ دیا نیل کے ڈر سے اُس نے
وصل میں بھی نہ ہوا اب کو وصالِ عارض

کام کرتی تھی اُدھر آہ رسا بجلی کا
مجھ پہ گرتی تھی اِدھر برق جمالِ عارض

زندگی تک ہی نہیں عشق کا جھگڑا **بیخود**
ساتھ جاتا ہے لحد میں بھی خیالِ عارض

لطف سے مطلب کچھ میری ستانے سے غرض
شوخیوں سے کام اُن کو مسکرانے سے غرض

جان کھونی مدعا ہے جان جانے سے غرض
آپ کے بیمار کو کیا آب و دانے سے غرض

بات کے پہلو کو سوچے سمجھے اب اُن کی بلا
بات سنتے ہی انہیں تو روٹھ جانے سے غرض

غیر کی تعریف تو دل سے کرے باور نہیں
تجھکو تو ہے صرف میرے دل دکھانے سے غرض

اُس گلی سے کام اُن کا سامنا ہو یا نہ ہو
مجھکو ہو آنا وہاں تک ہر بہانے سے غرض

حورِ جنت پر مرے گا خاک یہ سادہ مزاج
ہے فقط واعظ کو تو رنگیں فسانے سے غرض

شکوۂ اغیار پر ظالم نے یوں ٹالا مجھے
تم کو ہم سے کام ہے تم کو زمانے سے غرض

اب نمک چھڑکے کوئی یا اب کوئی مرہم بھرے
زخمِ تیغِ یار کو ہے مسکرانے سے غرض

وصل کے اقرار پر یہ بات طے کر لیجئے
کام وعدے سے رہیں یا بھولجانے سے غرض

مجھپہ کچھہ نجائے اُلفت میں کسی کو غم نہیں
جان کو جانے سے مطلب دل کو آنے سے غرض

کوئی موسم کوئی دن ہو اس سے کچھہ مطلب نہیں
حضرت **بیخود** کو ہے پینے پلانے سے غرض

ردیف طاء مہملہ

آپ نے لکھا ہے خط میں وعدۂ فردا غلط
آپکی تحریر کا املا غلط انشا غلط

حُسن پر دعوٰی بجا ہے عشق کا دعوا غلط
آپ کا ارشاد سچّا ہے مرا کہنا غلط

غیر تم پر شیفتہ تم کو ہماری آرزو
کس قدر بے جوڑ باتیں ہیں بیاں کتنا غلط

حال دل سُنکر مرا ارشاد فرماتے ہیں وہ
کیا سزا تیری جو یہ ثابت ہوا قصّاً غلط

تیغ اُٹھ سکتی نہیں خنجر سنبھل سکتا نہیں
نازکی کا قول آدھا ٹھیک ہے آدھا غلط

اے دلِ ناکام کیوں دیتا ہے تو دھوکا ہمیں
غیر کی محفل میں جا کر غم غلط ہو گا۔ غلط

وہ ہمارا چھیڑنے کو ذکرِ دشمن چھیڑنا
وہ ترا اڑنا بگڑنا روٹھنا۔ کہنا غلط

اس میں میری کیا خطا ہے اس میں میرا کیا قصور
میری سچی بات کو بھی آپ نے سمجھا غلط

وہ پتے کی سُن کے جب بولے غلط کہتا ہے تو
کہدیا میں نے بھی بس بیٹھے رہو کیسا غلط

ضد یہ مجھ سے دشمنی مجھ سے عداوت مجھ سے ہے
اُن کو بے سمجھے مری ہر بات پر کہنا غلط

مضطرب دل پر نگاہِ قہر تھی عینِ خطا
بندہ پرور یہ نشانہ آپ نے تاکا غلط

وہ نہ آئے ہیں نہ آئیں گے نہ آنے کی اُمید
قول دن کا جھوٹ نکلا شب کا وعدہ تھا غلط

دل پہ لکھتے جاؤ لیکن آنکھ سے ثابت یہ ہو
کہہ رہا ہوں حال اپنا تم سے میں گویا غلط

حشر میں کھل جائیگا سب غیر کا مکر و فریب
سو جگہ سے نامۂ اعمال نکلے گا غلط

بات کا مطلب نہ سمجھے سر ہلا کر منہ سے
اِس کا یہ مطلب کہ ہیں جھوٹا بیاں میرا غلط

اِن پری رویوں کی کیا حوروں سے کم ہیں صورتیں
کہتے ہیں انسان کو سب خاک کا پُتلا غلط

میں نے کیا لکھا تھا خط میں اُس کو آیا کیا جواب
کیا یہی میں بھی سمجھ لوں اب کہ وہ سمجھا غلط

حضرت بیخود سے مل کر کہہ گئی وہ چشمِ مست
پارسائی کا کیا تھا آپ نے دعوا غلط

اس قدر لکھتے ہیں اُن کو عاشقِ رنجور خط
پھینکتے ہیں روز کوڑے کی طرح مزدور خط

ہے غبارِ دل عیاں آئینۂ رخسار سے
خط نہ سمجھیں آپ اس کو ہے ابھی تو دور خط

اشک کی طغیانیوں سے ہو گئی پھیکی دوات
خونِ دل سے لکھنے بیٹھا ہوں مجھے مجبور خط

حالِ دل لکھنے کی فرقت میں اجازت مل گئی
صبر کا نکلا نتیجہ ہو گیا منظور خط

پڑھ لیا اُس نے سیہ بختی کا شکوہ مٹ گیا / عکسِ رخسار و جبیں سی ہو گیا پر نور خط

جام بھر کر دستِ نازک سی نہ دیجے غیر کو / انگلیوں پر ڈال دیگا ساغرِ بلور خط

عمر بھر میں ایک خط لکھا ہے اُس مغرور نے / اُس میں بھی یہ درج ہے لکھنا نہ تھا منظور خط

خود ستائی پڑھ کے میری وہ بہت برہم ہوئے / رنج جب حد سے بڑھا لکھنا پڑا مجبور خط

جان کر جادو بھری آنکھوں کا شیدائی مجھے / پوست پر آہو کے لکھتا ہی وہ رشکِ حور خط

غیر کے خط میں کوئی فقرہ کبھی لکھوا دیا / لکھیے وہ اپنی قلم سے مجھکو کیا مقدور خط

اُس کے جلوے کا لکھا تھا شب کو خط میں حال کچھ / صبح تک روشن رہا ہی مثلِ شمعِ طور خط

خطِ وصل اُس نے مجھے بھیجا دِکھا کر غیر کو / ڈال دیگا غیر کے سینہ میں اب ناسور خط

دل شکستہ ہاتھ میں رعشہ حواس و ہوش گم / خاک لکھے دوستوں کو بیخودِ مہجور خط

ردیفِ ظاء معجمہ

سُن چکے بس صفتِ حورِ جناں ای واعظ / تو نے دیکھا ہی نہیں حسنِ بتاں ای واعظ

کیجئے ہمسے تو دوزخ کا بیاں ای واعظ / ہم گنہگار کہاں خلد کہاں ای واعظ

خود بھی ممبر پہ اُچھل نام بھی تو اپنا اُچھال / رہنے دے ہم کو تو بے نام و نشاں ای واعظ

حور کا ذکر ہو جنت کا بیاں ہو تو ہو / اور باتوں کا تجھے ہوش کہاں ای واعظ

جو تری طرح سے شیطان کا کہائی نہ فریب / اُس سمجھ بوجھ کا انسان کہاں ای واعظ

وضع سے تو نے ہماری ہمیں کافر سمجھا / ہم کو تجھ پر ہے فرشتے کا گماں ای واعظ

حسرتِ دل کا مری خون بہایا تو نے
باغِ فردوس سے میخانہ کا گوشہ گوشہ
ہوں مبارک وہ تجھے کوثر و تسنیم کے جام
پرسشِ روزِ قیامت کا یہ سوچا ہی جواب
حور کے نام پہ بھر آتے ہیں آنسو تیرے
روزہ کی جانچ میں روزی کی بھی کچھ فکر رہے
شوق مسجد کا تجھے ہم کو ہے اُس در کی طلب
لطفِ میخانہ مٹا آبِ طرب تلخ ہوا

ننگی تیز چھری تیری زبان ای واعظ
آ ادھر بھی تو کبھی سیر کناں ای واعظ
مست ہیں بادۂ عرفان سے یہاں ای واعظ
کاٹ لے جاؤنگا میں تیری زباں ای واعظ
تجھ میں پاتا ہوں محبت کا نشاں ای واعظ
کہیں خالی ہی نہ جائے رمضاں ای واعظ
بخشے جاتے ہیں گنہگار جہاں ای واعظ
تو نے بس کھول دیا آکے یہاں ای واعظ

بھول کر بیخودِ میخوار سے ملنا نہ کبھی
وہ بنا دے گا تجھے پیر مغاں ای واعظ

ہم کس طرح سے مان لیں ہی دلنشیں لحاظ
دل کش تری ادائیں ترا دلنشیں لحاظ
وہ سنے سے تر ہے اشکِ ندامت سے بھیگ تو
اے ساربان اُدھر سے نظر تو بھی پھیر لے
عاشق ہو بوالہوس ہو عدو ہو رقیب ہو
گردن میں ہاتھ ڈال کے گردن نہ موڑئے
اپنا وقار کھو کے نظر میں سبک نہ ہو
تو دل میں رہ کے اور نہ لوٹے ہوئے کو توڑ
برقِ جمال پھر کہیں چلمن نہ پھونک دے

ہم نے تو تیری آنکھ میں دیکھا نہیں لحاظ
بیباکیاں نظر میں کہیں ہیں کہیں لحاظ
دامن کا چاہیئے تجھے ای آستیں لحاظ
کرتی ہی تیرا لیلی محمل نشیں لحاظ
کرتا نہیں کسی کا بھی وہ مہ جبیں لحاظ
یہ شوخیوں کا وقت ہے زیبا نہیں لحاظ
قول و قسم کا چاہیئے اے نازنیں لحاظ
لازم ہے کچھ مکان کا بھی اے مکیں لحاظ
پردہ کا چاہیئے تجھے پردہ نشیں لحاظ

چھیڑ چھیڑ کر اُسے گستاخ کر دیا
وہ شوخ کیا کرے جو اُٹھا دیں ہمیں لحاظ

بس زندگی میں تھا ادب آموزِ آسماں
میّت کا میری کیا نہ کریگی زمیں لحاظ

تیری خوشی میں ہوں خلل انداز کیا مجال
رکھتے ہیں اس کا عاشق اندوہگیں لحاظ

ہم سے کھلے گی ہم سے لڑائیگی آنکھ وہ
زاہد کرے گی آپ کا تو حورِ عیں لحاظ

دشمن کی آنکھ کو بھی وہ سمجھے ہماری آنکھ
کیا نا سمجھ ہیں ڈھونڈتے ہیں ہم کہیں لحاظ

بیخود نے عاشقی میں گذاری تمام عمر
ایسا بھی ہم نے وضع کا دیکھا نہیں لحاظ

ردیف عین مہملہ

ہوگی نہ شامِ وعدہ کی خود سر کو اطلاع
اس کی نہ تھی ہمارے مقدر کو اطلاع

الفت کی کب ہے شوخ ستمگر کو اطلاع
ہم کو خبر ہے یا دلِ مضطر کو اطلاع

قاتل سے لینگے ہمت و جرأت کی داد ہم
جیداریوں کی ہوگی نہ خنجر کو اطلاع

سب کو کہاں ہے ظلمِ ستمگر سے آگہی
اکثر ہیں بے خبر ابھی اکثر کو اطلاع

بلبل کے دل پہ برق گری غنچہ کیا کھلا
اس حادثے کی کب ہے گلِ تر کو اطلاع

ارمان دل میں چھوڑ کے لاکھوں چلے ہیں ہم
مرنے کی اپنے ہو نہ بھرے گھر کو اطلاع

ہلکا ہے غیر پیٹ کا پچتی نہیں ہے بات
جبتک کہ دے نہ لے وہ بہتّر کو اطلاع

مغرور ہوں گے آئینہ رو پا کے آئینہ
افسوس ہے نہ تھی یہ سکندر کو اطلاع

جبتک نہاں ہے عشق جبھی تک ہے زندگی
یارب نہ ہو یہ چشمِ فسونگر کو اطلاع

جانے نہ پائے تجھے وہ ابھی گھر رقیب کے
پہلے سے ہوگئی دل مضطر کو اطلاع

اگر مرے مزار پہ ڈھائینگے حشر وہ
اِس کی کہاں تھی فتنۂ محشر کو اطلاع

یہ کیا مزے کی بات ہے یہ کیا مزے کی سیر
تڑپے ہمارا دل نہ ہو دلبر کو اطلاع

بیخود سا تشنہ کام کوئی حشر میں نہیں
کیا یہ نہ ہوگی ساقیٔ کوثر کو اطلاع

جو حکم ہو بہتر ہے وہ سر کا بہر نوع
ہے طابع فرمان یہ گنہگار بہر نوع

دشمن ہی کے ہمراہ وہ آئیں کہیں آئیں
بچ جائے تو اچھا ہے یہ بیمار بہر نوع

تو رشک مسیحا ہے مری جان تو کیا ہے
ہے عشق ترا جان کا آزار بہر نوع

کرتے ہیں ستم لطف کے پردے میں وہ اکثر
اقرار سے بہتر ہے یہ انکار بہر نوع

کس مُنہ سے کروں چرخ کا شکوہ ترے آگے
اچھا ہے بُروں میں یہ ستمگار بہر نوع

جادو سے کرو قتل کہ اعجاز سے زندہ
راضی برضا ہے دلِ بیمار بہر نوع

تُم مجھکو وہاں لیکے چلو یا اُسے لاؤ
دشمن سے صفائی تو ہے دشوار بہر نوع

وہ رنجِ شبِ وصل جُدائی کے وہ صدمے
قسمت ہی مری درپئے آزار بہر نوع

بس خیر ہمیں آپ وفادار نہ سمجھیں
ہیں جنسِ محبت کے خریدار بہر نوع

ہر چند ابھی عمر ہے کم شرم زیادہ
آنکھیں ہیں تری دل کی طلبگار بہر نوع

نازک ہی تو کیا ہی جو وہ کم سن ہی تو کیا ہے
اُٹھیگی قیامت دمِ رفتار بہر نوع

مٹ جائے ہمیں حسرتِ دیدار تو بہتر
آنی ہے قیامت بھی تو اکبار بہر نوع

بیخود بھی غافل سہی مدہوش سہی ہم
رہتے ہیں مگر آپ سے ہشیار بہر نوع

ردیف غین معجمہ

ہم سے کچے رہوگے کہاں تک بسانِ تیغ
ہوتا ہے ہر نگاہ پر اب تو گمانِ تیغ

وہ حشر میں بھی قتل سے انکار ہی کریں
دیگی مری طرف سے گواہی زبانِ تیغ

سامانِ عیش ہجر میں کٹوائے گا گلا
ہم کو ہلالِ [illegible] پہ ہوگا گمانِ تیغ

مانا یہ ہم نے حشر کے دن سر بھی جڑ گیا
گردن سے مٹ نہ جائیگا ظالم نشانِ تیغ

کب تک ہر ایک گام پہ ہونگے سرونکے ڈھیر
کب تک ہوگے ظلم کے خوگر بسانِ تیغ

رکتی ہوئی جو چلتی ہے مجھ بیگناہ پہ
قاتل سے کر رہی ہے سفارش زبانِ تیغ

سر کاٹنے سے پہلے تم اتنا بتا تو دو
یہ امتحانِ عشق ہے یا امتحانِ تیغ

ہیں ماجرائے ظلم و ستم تم سے کیا سنوں
سب کہہ چکا ہے مجھسے لبِ خونچکانِ تیغ

وہ تھک گئے یہ ٹوٹ گئی ہم بچے رہے
یہ نازکی کا قصہ ہے یہ داستانِ تیغ

الفت کی جانچ چاہیئے جوہر کا انکشاف
دشمن کو آزماؤ کرو امتحانِ تیغ

مجروحِ تیغِ عشق ہے تو ہم سمجھ گئے
بیخودؔ تری زبان سے سنکر بیانِ تیغ

یہ کہہ رہا ہے لالۂ خونیں کفن کا داغ
لایا ہے رنگ خونِ سرِ کوہکن کا داغ

باغِ جناں کا پھول ہے میری کفن کا داغ
میں دل میں لیچلا ہوں کسی تیغ زن کا داغ

غربت میں گل کھلاتا ہے کیا کیا وطن کا داغ
سرمایۂ بہارِ چمن ہے چمن کا داغ

عاشق کے نام سے انہیں نفرت ہے اس قدر
بلبل کو جانتے ہیں چمن میں چمن کا داغ

کچھ ایسی پھوٹ پھوٹ کے روئی ہے نعش پر
شیریں نے دھو دیا ہے دلِ کوہکن کا داغ

پہچان سے ہے کشتۂ زلفِ سیاہ کی
گردن میں بعدِ مرگ بھی ہو گا رسن کا داغ

وہ داغ دل کو دیکھ کے مجھ سے الجھ پڑے
تو یہ بتا کہاں سے ملا اِس پھبن کا داغ

اب ہم کہیں نہ جائیں گے دلّی کو چھوڑ کر
ہم نے بدل لیا ہے وطن سے وطن کا داغ

تاثیرِ عشق کی بھی ہیں نیرنگیاں نئی
اب اُن کے دل میں ہے مرے رنجِ محن کا داغ

بھرتا نہیں ہے خنجرِ شکلِ عدو کا زخم
مٹتا نہیں ہے اُلفتِ گل پیرہن کا داغ

انکار میرے خون سے ہو گا جو حشر میں
بن جائیگا یہ مہرِ شہادت کفن کا داغ

کچھ کہہ رہا ہے شب کی سیہ کاریوں کا حال
غماز بن گیا ہے تمہارے دہن کا داغ

پہلے خزاں کے آنے سے بلبل نے جان دی
اُٹھا نہ مشتِ پر سے بہارِ چمن کا داغ

جب سے سنا ہے یہ کہ وہاں غیر کا ہے دخل
مٹتا چلا ہے دل سے کسی انجمن کا داغ

بیمہریاں تمہیں اہلِ وطن کی نصیب ہیں
مجھکو ہوا نصیب وطن میں وطن کا داغ

تیروں سے ہم نے آہ کے چھلنی بنا دیا
ہے دل میں ماہتاب کے چرخِ کہن کا داغ

جبتک ہے میری آنکھ میں آنسو کی قدر ہے
جبتک ہے مہر جگر میں ہے ۔ ہے لاکھ من کا داغ

بیخود یہ کہہ رہی ہے مری گرمیٔ کلام
ہے میرے دل میں داغ سے رنگیں سخن کا داغ

ردیف فاء معجمہ

بیٹھا ہوں گو پھرا ہوا دیوار کی طرف
آنکھیں سوئے رقیب ہیں دل یار کی طرف

خلوت میں کوئی بھی تو نہیں یار کی طرف
مجمع ہے حسرتوں کا طلبگار کی طرف

فرصت کہاں کہ دیکھئے غمخوار کی طرف — آنکھیں لگی ہوئی ہیں یہاں یار کی طرف

چھت پر کبھی نظر کبھی دیوار کی طرف — موقعہ ملا تو دیکھ لیا یار کی طرف

یہ چھین دلفریب کی چالیں تو دیکھئے — تکتی ہے آنکھ ہم ہیں خریدار کی طرف

جس وقت آکے شمع سے ٹھہرا مقابلہ — پروانے ہونگے آپکے رخسار کی طرف

عشاق کے دلوں کی وہ بٹھر کا رہی ہیں آ — منہ کرکے بیٹھتے نہیں بازار کی طرف

برسوں میں جاکے اب کہیں تنتے ہوئے ہیں وہ — محفل میں دیکھ لیتے ہیں دوچار کی طرف

منظور یہ ہے بزم میں دیکھیں نہ وہ اُدھر — ہم جائے بیٹھ جاتے ہیں اغیار کی طرف

حالِ زبوں نے موت کے چھکے چھڑا دئیے — بڑھ بڑھ کے رہ گئی ترے بیمار کی طرف

بے پردہ وہ کھڑے ہیں کوئی دیکھتا نہیں — سب کی نظر ہے طالبِ دیدار کی طرف

ٹکڑے ہماری نعش کے جب ہونگے داد خواہ — شامت ہی دل کی ہو جو ستمگار کی طرف

تیری بلا نگاہ کرے پائمال پر — تو دیکھ اپنی شوخیٔ رفتار کی طرف

میرے قلق سے دل میں وہ کچھ سہم گئے — اُٹھی نہ آنکھ دیدۂ خونبار کی طرف

معشوق ہیں وہ آئینہ رکھتے ہیں پیش چشم — کیوں دیکھیں وہ کسی دل زار کی طرف

دل آپ سے خلاف ہی آپ اُس سے روٹھے — مجھ سے بگاڑ ہیں تو ہوں سرکار کی طرف

بخشش کی کیا خبر ہمیں اتنی تو ہے اُمید — پہلے نظر پڑے گی گنہگار کی طرف

اُس کا فروغِ حسن تھا یہ یا ہماری آہ — بجلی سی اک چمک گئی دیوار کی طرف

بیخود بہانہ ہم سے ہے مسجد کا کیا ضرور
جاتے ہو جاؤ خانۂ خمار کی طرف

حسن والوں سے کوئی کیا واقف — اِن کی چالوں سے کوئی کیا واقف

وصل ہو عیش ہو مزے لوٹوں — ان خیالوں سے کوئی کیا واقف

دل کے صدموں سے دل ہی ہے آگاہ — خستہ حالوں سے کوئی کیا واقف

عہد میں ان کے ہے بڑا اندھیر — مہ جمالوں سے کوئی کیا واقف

بے طلب جان دے رہا ہے جہاں — اب سوالوں سے کوئی کیا واقف

پھوٹے پھلتے ہیں مرے نالے — ان نہالوں سے کوئی کیا واقف

مجھ پہ پھر جوڑ دشمنوں نے چلا — بدخصالوں سے کوئی کیا واقف

فتح آہوں سے دل پہ پائی ہے — میرے بھالوں سے کوئی کیا واقف

دل کے ڈسنے کو ہیں یہ مار سیاہ — تیرے بالوں سے کوئی کیا واقف

چال پر مٹ گیا ہے اک عالم — پائمالوں سے کوئی کیا واقف

لوگ **بیخود** کو جانتے بھی نہیں — باکمالوں سے کوئی کیا واقف

حسن کی پھیلی ہوئی تنویر ہے چاروں طرف — جلوہ فرما یار کی تصویر ہے چاروں طرف

گیسوئے پیچاں میں آ کے یوں پھنسا ہے دل مرا — ہے یہ قیدی بیچ میں زنجیر ہے چاروں طرف

دوست غمگیں شاد دشمن وہ خفا ہیں میں خجل — میرے نالہ کی بھی کیا تاثیر ہے چاروں طرف

نور آگیں بزم تم سے تم ہو رونق بزم کی — صدر میں بیٹھے ہو تم تنویر ہے چاروں طرف

ہے دلِ روشن کا حصہ حسن یکتا کی بہار — اُسکے آئینہ پہ یہ تحریر ہے چاروں طرف

ہوش میں اب کون ہے محفل میں شرماؤ نہ تم — اک تمہارا عاشقِ دلگیر ہے چاروں طرف

وہ کہیں دشمن کہیں حوریں کہیں پریاں کہیں — پھانسنے کی مرے تدبیر ہے چاروں طرف

میں کہاں جاؤں کدھر نکلوں جہاں قسمت پھرے — میرا دشمن آسمانِ پیر ہے چاروں طرف

شت غربت میں کھڑی چار و نطرف تکتی ہیں ہم
اک ہجوم یاس سو سو تیر ہے چار و نطرف

حسن گیہ میں کوئی تو تقدیر بھی چمکے کہیں
کیا چمکنے کے لئے شمشیر ہی چار و نطرف

میں کدھر منہ کر کے سوؤں کہیے تو دیجے وصل میں
آپکے غصہ کی اک تصویر ہے چار و نطرف

میں یہاں ٹھہرا کبھی دم بھر وہاں ٹھہرا کبھی
اُسکے کوچہ میں مری جاگیر ہے چار و نطرف

آپکے تیر نظر کے ذکر سے چھدتی ہیں دل
ایک عالم آپ کا نخچیر ہے چار و نطرف

ذرہ ذرہ خاک کا اک آفتاب حسن ہے
اتنے پردوں پر تری تنویر ہے چار و نطرف

آپ کی شہرت تو بیخود ہو گئی ہے دور دور
آپ ہی کے باب میں تقریر ہے چار و نطرف

چاند سا منہ تو اُس نے پایا صاف
اُس کے دل کو نہ کیوں بنایا صاف

عرض مطلب پہ پیچ بھی کھیلے
پھر بھی اُس سے جواب پایا صاف

اس صفائی کے ہم تو قائل ہیں
بدگمانی کو کیا مٹایا صاف

میرے دل سا کہاں سراغ رساں
اپنے قاتل کو ڈھونڈھ لایا صاف

آچکا تھا زباں تک شکوہ
اُس نے باتوں میں کیا اڑایا صاف

اک معمہ سا تھا بیاں اُن کا
اپنا مطلب کہاں بتایا صاف

خود بھی الزام سے بچا کوئی
اور دشمن کو بھی بچایا صاف

تو نے دیکھا یہ جذب دل میرا
تیر چٹکی سے چھین لایا صاف

دیکھ لی اک جھلک سی موسیٰ نے
اُس کا جلوہ نظر نہ آیا صاف

بیوفائی سے مدعا کیا ہے
یہ نہ تم نے کبھی بتایا صاف

سب کو بیخود نے آزما دیکھا

کوئی بھی دل نظر نہ آیا صاف

ردیف قاف

پیتا ہوں دل سے جام ہی کر شراب عشق
دیتا ہے بیخودی میں مزا اضطراب عشق

کیا جانے رسم عشق وہ خانہ خراب عشق
مجنوں کو ہم پڑھائینگے برسوں کتاب عشق

اُس کا بھی کچھ خیال ہے اے آرزوئے وصل
وہ بھی تو بیقرار ہے اے اضطراب عشق

ان سب کی ایک اصل ہے ان سب کا اک خواص
سوز فراق نار جحیم التہاب عشق

عاشق ہو تم پہ غیر تو مجھ کو سزا ملے
ہوتا ہے بوالہوس سے کہیں ارتکاب عشق

ہنگامہ ہوں شوق میں جلتا ہوں ہجر میں
مست شراب عشق ہوں دل ہے کباب عشق

ایسے فروغ حسن کے لئے بھر دی ہے مجھ میں آگ
تو ماہتاب حُسن ہے میں آفتاب عشق

وعدہ تو کر لو وصل کا ایفا نہ ہو نہ ہو
اتنا تو کامیاب ہو ناکامیاب عشق

داغوں کی اک بہار تھی دل میں وہ مٹ گئی
افسوس ہے کہ تم نے نہ دیکھا شباب عشق

یکتا ہوا ہیں تم ہو تو کامل وفا میں ہم
پیدا جواب حُسن نہ ممکن جواب عشق

لو میرے نامہ بر نے نئی اُن سے چال کی
وہ خط کو پڑھ رہے ہیں سمجھ کر کتاب عشق

میں ممتحن ہوں باغ میں نکلے گی مجھ سے کیا
پڑھتی ہے عندلیب گلستاں کا باب عشق

مشتاق دیدیوں تو ہزاروں ہیں آپ کے
قسمت میں لکھ دیا ہے ہمارے عذاب عشق

میں تیری بزم ناز میں آیا نہیں ہوں آپ
لے آئے ہیں لگا کے یہاں تک جناب عشق

ہیں تم سے دل لگا کے مصیبت میں پھنس گیا
مجھکو نہ ترک عشق گوارا نہ تاب عشق

حوروں نے ہم کو آپ کا عاشق سمجھ لیا | جنت میں ہم سے چھپ نہ سکا اضطراب عشق

الفت میں جیسے قیس کا مجنوں لقب ہوا
بیخود کو لوگ کہتے ہیں مست شراب عشق

ناصح نے اور جان جلائی شب فراق | دیہ سیکھے طعنے اس کی بن آئی شب فراق
بیخود جدھر کو آنکھ اٹھائی شب فراق | ہم کو تو موت ہی نظر آئی شب فراق
پامال کر رہا ہے فلک حسرتیں مری | لُٹتی ہے عمر بھر کی کمائی شب فراق
میں کیا بتاؤں تم کو کٹی رات کس طرح | کمبخت موت بھی تو نہ آئی شب فراق
وعدہ ہے غیر سے مجھے دھوکہ نہ دیجئے | پہچانتا ہوں اپنی پرائی شب فراق
آفت وہ کون سی تھی جو آئی نہ ٹوٹ کر | کیا کیا نہ کی فلک نے برائی شب فراق
کھدو کسی کی یاد سے آئے نہ میری پاس | پھر وہ نہ جا سکے گی جو آئی شب فراق
مرتے ہیں ہجر یار میں دو چار بے اجل | کرنے لگی گھروں کی صفائی شب فراق
لے ہی گیا خیال کسی کا متاع صبر | کتنی ہی ہم نے آنکھ چرائی شب فراق
ہوتے ہی صبح ہو گئی رخصت ہماری ساتھ | بیتابیوں کی تاب نہ لائی شب فراق
کیا کیا سنا سنا کے مجھے کہہ رہی ہے موت | ٹلنے کے واسطے نہیں آئی شب فراق
زلف سیاہ یار بھی دل سے اتر گئی ، | ایسی مری نظر میں سمائی شب فراق
یہ بھی رہا نہ اس بت نا آشنا کی طرح | کی دردنے بھی ہم سے جدائی شب فراق

بیخود کو شام ہی سے کچھ ایسی لگی تھی چپ
اس نے زبان بھی نہ ہلائی شب فراق

سامنا خاک کرے گی دل ناکام سے برق | کانپ جاتی ہے فلک پر تو مرے نام سے برق

دل میں رکھتا تھا بہت شوقِ تجلی جمال
آشیاں پہونک چکی نالۂ بلبل سے بچے
دیکھکر آئینہ جب مانگ نکالی اُس نے
اپنو شکوہ دلِ مضطر کا نہ ہوگا مجھ سے
چشمِ مہجور سے بادل نے برسنا سیکھا
اُن سے پہر شام کے آنے کا ہوا ہے وعدہ
نام لو ہے کا ہوا زخمِ نظر نے ڈالا

گر پڑی سر پہ مری گردشِ ایام سے برق
مجھکو ڈر ہے کہیں جاتی نہ رہی کام سے برق
کوندکر مجھ پہ گری زلفِ سیہ فام سے برق
تم نے دیکھا کبھی ہتی نہیں آرام سے برق
اُسکیلئے ہی تڑپنا دلِ ناکام سے برق
پہر چمکتی نظر آتی ہے مجھے شام سے برق
پہنسگئی تیغ بری ہوگئی الزام سے برق

چشمِ مخمور سے ساقی کی بچو تم **بیخود**
ہم نے دیکھی ہی نکلتی ہوئی اس جام سے برق

دشمن کے خط میں اُس نے لکھا ہی سلامِ شوق
یہ لفظ یہ بیان نہ یہ اہتمامِ شوق
ارمان کار کن ہیں تمنائیں خدمتی
اتنا اثر تو ضبطِ محبت نے بھی کیا
بھڑکی یہ آگ اس دلِ مشتاقِ دید سے
سوچو کہ چار دن ہیں بہاریں شباب کی
دیدار کے خیال میں آنسو ٹپک پڑے
بلبل ہے نغمہ سنج تو قمری ہے نالہ کش
مجنوں کو کیا تمیز تھی۔ جاہل تھا کوہکن
یہ دل وہی ہے جسکو اُجاڑا ہے آپ نے

میرے لئے پیامِ قضا ہی پیامِ شوق
قاصد کی کیا زباں سے ادا ہو پیامِ شوق
کیا کیا شبِ وصال میں ہی انتظامِ شوق
اُن کی زبان پر آنے لگے ہیں کلامِ شوق
پہلے تو جانتا بھی نہ تھا کوئی نامِ شوق
سمجھو کہ حشر تک نہ رہے گا قیامِ شوق
لبریز ہوگیا تھا چھلکتا ہے جامِ شوق
پہیلا دیا ہے باغ میں کس نے یہ دامِ شوق
اُلفت میں میرے دم سے ہوا اہتمامِ شوق
اب خاک اُڑ رہی ہی کبھی تھا مقامِ شوق

گذرے جو کوے گم شدگاں میں تو ای صبا — کہنا جناب خضر سے میرا سلام شوق

یہ راز آج بیخود میخوار سے کھلا
تلخی میں جام عشق سے بڑھکر ہی جام شوق

ردیف کاف تازی

باہم شب وصال تو اُن سے رہا سلوک — اب اسکے بعد دیکھئے کرتے ہیں کیا سلوک
ایسے سے کیا سلوک ہو بس ہو چکا سلوک — مطلب ہے اُس کا بغض مرا مدعا سلوک
آتی نہیں ہیں ہم کو تلوّن مزاجیاں — رہتے ہیں ایک حال میں کیا جذب کیا سلوک
ہے اُن کو بغض و کینہ و ظلم و جفا سے ربط — وہ جانتے نہیں ابھی ہوتا ہے کیا سلوک
کہتے ہیں سُن کے عشق میں رسوائیاں مری — یہ میرے ساتھ آپنے اچھا کیا سلوک
بیجا ہے اب نباہ کی اُمید آپ سے — دشمن کے ساتھ دیکھ لیا آپ کا سلوک
ہم بھی کسی کے چاہنے والوں میں تھے کبھی — ہم سے بھی ربط تھا کبھی ہم سے بھی تھا سلوک
پیر مغاں کی ذات سے کس کو ہوا نہ فیض — پوشیدہ محتسب سے بھی کرتا رہا سلوک
بیگانگی کی شان یہ دیکھی نہ تھی کبھی — پہلے ترے طریق میں تھا یا نہ تھا سلوک
حاصل کلام عشق کے افسانہ کا یہ ہے — انجام اس کا رنج ہے آغاز تھا سلوک
ظلم و ستم سے بھی کہیں ہوتا ہے دل میں گھر — بے مہر تجھکو چاہیئے اُلفت و فا سلوک
دشمن کے دل میں تجھ سے جو ہوتی نباہ کی — تیرے بگاڑ کو بھی تو یہ جانتا سلوک
دم بھر بغیر اُس کے نہیں چین آپ کو — بیخود سے آج کل تو ہی بے انتہا سلوک

صدمے فراقِ یار کے ہیں جانِ زار تک
ہم اور دیکھتے ہیں شبِ انتظار تک

اُلفت جلا رہی ہے تری ورنہ ہیں کہاں
میری تو زندگی ہے دلِ بیقرار تک

وعدے سے پیشتر ہی قیامت بپا ہوئی
بنتی ہے دم پہ دیکھیے کیا وصلِ یار تک

گھر سے قدم بھی جس نے نکالا نہ تھا کبھی
لے آئیں شوخیاں اُسے میرے مزار تک

ذکرِ وفا پہ کہتے ہیں کیا منہ بنا کے وہ
باتوں میں تیری لطف رہا اعتبار تک

جب تک بدن میں جان ہے نالہ ہے آہ ہے
بے اختیاریاں ہیں یہی اختیار تک

زاہد بھری نہیں ابھی نیت شراب سے
کر لینگے توبہ پیتے ہیں فصلِ بہار تک

رشکِ رقیب کاہشِ غم خواہشِ وصال
جھگڑے یہی ہیں ہستیِ ناپائیدار تک

ہو کیوں نہ شاد شاد فریبِ وفا سے دل
پہنچی نہیں نظر ابھی انجامِ کار تک

خورشید سے ہے قطرۂ شبنم کا سامنا
اُمیدِ زندگی ہے مجھے وصلِ یار تک

اپنے خیال و وہم کا ممکن نہیں علاج
ہیں بدگمانیاں نگہِ شرمسار تک

انکار کر رہے ہیں وہ اقرارِ وصل سے
پہنچے نہ یہ خبر دلِ امیدوار تک

بیخود کی قدر ہی نہیں پیرِ مغاں تجھے
رونق ہے میکدہ کی اسی بادہ خوار تک

کیا ملے آپکی محفل میں بھلا ایک سے ایک
رشک ایسا ہے کہ بیٹھا ہے جدا ایک سے ایک

یوں تو ہر عضو مشابہ ہے ترا ایک سے ایک
دیکھنا یہ ہے نرالی ہے ادا ایک سے ایک

نہ ملا آئینہ میں بھی تری صورت کا جواب
کون کہتا ہے کہ بڑھ چڑھ کے ہوا ایک سے ایک

دل ملے ہاتھ ملے اُٹھ کے نگاہیں بھی ملیں
وصل بھی عید ہے ملنے کو بڑھا ایک سے ایک

اس کے جلوے نے کسی کو بھی سنبھلنے نہ دیا
دیکھو سنبھلے ہوئے کہتا ہی رہا ایک سے ایک

وہ خفا مجھ سے ہوئے اُن سے مرا دل بگڑا
وصل کیا خاک ہو جب روٹھ گیا ایک سے ایک

ایسے ویسوں کو تو منہ بھی نہ لگایا ہم نے
ماہرو ہم کو تو اچھا ہی ملا ایک سے ایک

اب نہ وہ عشق نہ وہ عاشق و معشوق رہے
خواب میں بھی تو نہ ہوتا تھا جدا ایک سے ایک

دل بنا جان کا دشمن تو جگر تشنۂ خوں
تیری اُلفت میں مخالف ہی ملا ایک سے ایک

کبھی اقرارِ ستم ہے کبھی انکارِ وصال
منتخب ہے ترا اندازِ جفا ایک سے ایک

ناز، انداز، ادا، حسن، کرشمہ، شوخی
دلستانی میں وہاں کم نہ رہا ایک سے ایک

کان سے دل نے لیا دل سے نگہوں نے چھینا
لے رہا ہے تری باتوں کا مزا ایک سے ایک

طرف دیکھا یہ مئے عشق سے سرشار دل کا
بیخودی میں بھی تو **بیخود** نہ کھلا ایک سے ایک

یہ تو سمجھو کہ سنبھالیگا سنبھالا کب تک
مرنیوالا کوئی فرقت میں جیئے گا کب تک

سچ بتاؤ کہ نکالو گے تمنا کب تک
دل میں کھٹکیگا مری جان یہ کانٹا کب تک

غیر سے کچھ ہے اِدھر کچھ یہ تماشا کب تک
رنگ بدلے گا نئے وہ گلِ رعنا کب تک

اب تو ہر وقت اجل سر پہ کھڑی رہتی ہے
تیرے بیمار اٹھائینگے تقاضا کب تک

ٹالنا ہے مرا منظور تو دو کھل کے جواب
عرضِ مطلب پہ کہے جاؤ گی اچھا کب تک

سرخ آنسو ہیں کہ آنکھوں سے بہے جاتے ہیں
دیکھیے بہتا ہی ناسورِ جگر کا کب تک

اب تو دشمن کو نہ سوجھے گی برائی تیری
دیکھنا یہ ہے کہ وہ رہتا ہے اندھا کب تک

زندہ کر دو گے دلِ مردہ کو کتنے دن میں
تم کو آجائیگا اعجازِ مسیحا کب تک

تابہ کے حسرتِ دیدار میں مر مر کے جئیں
کیا خبر ہے ہو قیامت کا یہ جھگڑا کب تک

بیوفاؤں سے ہے اُمیدِ وفا نادانی
بات پر اپنی مٹے گا دلِ شیدا کب تک

اس معمے میں اشارا ہے کمر کی جانب
پوچھیے اُن سے کہ ہاتھ آئیگا عنقا کب تک

مُنہ تو کیا بات بھی کُھلنے نہیں پاتی اُن کی
دیکھیے رہتا ہے پردے میں یہ پردا کب تک

مجھکو کے دن کے لئے حکم تڑپنے کا ملا
دیکھنا چاہتے ہو تم یہ تماشا کب تک

آب کے وہ ہاتھ ملا ہیں تو یہ اُن سے پوچھوں
ہاتھ نچائیگا یہ ایذۂ عیب کب تک

میں خطاوار ہوں پامال کئے جاؤ مجھے
ٹھوکریں کھائیگی یہ زلفِ چلیپا کب تک

جب سمجھ آگئی اتنی کہ یہاں کچھ بھی نہیں
دیگی دہوکا ہمیں یہ ہستیِ اشیا کب تک

اب بڑہاپے میں بھی تو یہ نہیں کرتا بیخود
اس سے پوچھے کوئی کمبخت پیئگا کب تک

ردیف کاف فارسی

چھپائے کسطرح سے ہی ستمگر الگ تہلگ
گردوں کو سے اُدھر دلِ مضطر الگ تہلگ

بیٹھا ہے بہر ذبح ستمگر الگ تہلگ
چٹکی میں تھام رکھا ہے خنجر الگ تہلگ

عاشق کے دل میں رہ کے مٹاتے ہیں دل کو وہ
یہ خوب مل گیا ہے اُنہیں گھر الگ تہلگ

پرہیز بھی ہے مجھ سے اُنہیں نازکی کے ساتھ
بیٹھے ہوئے ہیں میرے برابر الگ تہلگ

چھالا نہ پھوٹ جائے کوئی زخم پھٹ نہ جائے
رکھنا جگر کو اے دلِ مضطر الگ تہلگ

ارمان و آرزو سے نہیں اُن کو کام کچھ
رہتے ہیں اب وہ دل کے بھی اندر الگ تہلگ

سایہ بھی اُن کا تکیہ کی حد سے اُدھر رہا
پہلو میں میرے سوئے وہ شب بھر الگ تہلگ

گرتے ہیں مجھ پہ سنگ حوادث فلک سے روز
رہتے ہیں میرے نام کے پتھر الگ تہلگ

آئی بہار دخترِ رز بن گئی پری
بیٹھی ہوئی ہے شیشہ کے اندر الگ تھلگ

یہ تو نئی سکھائی نزاکت نے اُن کو چال
رکھتے ہیں اب وہ پاؤں میں بیچ الگ تھلگ

امکان کیا کہ ہاتھ بھی چھو جائے ہاتھ سے
دیتے ہیں دور ہی سے وہ ساغر الگ تھلگ

چھیڑ اور اکہ آنکھ سے آنسو ٹپک پڑے
ہیں پنجۂ مژہ میں یہ گوہر الگ تھلگ

بیخود سا پارسا تو ہوا ہے نہ ہو کہیں
میخانہ سے گیا ہے نکل کر الگ تھلگ

وہ شوخی کہاں تک نہ لائے گی رنگ
جوانی کسی کی دکھائے گی رنگ

ادھر ہجر کی رات لائے گی رنگ
ادھر تیرہ بختی دکھائے گی رنگ

لگاؤ حنا دستِ گلگوں میں تم
کہ یہ اور بھی کچھ بڑھائے گی رنگ

مرے حال کو آپ سمجھے نہیں
مری بیقراری دکھائے گی رنگ

یہی چال ہوگی یہی شوخیاں
قیامت تمہارا اٹھائے گی رنگ

تری زلف کی یاد کہتی ہے یہ
شبِ ہجر اپنا جمائے گی رنگ

یہ ترچھی نظر کیوں نہ ڈھائے گی قہر
یہ بانکی ادا کیوں نہ لائے گی رنگ

تری تیغ کا لال کردوں گا منہ
جو یہ کھیلنے مجھ سے آئے گی رنگ

ان آنکھوں نے دیکھا ہی کیا ہے ابھی
ابھی تو یہ دنیا دکھائے گی رنگ

کوئی دن میں مہندی ترے ہاتھ کی
مرے خونِ دل سے ملائے گی رنگ

ملے گل سے دل کھول کر عندلیب
سحر آ کے کچھ اور پائے گی رنگ

یہی ہیں جو بیخود نظربازیاں
تری پارسائی دکھائے گی رنگ

ردیف لام

ابھی دل نے کیا اُس کا دیکھا تغافل
دکھائے گا آگے تماشا تغافل

تڑپتے ہوئے مجھکو دیکھا تو ہوتا
مری جان ایسا بھی کیا تھا تغافل

بڑی بات اچھوں کو بھتی نہیں ہے
ستم تم کو شایاں نہ زیبا تغافل

اُنھیں شوخیوں سے نہیں چین دم بھر
حیا کس کو کہتے ہیں کیسا تغافل

تہِ تیغ بھی تم نے مجھکو نہ دیکھا
نگاہوں میں یہ شرم ایسا تغافل

اُنھیں تو ستم کا مزا پڑ گیا ہے
کہاں کا تجاہل کہاں کا تغافل

رہیں خواب میں بھی تو نیچی نگاہیں
نہ دیکھا مجھے اُس نے دیکھا تغافل

غرض کیا اُنہیں وہ جو میری خبر لیں
وہاں تو ستم میں بھی ہوگا تغافل

نئے ظلم ایجاد ہوتے ہیں اب تو
کبھی پیشتر بھی ہوا تھا تغافل

یہ ساری مرے عشق کی خوبیاں ہیں
نہ میں تم پہ مرتا — نہ ہوتا تغافل

خریدار چشم عنایت کے تھے ہم
مبارک رہے تجھکو تیرا تغافل

وہ کافر نگاہیں کسی نے نہ دیکھیں
بنا اُن کی آنکھوں کا پردا تغافل

وہ گنوا نے بیٹھے تھے اپنی وفائیں
وفا کی جگہ منہ سے نکلا تغافل

کوئی اور ہوتا تو ہم بھی نہ کہتے
نہیں تم کو **بیخود** سے زیبا تغافل

فرقت کا غم نہ ہجر کی کچھ رات کا خیال
آئی وہ پیش تھا مجھے جس بات کا خیال

ہے روزِ ہجر میں بھی اُسی بات کا خیال
دل میں بسا ہوا ہے وہی رات کا خیال

مطلب نہ لطف سے نہ غرض التجا سے ہے
اُن کو ستم کا پاس مجھے بات کا خیال

مکر و فریب میں بھی تو ایجاد ہے نیا
رہتا ہے اُن کو روز نئی گھات کا خیال

ظلم و ستم کا خوف نہ چشمِ عطا و لطف
اِس بات کا ملال نہ اُس بات کا خیال

توبہ ہے لب پہ ہاتھ میں پیالہ شراب کا
زاہد کا ڈر ہے پیرِ خرابات کا خیال

ہے حسرتِ وصال میں لذت فراق کی
بچنے گناہ سے ہے مکافات کا خیال

ارمانِ وصلِ غیر کو دل سے مٹائیے
اچھوں کو چاہیے نہ بُری بات کا خیال

ناگاہ اُس کو دیکھتے ہی دم نکل گیا
بیخود کو تھا نہ مرگِ مفاجات کا خیال

یہی تو دل ہے نگاہِ عتاب کے قابل
یہ تیر تھا اسی خانہ خراب کے قابل

یہ ضبطِ غم ہے مرا انتخاب کے قابل
کہ اب سکت ہی نہیں اضطراب کے قابل

اُسی ادا سے کیا قتل تو نے دشمن کو
کہ جو ادا تھی تری انتخاب کے قابل

اِسے تو شوخی و ناز و ادا کی دو تعلیم
تمہاری آنکھ نہیں ہے حجاب کے قابل

قلم سے کھینچ دیا خط اُسی پہ ظالم نے
لکھا تھا خط میں جو فقرہ جواب کے قابل

عدو کے ذکر پہ منہ کھل گیا خدا کی شان
یہ شوخیاں ہیں تمہاری حجاب کے قابل

وہ اک ادا تھی دمِ ذبح جس نے تڑپایا
چھری کا زخم نہ تھا اضطراب کے قابل

خدا نے نور کے سانچے میں تم کو ڈھالا ہے
تمہارا حُسن تو ہے انتخاب کے قابل

سمجھ کے بات کہو کچھ سمجھ کے بات کرو
عدو کا منہ ہے سوال و جواب کے قابل

چھپے گا چہرۂ رازِ زلیخا اب کیونکر
رہا نہ دامنِ یوسفؑ نقاب کے قابل

پھر اپنے بوسۂ لب کیوں شمار کرتے ہو
نہ تھی یہ دل کی رقم حساب کے قابل

مٹا دیا ہے فلک نے بنا کے سبزۂ راہ ۔ ملی نہ عمر ہی ہم کو شباب کے قابل

سوالِ وصل تھا تم سے لپٹ پڑی شبِ ہجر ۔ مرا گناہ نہ تھا اس عذاب کے قابل

ترے شہید پڑے شور ہے ہیں مقتل میں ۔ یہی جگہ تھی حقیقت میں خواب کے قابل

شکن یہ کیوں ہے تمہاری جبینِ روشن پر ۔ نہ تھا ہلال یہ اس آفتاب کے قابل

کہو نہ تم مجھے اپنی زبان سے عاشق ۔ یہ نامراد نہیں اس خطاب کے قابل

نگہ نگہ سے ٹپکتی ہے شانِ معشوقی ۔ ادا ادا ہے تری انتخاب کے قابل

نکل کے ٹھیری ہے سینہ سے روح آنکھوں میں ۔ جگہ یہ خوب ملی پا تراب کے قابل

بشر کو جامِ محبت عطا ہوا بیخود
کسی کا ظرف نہ تھا اس شراب کے قابل

کمبخت دل خراش بہت ہے صدائے دل ۔ کانوں پہ ہاتھ رکھ کے سنو ماجرائے دل

مرنے سے جو ڈرے وہ کرے ہائے ہائے دل ۔ آجائے موت آتی ہو جاتا ہو جائے دل

دل پر ابھی سے ہاتھ ہے لب پر ہے ہائے دل ۔ تم نے سنا ہی کیا ہے ابھی ماجرائے دل

پاس آ کے بیٹھو کان میں سن لو ہماری بات ۔ کیا خاک دور سے ہو بیانِ مدعائے دل

تیری نگاہِ مہر بھی ظالم ہے قہر کی ۔ برچھی جگر کے واسطے خنجر برائے دل

نیرنگ سازِ دستِ حنائی ہے آپ کا ۔ قاتل یہی ہے دل کا یہی خوں بہائے دل

کیوں لب پہ آہ سرد ہے کیوں چشم اشکبار ۔ کچھ اور سنیے اور کہوں ماجرائے دل

لے تو چلے ہو تم کہیں ایسا غضب نہ ہو ۔ میں دل کو بھول جاؤں مجھے بھول جائے دل

سینے میں اب جگر کی جگہ جل رہی ہے آگ ۔ پہلو میں اب ہے داغِ محبت بجائے دل

کاوش امید کی ہے تمنا کی ہے خلش ۔ پہلو میں اور بھی تو ہیں کانٹے سوائے دل

ملنے لگا ہے بیخودیِ شوق میں مزا
بیخود خیالِ یار ہے راحت فزائے دل

ردیف میم

بیتاب رہیں ہجر میں کچھ دل تو نہیں ہم — تڑپیں جو تجھے دیکھ کے بسمل تو نہیں ہم
ہیں یاد بہت مکر و فریب ایسے ہمیں بھی — ہتھی میں جو آجائیں ترے دل تو نہیں ہم
اب آپ کوئی کام سکھا دیجیے ہم کو — معلوم ہوا عشق کے قابل تو نہیں ہم
کہنے کو وفادار تمہیں لاکھ میں کہدیں — دل سے مگر اس بات کے قائل تو نہیں ہم
کیوں خضر کے پیرو ہوں تری راہِ طلب میں — آوارہ و گم کردہ منزل تو نہیں ہم
کہتے ہیں تمنائے شہادت کو وہ سُن کر — کیوں قتل کریں آپ کو قاتل تو نہیں ہم
ہیں دل میں اگر طالبِ دیدار تمہیں کیا — کچھ تم سے کسی بات کے سائل تو نہیں ہم
وہ پوچھتے ہیں مجھ سے یہ مضمون نیا ہے — تیری ہی طرح سے کہیں بیدل تو نہیں ہم
ہم جاتے ہیں یا حضرتِ دل آپ سدہاریں — جائینگے اب اُس بزم میں شامل تو نہیں ہم
اِن آنکھوں سے ہمنے بھی تو دیکھا ہے زمانہ — ہم سے نہ کہو غیر پہ مائل تو نہیں ہم
مرنے کے لئے وقت کوئی تاک رہے ہیں — اِس کام کو سمجھے ابھی مشکل تو نہیں ہم
کہتے ہیں تجھے دیکھ کے آتا ہے ہمیں شک — بیٹھے ہوئے دشمن کے مقابل تو نہیں ہم

ہر سانس میں رہتا ہے تری یاد کا کھٹکا
بیخود ہیں تو ہوں کام سے غافل تو نہیں ہم

مہمان ہیں فصلِ گل کی طرح اس چمن میں ہم
اپنے کو جانتے ہیں مسافر وطن میں ہم

اے خاکِ گور تجھ سے خجل ہیں کفن میں ہم
برسوں کے بعد آئے ہیں واپس وطن میں ہم

تجھ سے ہنسے رقیب جلیں انجمن میں ہم
فانوس میں یہ شمع ہے یا پیرہن میں ہم

ٹھیرے کہیں نگاہ بھی دل بھی کہیں جمے
اس انجمن میں ہیں کبھی اُس انجمن میں ہم

کھلتا ہے کوئی غنچہ تو جھڑتا ہے کوئی گل
قدرت کے کھیل دیکھ رہے ہیں چمن میں ہم

داغوں پہ داغ جھیلے ہیں زخموں پہ کھائے زخم
دولہا بنے ہوئے ہیں سراپا کفن میں ہم

فریاد کا ہو خوف اگر ہم سے حشر میں
رکھ دیں زبان کاٹ کے تیرے دہن میں ہم

جو زخم ہے بدن پہ وہ خنجر کی شکل ہے
قاتل سے کم رہے نہ کبھی بانکپن میں ہم

باندھیں کہاں وہ تیغ ہمیں کون تول دے
اُن کو کمر کا سوچ ہے فکرِ دہن میں ہم

پیدا ہوئے ہیں دو ہی تو عاشق جہاں میں
گلشن میں عندلیب تری انجمن میں ہم

سارا یہ سیرِ گل کا مزا تیرے دم سے ہے
تیرے بغیر آگ لگا دیں چمن میں ہم

معشوق سے بگڑ کے بگاڑیں گے اُس کا کیا
اپنا ہی دل جلائیں گے اُس کی جلن میں ہم

قسمت جُدا جُدا ہے مقدر الگ الگ
عیش و طرب میں غیر ہے رنج و محن میں ہم

پروانہ بن کے جلتے ہیں جب ہجرِ یار میں
اک روح پھونک دیتے ہیں شمعِ لگن میں ہم

کافی ہیں ہم فراق میں جلنے کے واسطے
جلنے نہ دیں گے شمع کو بیت الحزن میں ہم

اُڑتی ہے جس میں خاک وہ دل اب بغل میں ہے
آئے ہیں ساتھ لے کے بیاباں چمن میں ہم

چھپتے ہیں کوئی یار سے داغِ دل و جگر
رکھیں گے مہر و ماہ کو کب تک گہن میں ہم

آئینے سے خطاب ہے ترچھی نظر کے ساتھ
تو سادگی میں فرد ہے تو بانکپن میں ہم

وہ گل کی شوخیاں ہیں نہ بلبل کے چہچہے
کچھ آج فرق پاتے ہیں رنگِ چمن میں ہم

مجھکو ہے گفتگو کا سلیقہ نہ غیر کو
تیری زباں پہ تو ہے تو اُسکے دہن میں ہم

جب اُن سے ہوگا داورِ محشر کا سامنا
دیکھیں گے سیر چھپ کے عدو کے کفن میں ہم

آوارہ بوئے گل کی طرح عمر بھر رہے
جا کر کبھی نہ آئے پھر اپنے وطن میں ہم

برسوں سے خون روتے ہیں فرقانی یاد میں
پیکاں لگائے رکھتے ہیں زخمِ کہن میں ہم

بیخود وہیں ہے قدر کچھ اہلِ کمال کی
افسوس ہے کہ جا نہ سکے پھر دکن میں ہم

ٹوٹے پڑتے ہیں جو ہیں کس کے خریدار تمام
صبح سے بند ہیں کیوں مصر کے بازار تمام

ایک پہلو پہ نہیں شوخیِ گفتار تمام
تیری ہر بات کے پہلو میں دل آزار تمام

اب رہا کون جو دیدار تمہارا دیکھے
پردہ اُٹھتے ہی ہوئی حسرتِ دیدار تمام

وہ بھی بازار میں دم بھر کو چلے آتے ہیں
جمع ہو جاتے ہیں جب اُن کے خریدار تمام

دل بھی لیکر کبھی رکھتے نہیں دل عاشق کا
اپنی ہی گوں کے ہیں معشوقِ طرحدار تمام

اُن کے آتے ہی ہوا گھر میں اُجالا کیسا
بن گئے نور کے گویا در و دیوار تمام

بات رہ جائے اگر حشر میں آئے یہ ندا
پیش ہوں پہلے محبت کے گنہگار تمام

عشق نے جان بچا لی کہاں دی مہلت
آنکھ ملتے ہی تو اعضا ہوئے بیکار تمام

سنگدل کیوں نہ بتِ ماہ جبیں ہوں مشہور
یہ تو مٹی کے بھی ہوتے ہیں ستمگار تمام

عید آئی ہے الٰہی کہ بہار آئی ہے
جھومتے آج چلے آتے ہیں میخوار تمام

اک جھلک دیکھ لی پردے کی تو ظالم نے کہا
لوٹ لی تو نے مرے حسن کی سرکار تمام

کہہ تو دو کس کی یہ بوچھاڑ ہوئی تیروں کی
ہیں یہ کیوں خون میں ڈوبے ہوئے سوفار تمام

لفظِ رخصت بھی تو پورا نہ وہ کہنے پائے
لب ہلے تھے کہ ہوا عشق کا بیمار تمام

حسن۔انداز۔ادا۔ناز۔نگاہیں۔شوخی
دل مرا چھین کے بن بیٹھے ہیں مختار تمام

اب بھی اپنا کوئی **بیخود** مجھے سمجھا کہ نہیں
چھپ گئے اب تو مرے حال کے اخبار تمام

مست جائیں مگر ساتھ نہ چھوڑینگے ترا ہم
عاشق ہیں تو بن جائیں گے نقش کف پا ہم

ہیں نکہت گل باغ میں اے باد صبا ہم
دم بھر میں نمودار ہیں دم بھر میں فنا ہم

سمجھو ہمیں انسان کے پردے میں ہیں کیا ہم
دیکھو ہمیں آئینہ ہیں تصویر نما ہم

برسوں میں کہیں وصل کی امید بندھی ہے
سہتے ہیں بڑے شوق سے اب ظلم و جفا ہم

تشریف تو لائیں وہ روٹھے رہیں ہم سے
جھگڑا تو مٹے صلح بھی ہوجائے گی باہم

ہم تیرے شناسا ہیں ہمیں غیر سے کیا کام
آگاہ کسی سے بھی نہیں تیرے سوا ہم

پوچھا تھا یہ میں نے کہ مٹائیگا مجھے کون
قسمت ابھی خاموش تھی جو اُس نے کہا ہم

وہ عیش کا بندہ ہے وہ آرام کا خوگر
دشمن سے نہ اٹھیگی اٹھائیں گے جفا ہم

جو بات کے دھنی ہیں وہی پھر نہیں سکتے
ہوسکتا ہے یہ ہم سے کریں ترک وفا ہم

بیوجہ خفا ہو کے خوشامد نہ کرو تم
تعریف کو بھی اب تو سمجھتے ہیں گلا ہم

کھل جائیں یہ سب راز اگر فکر سے لیں کام
خود منزل مقصود ہیں خود راہ نما ہم

بھولے سے کہیں اُن کا گلا ہم نے کیا تھا
فرماتے ہیں ایسوں سے نباہیں گے بھلا ہم

فرمایئے کیا جی میں ہے کیا ٹھانی ہے دل میں
اِس وقت کوئی غیر نہیں آپ ہیں یا ہم

عالم کو مٹا شوق سے ہم کو نہ مٹا تو
عالم تو اک آئینہ ہے ہیں عکس ترا ہم

وہ کہتے ہیں دعویٰ ہے اسے ہوش و خرد کا
بیخود کو پلائیں گے مے ہوش ربا ہم

ردیف نون

کچھ حوصلے ہی پست بہت آدمی کے ہیں
ورنہ ہر اک نگاہ میں جلوے اُسی کے ہیں

سب سے جدا طریق یہاں عاشقی کے ہیں
ظاہر کسی سے بنتے ہیں شیدا کسی کے ہیں

میں اور بزمِ غیر میں رسوائیاں مری
کرتوت سب یہ حضرتِ دل آپ ہی کے ہیں

اس چرخِ کینہ ساز سے بڑھکر نہیں کوئی
ہر چند سینکڑوں ہی عدو آدمی کے ہیں

میں آپ میں نہ ہوں تو نظر آئے روئے یار
یہ درمیاں حجاب جو ہیں بیخودی کے ہیں

حوروں کو بھی تو اس کی تمنا ہے رات دن
چرچے بہشت میں بھی تمہاری گلی کے ہیں

اے چارہ گر نہ بھول کر ان کو نکالنا
پھانسیں نہیں ہیں دل میں یہ پیکاں کسی کے ہیں

ناکام آرزوئے وصل رہا بھی تو میں رہا
احسان آپ پر تو مری بیخودی کے ہیں

بیخود یہ تم جو کرتے ہو کوشش فضول ہے
گذریں گے ہر طرح سے جو دن زندگی کے ہیں

مرگ کا ارماں شبِ غم کیا کریں
موت کو موت آگئی ہم کیا کریں

کس طرح کاٹیں شبِ غم کیا کریں
زندگی سے سیر ہے ہم کیا کریں

میرے پہلو میں ملے دشمن سے وہ
اس خوشی میں اب مرا غم کیا کریں

سُن کے ساری داستانِ رنج و غم
کہدیا اُس نے کہ پھر ہم کیا کریں

وعدہ کیا آج ہو جائے وصال
کل مکر جاؤ تو پھر ہم کیا کریں

یادِ مژگاں دل سے جاتی ہی نہیں
اک خلش رہتی ہے پیہم کیا کریں

جلوہ گر ہے بام پر ناوک فگن
گردنِ تسلیم کو خم کیا کریں

سبب علاجِ دردِ دل ترکِ علاج
چارہ گر مرتا نہیں ہم کیا کریں

جو ہمارے دل میں ہیپ کر گیا
اُس کو اب رسوائے عالم کیا کریں

بعد مُردن آپ چُھٹ جائیگی مے
چار دن کیواسطے کم کیا کریں

ذکر تو کر دیں ترا **بیخود** مگر
وہ خفا ہو جائیں تو ہم کیا کریں

تم تیغ لے کے آئے ہو کیوں قتل گاہ میں
ہے امتحانِ عشق و ہوس اک نگاہ میں

[illegible] جلوہ گاہ میں
ہم اپنے گھر کو پوچھتے جاتی ہیں راہ میں

[illegible] ہوتی ہیں [illegible]
سب اُن کی شوخیاں ہیں ہماری نگاہ میں

رتبہ نہیں کلیم سے کم جان نثار کا
دیتی تھی ہم کو جان تری جلوہ گاہ میں

وارفتگی انہیں بھی ہوئی دیکھ کر مجھے
تھا کچھ نہ کچھ اثر مرے حالِ تباہ میں

تم اور تم کو محفلِ دشمن سے واسطہ
سچ کہتے ہو فتور ہے میری نگاہ میں

بیٹھے ہوئے ہیں منتظرِ حشر سینکڑوں
آجاؤ بن سنور کے کبھی جلوہ گاہ میں

سب کا بیاں غلط مرے دل کا گماں غلط
یہ کیا کہا ملے نہیں دشمن سے راہ میں

چوری چھپے سے جاتے ہیں مسجد میں شب کو ہم
ڈر ہے کہ دیکھ لے کوئی کافر نہ راہ میں

تم آپ آگئے ہو یہاں اس میں شک نہیں
آیا بھلا کہاں سے اثر میری آہ میں

جس وقت اُس نے عذر کیا صاف ہوگیا
اتنی ہی تو کسر ہے دلِ دادخواہ میں

اُڑ کر کبھی جو آئی کسی دل جلے کی خاک
سرمہ لگا گئی تری چشمِ سیاہ میں

گر دیکھنی ہے حشر کے دن شانِ مغفرت
بیخود کبھی قصور نہ کرنا گناہ میں

دل کو قیدِ زلف کچھ بھاری نہیں
یہ گرفتاری گرفتاری نہیں

دوستوں میں وہ وفاداری نہیں
دشمنی ہے آج کل یاری نہیں

آنکھ کو بیمار کیوں کہتے ہیں لوگ
دیکھنے میں کوئی بیماری نہیں

بوالہوس کو آبرو کا پاس ہے
مجھکو تجھسے جان بھی پیاری نہیں

رکتے ہی کٹے رکیگا خونِ دل
آنکھ ہے یہ کوئی پچکاری نہیں

پیش آئیں گی بہت سی مشکلیں
سہل کچھ دل کی گرفتاری نہیں

تم نے مرے سے کیا آنکھوں کو سرخ
کیا ہے یہ مردم آزاری نہیں

عشق میں کیا دین و دنیا کی خبر
خوابِ غفلت ہے یہ بیداری نہیں

کیا ہوا **ابجوؔ** تجھے کچھ منہ سے پھوٹ
بے سبب تو گریہ و زاری نہیں

کہے دیتا ہوں میں سب سے بہت دلکش نرالا ہیں
کلیجہ تھام لیں ہاتھوں سے جتنے سننے والے ہیں

ڈریں کیوں ہم اگر شمشیر نے جوہر نکالے ہیں
تمہاری دست و بازو کو ہمارے دیکھے بھالے ہیں

اٹھا رکھے ہیں کسدن کیلئے ہم بھی سنیں دیکھیں
ستم وہ کون سے ہیں جو زمانے سے نرالے ہیں

رقیبوں نے وفائیں کونسی کی ہیں کہ اے ظالم
انہیں کی اب نظیریں ہیں انہیں کے اب حوالے ہیں

کسی کے نیک و بد سے کچھ غرض مطلب نہیں ان کو
قیامت میں الگ سب سے تمہارے مرنے والے ہیں

مرے بختِ سیہ کا مجھ سے شکوہ حسن کی ظالم نے
کہا کس ناز سے ہنسکر مرے گیسو جو کالے ہیں

ادھر دیکھو ادھر سوزِ محبت اس کو کہتے ہیں
زباں سوکھی ہوئی کانٹے گلے میں منہ میں چھالے ہیں

شکستِ عہد و پیماں میں مزا آتا ہے ساقی کو
بہت جامِ سفالیں کسطرح دل توڑ ڈالے ہیں

نہیں جاتی قفس میں آرزو اب بھی تو گلشن کی
پروں کے ساتھ بازو بھی تڑپ کر توڑ ڈالے ہیں

کہیں سے بھی نہیں اُترے کہیں سے بھی نہیں بگڑے
خدا نے دستِ قدرت سے یہ بت سانچے میں ڈالے ہیں

رفاقت دیکھلی میں نے محبت میں رفیقوں کی
پڑی ہے جان کو جینے کی مجھے مرنے کے لالے ہیں

مری فریاد سنکر حشر میں بولے تو یہ بولے
قیامت ہیں غضب ہیں قہر ہیں آفت ہیں نالے ہیں

نرالی خواہشیں ہیں ہیں امنگیں کچھ نئی دل میں
نئے معشوق ہیں وہ ڈھنگ دنیا سے نرالے ہیں

دل و جان و دین و ایمان صبر و تاب و ہوش لیتا جا
بچھڑ جائیں نہ رستے میں یہ سب تیرے حوالے ہیں

نہ لینا نام دلّی کا ہمارے سامنے **بیخود**
اسی اجڑے ہوئے گلشن کے ہم بھی رہنے والے ہیں

کیا کہوں ذکر جو دشمن کے مزا دیتے ہیں
یہ تو تجھکو بھی مرے دل سے بھلا دیتے ہیں

جان یوں عشق میں اربابِ وفا دیتے ہیں
یہ تماشہ بھی تجھے آج دکھا دیتے ہیں

پوچھیے خارِ تمنا کی خلش کو دل سے
یہ وہ کانٹے ہیں کھٹکنے میں مزا دیتے ہیں

اے ستم کیش و جفاکار تری عمر دراز
مرنے والے تجھے جینے کی دعا دیتے ہیں

ایک بوسہ پہ تو سودا نہ بنے گا دل کا
سوچکر دیکھیے کچھ آپ یہ کیا دیتے ہیں

میری عادت سے ابھی آپ نہیں ہیں واقف
وعدے کے ساتھ مجھے یہ بھی سنا دیتے ہیں

دل کا سودا تو نگاہوں میں ہوا کرتا ہے
کس کو معلوم ہے کیا لیتے ہیں کیا دیتے ہیں

مانگ کر بوسہ رہا دل یہ نہ قابو اپنا
کس نے منہ پھیر کے چپکے سے کہا دیتے ہیں

میں نہ مانوں گا کہ وہ غیر کی سنتے ہونگے
میرے کہنے کو تو باتوں میں اڑا دیتے ہیں

دیکھے اس وقت کوئی ان کو مری آنکھوں سے
گالیاں غیر کو جب ہوکے خفا دیتے ہیں

کیا کیا کیا نہ کیا حشر نے برپا ہوکر
آج ہی کل میں تمہیں یہ بھی دکھا دیتے ہیں

دل کو مٹھی میں ستمگر نے دبا رکھا ہے
میں نے مانگا تو کہا ہنس کے بہلا دیتے ہیں

رات یہ اور بھی فرقت میں گذار و بیخود
صبح ہو جائے تو ہم اُن کو بلا دیتے ہیں

یہ اور وقتِ رخصت اندھیر کر گئے ہیں
وہ اپنے ساتھ لیکر میری نظر گئے ہیں

کہنا مرا نہ کیجے اپنی خبر تو لیجے
دامن مسک گیا ہے گیسو بکھر گئے ہیں

اقرارِ عشق و اُلفت ہی بوالہوس کا حصہ
پوچھا ہے جب کسی نے ہم تو مکر گئے ہیں

اچھا نہیں ہے اے دل یہ اضطراب تیرا
جلدی نہ کر گئے ہیں پیغامبر گئے ہیں

جاتے ہی اُن کے گویا کچھ بھی تھا چمن میں
جوشِ بہارِ گُل کو پامال کر گئے ہیں

جھوٹا ہی کیوں نہ کیجے وعدہ تو منہ سے کیجے
انکار سنتے سنتے برسوں گذر گئے ہیں

تڑپی ہے جب مہینوں کُنجِ قفس میں بلبل
اُڑ کر چمن کی جانب دو چار پر گئے ہیں

ہے خیر تو اسی میں لگ جاوے دل ٹھکانے
ارمان اب بہت سے سینے میں بھر گئے ہیں

اِن بدگمانیوں پر ہے اُن کو بدگمانی
دشمن کے پیچھے پیچھے ہم اُن کے گھر گئے ہیں

لاکھوں میں دل ہمارا نکلے گا پاس اُنکے
تیور یہ کہہ رہے ہیں لیکر نظر گئے ہیں

بے عشق گر جئے بھی کس کام کا وہ جینا
ہے زندگی انہیں کی جو تجھ پہ مر گئے ہیں

دم بھر کو بھی جو بیخود اُن کی نظر پھری ہے
صدمے ہمارے دل پر کیا کیا گذر گئے ہیں

تلاشِ یار و عشقِ یاراں دونوں میں کامل ہوں
نظر کے واسطے پتلی تمنّا کے لئے دل ہوں

سیہ کاروں میں شامل ہوں سیہ بختوں میں داخل ہوں
کسی میت کی نظریں کسی کی آنکھ کا تل ہوں

دکھاتا ہوں زمانے کی طرح نیرنگِ عالم کو
کہیں شوخی کہیں تمکیں کہیں حسرت کہیں دل ہوں

مری نادانیاں بھی مصلحت آمیز ہوتی ہیں
اگر انصاف سے دیکھو تو اپنے فن میں کامل ہوں

گرہ بنکر مرے دل میں تمنا اس کی کھی ہے
مجھے حل کر نہیں سکتا ہی کوئی ایسی مشکل ہوں

تمہاری زلفِ پرخم سے یہ آتی ہے صدا مجھکو
رہا کرتا تھا پہلو میں کبھی تیرے وہی دل ہوں

نہ اٹھوایا خدا نے نامہ بھیجا مجھ سے قاتل کا
کیا ہے خون اپنی حسرتوں کا میں وہ قاتل ہوں

تمہارا تو یہ شیوہ ہے جسے تاکا اُسے مارا
نگاہِ لطف کرتی ہے ستم میں بھی داخل ہوں

نہیں ممکن علاج اس بدگمانی کا تری ظالم
اگر دشمن سے بھی تقصیر ہو میں اس میں شامل ہوں

کوئی جائے وہاں پیرِ تصور ساتھ ہے سب کے
نہیں اس بزم میں لیکن شریکِ اہلِ محفل ہوں

برا تو مجھکو کہتے ہو مگر اک دن اسی منہ سے
یہ سنوا دوں گا میں تم کو وفا کا تیری قائل ہوں

سر بازار بکتا ہوں خریدار و چلو دیکھو
زمانے سے انوکھا ہوں نرالا ہوں نیا دل ہوں

اسی آوارگی میں ہم سفر یہ عمر گذری ہے
ٹھہرنے کا پتہ کیا دوں کہ میں گم کردہ منزل ہوں

تجھے دینا پڑیگا شرط یہ ہے میں جو مانگوں گا
کبھی جو بے لئے ٹلتا نہیں ہے میں وہ سائل ہوں

مجھے تم جانتے ہو کون ہوں کیا ہوں تو پوچھا تھا
وہ کہتے ہیں ابھی تک میں تو اپنے سے بھی غافل ہوں

کہا تھا خواب میں جس دن دل مجھ سے وہ حسن بیچے
نہیں اس وقت غافل تھا نہ میں اس وقت غافل ہوں

جو تو ہے حسن میں یکتا تو میں ہوں عشق میں کامل
تری صورت کا شیدائی ترا ندِ مقابل ہوں

کسی کی زلف کے سودے نے ایسے پاؤں پھیلائے
تقاضا ہے یہ وحشت کا کہ پابندِ سلاسل ہوں

نزاکت مانعِ تیغ آزمائی ہے نہ مانوں گا
نکل کر تیغ خود چلنے لگے کہدے جو قاتل ہوں

وہی بیخود ہوں میں سمجھے ہو بیخود جس کو تم اپنا
تمہاری یاد میں کیسی میں تو خود اپنے سے غافل ہوں

سراپا درد ہوں بیدرد پر جس دن سے مائل ہوں
مری فریاد سے ڈرنا کہ میں ٹوٹا ہوا دل ہوں

تڑپنے کیلئے پیدا ہوا ہوں میں وہ بسمل ہوں
کسی بیتاب کی حسرت کسی مہجور کا دل ہوں

مثالِ چشمِ حیراں تیغ کا ہر حلقۂ جوہر — مرا منہ تک رہا ہے میں وہ مجروحِ قاتل ہوں

تصور اپنا ہوں اس سے نکلنے کیلئے تیرے — تری محفل میں آکر بیٹھ جانے کے لئے دل ہوں

عرق سے شرمِ عصیاں کے اگر آگاہ ہو جائے — تمنا ہو یہ زاہد کو گنہگاروں میں داخل ہوں

انہیں دیکھو کہ غفلت بھی ہے کس ہوشیاری سے — مجھے دیکھو کہ میں ان کے تغافل سے بھی غافل ہوں

خدا جانے جوانی کی طرح پھر میں کدھر جاؤں — تعاقب میں رواں عمرِ رواں کو چند منزل ہوں

خیالِ گیسوئے پرخم سے وحشت کام لیتی ہے — مری دیوانگی دیکھو کہ پابندِ سلاسل ہوں

عدو سے مشورہ کیوں ہے مرے پامال کرنے کا — مجھی سے پوچھ لیتے میں مٹا دینے کے قابل ہوں

سوالِ وصل پر ان کی خموشی مجھ سے کہتی ہے — کبھی اقرارِ واثق ہوں کبھی میں عہدِ باطل ہوں

امیدیں ٹوٹ جائیں آرزوئیں خاک ہو جائیں — مگر میں وہ بلا ہوں تیرے ملنے سے بیدل ہوں

طلب کرتے ہیں کیوں کر اہلِ دولت یہ پوچھونگا — مجھے تو مانگنا تک بھی نہیں آتا وہ سائل ہوں

اٹھایا غیر کے پہلو سے فتنے کی طرح تم کو — خدا رکھے انہیں ان شوخیوں کا میں تو قائل ہوں

بگڑنے ہی نہیں دیتی کسی سے بیکسی میری — مرا غمخوار بن جائے جو دشمن سے مقابل ہوں

مجھے مطلب کروں ناصح سے حجت ما سکو بکنے دو — کوئی دیوانہ ہوں نادان ہوں یا میں بھی جاہل ہوں

سما کر آنکھ کے پردے میں وہ پردہ نشیں بولا — مجھے دل میں جگہ دیجے کہ میں لیلائے محمل ہوں

خدا چاہے تو اب ہو گی ہماری آرزو پوری — زباں سے آج نکلی ہے کسی بت کے بمشکل ہوں

بقولِ حضرتِ استاد کس گنتی میں ہوں **بیخود**
کسی فن میں نہ لائق ہوں نہ فائق ہوں نہ کامل ہوں

سب کی طرف ہے اور کسی پر نظر نہیں — ہر شخص جانتا ہے ادھر ہے مگر نہیں

تجھ سے تو کچھ گلا مجھے بیداد گر نہیں — اک بات کا خیال ہے دل میں مگر نہیں

عنایت نہیں کسی پہ کدھر ہے کدھر نہیں
بجلی ہے ساعقہ ہے کسی کی نظر نہیں

سچ ہم فدا ہیں غیر پہ مجھ سے سوال ہے
اللہ رے بے خبر مجھے اپنی خبر نہیں

اُن سے فقط نگاہ کے ملنے کی دیر ہے
میرا ملال وہ بھی کسی بات پر نہیں

اُڑنا قفس کو دیکھے بھی دشوار کچھ نہ تھا
مشکل یہ آپڑی ہے کہ بازو میں پر نہیں

آپ اپنی عرضِ وصل پہ نخوت تو دیکھیے
انکار اور وہ بھی ادھر دیکھ کر نہیں

اس سے غرض ہی کیا تھی انہیں کوئی کچھ کہے
اُن کی زبان پر تو رہی رات بھر نہیں

افشائے رازِ وصل کہاں اور میں کہاں
اپنی نظر پر آپ کو شاید نظر نہیں

اُلفت کا اپنی آج بھرم ہم پہ کھل گیا
نالے میں بھی دعا کی طرح سے اثر نہیں

سب کے دلوں کو ہے تری چینٹک لگی ہوئی
عاشق ترا نہ ہو کوئی ایسا بشر نہیں

مانا یہ میں نے آپ کی طینت ہی پاک صاف
کہتے ہیں رقیب کے دل میں بھی شر نہیں

پچھلے پہر سے کیوں نہ نکل آئے آفتاب
یہ صبحِ عیش ہے شبِ غم کی سحر نہیں

اُن کی طرف سے کہتا ہے کیا کیا جلی کٹی
میرے لئے رقیب سے کم نامہ بر نہیں

دامن سے اپنے اس کو بجھا کر سدھاریے
جلنے کو میں ہوں ہجر میں شمعِ سحر نہیں

بیخود شراب چھوڑ چکے ان سے چھٹ چکی
توبہ کے بعد پی گئے کتنی خبر نہیں

کیوں کہئے دل کا حال اُسے بدگماں کروں
یہ راز وہ نہیں ہے جسے میں بیاں کروں

کعبہ میں جا کے شکوۂ جورِ بتاں کروں
پتھر بھی موم ہو وہ ستم کا بیاں کروں

اپنی تو آپ مجھکو کہانی سنا چکے
سنیے تو حال میں بھی کچھ اپنا بیاں کروں

مجھکو یہ ضد کہ وصل کا اقرار تم سے لوں
تمکو یہ ہٹ کہ میں نہ کبھی تجھ سے ہاں کروں

یہ کہہ رہی ہے مجھ سے کسی کی نگاہِ شرم
فرصت اگر حیا سے ملے شوخیاں کروں

وہ بیخودی کی بات تھی اتنے خفا نہ ہو
میری مجال کیا ہے جو تم سے زباں کروں

ڈرتا ہوں پھوٹ جائیں نہ چھالے زبان کے
کیونکر بیانِ لذتِ سوزِ نہاں کروں

تو مجھکو آزما کے وفاداریوں میں دیکھ
میں بیوفائیوں میں ترا امتحاں کروں

شاید مرا پیام یہ پورا نہ کہہ سکے
قاصد کے ساتھ کاٹ کر اپنی زباں کروں

ہیں لاکھ غم نہ اس سے گلے سو شکایتیں
گر ایک بات ہو تو کچھ اُس کا بیاں کروں

میں کیا ستم شعار تجھے جانتا نہیں
کس مُنہ سے شکوۂ ستمِ پاسباں کروں

آجائیں تیری ضد پہ اگر وہ تو لطف ہے
لوٹوں مزے خبر بھی نہ آسماں کروں

اُکتا گیا ہے شرع کی پابندیوں سے جی
دل چاہتا ہے بیعتِ پیرِ مغاں کروں

بیخود رفیق ہے نہ کوئی ہم طریق ہے
دل پر جو کچھ گذرتی ہے کس سے بیاں کروں

نقشِ قدم نہیں ہوں نہ سنگِ حنا ہوں میں
کچھ سوچکر سمجھ ہی کے تجھ پر مٹا ہوں میں

ایسا ہجومِ شوق میں ضبط آشنا ہوں میں
اُن کی نگاہ میں دلِ بے مدعا ہوں میں

مرنے کی اپنے آپ دعا مانگتا ہوں میں
اُس بیوفا سے دل کے بہت خوش ہوا ہوں میں

آئینہ بن کے چشمِ تمنا بنا ہوں میں
جو مجھکو دیکھتا ہے اُسے دیکھتا ہوں میں

بیخود ہوں تیرے نام کا تجھ پر فدا ہوں میں
اِس سے غرض نہ رکھ کہ بُرا یا بھلا ہوں میں

دل دے کے میری جان مُکرتا ہے تو عبث
انداز کہہ رہا ہے ترا دل رُبا ہوں میں

ڈرتے ہیں میرے نام سے جتنے ہیں بوالہوس
مِٹ مِٹ کے تجھ پہ فتنۂ محشر بنا ہوں میں

ہے ختم امتحانِ وفا میری ذات پر
برسوں تری نگاہ میں ظالم رہا ہوں میں

اس شوقِ نامُراد نے رکھا ہے نامُراد
گستاخ ہو کے دستِ زلیخا بنا ہوں میں

نالہ یہ کہہ رہا ہے مرا اُن کے کان میں
ان نارسائیوں پہ بھی کتنا رسا ہوں میں

پہنچا نہ رازِ نعرۂ منصور تک کوئی
بندہ کی تھی مجال جو کہتا خدا ہوں میں

بولے سوالِ وصل پہ مجھ سے بگڑ کے وہ
جانا نہیں مجھے ابھی تو نے کہ کیا ہوں میں

میری ہی یہ نمود ہے تیرا ہی یہ ظہور تھا
مجھ سے جدا ہے غیر نہ تجھ سے جدا ہوں میں

تم دل ملا کے ہم سے ملو گے غلط ہے یہ
کہتی ہے ہر نگاہ کہ نا آشنا ہوں میں

تیرے خرام پر ہے قیامت مٹی ہوئی
ہر فتنہ کہہ رہا ہے ترا نقشِ پا ہوں میں

دل کا پتہ نگاہ کو اُس کی بتا دیا
اِس اپنے چور کے لئے خود رہنما ہوں میں

پیدا دلوں میں ہو گئے اُلفت کے ولولے
ہر شخص چاہتا ہے کہ تجھ پر فدا ہوں میں

تعذیر دیکھے اُس نے یہ ثابت کیا قصور
پہلے سے تو نے کیوں نہ کہا بے خطا ہوں میں

میں اُن سے چاہتا ہوں صفائی جو وصل میں
مُنہ پھیر کر وہ کہتے ہیں بس بس خفا ہوں میں

یہ کہہ کے دل بھی تیر کے ہمراہ ہو لیا
مجھکو بھی ساتھ رکھ کہ نشانہ ترا ہوں میں

بیخود کا شب کو ذکر جو کچھ اُن سے آ گیا
شرما کے وہ یہ بولے کہ ہاں جانتا ہوں میں

شوق اپنا آپ میں اپنی زباں سے کیوں کہوں
دل جو کچھ کہتا ہے وہ اُس بدگماں سے کیوں کہوں

بوالہوس دشمن کو پہلے امتحاں سے کیوں کہوں
آپ تم کہہ دو گے میں اپنی زباں سے کیوں کہوں

تم سمجھ لو سوچ لو تم تاڑ لو پہچان لو
بات اپنے دل کی میں اپنی زباں سے کیوں کہوں

حشر کے دن داورِ محشر سے ہو گی دو بدو
مجھکو جو کہنا ہے وہ اُس بدگماں سے کیوں کہوں

نالہ آ پہنچا ہے لب تک اب چلا یہ چرخِ پیر
تجھ سے کہتا ہوں ستمگر آسماں سے کیوں کہوں

خواب میں لوٹی ہے میں نے اُن کے جوبن کی بہار
اپنی چوری کی حقیقت پاسباں سے کیوں کہوں

کان میں سن لو ادھر آکر مری اک بات تم
تم سے کچھ کہتا ہوں میں سارے جہاں سے کیوں کہوں

دل سے میں اُن کے تصور کی شکایت کیا کروں
جو حقیقت ہے مکیں کی وہ مکاں سے کیوں کہوں

داستان اول سے سنئے میری سنتی ہو اگر
آپ کہتے ہیں جہاں سے میں وہاں سے کیوں کہوں

جی میں لیلےٰ کے یہ آتا ہے کہوں کچھ حال قیس
پھر یہ کہتی ہے اس کو ساربان سے کیوں کہوں

نیکیاں جو کچھ یہاں کی ہیں وہاں دیں گی بہار
باغ جنت کو جدا اس خاکداں سے کیوں کہوں

میں جہاں جی چاہیگا جاؤں گا کچھ مطلب تمہیں
پوچھتے کیوں ہو کہ آتے ہو کہاں سے کیوں کہوں

آپ کی جانے بلا ناصح محبت کا مزا
کیا لیا مل کر کسی آرام جاں سے کیوں کہوں

کان میں چپکے سے **بیخود** جو کہا ہے یار نے
رشک آتا ہے مجھے وہ رازداں سے کیوں کہوں

بڑی گرمی ہے بلبل کی فغاں میں
چمک جاتی ہے بجلی آشیاں میں

غضب ہے کاٹ دشمن کی بیاں میں
لگا رکھی ہیں کیا چھریاں زباں میں

نزاکت پہلے اپنی آزما لو
بہت نکلیں گے رخنے امتحاں میں

سنے گا کوئی میرا حال شاید
اثر پاتا ہوں کچھ اپنی زباں میں

بڑی مشاطہ ہے اُس کی نظر بھی
لگاتی ہے یہ تھگلی آسماں میں

پتہ اُن کا یہ سن لے مجھ سے قاصد
وہ رہتے ہیں نگاہ پاسباں میں

کیا اک بات میں ثابت دہن کو
یہ جادو ہے تمہاری ہی زباں میں

فقیری اہل دولت کی نہ پوچھو
چھپی رہتی ہے کملی پرنیاں میں

قفس سے کم نہیں خوف اسیری
رہوں گا قید کب تک آشیاں میں

مقدر آج جاگے گا کسی کا
بھری ہے نیند چشمِ پاسباں میں

خطر گلچیں کا ہے صیاد کا ڈر
بچھائے میں نے کانٹے آشیاں میں

خدا کی شان تجھ سا حسنِ زیبا
کہاں پیدا ہیں تجھ سے اس جہاں میں

بیاں کرتے ہیں مجھ سے رازِ دشمن
وہ کیا سمجھے مجھے اپنے گماں میں

کہاں ہوتے ہیں **بیخود داغ** جیسے
غنیمت ہے یہ دم ہندوستاں میں

نہ سہی آپ ہمارے جو مقدر میں نہیں
اب وہ پہلی سی تڑپ بھی دلِ مضطر میں نہیں

آج کیوں درد ہمارے دلِ مضطر میں نہیں
کوئی مہمان تو ٹھہرا ہوا اس گھر میں نہیں

موت بچ کر شبِ غم مجھ سے کہاں جا نکلی
یہ بھی کیا وصل ہے تیرا کہ مقدر میں نہیں

آپ کی بات کی وقعت نہیں اصلا دل میں
آپ دم بھر میں تو ہاں کرتے ہیں دم بھر میں نہیں

ساتھ دے کیوں نہ جفا میں ستمگر اُن کا
چرخ گردش میں ہے آیا ابھی چکر میں نہیں

خار بستر کے لئے خاک اُڑانے کے لئے
مجھکو جنگل میں وہ آرام ہے جو گھر میں نہیں

دوسرا کوئی نہ ہو میری مصیبت میں شریک
مجھکو دل کی بھی ضرورت غمِ دلبر میں نہیں

جس سے زخمی ہوں ہزاروں وہ ادا ہی کچھ اور
جس پہ ہم مرتے ہیں وہ بات تو خنجر میں نہیں

اپنی بانی سے نہ باز آئے نہ باز آئیں گے
چوکتے وہ نظر آتے مجھے محشر میں نہیں

مجھکو باور تو جب آئے کہ کچھ امید بھی ہو
لکھدیا خط میں وہ اُس نے جو مقدر میں نہیں

عمرِ جاوید شہیدوں کو ملا کرتی ہے
آبِ حیواں کا اثر کیا ترے خنجر میں نہیں

میں نے پوچھا تھا کہو اور ستاؤ گے مجھے
مُنہ سے نکلی ہے ستمگر کے گھڑی بھر میں نہیں

یہ بھی کہتے ہو کہ پتھر ہے ترا دل کیا ہے
یہ بھی کہتے ہو کہ یہ آگ تو پتھر میں نہیں

آپ کیوں ذکر سے **بیخود** کے خجل ہوتے ہیں
یہ تو وہ نام ہے جو آپ کے دفتر میں نہیں

نہ ارمان بن کے آتے ہیں حسرت بنکے آتے ہیں
شبِ وعدہ وہ دل میں دردِ فرقت بنکے آتے ہیں

پریشاں لٹ منہ اترا ہوا محجوب سی آنکھیں
وہ بزمِ غیر سے عاشق کی صورت بنکے آتے ہیں

تمنا اُن سے بر آئے دلِ مضطر کی کیا ممکن
وہ جب آتے ہیں ناکاموں کی قسمت بنکے آتے ہیں

لرزتی ہے زمیں آسودہ گانِ خاک ہیں بیکل
مرے مرقد پہ وہ شاید قیامت بنکے آتے ہیں

شہیدانِ وفا کا مرتبہ بھی کچھ نرالا ہے
فرشتے قبر میں حوروں کی صورت بنکے آتے ہیں

نہ بہلائے سے بہلینگے نہ سمجھائے سے سمجھینگے
تری محفل میں ہم اپنی طبیعت بنکے آتے ہیں

کبھی حسرت زباں پر حرفِ مطلب بنکے رہتی ہے
کبھی ارمان دل میں خارِ حسرت بنکے آتے ہیں

وہ اپنے عاشقوں کو اپنا آئینہ بنائیں گے
کہ جس کے سامنے آتے ہیں حیرت بنکے آتے ہیں

بنے ہیں شیخ صاحب نُقلِ محفل بزمِ رنداں میں
جہاں تشریف لیجاتے ہیں حضرت بنکے آتے ہیں

بدل دی عشق کی حالت تری دشمن سے ملنے نے
خیالاتِ محبت دل میں وحشت بنکے آتے ہیں

نہ رکھنا ہم سے کچھ مطلب یہ پہلی شرط ہے انکی
وہ جس کے پاس آتے ہیں امانت بنکے آتے ہیں

ستم کی خواہشیں **بیخود** غضب کی آرزوئیں ہیں
جوانی کے یہ دن شاید مصیبت بنکے آتے ہیں

غمِ الفت سے دل لاکھوں پریشاں ہوتے جاتے ہیں
یہ گھر آباد ہو جانے سے ویراں ہوتے جاتے ہیں

یہ میری بیکسی کے مجھ پر احساں ہوتے جاتے ہیں
کہ کچھ خود بخود دل میں پشیماں ہوتے جاتے ہیں

وہی پھر عاشقِ زلفِ پریشاں ہوتے جاتے ہیں
وہی دل کی پریشانی کا ساماں ہوتے جاتے ہیں

ملا کر خاک میں مجھکو بنے ہیں قدرداں میرے
بیاں کن حسرتوں سے میرے ارماں ہوتے جاتے ہیں

لے ناخنِ وحشت مجھے درکار ہیں نشتر
کہ اب تارِ گریباں بھی رگِ جاں ہوتے جاتے ہیں

رانی میں سمجھ آتی ہے ہم قابل نہیں اس کے
کہ جتنی عمر بڑھتی ہے وہ ناداں ہوتے جاتے ہیں

موشی سے تو ہمدم اور بڑھتی ہے کھٹک دل کی
کریں کیا ضبطِ غم نالے بھی پیکاں ہوتے جاتے ہیں

نگاہِ لطف بھی تلوار کے ہمراہ پڑتی ہے
غضب ہے ستم کے ساتھ احساں ہوتے جاتے ہیں

وہ دل ہی جب نہیں پہلو میں پھر پاسِ وفا کیسا
ہماری عقدۂ دشوار آساں ہوتے جاتے ہیں

کریگا عشقِ پنہاں اب مجھے رسوا زمانے میں
مرے چاکِ جگر چاکِ گریباں ہوتے جاتے ہیں

نگاہیں جب لڑیں آپس میں یہ بھی دیکھتے جاؤ
عیاں کس کی نظر سے رازِ پنہاں ہوتے جاتے ہیں

وہی ہم ہیں وہی دل ہے وہی ان کی تمنا ہے
نئے سر سے انہیں پا تو نکلے ارماں ہوتے جاتے ہیں

نہ دیکھے ہونگے رندِ لاابالی تم نے بیخود سے
کہ ایسے لوگ اب آنکھوں سے پنہاں ہوتے جاتے ہیں

عدو کو دیکھ کے جب وہ ادھر کو دیکھتے ہیں
نظر چرا کے ہم ان کی نظر کو دیکھتے ہیں

وہ جس نگاہ سے ہر اک بشر کو دیکھتے ہیں
اسی نظر سے ہم اپنے جگر کو دیکھتے ہیں

نظر ہی کچھ نہیں آتا ترے سوا ہم کو
تجھی کو دیکھتے ہیں ہم جدھر کو دیکھتے ہیں

عدو کے آتے ہی کچھ اور ہو گئیں نظریں
کسی کی نرگسِ جادو اثر کو دیکھتے ہیں

وہ رکھ کے ہاتھ سے آئینہ تن کے بیٹھ گئے
دہن کو دیکھ چکے اب کمر کو دیکھتے ہیں

کسی کے حسن سے یہ ہم کو بدگمانی ہے
کہ پہلے نامہ سے ہم نامہ بر کو دیکھتے ہیں

وہ آئے گھر میں ہمارے انہیں بھی دیکھینگے
ابھی تو اپنی دعا کے اثر کو دیکھتے ہیں

یہ امتحانِ کششِ حسن و عشق کا ہے نیا
نہ ہم ادھر کو نہ اب وہ ادھر کو دیکھتے ہیں

مجھے یہ رشک ہے دیکھیں نہ خاکِ پروانہ
کہ بار بار وہ شمعِ سحر کو دیکھتے ہیں

نہ بیٹھو بزم میں دشمن کے سامنے کیونکر
یہ دیکھنا ہے وہ پہلے کدھر کو دیکھتے ہیں

مٹی نہیں ابھی تک بھی حسرتِ پرواز
قفس کو دیکھ کے ہم بال و پر کو دیکھتے ہیں

رقیب بنگئے محفل میں دوست بھی اپنے
تجھی کو دیکھتا ہے جس بشر کو دیکھتے ہیں

نگاہِ لطف میں ہے میلِ بدگمانی کا
دبا دبا کے وہ زخمِ جگر کو دیکھتے ہیں

نمودِ صبح سے پہلے بدل گئے تیور
کسی کی آنکھ کسی کی نظر کو دیکھتے ہیں

کبھی وہ آئینے میں دیکھتے ہیں اپنی شکل
کبھی وہ **بیخود** آشفتہ سر کو دیکھتے ہیں

ماننے کو تو مری مان لیا کرتے ہیں
چٹکیاں دل میں وہ ہر آن لیا کرتے ہیں

کبھی دیکھا بھی ہے کعبے میں خدا کو زاہد
دون کی آپ جو ہر آن لیا کرتے ہیں

وصل میں یہ تو ہمیشہ سے ہے اُن کا دستور
لاکھ میں ایک مری مان لیا کرتے ہیں

جان لی غیر کی دل مانگ لیا دشمن سے
آپ بھی مُفت کے احسان لیا کرتے ہیں

توڑ کر دل مجھے دیتے ہو تسلی ناحق
اور ہوتے ہیں جو تاوان لیا کرتے ہیں

مانتے ہی نہیں سنتے ہی نہیں پھر میری
دل میں مطلب کی جو وہ ٹھان لیا کرتے ہیں

وصل کی شب جو کسی بات کا آتا ہے خیال
تاڑ جاتے ہیں وہ پہچان لیا کرتے ہیں

سچ تو یہ ہے کہ فرشتوں کو بھی حاصل نہ ہوا
جو مزا عشق میں انسان لیا کرتے ہیں

دیکھئے اک بوسۂ لب جان طلب کرتے ہو
دینے والے بھی مری جان لیا کرتے ہیں

سنگِ اسود سے بھی کیا سنگِ درِ یار ہے کم
اُس کے بوسے جو مسلمان لیا کرتے ہیں

ضد ہر اک بات پہ اچھی نہیں ہوتی **بیخود**
دیکھ کہنا بھی کبھی مان لیا کرتے ہیں

بھولے بھٹکے جو کبھی وہ ادھر آجاتے ہیں
دل میں اک آگ نئے سر سے لگا جاتے ہیں

دیکھنے والے کو جب وہ نظر آجاتے ہیں
دیکھتے دیکھتے ہی دل میں سما جاتے ہیں

مسکراتے ہوئے وہ خواب میں آجاتے ہیں
کیا قیامت ہیں کہ سوتوں کو جگا جاتے ہیں

جب کبھی مجھ سے وہ کچھ ہو کے خفا جاتے ہیں
خاک میں سب مرے ارمان ملا جاتے ہیں

تم نے دیکھے ہی نہیں اہلِ وفا کے نقشے
یہ جو مٹتے بھی ہیں تو نقش بٹھا جاتے ہیں

جلوۂ عشق کی اُن کو بھی نہیں طاقتِ دید
اپنے مشتاق سے وہ آنکھ چُرا جاتے ہیں

وہ کہانی مری سن لیں تو قیامت آجائے
بے سُنے تو مجھے دو چار سُنا جاتے ہیں

نقشِ پا سے بھی مرے اُن کو عداوت ٹھہری
چلتے پھرتے ہوئے وہ اسکو مٹا جاتے ہیں

کعبہ و دیر سے کیا کام ہے آباد رہیں
اُٹھ کے اس در سے کہیں اہلِ وفا جاتے ہیں

اُن کو مطلب جو سنیں وہ مری مطلب کی کبھی
کاٹ دیتے ہیں مری بات اُڑا جاتے ہیں

کوئی اندھا ہی جو نجائے تو کیا اس کا علاج
اپنا ہر رنگ میں جلوہ وہ دکھا جاتے ہیں

بزمِ دشمن میں خوشی سے بھی کوئی جاتا ہے
ہمکو کھینچے لئے جاتی ہے قضا جاتے ہیں

یار و غمخوار ہیں دُنیا میں نبی کے ساتھی
جب بگڑتی ہے تو سب آنکھ چُرا جاتے ہیں

کاش لایا نہ کریں حضرتِ ناصح تشریف
اور دُکھے ہوئے دل کو وہ دُکھا جاتے ہیں

نہیں اُٹھتا نگہِ شوق کا بھی بار اُن سے
کیا نزاکت ہے پسینے میں نہا جاتے ہیں

دیکھتا مجھکو جو ہوتا دمِ رخصت کوئی اور
اُس نے منہ پھیر کے جس وقت کہا جاتے ہیں

ہمنے دیکھے ہی نہیں تاڑنے والے ایسے
دل کے بھیدوں کو نگاہوں میں وہ پا جاتے ہیں

جان دیں ہجر میں یوں آپ کے دشمن بیخود
آپ گھبرائیں نہیں وہ ابھی آجاتے ہیں

دل میں پھر وصل کے ارمان چلے آتے ہیں
میرے روٹھے ہوئے مہمان چلے آتے ہیں

کون ہمراہ جنازہ ہے کہ احباب مرے
اُس پہ روتے ہوئے قربان چلے آتے ہیں

اُن کے آتے ہی ہوا حسرت و ارماں کا ہجوم
آج مہمان پہ مہمان چلے آتے ہیں

عشق آسان ہے مشکل ہے رسائی اُن تک
سینکڑوں ہوکے پریشان چلے آتے ہیں

چھیڑنا راہ میں اُن کا نہیں دشوار مگر
آگے پیچھے تو نگہبان چلے آتے ہیں

آپ ہوں ہم ہوں مے ناب ہو تنہائی ہو
دل میں رہ رہ کے یہ ارمان چلے آتے ہیں

اُس نے یہ کہکے مجھے دور ہی سے روک دیا
آپ سے جان نہ پہچان چلے آتے ہیں

تو ہی جانیگا اگر اب اُنہیں چھیڑا ہمدم
وہ بہت دل میں پشیمان چلے آتے ہیں

پاس اُن کے دمِ رخصت نہیں ٹھیرا جاتا
کہکے اللہ نگہبان چلے آتے ہیں

روٹھ بیٹھے ہیں مگر چھیڑ چلی جاتی ہے
کبھی پیغام کبھی پان چلے آتے ہیں

جمگھٹا رندوں کا اُس پر یہ غضب میخانہ
شیخ صاحب بھی ہیں نادان چلے آتے ہیں

آپ کے سر کی قسم تازہ کوئی بات نہیں
دل میں پہلے ہی کچھ ارمان چلے آتے ہیں

یہ رہا حضرتِ **بیخود** کا مکاں آؤ چلیں
ابھی دم بھر میں ترجمان چلے آتے ہیں

اُسکی آنکھوں کے یہ اشارے ہیں
ہمنے لاکھوں جوان مارے ہیں

صلح ہوجائے پھر دکھا دینگے
تم ہمارے ہو ہم تمہارے ہیں

کوئی تو بات ہے ترے لب میں
کہ نزاکت نے قول ہارے ہیں

سادگی کہتی ہے دمِ رنجش
یہ کسی اور کے اشارے ہیں

روزِ محشر سے کیا ڈریں واعظ
ہمنے فرقت کے دن گذارے ہیں

کب گئے وہ یہاں سے خالی ہاتھ
ہاتھ شانے سے وہ جدا ہو جائے

جان لیکر مری سدھارے ہیں
جس نے گیسو ترے سنوارے ہیں

ہیں بلا نوش حضرت بیخود
ان سے جب بدکے پی ہی مارے ہیں

آیا ہے ذکر میرا ہوسے جب وطن میں
آکر یہ گل کھلایا تمنے نیا چمن میں
بیخود نے نام پایا اس عاشقی کے فن میں
جو ہوشیار آیا بدمست ہو کے نکلا
جادو بھی ہمنے دیکھے تسخیر کے عمل بھی
خنجر نے دم چرایا پیکاں نے منہ بنایا
فقرے ہزار جھوٹے جوڑو نگا حشر کے دن
اُس کا پتہ نہ پایا ہر چند جستجو کی
اب چھیڑ چھاڑ اُن کی باتوں میں کوئی دیکھے
تصویر کی تھی حالت جو تھا وہ محو حیرت
کچھ شوق کچھ محبت کچھ رشک کی بھی کثرت
عادت جو تھی سفر کی کی ہمنے کوچہ گردی
داغِ دلِ زلیخا کچھ بھی نہ رنگ لایا
آنکھوں نے کچھ اُڑائے نظروں نے کچھ چرائے
یکتا ہیں سینکڑوں میں لاکھوں میں بے بدل ہیں

کیا کھلبلی پڑی ہے دشمن کی انجمن میں
چنگاریاں لگی ہیں بلبل کے تن بدن میں
جادو بھرا ہوا ہے اسکے سخن سخن میں
کیا جانے کیا بلا ہے ساقی کی انجمن میں
کچھ بات ہی نئی ہے اُس چشم سحر فن میں
لیکن نہ فرق آیا قاتل کے بانکپن میں
تیری زبان ہوگی گویا مرے دہن میں
میں سونگھتا پھرا ہوں ہر پھول کو چمن میں
اب شوخئے زباں نے گھر کر لیا دہن میں
خلوت کا لطف پایا ہم نے اس انجمن میں
تیرے سوا کسی کو دیکھا نہ انجمن میں
آرام سے نہ بیٹھے ہم چار دن وطن میں
دھبہ لگا نہ ہرگز یوسف کے پیرہن میں
نکلا نہ ایک دل بھی اُس زلف پرشکن میں
ہم دوستی کے فن میں وہ دشمنی کے فن میں

قاصد کی دیکھنی ہے مجھکو نگاہ بازی — دیتا ہے خط یہ کس کو جاکر اس انجمن میں

انداز سے تو کافر بولے ہیں سنگ ریزے — باتوں کا ذکر کیا ہے ہے گفتگو دہن میں

یہ تو مجھے بتاؤ آئے ہو کس طرف سے — بیتاب سانس بھی ہے رعشہ بھی ہے بدن میں

پیری میں جام الفت **بیخود** سمجھ کے پینا

کچھ زہر بھی ہے شامل اس بادۂ کہن میں

کلیجہ توڑ لیں گی میری آہیں — سمجھ کر وہ ذرا دشمن کو چاہیں

مری خواہش کہ وہ مجھسے نباہیں — زمانہ ہم کو چاہے وہ یہ چاہیں

قیامت ہی تری اٹھتی جوانی — غضب ڈھانے لگیں نیچی نگاہیں

وفا کے عہد باہم ہو گئے ہیں — مگر دیکھیے کب تک نباہیں

پلٹنا ان کا وعدے سے غضب ہے — زباں کے ساتھ پھرتی ہیں نگاہیں

شکایت سن کے بے مہری کی بولے — غرض یہ ہے کسی کو ہم بھی چاہیں

زمانہ ہم نے ظالم چھان مارا — نہیں ملتیں ترے ملنے کی راہیں

مجھے امید یہ غیروں سے کب ہے — کہ وہ میری طرح تم سے نباہیں

زمانے کے چلن سیکھے ہیں تم نے — پلٹ جاتی ہیں دم بھر میں نگاہیں

دم آخر وہ آکر کہہ گئے یہ — کہاں تک بیوفاؤں سے نباہیں

عدو سے چھپ کے آجاتے ہیں دلبر — نکالی ہیں نئی ملنے کی راہیں

ابھی تو یہ بہت چھوٹا ہے **بیخود**

قیامت تک نہ تم جیسے کو چاہیں

نگاہ شوخ کہاں شرمسار آنکھوں میں — کھٹک رہا ہے کوئی بیقرار آنکھوں میں

نگاہِ شوخ رہی بیقرار آنکھوں میں
گذر گئی ہے شبِ انتظار آنکھوں میں

نگاہ ملتے ہی ملتے سما گئے دل میں
لیا نہ آپ نے دم بھر قرار آنکھوں میں

اُدھر سے شوخ نگاہی ادھر نگاہِ شوق
ہوئے ہیں وصل کے قول و قرار آنکھوں میں

یہ ہر نظر میں دکھائیگی شوخیاں اپنی
نگاہِ شوخ کو رکھو ہزار آنکھوں میں

تری طرف تو ہیں آنکھیں لگی ہوئی سب کی
یہ شکل وہ ہے رہیگی ہزار آنکھوں میں

کھلی رہینگی پسِ مرگ بھی مری آنکھیں
بنے گا حسرتِ دل کا مزار آنکھوں میں

کہاں گئے تھے کہاں تھے کہاں رہے شب کو
شکنِ جبیں پہ نمایاں خمار آنکھوں میں

نگاہِ لطف ابھی غیر تک نہیں پہنچی ، ،
اُسے تو تکتے ہیں امیدوار آنکھوں میں

کسے دماغ کہ دیکھے بہار گلشن کی
بسی ہوئی ہے یہاں بزمِ یار آنکھوں میں

بنی ہوئی ہیں جو حیرت سے پتلیاں تصویر
کسی کے آنے کا ہے انتظار آنکھوں میں

وہ بے پیے بھی تو مستی میں چور رہتے ہیں
کہ سرخ ڈوروں کی ہے کیا بہار آنکھوں میں

یہی کفیل ہے میرے گناہگاروں کی
الٰہی شرم رہے برقرار آنکھوں میں

ابھی مژہ کی نہ آنکھوں سے چلمنیں اٹھیں
چھپا ہوا ہے کوئی پردہ دار آنکھوں میں

عیاں ہوا ہے یہ سایہ سیاہ بختی کا
کہاں ہے سرمہ مری سوگوار آنکھوں میں

ادا کا نام نہیں ہے حیا کا کام نہیں
کچھ اور ہے تری غفلت شعار آنکھوں میں

چمن ہو بادہ ہو ساقی ہو یار ہو **بیخود**
بغیر اِس کے جوانی ہے خوار آنکھوں میں

ہے وفا شرط مرے دل کے خریدار نہیں
یوں تو ہر ایک جہاں اس کی طلبگار نہیں

نہ وہ پھولوں میں ہے شامل نہ عزادار نہیں
جان دیکھی بھی ہے ہم تو گنہگار نہیں

تھی کسر حضرت زاہد ہی کی میخوار و نہیں
تو خبر بادہ کشو آج پھنسے یاروں میں

بجلیاں کوندرہی ہیں پس چلمن گویا
کس قیامت کی چمک ہے ترے رخساروں میں

جھک گئیں اور بھی وعدہ پہ تمہاری آنکھیں
چارہ سازوں میں لکھوں نام نہیں بیماروں میں

جان و ایمان جگر و دل یہ سبھی حاضر ہیں
کونسی شے تمہیں درکار ہے ان چاروں میں

کر دیا خاک مجھے تو نے جلا کر اے دل
جھونک دوں تجھکو دہکتے ہوئے انگاروں میں

اپنے جلوے کا وہ خود آپ تماشائی ہے
آئینے اس نے لگا رکھے ہیں دیواروں میں

جذب دل سے مرے قاتل کو بھی حیرانی ہے
تیر زخموں میں ہیں یا زخم ہیں سوفاروں میں

سر قلم ناخن وحشت کا ہو گر حد سے بڑھے
جرم ہے سینہ فگاری جگر افگاروں میں

چشم بد دور یہ آنکھیں یہ جوانی یہ جمال
آپ بھی ہیں کہ نہیں اپنے خریداروں میں

اس جبین عرق افشاں پہ نہ چنئے افشاں
یہ ستارے کہیں مل جائیں نہ سیاروں میں

خیر ہے غیر کہاں اور کہاں پاس وفا
عیب ہے یہ تو ہیں جیسے گنہگاروں میں

دل کو زخمی کئے دیتی ہی بھووں کی جنبش
یہ وہ جوہر ہیں کہ دیکھے نہیں تلواروں میں

ڈگمگاتے ہیں قدم تا بہ فلک آہوں کے
ابھی طاقت نہیں آئی ترے بیماروں میں

رنج و غم درد و الم سب تو گئے جان کے ساتھ
ایک حسرت تری باقی رہی غمخواروں میں

دل کو سودا کبھی رخ کا ہے کبھی مژگاں کا
کبھی پھولوں میں یہ تلتا ہے کبھی خاروں میں

تو وہ محبوب کہ تجھپر ہیں فرشتے مفتوں
تو وہ یوسف کہ خدا تیرے خریداروں میں

جو کہی اپنے ہی مطلب کی کہی بیخود نے
لکھ لیا آج سے ہمنے اسے ہشیاروں میں

قیامت کا پتہ ملتا نہیں دشمن کی محفل میں
یہ چھپکر جا نہ بیٹھی ہو کسی کے گوشہ دل میں

نزاکت ہاتھ میں خاموں رادہ میں جھجک دل میں
پھر اس پر بھی ذرا سا حوصلہ ہے میرے قاتل میں

تری وعدہ خلافی کی جلن احباب کے طعنے
جلا ہوں شب کو شمع گور جلا اپنی محفل میں

ملاؤں دل سے دل کیونکر یہ آئینہ ہے وہ پتھر
نزاکت ہے ادہر دل میں تو سختی ہے اُدھر دل میں

مصیبت اور اُس پر بیکسی پھر اس قدر اتنی
ترا غم بھی ہمارا ساتھ دے مشکل ہے مشکل میں

کشش مجنوں کی ناقہ کی شرارت پاس پردے کا
بہت سی مشکلیں پیش آئیں ہیں لیلیٰ کو محمل میں

ہمارے قتل کرنے کے لئے سامان ہیں کیا کیا
صفائی تیغ میں شوخی نظر میں ناز قاتل میں

یہ دھبہ یہ نشاں یہ داغ مٹکر صاف ہو جائے
تجلی حسنِ کامل کی اگر ہو ماہِ کامل میں

فقط اتنا تعلق دفترِ عالم سے ہے مجھکو
گنا ہے بدنامید میں لکھا ہے حرفِ باطل میں

فلک دیتا ہے اکثر کاملوں کو داغِ ناداری
مرا جب ہے ید بیضا بنے یہ دستِ سائل میں

در و دیوارِ زندان بزمِ ماتم بن کے گونج اُٹھے
مرا نالہ بھی مل جاتا اگر شورِ سلاسل میں

نظر ٹیڑھی ہے رنگت سرخ ہے لب ہلتے جاتے ہیں
لڑائی لڑ رہے ہو آئینہ رکھکر مقابل میں

ذرا میں سوچ لوں ٹھیرو ذرا دم لو بتاتا ہوں
تمہاری آرزو شاید پڑی ہوگی کہیں دل میں

وہ میرا مضطرب ہونا تڑپنا تھامنا دل کا
وہ اُن کا مسکرا کر دیکھنا دشمن کی محفل میں

کہیں پوشیدہ جلوہ ہے کہیں پر رو نظارہ ہے
کبھی دل میں نظر آئے کبھی وہ آنکھ کے تل میں

بڑھایا دل اُدھر قاتل کا رو کا اس طرف دل کو
نکالا کام کن آسانیوں سے ہم نے مشکل میں

لگنے سے تیغ ملتی ہے مگر کچھ کھینچ کے ملتی ہے
ابھی اتنی کمی اتنی کسر ہے جذبِ بسمل میں

چلو بزمِ سخن میں حضرت بیخود کو سن آئیں
سنا ہے آج وہ بھی لائینگے تشریف محفل میں

غضب ہے اس تمنا سے وہ خواہش قتل کی کرتے ہیں
زمانہ جانتا ہے اُن کے دشمن مجھ پہ مرتے ہیں

وہیں بیٹھے رہو بس دور ہی سے بات کرتے ہیں — ستم کیسا تمہارے لطف سے بھی ہم تو ڈرتے ہیں

کبھی ہم بھی نہ بیٹھے بیٹھے وہم کچھ ناصح گذرتے ہیں — لیے مرتا ہے ہم کو مفت کیوں ہم کس پہ مرتے ہیں

کسی کے دل کو چھینا جان کو چھینا ستم ڈھایا — تری نیچی نگاہوں کے اشارے ظلم کرتے ہیں

چرا کر دل وہ کہتے ہیں نگہ کرتی ہے بلا اپنی — ہمیں کیا آپکی پڑی ہے ہم کیا کوئی ڈرتے ہیں

یہ کوئی بھید ہے اس میں بھی کوئی راز مخفی ہے — مرا دل دیکھکر وہ اپنے دل پر ہاتھ دھرتے ہیں

لب عجز نما چشم سخن گو جھوٹے ہیں دونو — اشارے سے وہ پھرتی ہے یہ عہد کرتے ہیں

ہماری جان ہو کر جب جدا رہتے ہو تم ہم سے — تو پھر کیا بات کہتے ہیں جو ہم کہتے ہیں سنتے ہیں

تڑپ اٹھتا ہوں دل کے ساتھ میں بھی مضطرب ہو ہو — تسلی کیجیے ان نازسے وہ ہاتھ دھرتے ہیں

بجھائیں شمع کو دل کی لگی پروانے جب جانیں — یہ اپنی آگ میں جلتے ہیں تو کیا گل کترتے ہیں

نگاہیں جستجوئے غیر سے خالی نہیں رہتیں — نظر پر جب کوئی چڑھتا ہے ہم دل سے اترتے ہیں

تمہیں چاہا تو ہے چوکے پڑے گی جیسی سہلینگے — مثل مشہور ہے اپنے کیے کو آپ بھرتے ہیں

جھجک کیسی یہ خنجر پھیرنے سے ہچکچانا کیا — نہ تڑپیں گے قسم لے لیجیے کیوں آپ ڈرتے ہیں

فدا ہیں بروئے پر خم پہ سیدھی بات تو یہ ہے — بھرینگے زخم کیا ان کے جو دم خنجر کا بھرتے ہیں

نزاکت سے رکا خنجر گلا ہے سخت جانی کا — وہ اپنا بوجھ ہی گویا مری گردن پہ دھرتے ہیں

کسی کو کیا خبر کٹتی ہے کیونکر رات فرقت کی — ہمیں کچھ جانتے ہیں دل پہ جو صدمے گذرتے ہیں

مری شامت کہ میں نے ان کو تصویریں دکھلائیں — حسن لیلی و شیریں پہ ابتک نام دھرتے ہیں

نہ اپنے قول کے پورے نہ اپنی بات کے سچے — وہ رہ رہکر پلٹتے ہیں وہ کہہ کہکر مکرتے ہیں

تمہارے منہ سے میں جس دم کسی کا نام سنتا ہوں — ہزاروں وہم آتے ہیں ہزاروں شک گذرتے ہیں

خدا سے ڈر جو ہر اک بات پر ارشاد ہوتا ہے — مجھے کیونکر یقیں آئے خدا سے آپ ڈرتے ہیں

سنبھل جائینگے بیخود آگیا ہی غش نہ گھبراؤ
بھلی تشویش کی تم نے بھلا ایسے بھی مرتے ہیں

ہاتھ میں طاقت اگر اے نازنیں اتنی نہیں ‏ پھیر دے دلبر چھری چینِ جبیں اتنی نہیں

سچ تو یہ ہے ماہ کی روشن جبیں اتنی نہیں ‏ روشنی جو تیرے رخ میں ہے کہیں اتنی نہیں

جو ہے ظاہر تجھکو الفت دلنشیں اتنی نہیں ‏ بیگماں اتنی نہیں ہے بالیقیں اتنی نہیں

اُس کے قدموں میں ہمارے دل کو لیکر ڈالدے ‏ کیا رسائی تیری زلفِ عنبریں اتنی نہیں

جانتا ہوں بے ثباتی ہے تری ہر بات میں ‏ چار دن قائم رہے تیری نہیں اتنی نہیں

یارب بدخو آسماں دشمن زمانہ برخلاف ‏ یہ مصیبت سہ سکے جانِ حزیں اتنی نہیں

جس قدر بیباکیوں کی ہیں ادائیں چلبلی ‏ شوخیاں تجھ میں نگاہِ شرمگیں اتنی نہیں

اُس کو سمجھے اُس کو دیکھے عقل و چشم اتنی کہاں ‏ یہ رسا اتنی نہیں یہ دوربیں اتنی نہیں

ساربان ناقے کی شوخی اور دیتی ہے پتا ‏ شوخ طینت لیلی محمل نشیں اتنی نہیں

بھر افشاں آسماں کے ہم تو تارے توڑتے ‏ کیا کریں ہم وہ جبینِ نازنیں اتنی نہیں

یہ تو کیونکر کہہ سکوں مجھکو نہیں الفت تری ‏ جتنی تو سمجھا ہے دلمیں مہ جبیں اتنی نہیں

ہم نے دیکھا ہے زمانہ ہم نے برتے ہیں حسیں ‏ بندہ پرور ظلم کی کثرت کہیں اتنی نہیں

دل کو کچھ روکا ہے کچھ ہم آگئے ہیں ضد سے باز ‏ تجھکو بھی زیبا ستمگر اب نہیں اتنی نہیں

آپ جاتے ہیں تو اس کو ساتھ لیتے جائیے ‏ پھر پلٹ آئے نگاہِ واپسیں اتنی نہیں

بدنصیبوں کو ترے مر کر ہوئی راحت نصیب ‏ آسماں جتنا مخالف تھا زمیں اتنی نہیں

بتکدے میں دل ٹٹولو دل جنابِ شیخ کا ‏ بت چرا کر جس میں رکھ لیں آستیں اتنی نہیں

وہ دھواں اُٹھا فلک پر سر اُٹھا کر دیکھیے ‏ پھر نہ کہیے گا کہ آہِ آتشیں اتنی نہیں

پہلے دیکھی غور سے تصویر یوسف پھر کہا
جتنی دیکھتے ہیں ہر اچھی دل نشیں اتنی نہیں

سانس کچھ باقی ہیں اب وہ بھی فقط گنتی کو ہیں
آپ پر صدقے کروں جانِ حزیں اتنی نہیں

آپ کہتے ہیں کہ رہتا ہے ترا اکثر خیال
آپ کے دل میں تو گنجائش کہیں اتنی نہیں

عیب اپنے کچھ ہمیں کو خوب آتے ہیں نظر
خوف ہو جسکا نگاہِ نکتہ چیں اتنی نہیں

کس قدر مضموں بھرے ہیں دل میں بیخود دیکھئیں
آسماں ہم تو بنا دیں یہ زمیں اتنی نہیں

کوئی تم سا نہیں حسینوں میں
ایک ہو لاکھ مہ جبینوں میں

دل نہیں عاشقوں کے سینوں میں
آگ بھر دی ہے ان حزینوں میں

عید کا چاند ہو گئے تم تو
آ نکلتے ہو اب مہینوں میں

تیرے دانتوں میں ہے ضیا کچھ اور
یہ تجلی کہاں نگینوں میں

ناکسوں سے فلک کو رغبت ہے
یہ بھی داخل ہو کمینوں میں

دسترس گر نہیں نہ ہو اپنی
دل تو رہتا ہے نازنینوں میں

سانس لینا ہے عاشقوں کو محال
کیا بلا بھر گئی ہے سینوں میں

پھر فلک تک نہیں جواب ان کا
گر وفا بھی ہو مہ جبینوں میں

شوق مے اب کہاں ہے وہ بیخود
کبھی پی لیتے ہیں مہینوں میں

یہ مسیحائی کا انداز تو دیکھا ہی نہیں
آپ کا چاہنے والا کوئی مرتا ہی نہیں

اب وہ دل ہی نہیں وہ دل میں تمنا ہی نہیں
تم سنو یا نہ سنو کچھ مجھے کہنا ہی نہیں

نا امیدی نے کہیں کا مجھے رکھا ہی نہیں
اب بجز موت کوئی اور تمنا ہی نہیں

اک جھلک اور بھی ہے جلوۂ زیبا ہی نہیں
چشم حق بیں سے کسی نے تجھے دیکھا ہی نہیں

کیا قیامت ہے تری بزم کا ہنگامہ ہے
اپنی سب کہتے ہیں میری کوئی سنتا ہی نہیں

میرے ہوتے ہوئے غیروں کو بلانے بھیجے
بیٹھے رہیے مجھے کچھ آپ نے سمجھا ہی نہیں

چیر کر سینہ مرا دل کی تلاشی لے لو
کوئی حسرت ہی نہیں کوئی تمنا ہی نہیں

ہم تو آئے ہیں یہاں خاک میں ملنے کیلیے
تم ملو یا نہ ملو اس کی تو پروا ہی نہیں

اب مرے دل کو کہاں چین کہاں صبر و قرار
تیری شوخی نے تو انداز وہ برتا ہی نہیں

قتل کو آئے ہو دشمن کا اشارہ ہوگا
ہیکڑی ہر کوئی یہ بھی مجھے مرنا ہی نہیں

پیشتر موت سے آئی نہ جدائی کی گھڑی
مرنے والے نے مزا موت کا چکھا ہی نہیں

اک نظر کے لئے کیوں موڑتے ہو منہ مجھ سے
تیر کا دل بھی ہے مشتاق کلیجا ہی نہیں

اگلے لوگوں میں محبت بھی وفا بھی ہوگی
اس زمانے میں تو ان کا کہیں چرچا [illegible]

پوچھیے حال طبیعت تو کہیں آپ کو کیا
رہیے خاموش تو شکوہ ہے کہ [illegible]

میرے ہی کوچہ سے ہو کر ہے رہ خانۂ غیر
چھپکے وہ [illegible]

ایک دل سینہ میں ہے اس میں فقط یاد تری
اور [illegible]

خط بھی ان کو مرے نام کا عنوان بھی ہو
یہ تو سب [illegible]

منتیں کرتا ہے بیٹھا ہوا بیخود ان کا
بات کرتے کبھی محفل کو دیکھا ہی نہیں

الزام [illegible]
[illegible]

یہ اچھی اچھی باتیں بھی زبان پر ہیں
[illegible] دل [illegible]

گو داغ کے فسانے سب کی زبان پر ہیں
رحلت کے [illegible] بیخود کی [illegible]

وقت کی رات تو نے اے موت شرم رکھ لی
احسان تیرے کیا کیا مجھ سخت جان پر ہیں

جو تم سے کہہ مرے ہیں اُن میں نہ فرق سمجھو
مر کو بھی مرنے والے قائم زبان پر ہیں

دربان کو کچھ چکھا دوں جا کر سلام کر لوں
اتنا اگر بتا دے کس کے مکان پر ہیں

رخسار پر تمہارے تکیے کے ہیں جو کیسے
سو سو گمان دل میں اک اک نشان پر ہیں

اُن سے تنک فراخی اللہ رے ترش روئی
سو کیے جواب سارے اُنگلی زبان پر ہیں

بلبل کی کوئی حالت دیکھے چمن میں آکر
گلچیں کے ظلم کیسے اپنے زبان پر ہیں

مژگاں کے وہ اشارے الفت کے یہ شرارے
کانٹے جگر کے اندر چھالے زبان پر ہیں

وصل کی شب الٰہی آجائیں خیر سے وہ
کچھ بجلیاں چمکتی آج آسمان پر ہیں

صیاد [illegible] پھر اکھو دیکار و چپ [illegible]
باندھے ابھی تو تو نے اک بدگمان پر ہیں

[illegible] قلب کی بات [illegible]
شادے لگے ہزار [illegible] کی زبان پر ہیں

[illegible] دل سے پھر وہ [illegible]
[illegible] میں زمیں [illegible] آسمان پر ہیں

[illegible] سے پوچھ [illegible]
سب عمر بھر کے دکھڑے اُس کی زبان پر ہیں

[illegible] دل [illegible] جو وہ ستم ہوا ہے
[illegible] شیوہ [illegible] کی زبان پر ہیں

[illegible] نشان پر [illegible]
[illegible] ن کیا کیا اُس بدگمان پر ہیں

[illegible] تمام [illegible]
[illegible] ہزار صدقے [illegible]

[illegible]
جو سے وہ [illegible] آسمان پر ہیں

[illegible] کا پھر چمکا یہ چلا سے
پھر یہ پھر [illegible] بدگمان پر ہیں

[illegible] ہمارے تم نے شکوے ترے ستم کے
کس کی زبان پر کیا سب کی زبان پر ہیں

دربان کی سٹی گم ہے سنکر سوال میرے
اک سب سے تھے غیر حاضر کب سے مکان کہیں

ارمان ٹڈی دل ہیں پیکان ہر اُس کا تنہا
قربان صدقے دل میں سب میہان پر ہیں

خالق کے دیکھتے ہیں مخلوق میں تماشے
بُت سے لڑی ہیں آنکھیں عشق اُسکی شان پر ہیں

قید قفس نے چھوڑی پرواز کی نہ طاقت
کیا ناتواں ہے بلبل کیا دہان بان پر ہیں

جھیلیں جہاں جفائیں اللہ یاد آیا
احسان ان بتوں کے سارے جہان پر ہیں

بھپرے ہوئے کھڑے ہیں تاب نظارہ کس کو
محشر میں کان سب کے اُن کے بیان پر ہیں

رُتبے تری گلی کے ایسے بلند نکلے
جن کے بنے ہیں مدفن سب آسمان پر ہیں

جانیں فدا ہیں سب کی ہو دل کشی غضب کی
کچھ حسن پر ہیں شیدا کچھ آن بان پر ہیں

صورت ہی کہہ رہی ہے سیرت ہی کہہ رہی ہے
عاشق جنابِ زاہد اُس بے نشان پر ہیں

گلچیں ہے باغباں ہی صیاد ہی خزاں ہے
سب کے ستم الٰہی بلبل کی جان پر ہیں

اُڑ جائے یہ نزاکت لیکر کہیں نہ تجھکو
یہ دوش پر ہیں زلفیں یا میری جان پر ہیں

انداز داغ کے سب الفاظ داغ کے سب
اُن کی قلم سے نکلے میری زبان پر ہیں

میخانہ ہے یہ بیخود بس آؤ سیر کر لی
باتیں کہاں یہ زیبا حضرت کی شان پر ہیں

سب کا ہے دلنشیں معین الدیں
دل جہاں ہو وہیں معین الدین

فخر دنیا و دیں معین الدیں
بے گماں بالیقیں معین الدیں

دلنشیں بالیقیں معین الدیں
بالیقیں دلنشیں معین الدیں

قطب سارے ہیں اختر تاباں
اور ماہ مبیں معین الدیں

خسروِ خاندانِ حضرت چشت
مسند آرائے دیں معین الدیں

بادشاہِ شہاں غریب نواز　　زیبِ تاج و نگیں معین الدیں

دل یہ کہتا ہے آپ کا در ہو　　اور میری جبیں معین الدیں

دل ہمارا مکانِ خلوت ہے　　اور اس میں مکیں معین الدیں

آپ کا ہے مزارِ پاک جہاں　　ہے وہ خلدِ بریں معین الدین

نام کندہ ہے آپ کا دل پر　　مثلِ نقشِ نگیں معین الدیں

وہ معاون ہیں دین و دُنیا کا　　ہر جگہ ہر کہیں معین الدیں

میں کہے جاؤں میں جپے جاؤں　　تا دمِ واپسیں معین الدیں

عشق نے کر دیا مجھے یک سو　　ہے مرادِ دلنشیں معین الدیں

ساتواں آسمان ہے گویا　　تیرے در کی زمیں معین الدیں

شکلِ دلکش جہاں نظر آئی　　میں پکارا وہیں مُعین الدیں

لڑکھڑانے لگے قدم میرے　　تھام لو آستیں معین الدیں

کیا مصیبت بیاں کروں اپنی　　دل میں طاقت نہیں معین الدیں

میری دُنیا تو ہو چکی ہے خراب　　ہو نہ برباد دیں معین الدیں

چاہتا ہے تری نگاہ کرم　　یہ ملول و حزیں معین الدیں

رنگ ہر گل میں ہے جب اُس کا　　کہیں احمد کہیں معین الدیں

کون **بیخود** کا ہے سوا تیرے
دل بھی اپنا نہیں معین الدیں

جھوٹ و سچ آپ تو الزام دئے جاتے ہیں　　بات سنتے نہیں دشنام دئے جاتے ہیں

ترچھی نظروں سے کئے اُنسے بہت دل زخمی　　تیر ٹیڑھے ہیں مگر کام دئے جاتے ہیں

کہہ گیا یہ بھی کوئی روٹھ کے جانے والا
ہم تجھے موت کا پیغام دئے جاتے ہیں

دل ملا دیتی ہیں آپس میں نگاہیں لڑ کر
جنگ میں صلح کے پیغام دئے جاتے ہیں

پاسباں جاگ اٹھیں وہ تو انہیں دیدینا
لکھ کے کاغذ پہ یہ اک نام دئے جاتے ہیں

دردِ جاں گیرِ جگر داغ ہے دل کا خلعت
جاں نثاروں کو یہ انعام دئے جاتے ہیں

آپ کے لطف و عنایت کا یہی ہے بدلا
غم لئے جاتے ہیں آرام دئے جاتے ہیں

دل ہوا جان ہوئی ان کی بھلا کیا قیمت
ایسی چیزوں کے کہیں دام دئے جاتے ہیں

یہ تو پوچھے کوئی مطلب ہی نہیں جب مجھ سے
کوسنے کیوں سحر و شام دئے جاتے ہیں

مہربانی بھی تو اُن کی ہے شرارت آمیز
چھانٹ کر ترش مجھے آم دئے جاتے ہیں

تیرِ قاتل کو کلیجے سے لگا رکھا ہے
ہم تو دشمن کو بھی آرام دئے جاتے ہیں

چوک اُن سے ہو خطا غیر کی دشمن کا قصور
لطف یہ ہے مجھے الزام دئے جاتے ہیں

کام آجائیگا دشمن کی محبت میں کبھی
احتیاطاً دلِ ناکام دئے جاتے ہیں

اب تو کھل کھیلے وہ **بیخود** سے خدا خیر کرے
اب تو خود بھر کے اُسے جام دئے جاتے ہیں

بڑی چالوں بڑی تدبیر سے بیداد کرتے ہیں
وہ کن کن آرزوؤں سے مجھے برباد کرتے ہیں

فرشتے چیخ اُٹھتے ہیں وہ جب بیداد کرتے ہیں
مری فریاد کے ڈر سے یہ سب فریاد کرتے ہیں

وہ مجھکو یہ جتا کر وصل میں بیداد کرتے ہیں
ہمیں اس کا مزا ہے شاد کو ناشاد کرتے ہیں

دُعا آٹھوں پہر یہ عاشقِ ناشاد کرتے ہیں
رہیں دنیا میں وہ دنیا کو جو برباد کرتے ہیں

اُٹھائے نازِ بیجا وہ بھی تھا اک وقت اے قاصد
وہ اُن گذری ہوئی باتوں کو اب کیوں یاد کرتے ہیں

دُعاؤں پر ملیں گی گالیاں یہ ہم نہ سمجھے تھے
زباں سے اپنی کیا نکلا وہ کیا ارشاد کرتے ہیں

گلا کٹ کر جو اپنا ہچکیوں کے ساتھ دم نکلا
ہوا قاتل کو یہ دھوکا کہ ہم فریاد کرتے ہیں

ہمیں اسلام سے اتنا تعلق ہے ابھی باقی
بتوں سے جب بگڑتی ہے خدا کو یاد کرتے ہیں

نہ بت ہی اپنی سنتے ہیں نہ سنتا ہے خدا اپنی
کوئی پرساں نہیں فریاد پر فریاد کرتے ہیں

ہم دونوں میں تصویر یہ تصویری کا عالم ہے
نہ ہم کچھ منہ سے کہتے ہیں نہ وہ ارشاد کرتے ہیں

ہمارے صبر کا دنیا میں ہم کو اجر ملتا ہے
لب خاموش کا ایما ہے یوں فریاد کرتے ہیں

بتائیں تجھکو زاہد ہم فنا فی اللہ کے معنی
جب اپنے کو مٹا لیتے ہیں اسکو یاد کرتے ہیں

مری تربت پر آکر ان کو کیا آنسو بہانے تھے
ملا کر خاک میں مٹی مری برباد کرتے ہیں

یہاں تو دم پہ بنجاتی ہے اس چھوٹی تسلی پر
وہ دل میں تیغ سمجھتے ہیں ہم اس کو شاد کرتے ہیں

مجھے کس سے محبت غیر سے اب کیا کہوں ان کو
شکایت بھی وہ کرتے ہیں تو بے بنیاد کرتے ہیں

اگر ایسا ہی وہ بہر ہوں تو مجھکو قتل کر دیجے
یہ کیوں کہتے غلامی سے تجھے آزاد کرتے ہیں

اسی کھٹکے میں گذری رات ساری وصل کی مجھکو
وہ اب کہنے کو ہیں کچھ اب کچھ ارشاد کرتے ہیں

گلا کاٹوں تو میں کاٹوں چھری پھیروں تو میں پھیروں
تمہارے دست نازک کب مری امداد کرتے ہیں

تری چالوں میں ظالم حضرت بیخود نہ آئیں گے
سبب اپنی خموشی کا یہ کب ارشاد کرتے ہیں

اب کسی بات کا طالب دل ناشاد نہیں
آپ کی عین عنایت ہے یہ بیداد نہیں

آپ شرما کے نہ فرمائیں ہمیں یاد نہیں
غیر کا ذکر ہے یہ آپ کی روداد نہیں

تھی کوئی شرط بھی تو عہد وفا کے ہمراہ
یہ نیا لطف ہے یہ یاد ہے وہ یاد نہیں

اور یہی دل سے کچھ انکار مزا دیتا ہے
پھر اسی طرح سے ہاں کہیئے ارشاد نہیں

پھر گلگشت وہ آئے کہ قیامت آئی
حشر برپا ہے یہ گلزار میں شمشاد نہیں

ہم تو ہر حال میں ہیں تیری خوشی کے بندے — لطف ہے شاد ہیں بیداد سے ناشاد نہیں
ہم نے تکرار جو کی حشر کے دن وعدے پر — چل دئیے کہکے وہ چپکے سے ہمیں یاد نہیں
ناز کس بات پہ آتا ہے کوئی بات بھی ہو — ظلم و بیداد تو کچھ آپ کا ایجاد نہیں
دم نکل جائیگا حسرت ہے یہ اک دن اپنا — سچ کہا تم نے کچھ انسان کی بنیاد نہیں
پہلے غصے کو دبا غیر سے پھر ہنس کے کہا — آپ کی ساری بناوٹ ہے یہ فریاد نہیں
کچھ نہ تقصیر اثر ہے دیا مجھے خدا نے — دام بچھا ہے مگر گھات پر صیاد نہیں
میں مصیبت میں پھنسا غیر کا جی چھوٹ گیا — بندہ پرور یہ کرامت ہے یہ بیداد نہیں

بعد استاد کے ہے ختم غزل **بیخود** پر
معجزہ کہئے اسے طبع خداداد نہیں

قدر کیا دل کی اگر زلف پریشاں میں نہیں — اس کو یوسف کون کہتا ہے جو زنداں میں نہیں
صبر پر قابو ہے لیکن روز ہجراں میں نہیں — دل پہ قبضہ ہے مگر ہاں بزم جاناں میں نہیں
وہ ہماری التجا میں وہ ہمارا مدعا — اور وہ کہنا کسی کا ہے یہ امکاں میں نہیں
جب ملے جس سے ملے دل کھول کر دل سے ملے — اس سے بڑھکر اور خوبی کوئی انساں میں نہیں
بیکسی چھائی ہوئی ہے سینہ صد چاک پر — یہ وہ پردہ ہے کہ جو میرے گریباں میں نہیں
لاؤ دیدو دل ہمارا ہو چکی بس دل لگی — یہ تو ہم بھی جانتے ہیں لطف پیچاں میں نہیں
ناؤ کاغذ کی چلا کرتی ہے ظالم ایک بار — اب وہ پہلی دلفریبی تیرے پیماں میں نہیں
رنگ قسمت کا بدلنا تھا فقط آوار سے — ورنہ کیا انکار کا پہلو تری ہاں میں نہیں
چھیڑ ہے امید کی بھی کاوش حسرت کے ساتھ — کب تلاش صبح عشرت شام ہجراں میں نہیں
آپ کیوں بدلیں طبیعت آپ کیوں بدلیں مزاج — دل بدل ڈالے مرا کیا یہ بھی امکاں میں نہیں

ہو گیا پژمردہ خزاں آتے ہی کیسا دل نڈھال
ایسے مرجھائے ہوئے غنچے گلستاں میں نہیں

دل کے لینے کو وہ تیار نظر آتے ہیں
خاک میں ملنے کے آثار نظر آتے ہیں

کوچۂ یار میں اغیار نظر آتے ہیں
باغ فردوس میں بھی خار نظر آتے ہیں

جتنے دنیا میں یہ دلدار نظر آتے ہیں
میری آنکھوں میں دل آزار نظر آتے ہیں

سخن کی طرح سے اب عشق بھی کمیاب ہوا
مرنے والے کہیں دو چار نظر آتے ہیں

سرنگوں دیکھ کے مجھکو وہ عدو سے بولے
میری صورت سے یہ بیزار نظر آتے ہیں

دشمنوں کی کہیں اغیار سے بگڑی تو نہیں
آج کچھ سوچ میں سرکار نظر آتے ہیں

مے کشو اور پلا دو ابھی دو چار گلاس
شیخ صاحب مجھے ہشیار نظر آتے ہیں

وصل میں دیکھتے ہیں غور سے چتون اس کی
جب ہمیں صبح کے آثار نظر آتے ہیں

کہیں لپٹی نہ ہو قدموں سے قیامت ان کے
سہمے سہمے دمِ رفتار نظر آتے ہیں

بے سبب تو نہیں واعظ یہ صفت جنت کی
آپ حوروں کے طلبگار نظر آتے ہیں

نہیں ممکن کہ سب ارمان ہوں پورے شبِ وصل
ان میں دو چار تو دشوار نظر آتے ہیں

آئینہ دیکھتے ہیں چھوڑ کے جب زلفوں کو
آپ وہ اپنے گرفتار نظر آتے ہیں

ہو گئے قتل پہ میرے یہ اشارے کیسے
مسکراتے ہوئے سوفار نظر آتے ہیں

وہ جہاں بیٹھ گئے بزم میں دہنے بائیں
دلِ عشاق کے انبار نظر آتے ہیں

جان کر عاشقِ نید اب مجھے شوخی سے کہا
آپ تو کچھ ہمیں بیمار نظر آتے ہیں

ذرہ خورشید مری آنکھ میں کانٹا گل ہے
ہر جگہ حسن کے انوار نظر آتے ہیں

چھپیاں تانے ہوئے ناز میں اف رے بیداد
غمزے کھینچے ہوئے تلوار نظر آتے ہیں

دل جلاتے ہیں جدائی میں یہ اخگر بنکر
مجھکو تارے جو شب تار نظر آتے ہیں

غیر کے شکوے پہ ظالم نے بگڑ کر یہ کہا
تجھکو اغیار ہی اغیار نظر آتے ہیں

نام پر حضرت بیخود کے نہ جانا ہرگز
مجھکو لاکھوں میں یہ ہشیار نظر آتے ہیں

جینے دے گا نہ یہ جمال ہمیں
آئینہ پھینک کر سنبھال ہمیں

ہے بہت حسرت وصال ہمیں
ایک دن بھی ہے ایک سال ہمیں

عشق نے کچھ کیا نہال ہمیں
کچھہ وفا پر ہے احتمال ہمیں

باتوں باتوں میں وہ بگڑ بیٹھے
راس آئی نہ عرض حال ہمیں

کیوں نہ بے انتہا جفا سہتے
تھی محبت بھی تو کمال ہمیں

مٹ گیا امتیاز عشق و ہوس
مرگ دشمن کا ہے ملال ہمیں

عرض مطلب پہ ہنس کے فرمایا
سن لیا۔ ہے ترا خیال ہمیں

ہم کہاں اور بزم غیر کہاں
کھینچ لایا ترا خیال ہمیں

حسرتیں کہہ رہی ہیں قاتل سے
تیر سے پہلے تو نکال ہمیں

تم ستم کرکے شاد ہو دل میں
اس خوشی کا ہوا ملال ہمیں

کون ہیں ہم کہاں سے آئے ہیں
نہیں معلوم اپنا حال ہمیں

وہ ہٹا ابر زلف ابرو سے
وہ نظر آگیا ہلال ہمیں

کھوئے ہوش نازکی نے تری
پہلے دامن سے تو سنبھال ہمیں

شوخیاں اُن کی جائیں کیا ممکن
صبر آجائے کیا مجال ہمیں

آئینہ دیکھکر وہ یہ سمجھے
مل گیا حسنِ بے مثال ہمیں

چشمِ قاتل سے سُو کہتا ہے خون
کھائے جاتا ہے یہ غزال ہمیں

عشق دشمن تمہیں مبارک ہو
ل گیا اور مہ جمال ہمیں

بیوفائی اسی کو کہتے ہیں
چھوڑ بیٹھا ترا خیال ہمیں

دل کسے دوں مجھے بتا تو سہی
ہر ادا کا ہے یہ سوال ہمیں

جو تمہاری گلی سے اُٹھ کے گیا
نہ ملا پھر وہ خستہ حال ہمیں

ناقصوں میں ہیں ہم تو اسے بیخود
تو سمجھتا ہے باکمال ہمیں

نزع میں چار پہر مجھکو گذر جاتے ہیں
ہجر کی شب ملک الموت بھی مر جاتے ہیں

یہ وہ منزل ہے جہاں سیکڑوں مر جاتے ہیں
پاؤں کہتے ہی تری راہ میں سر جاتے ہیں

اُس کی حسرت ہی میں سب جی سے گذر جاتے ہیں
ہم نے دیکھا ہے تڑپتے ہوئے مر جاتے ہیں

شمع کی طرح اک رات کے مہمان تھے ہم
ہوگئی رات جدائی کی بسر جاتے ہیں

جھانک کر کس نے سوئے راہ گذر دیکھ لیا
لوگ تھامے ہوئے ہاتھوں سے جگر جاتے ہیں

اے اجل تو تو بُرے وقت میں کام آتی ہے
پھر یہ کیوں لوگ ترے نام سے ڈر جاتے ہیں

سوتے رہتے ہیں تو قسمت مری سو جاتی ہے
آنکھ کُھلتی ہے تو کہتے ہیں کہ گھر جاتے ہیں

میرے عاشق نہ بنو تم مرے معشوق رہو
لُطف بھی جور ہیں جب حد سے گذر جاتے ہیں

دیکھئے بارگہِ حُسن سے کیا حکم ملے
ہاتھ باندھے ہوئے ہم پیشِ نظر جاتے ہیں

دیکھ اے بحرِ شہادت کے شناور ہم ہیں
خون میں ڈوبے ہوئے تا بہ کمر جاتے ہیں

بیوفا میری محبت پہ نہ ہو تو نازاں ،،
دل میں اُترے ہوئے بھی دل سے اُتر جاتے ہیں

آگئی لہر طبیعت میں ادھر آ نکلے
دیکھ لیں تجھکو ابھی ایک نظر جاتے ہیں

گل کھلانا کوئی تازہ تو نہیں ہے منظور
مسکراتے ہوئے یہ آپ کدھر جاتے ہیں

وقت بے وقت وہاں آپ بھی جاتے ہونگے
پان بن بن کے جہاں شام و سحر جاتے ہیں

جذب دل بڑھ کے انہیں روک یہ دیکھا تونے
راہ میں مجھ سے چُرا کر وہ نظر جاتے ہیں

اُن کا رونا دم رخصت کوئی دیکھے آکر
موتیوں سے مرے دامن کو وہ بھر جاتے ہیں

تیرے تیروں نے بھی سیکھے ہیں ترانکا کے ڈھنگ
دل مرا توڑ کے یہ سوئے جگر جاتے ہیں

اس محبت پہ یہ جلدی کا سبب کچھ نہ کھلا
بنکے دل آئے تھے وہ بنکے نظر جاتے ہیں

اُن کا وعدہ پہ یہاں رات کو آنا معلوم
اپنی پرچھائیں سے جو دن کو بھی ڈر جاتے ہیں

منزل گور میں کسی کا نہیں ہے کھٹکا
رات دن قافلے بے خوف و خطر جاتے ہیں

خوب صیاد نے گلچین کو یہ بھیجی سوغات
خط میں یہ لکھکر مرے نوچے ہوئے پر جاتے ہیں

چل بسا عاشق ناکام یہ کہکر اُن سے
لیجئے میرا بھی سلام آپ اگر جاتے ہیں

دو بجے رات کے تشریف وہ لائے ہیں یہاں
منہ اندھیرے سے یہ تقاضا ہے کہ گھر جاتے ہیں

کون کہتا ہے کہ عاشق کبھی مرتا ہی نہیں
تم اُدھر پھیر لو منہ ہم ابھی مر جاتے ہیں

بادۂ عشق کی تاثیر یہ دیکھی بیخود
خشک ہوتا ہے لہو ہونٹ نکھر جاتے ہیں

اب اُن سے اور ہم کس بات کا ارمان کرتے ہیں
ستم بھی وہ جو کرتے ہیں بڑا احسان کرتے ہیں

کسی پردہ نشیں پر جان تک قربان کرتے ہیں
فرشتوں سے جو ہو سکتا نہیں انسان کرتے ہیں

چھری پھیری ہے یہ کہکر تجھے قربان کرتے ہیں
وہ مجھ پر جور کے پردے میں بھی احسان کرتے ہیں

جو تجھ سے ہو نہیں سکتا ترے ارمان کرتے ہیں
بڑے دعووں سے قبضہ دل پہ یہ مہمان کرتے ہیں

وہ ماہر ہیں دل آزاری کے فن سے کسی کیسی
کہ یہ چبھتی ہوئی باتیں کہیں انجان کرتے ہیں

تمہارا ذکر کیا۔ ہم خوش ہوئے کیوں تم سے کیا مطلب
بہت واعظ کو وصفِ بادہ اطہر سے رغبت ہے
دمِ کشتن یہ کہتی ہے نزاکت میرے قاتل کی
سنبھالیں دل۔ وہ اپنے گھر سدھاریں۔ رو چکے مجھکو
تمہاری تیر کہتا ہوں یہ اُلٹی رسم بھی دیکھی
کبھی سیدھی طرح جو بات بھی منہ سے نہ کرتے تھے
کلائی اُن کی نازک۔ کند خنجر۔ اُن پہ کم مشقی
یہ طرزِ جان نثاری ہم نے پروانے سے سیکھی ہے
کہاں تک راہ دیکھیں نزع میں ہم اُسکے آنیکی
جہاں بچکر چلا کوئی۔ وہیں ہیں سدِ رہ ہم بھی
نیا ہر حکم۔ پھر تاکید۔ ہو تعمیل جلد اس کی
اُسی محفل کے لگ بھاگ دیکھ لیتی ہیں اُسے ہم تو
اداؤں کی ہوئی بھرمار آنکھیں چار ہوتے ہی
دلِ ویراں میں باقی ایک دو حسرت تو رہنے دیں
کبھی بھولے سے اُن کو کہہ دیا تھا بیوفا ہم نے
اُنہیں ٹھوکر پر اپنی نازِ مُردے کو جلاتی ہے
ترے مشتاقِ جلوہ راز یہ موسیٰ سے پوچھینگے
مری دعوت بھی ہوگی وصل کے ہمراہ سنتا ہوں
لگانا ہے اُنہیں الزام شاید بیوفائی کا

وہ کوئی اور ہے ہم جس پہ صدقے جان کرتے ہیں
کوئی دن میں شرابِ ناب کی دکان کرتے ہیں
نہ دیکھو دست و بازو قتل تو اوسان کرتے ہیں
مرے ماتم میں اپنی جان کیوں ہلکان کرتے ہیں
سنا ہم نے مری دعوت مرے مہمان کرتے ہیں
وہ میری تیغ میں اب خدا کی شان کرتے ہیں
بڑی مشکل سے وہ مشکل مری آسان کرتے ہیں
تمہیں جب دیکھتے ہیں جان ہم قربان کرتے ہیں
امید پر جان لیں سب کچھ اب ارمان کرتے ہیں
نگہبانی ترے تیروں کی تا امکان کرتے ہیں
وہ خط لکھتے ہیں مجھکو یا رقم فرمان کرتے ہیں
جہاں اُن کے نہ ملنے کا گلا انجان کرتے ہیں
وہ اپنے دل کا پورا آج ہی ارمان کرتے ہیں
اب اُس اُجڑے ہوئے گھر کو وہ کیوں سنسان کرتے ہیں
وہی شکوہ وہ ابتک ہر گھڑی ہر آن کرتے ہیں
مجھے مرکر یہ دعویٰ جان یوں قربان کرتے ہیں
نظر ملتے ہی پہلے نذر کیوں اوسان کرتے ہیں
زبانی خرچ ہے ہر روز وہ سامان کرتے ہیں
رقم کیوں خط میں وہ القاب میری جان کرتے ہیں

ابھی آنکھوں میں پھرتے تھے ابھی آ چھپے دل میں
کہاں دیکھوں کدھر ڈھونڈوں مجھے حیران کرتے ہیں

دکھا کر خاکِ پروانہ ہوا ارشاد یہ مجھ سے
اسی پرتے پہ عاشق وصل کا ارمان کرتے ہیں

ترے جلوے کی شاہد ہیں ہزاروں میں مری آنکھیں
تری آواز کی تصدیق میرے کان کرتے ہیں

جتا کر تو نے الفت اُن کو بیخودؔ ہاتھ سے کھویا
کہیں ایسا غضب بھی عشق میں نادان کرتے ہیں

ردیف واؤ

بنا کر داغ رکھا تھا خیالِ روئے رخشاں کو
دلِ یعقوب سے نسبت نہ تھی یوسف کے زنداں کو

تم اپنے عیش کے بندے ہو اس کی قدر کیا جانو
ہمارے دل سے پوچھو آفتِ شبہائے ہجراں کو

تصور دل میں رہتا ہے ہمیشہ اُن کی صورت کا
نقابِ چہرۂ زیبا کہوں اپنے گریباں کو

دلِ بدظن نے اپنے کر دیا کچھ بدگماں ایسا
نگاہوں میں مجھے رکھنا پڑا اُنکے نگہباں کو

مرے سینے میں وہ سوز و گدازِ عشق ہے ظالم
گھلا کر جس نے پانی کر دیا دم بھر میں پیکاں کو

مرا سامانِ وحشت بھی کھبا جاتا ہے نظروں میں
خدا رکھے بہت ہی چاک پھبتا ہے گریباں کو

شبِ وعدہ یہ ساری سختیاں آسان ہو جاتیں
بدل لیتے اُمیدِ مرگ سے گر اُس کے ارماں کو

ہزاروں فتنے برپا کر گئے دم بھر میں نالے سے
بنا رکھا ہے روزِ حشر ہم نے روزِ ہجراں کو

وہ اٹھا ابر آئی فصلِ گل کھلنے لگے غنچے
اٹھا کر سر مری وحشت نے وہ تاکا بیاباں کو

یہ کاوش یہ خلش یہ درد یہ لذت کہاں اُس میں
نہ دینا تیر سے نسبت ہماری جانِ حرماں کو

مری صورت بُری ہے آپکی خصلت نہیں اچھی
محبت ہو ہی جاتی ہے بُروں سے بھی تو انساں کو

بتوں سے مل کے بیخود تم کہیں کافر نہ ہو جانا
بنا لیتے ہیں اپنا سا یہ کافر ہر مسلماں کو

بزم دشمن میں بلاتے ہو یہ کیا کرتے ہو / اور پھر آنکھ چُراتے ہو یہ کیا کرتے ہو
بعد میرے کوئی مجھسا نہ ملے گا تم کو / خاک میں کس کو ملاتے ہو یہ کیا کرتے ہو
ہم تو دیتے نہیں کچھ یہ بھی زبردستی ہے / چھین کر دل لئے جاتے ہو یہ کیا کرتے ہو
کر چکے بس مجھے پامال عدو کے آگے / کیوں مری خاک اڑاتے ہو یہ کیا کرتے ہو
چھینٹے پانی کے نہ دو نیند بھری آنکھوں پر / سوتے فتنے کو جگاتے ہو یہ کیا کرتے ہو
ہو نہ جائے کہیں اس کا چھڑانا مشکل / مجھکو دیوانہ بناتے ہو یہ کیا کرتے ہو
محتسب ایک بلا نوش ہے اے پیر مغاں / چاٹ پر کس کو لگاتے ہو یہ کیا کرتے ہو
کام کیا داغ سویدا کا ہمارے دل پر / نقش اُلفت کو مٹاتے ہو یہ کیا کرتے ہو
پھر اسی مُنہ پہ نزاکت کا کروگے دعویٰ / غیر کے ناز اُٹھاتے ہو یہ کیا کرتے ہو

اُس ستم کیش کے چکموں میں نہ آنا بیخود
حالِ دل کس کو سُناتے ہو یہ کیا کرتے ہو

دونوں ہی کی جانب سے ہو گر عہدِ وفا ہو / چاہت کا مزا جب ہے کہ تم بھی مجھے چاہو
یہ ہم نہیں کہتے ہیں کہ دشمن کو نہ چاہو / اس چاہ کا انجام مگر دیکھئے کیا ہو
شمشیر سے بڑھکر ہیں حسینوں کی ادائیں / بے موت کیا قتل ان اچھوں کا بُرا ہو
معشوق طرحدار ہو انداز ہو اچھا / دل آئے نہ ایسے پہ تو پھر دل کا بُرا ہو
پورا کوئی ہوتا نظر آتا نہیں ارماں / اُن کو تو یہ ضد ہے کہ ہمارا ہی کہا ہو
تم مجھکو پلاتے تو ہو مے سینہ پہ چڑھکر / اس وقت اگر کوئی چلا آئے تو کیا ہو

وعدہ وہ تمہارا ہے کہ لب تک نہیں آتا
مطلب یہ ہمارا ہے کہ باتوں میں ادا ہو

خنجر کی ضرورت ہے نہ شمشیر کی حاجت
ترچھی سی نظر ہو کوئی بانکی سی ادا ہو

خالی تو نہ جائیں دمِ رخصت مرے نالے
فتنہ کوئی اُٹھے جو قیامت نہ بپا ہو

چوری کی تو کچھ بات نہیں مجھکو بتا دو
میرا دلِ بیتاب اگر تم نے لیا ہو

اُن سے دمِ رفتار یہ کہتی ہے قیامت
فتنے سے نہ خالی کوئی نقشِ کفِ پا ہو

بدظن ہیں وہ اس طرح کے سرمہ اُسے سمجھیں
بیمار کی آنکھوں میں اگر نیل ڈلا ہو

خط کھول کے پڑھتے ہوئے ڈرتا ہوں کسی کا
لپٹی ہوئی خط میں نہ کہیں میری قضا ہو

مرنا ہے اُسی کا جو تجھے دیکھ کے مرجائے
جینا ہے اُسی کا جو محبت میں جیا ہو

ہے دل کی جگہ سینہ میں کاوش ابھی باقی
پیکاں کوئی پہلو میں مرے رہ نہ گیا ہو

مجھکو بھی کہیں اور سے آیا ہے بلاوا
اچھا ہے چلو آج بھی وعدہ نہ وفا ہو

بیخود کا فسانہ تو ہے مشہور زمانہ
یہ ذکر تو شاید کبھی تم نے بھی سُنا ہو

کسی پردہ نشیں کی قدر زاہد کو بھلا کیا ہو
کوئی اُس شخص سے پوچھے کہ جس نے اُس کو دیکھا ہو

اگر یہ انقلاب عشق ہو جائے تو پھر کیا ہو
مجھے تم سے تنفر ہو تمہیں میری تمنا ہو

مری اُلفت کا یارب ڈھنگ دنیا سے نرالا ہو
نیا ارمان ہو دل میں نیا دل روز پیدا ہو

خدا جانے تمنائی کا تیرے حال پھر کیا ہو
اگر تو بات کا پورا اگر وعدے کا سچا ہو

تجھے اب چاہنے والے کی دنیا میں ضرورت کیا
یہ آئینہ ہو تو ہو اور تیرا حُسن زیبا ہو

مثل مشہور ہے یہ دل سے دل کو راہ ہوتی ہے
تعجب کیا اگر دشمن سے اُس نے مجھکو پوچھا ہو

شکایت پر جفاؤں کی گلے پر بدمزاجی کے
وہ کہتے ہیں اُسے چاہو جو کوئی ہم سے اچھا ہو

لطف تیری محبت ہو نہ ارماں ہو نہ حسرت ہو — نہ ہو دل بھی تو بہتر ہو کہ دل کا بھی نہ کھٹکا ہو

سبب میں کیا بتاؤں تم کو اپنی بدگمانی کا — کہیں جاتا ہوا شاید کسی کے ساتھ دیکھا ہو

دکھائے یہ کرشمے اس کی الفت ہم تو جب جانیں — جدھر اٹھ جائے آنکھ اپنی اسی کا روئے زیبا ہو

یہ شوخی ہے نئی یہ شرم دنیا سے نرالی ہے — ملا کر آنکھ کہتے ہیں ادھر دیکھے تو اندھا ہو

ہم اپنی زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھے جوانی میں — یہی آغاز الفت ہے تو آگے دیکھیے کیا ہو

قیامت خیز ہے رفتار تیری میں تو جب جانوں — ترے قد کے برابر ایک بھی گر فتنہ برپا ہو

تمہیں بیخود سے الفت ہے تو پھر ہم کیا کریں صاحب
اجارہ ہے کسی کا اس میں تم چاہو جسے چاہو

جلانے کا مرے موقع ملے کیوں چرخ پُرفن کو — لگا دوں آگ پہلے برق کے گرنے سے خرمن کو

کرے تاثیر مجھ پر وہ نظر یہ غیر ممکن ہے — ہمیشہ جس نظر سے دیکھتے رہتے ہو دشمن کو

جہاں باندھا چمن میں آشیاں ہم نے گری بجلی — جگہ اب ڈھونڈیے صیاد کے گھر میں نشیمن کو

دل مضطر نے مجھ کو لا بٹھایا کس کے پہلو میں — یہ گھبرا کر سر محفل سمیٹا کس نے دامن کو

نہ کرنا تھا نہ کرنا تھا کہا دل کا نہ کرنا تھا — غلط فہمی تو دیکھو دوست سمجھا ہم نے دشمن کو

نظر کو جب نہیں حاجت تو پردے سے کیا حاصل — ہماری آنکھ کا پردہ سمجھ لو اپنی چلمن کو

شکایت کے وہاں ہر بات میں پہلو نکلتے ہیں — سنائے کوئی دل کا حال کیونکر ایسے بدظن کو

ہماری خاک سے چلتا ہے بچ کر جب یہ چلتا ہے — لگے ہیں چار چاند ایسے کہاں کے تیرے توسن کو

خلش تیر نظر کی دیکھنا دل سے نہ مٹ جائے — جہاں ٹانکا لگا تو توڑ دینا نوک سوزن کو

دعائیں مانگتا ہوں میں الٰہی موت آ جائے — لب معجز نما سے کوستے ہیں جب وہ دشمن کو

کبھی آلودہ دامن رند میکش رہ نہیں سکتا — برس کر ابر رحمت دھو دیا کرتا ہے دامن کو

رہِ الفت میں دل کھو کر جل کو یاد کرتا ہوں
بچھڑ کر راہبر سے ڈھونڈتا پھرتا ہوں رہزن کو

یہ گردن پھر جھکی یہ آنکھ پھر نیچی ہوئی دیکھو
نظر ہو جائیگی دیکھو نہ تم بھی اپنے جوبن کو

عیاں سب راز ہو جاتا محبت کا عداوت کا
ہماری آنکھ سے دیکھا تو ہوتا تم نے دشمن کو

مری دیوانگی سے قیس کی وحشت کو کیا نسبت
ملا لو آستیں سے آستیں دامن سے دامن کو

مری دل کی طرح بازو کی مچھلی بھی تڑپتی ہے
دکھائے اک نظر ساقی صراحی دار گردن کو

زمانے میں کہیں ہوتا ہے مجھ سا دل جلا پیدا
کیا کرتی ہے روشن برق میری شمع مدفن کو

مہینوں تک دل بیتاب خنجر کیلئے تڑپا
رہی شمشیر کی برسوں تمنا میری گردن کو

صنم خانہ سے **بیخود** کا اُکھڑنا ہے بہت مشکل
بتوں کے ساتھ اس نے گانٹھ رکھا ہی برہمن کو

دل ہو نہ ہو مگر یہ تمنّا ضرور ہو
دل کی جگہ بغل میں کوئی رشکِ حور ہو

ممکن ہے یہ رقیب کا سارا فتور ہو
شرماؤ تم تو جب کہ تمہارا قصور ہو

بے پردہ تیرے سامنے وہ رشک حور ہو
قاصد تری نگاہ میں شاید فتور ہو

کچھ چھیڑ چھاڑ وصل میں باہم ضرور ہو
وہ بخشدے تجھے جو مرے کا قصور ہو

پیدا کیا ہے جس نے اُسی کے ظہور ہو
سر سے لگا کے تا بقدم تم تو نور ہو

اُٹھ جائے گر نگاہ سے پردہ حجاب کا
ہر ذرہ برقِ ایمن دہر سنگ طور ہو

کیا فرض ہے کہ جس کا دل آئے تمہیں پہ آئے
سارے جہاں میں ایک تمہیں رشک حور ہو

کھائی نہ تم نے غیر کی دعوت قسم تو کھاؤ
لو ہاتھ لاؤ دل میں تو قائل ضرور ہو

ملتا نہیں ہے دل تو ملاقات سے حصول
بیٹھے ہو میرے پاس مگر مجھ سے دور ہو

بدست کر دیا ہے مجھے چشم مست نے
کوئی پئے شراب کسی کو سرور ہو

کھنچاتے ہیں رقیب سے چلتا ہی مجھ پہ زور
غصہ کسی پہ اُترے کسی کا قصور ہو

زاہد بتوں سے چاہیئے در پردہ رسم و راہ
شاید اسی لباس میں وہ رشکِ حور ہو

بھیجا ہے بزمِ غیر سے پیغام یہ مجھے
دل سے ہو پاس گو مری نظروں سے دور ہو

افسوس ظلم کا بھی سلیقہ تمہیں نہیں
ہم نے تو یہ سنا تھا بہت ذی شعور ہو

تعزیر بے قصور یہ ملتی تو ہے مجھے
مجھ سے سزا کے بعد اگر کچھ قصور ہو

میری خبر کہاں تمہیں اپنی خبر نہیں
بےہوش ہو شباب کے نشے میں چور ہو

کھنچنا ہی ان بتوں کا تو بس کھینچتا ہے دل
معشوق تو وہی ہے کہ جس کو غرور ہو

وعدے کی رات غیر کے گھر وہ چلے گئے
اے او بیقرار دلِ ناصبور ہو

پڑ جائے پھر جبیں پہ شکن پھر نظر پھرے
ہاں پھر اُسی طرح سے کہو مجھ کو دور ہو

دل بھی ملے نظر بھی ملے جام بھی ملے
یوں کس طرح سے بزم میں حاصل سرور ہو

بیخود رکھے وہ درد سے کیونکر نہ رسم و راہ
ٹکڑے جگر ہو سینے میں دل جس کا چور ہو

لگا دو آگ خاطر سے ہماری غیر کے غم کو
اُٹھا کر جھونک دو دوزخ میں اس نارِ جہنم کو

کلیجے میں لگا رکھا ہے ہم نے آپ کے غم کو
یہی بدلا ہے اس کا آپ تڑپاتے ہیں یوں ہم کو

نرالے شعبدے دیکھے ترے کوچے کے ذروں میں
بنایا تھا اسی مٹی سے شاید ساغرِ جم کو

مثل ہے یہ تو قسمت سب کی سب کے ساتھ ہوتی ہے
عدو کو گالیاں دی ہیں تو بوسہ دیجیے ہم کو

دلِ پُر آرزو لیجے یہ جانِ پُر الم لیجے
کمی کس چیز کی ہے بندہ پرور آپ کے دم کو

وہ اپنے حُسن کی سنتے ہیں تعریف پہلے تو
کہا پھر کس مزے سے کیوں بناتے ہو اجی ہم کو

اُسی کی آرزو میں خاک چھانی دیر و کعبہ کی
اُسی کو ڈھونڈتے پھرتے ہیں ملتا ہی نہیں ہم کو

سدہا رو گھر کو جاؤ ہاتھ دہو تو تیغ کو پونچھو
تجلی کیوں نہ پردہ ڈال دیتی چشم موسے پر
کوئی تم کھیل سمجھے تھے عدو سے فیصلہ ہونا
رقیبوں کے لئے اچھا ٹھکانا ہو گیا پہلے
یہی آئینہ نخوت اسی سے آپ کی شہرت
قیامت ڈھا رہی ہیں گرمیاں خورشید محشر کی
ہمارا دل یہ کہتا ہے بلائیں لیجئے اُن کی
نہ آنسو آنکھ میں آئے نہ دل میں داغ ہو پنہاں
سپہر کینہ پرور کی سخاوت میں ظرافت ہے
ہمارا حوصلہ تھا بارِ اُلفت کے اٹھانے کا
نہ دیکھ انسان کو اے آسمان چشم حقارت سے
مری تقدیر کے اسکو ملے ہیں پیچ و خم سارے

قیامت اب ہماری نعش پر آئیگی ماتم کو
دکھانا تھا اسے تو جلوہ اپنا سارے عالم کو
تمہاری بات رکھلی حشر میں دینا دعا ہم کو
خدا آباد رکھے میں تو کہتا ہوں جہنم کو
دعائیں دیجئے صاحب ہماری چشم پرنم کو
یہی موقعہ تو ہے ای داغ تمہارے دل ذرا ہم کو
وہ کہتے ہیں ہمیں کو روئے تو چھیڑے اگر ہم کو
وہ کہتے ہیں چھپا اور رازداروں سے مرے غم کو
دئے موتی مگر جھوٹے دیئے ظالم نے شبنم کو
خدا کی کارسازی ہے کہ یہ دولت ملی ہم کو
ارے نیرے فرشتوں نے کیا ہی سجدہ آدم کو
کلیجے سے لگالوں میں تمہاری زلف پرخم کو

زباں اُستاد کی بیخود ترے حصے میں آئی ہے
پھر اتنا بھی نہیں کوئی خدا رکھے ترے دم کو

ایجاد وہاں جب کوئی بیداد نئی ہو
فریاد بھی ہاں اے دل ناشاد نئی ہو
اُن کا یہ اشارہ ہے کہ فریاد نئی ہو
میرا یہ تقاضا ہے کہ بیداد نئی ہو
گذری ہوئی باتوں میں مزا کچھ نہیں ہوتا
معشوق نیا ہو کوئی بیداد نئی ہو
گر وصل نہ ہو دل تو بہلتا ہے میرا
ہر روز جفا اے ستم ایجاد نئی ہو
جنت کی کہانی سے تو اکتا گئے واعظ
اس وقت تو حضرت کوئی ارشاد نئی ہو

بننے کے لئے جاتے ہیں کیوں لوگ عدم کو
دنیا ہی میں بستی کوئی آباد نئی ہو
مجھ پر وہ ستم ہو جو ہوا ہو نہ کسی پر
محشر میں اگر پیش ہو روداد نئی ہو
ہر آن رہے جلوہ ترا آنکھ کے آگے
ہر آن تری حسن خداداد نئی ہو
میرا ہی نہیں دھوکہ نہ ہو دھوکے میں سننے
ہو کیا یہ کہ پہنچے دم فریاد نئی ہو
ہر وقت نئی دم پہ بنے اُن کا ستم ہے
ہر لحظہ مریجان پہ افتاد نئی ہو
دنیا کی طرح رنگ بدلتی رہی اُلفت
جب یاد کروں تجھکو تری یاد نئی ہو

جاتے ہو وہاں مجھکو بھی دینا خبر آکر
گر بات کوئی بیخود ناشاد نئی ہو

ہٹو جاؤ چلو بس ہو چکی تدبیر رہنے دو
جنوں میں چارہ ساز و تم مری زنجیر رہنے دو
تم اپنے ہی لئے بیخود یہ اپنے تیر رہنے دو
بتوں کے دل میں لے کر چکے تاثیر رہنے دو
عدو کی بزم میں تعظیم میری ہو چکی بس بس
مری نظروں میں کھنچتی ہے مری توقیر رہنے دو
یہ نالہ بنکے نکلے گا یہ آنسو بنکے نکلے گا
جو یوں نکلا تو کیا نکلا نہ کھینچو تیر رہنے دو
نزاکت آئینہ تک عکس کو جانے نہیں دیتی
یہی نقشہ ہے تو بس کھینچ چکی تصویر رہنے دو
زباں سے پھول جھڑتے ہیں نئی جادو بیانی ہے
نہ دو یوں گالیاں مجھکو دم تقریر رہنے دو
رہائی قید سے سخت جانوں کی نہیں آساں
لبوں پر آگیا کھینچ کر دم شمشیر رہنے دو
شہیدان دل جلوں کی خاک میں تاثیر کیا ممکن
دکھائے گا اثر یہ سرمہ تسخیر رہنے دو
تمہارے حسن کی خوبی نظر آجائیگی تم کو
بجائے آئینہ آگے مری تصویر رہنے دو
پہنچا ہے تم بیجئے ہمارا منہ نہ کھلواؤ
خطا وہ کر چکا تم نے چکے تعذیر رہنے دو
مٹائے سے مقدر کی کجی مٹتی نہیں ہمدم
خفا ہیں گر وہ مجھ سے یہ مری تقدیر رہنے دو

ہمیں تو ہیں جو کہہ دینگے ہم اپنے خواب کی باتیں
تمہیں تو ہو جو دو گے خواب کی تعبیر رہنے دو

رہو تقدیر پر شاکر کہ تم تو خود ہی بیخود ہو
جو ہیں ہشیار اُن کو بندۂ تدبیر رہنے دو

اے کاش مری آہ میں اتنا اثر تو ہو
میرا خیال اُس کو مجھے دیکھکر تو ہو

یہ شام ہی سے دُھوم ہے رخصت کی کس لئے
میں روکتا نہیں تمہیں جانا سحر تو ہو

دل جانتا ہے تو نے جو مجھ پر کئے ہیں ظلم
کہتے ہیں اس کو آہ تجھے بھی خبر تو ہو

پہلی نظر میں وہ مجھے عاشق سمجھ گئے
پہچان نے نگاہ کو اتنی نظر تو ہو

یہ کیا کہ آج کچھ ہے تو کل کچھ زبان پر
شکوہ ہو یا ہو شکر مگر عمر بھر تو ہو

یہ حشر بھی تو کم نہیں کچھ قتلِ عام سے
بیداد گر نہیں نہ سہی فتنہ گر تو ہو

ہم اس کو دادِ ظلم کی محشر میں جان لیں
شرمِ گنہ سے آپ کی نیچی نظر تو ہو

آتے ہی آتے آئیگا فریاد میں اثر
جلدی پڑی ہے کیا ابھی ٹکڑے جگر تو ہو

اقرار سے غرض ہے نہ انکار سے غرض
اُس شوخ کو قیام کسی بات پر تو ہو

شوخی نئی ہے کہتے ہیں بجلی کو دیکھکر
بیتاب و بے قرار کوئی اسقدر تو ہو

مرنیکی اپنے کچھ ابھی جلدی نہیں ہمیں
رخصت شبِ فراق کہیں چارہ گر تو ہو

کس کام کی ہے ایسی نزاکت اگر ہوئی
معشوق بیدہن ہو بلا سے کمر تو ہو

یہ کیا کہ دشمنی میں بھی ہونے لگی کمی
ملتا رہے وہ رنج کہ جس میں گذر تو ہو

وہ بعدِ امتحانِ محبت یہ کہہ گئے
سچ کر دکھائے جھوٹ کو اتنا ہنر تو ہو

بیخود ہوا نہ وصل تو کچھ اس کا غم نہیں
وقتِ اخیر یار کے زانو پہ سر تو ہو

فدا ہے جہاں دیکھہ پایا کسی کو
نہ دنیا آلہی دل ایسا کسی کو

ستم کے سوا کچھہ نہ آیا کسی کو
جلانا کسی کو ستانا کسی کو

ستاویں نہ پہر من بھی کیا کیا کسی کو
جو ہو جائے میری تمنا کسی کو

مزا عاشقی کا تجھے خاک ملتا
ستم بھی تو کرنا نہ آیا کسی کو

لبِ جانفزا کو ہے انکار مشکل
کرے قتل کیونکر مسیحا کسی کو

شبِ وصل یہ کہہ رہی ہیں نگاہیں
کھٹکتی ہے میری تمنا کسی کو

حسیں کوئی دنیا میں گذرا ہی تمسا
ہوا ہی خدائی کا دعوا کسی کو

محبت میں کیسا مزا پڑ گیا ہے
جفا کا کسی کو وفا کا کسی کو

ترا وصل اپنی ہی تقدیر میں تہا
یہ ارمان ظالم نہ تہا کیا کسی کو

یہ دزدیدہ نظروں کی شوخی نئی ہے
دیا دل چرا کر کسی کا کسی کو

ہنسی کہیل سمجہا ہی دل کا تڑپنا
دکہاتا ہے یہ بھی تماشا کسی کو

بہت سیر کی ہم نے باغِ جہاں کی
مگر تجہہ سے بہتر نہ دیکھا کسی کو

زمانہ میں پیدا نہیں مرنیوالے
سمجھہ کر ذرا تم مٹانا کسی کو

وہ سمجھے کہ یہ بھی ہی عاشق ہمارا
جہاں مضطرب دیکھہ پایا کسی کو

بتوں کی تو یارب خدائی نئی ہے
قیامت میں بخشیں گے یہ کیا کسی کو

ملا کر مجھے خاک میں وہ یہ بولے
خبردار اب دل نہ دینا کسی کو

بہت منہ چھپانا بھی اچھا نہیں ہی
کریگا یہ پردہ تو رسوا کسی کو

ہوا دل تو نظروں ہی نظروں میں چٹ پٹ
دکہاتے ہم اپنا کلیجا کسی کو

کہاں ہیں زمانہ میں نادان تم سے
ملیگا نہ معشوق ایسا کسی کو

شبِ وصل ہم راز دل کہہ دیتے
سمجھتے اگر دوست اپنا کسی کو

یہ محفل ہے بیخود یہ خلوت نہیں ہے
خبردار تو نے جو چھیڑا کسی کو

سرگشتہ ہے کچھ اُن کی نظر دیکھیے کیا ہو
بے طرح دھڑکتا ہے جگر دیکھیے کیا ہو

دیتا ہوں محبت کی خبر دیکھیے کیا ہو
اُن پہ مری باتوں کا اثر دیکھیے کیا ہو

انجامِ محبت کا ہے کھٹکا ابھی باقی
ہے وردِ زباں شام و سحر دیکھیے کیا ہو

بیجا وجو دشمن کے طرفدار عجب کیا
ہوتا ہے یہی تم سے مگر دیکھیے کیا ہو

باندھی تو ہے طعنہ سے مرے قتل عدو پر
نازک ہے بہت اُن کی کمر دیکھیے کیا ہو

وعدے کے وفا ہونے میں دن بھر کا ہے وقفہ
دم بھر کی نہیں ہم کو خبر دیکھیے کیا ہو

جانے پہ وہ آمادہ ہیں ہم زیست سے ہیں تنگ
آتی ہے قیامت کی سحر دیکھیے کیا ہو

تشریف وہ لاتے ہیں کہ آتی ہے قیامت
بیٹھا ہوں سرِ راہگذر دیکھیے کیا ہو

آغازِ محبت نے تو یہ رنج دئے ہیں
انجام کی ہے کس کو خبر دیکھیے کیا ہو

ایسا نہ ہو اُس بزم میں آنسو نکل آئیں
غمّاز ہے یہ دیدۂ تر دیکھیے کیا ہو

مرہم کی جگہ تیر کے پیکاں کو بھی رکھا
بھرتا ہی نہیں زخمِ جگر دیکھیے کیا ہو

اندیشۂ عقبےٰ نے مزا زیست کا کھویا
ہر دم ہے یہی خوف و خطر دیکھیے کیا ہو

ہے شام ہی سے آج تو بیخود کا برا حال
کس طرح سے ہو رات بسر دیکھیے کیا ہو

ہم تو شیدائی ہیں اُس دل کے کہ جس میں تو بھی ہو
غنچۂ گل سے غرض کیا اس میں تیری بُو بھی

یوں بسر ہو زندگی تو زندگی کا لطف ہے
دل بھی پہلو میں ہے دل کے برابر تو بھی

بات کی تو جی اٹھے دیکھا تو پھر ہم مر گئے
لب میں گر اعجاز ہو تو آنکھ میں جادو بھی ہو

یوں مبارک باد دیجے ان کو وصلِ غیر کی
بات بھی کھلنے نہ پائے چھیڑ کا پہلو بھی ہو

ہیں یہی دشواریاں جب تک ہے امیدِ وصال
فیصلہ ہو بھی چکے جھگڑا کہیں یکسو بھی ہو

ضبطِ غم رازِ نہاں کا پاس رسوائی کا ڈر
یہ تو سب کچھ ہو مگر دل پر مرا قابو بھی ہو

خوش گلو خوش وضع خوش خو خوش ادا خوش مزاج
تجھ میں یہ خوبیوں پہ اک وفا کی خو بھی ہو

تیر نظروں کے چلیں ابرو کے خنجر ہوں رواں
چور زخموں سے مرا سینہ بھی ہو پہلو بھی ہو

کس سے ممکن ہے ہماری تشنہ کامی کا علاج
حلق سے اترے گر پانی تو پھر اچھو بھی ہو

جس پری رو سے ملا تجھ کو مسخر کر لیا
کلمہ وہ پڑھوا ہی دیتا ہے اگر ہندو بھی ہو

تاثیر تو فغاں میں ہوئی ہے کبھی نہ ہو
ڈرتا ہوں آہ سے کہیں الٹی ہنسی نہ ہو

آتا ہے وہم دوزخ و جنت کے ذکر پر
یہ کوچۂ رقیب وہ ان کی گلی نہ ہو

کہتا ہے دل کہ شکل یہ دیکھی ہوئی سی ہے
ہم جس پہ مر رہے ہیں کہیں تم وہی نہ ہو

اس نے دیا ہے عرضِ تمنا پہ یہ جواب
وہ بات کیا کہ جس میں ہماری خوشی نہ ہو

وہ باغ میں بھی آ کے ستم توڑنے لگے
غنچہ پہ ہے گمان یہ دل کی کلی نہ ہو

کیوں چھیڑتے ہو ذکر دلِ بیقرار کا
دشوار وصل میں بھی کہیں زندگی نہ ہو

خالی نہیں فریب سے یہ عزمِ قتلِ غیر
میرے ہی خون پر کمر اس نے کسی نہ ہو

حسرت برس رہی ہے مری ہر نگاہ سے
رسوائے عام چاہیے یہ بیکسی نہ ہو

سچ جانئے وہ بات ہماری اگر سنیں
پھر ہر سخن پہ طعن سے اس طرح جی نہ ہو

ناصح یہ بات جھوٹ ہے ہم اور ترکِ عشق
ایسا تو بھول کر بھی ہوا ہی کبھی نہ ہو

انساں ہی کو ہوتی ہے انساں کی تو قدر
اس کا علاج کیا ہے کہ جو آدمی نہ ہو
قرباں اس بیان کے صدقے زبان کے
ناصح کی بات ہی نہیں جو بے تکی نہ ہو
روشن جو شمع ہوتی ہے آتا ہے یہ خیال
یہ بھی کہیں ہمارے ہی دل کی لگی نہ ہو
آتا نہیں یقین کہ وہ آئیں گے یہاں
پیغام بر نے دل سے کہیں یہ گھڑی نہ ہو

بیخود کی آنکھ کہتی ہے میخوار ہے یہ شخص
میں شرط باندھتا ہوں اگر اس نے پی نہ ہو

آ گئے پھر ترے ارمان منانے ہم کو
دل سے پہلے یہ لگا دیں گے ٹھکانے ہم کو
کبھی پوچھا نہ تری تیغِ ادا نے ہم کو
منہ لگایا نہ کبھی زلفِ دوتا نے ہم کو
بھاگ کر کعبے سے چوروں کی طرح آئے ہیں
اے بتو تم سے ملایا ہے خدا نے ہم کو
ہچکیاں آنے کا باعث نہ کھلا کچھ شبِ غم
یار نے یاد کیا تھا کہ قضا نے ہم کو
دن میں سو بار تری چال پہ مٹ جاتے ہیں
کیسی مٹی سے بنایا ہے خدا نے ہم کو
سر اٹھانے نہ دیا حشر کے دن بھی ظالم
کچھ ترے خوف نے کچھ اپنی وفا نے ہم کو
ایک دن بھی جو تجھے غیر سے ممکن کب ہے
ہاتھ باندھے ہوئے آؤ گے منانے ہم کو
بیٹھنے ہی نہیں دیتا دلِ مضطر نچلا
کہیں اپنا ہی سا وہ شوخ نچانے ہم کو
ٹالدیں گے شبِ وعدہ جو اجل آئے گی
ہیں بہت نوکِ زباں ان کی بہانے ہم کو
تیغ سے بڑھ کے ہیں چلتے ہوئے فقرے اس کے
بے چھری ذبح کیا عذرِ جفا نے ہم کو
کچھ تو ہے ذکر سے دشمن کے جو شرماتے ہیں
وہم میں ڈال دیا ان کی حیا نے ہم کو
چشمِ دشمن میں رہے یا ترے قدموں میں رہے
ملے تقدیر سے وہ ہی تو ٹھکانے ہم کو
مول لیتے اسے کونین سے بھی کچھ کم میں
نہ دیا آنکھ والوں نے چکانے ہم کو

ظلم کا شوق بھی ہے شرم بھی ہے خوف بھی ہے
خواب میں چھپ کے وہ آتے ہیں ستانے ہم کو

آئے محفل میں کوئی بن کے نہ ساقی جب تک
لطف دیتے نہیں مطرب کے ترانے ہم کو

چار داغوں پہ نہ احسان جتاؤ اتنا
کون سے بخش دیئے تم نے خزانے ہم کو

بات کرنیکی کہاں وصل میں فرصت بیخود
وہ تو دیتے ہی نہیں ہوش میں آنے ہم کو

لا بٹھایا تری چوکھٹ پہ خدا نے ہم کو
نہ اُٹھیں حشر بھی آئے جو اُٹھانے ہم کو

دیکھتے دم لوٹ لیا ناز و ادا نے ہم کو
باڑ پر رکھ ہی لیا تیغ قضا نے ہم کو

مرنے والوں میں ترے ایک ہمیں نکلے ہیں
آزمایا ہے کئی بار قضا نے ہم کو

دیکھکر آئینہ دل تھام لیا پھر یہ کہا
اُف بُری چیز بنایا ہے خدا نے ہم کو

اُس کا شکوہ ہے غلط اُس کی شکایت جھوٹی
سچ تو یہ ہے کہ ڈبویا ہے وفا نے ہم کو

رشکِ دشمن نے بڑا کام نکالا اپنا
دوست بنتے ہی کبھی جان گنوانے ہم کو

اے اجل تو ہی ذرا تھام کے بازو لے چل
ضعف دیتا نہیں [illegible] کوچے میں جانے ہم کو

کچھ نہ کچھ رنگ دکھائیگی محبت اپنی
دیکھ جاتے ہیں وہ ملنے کے بہانے ہم کو

خوب شرمندہ کیا خوب ہی پامال کیا
اپنی اُلفت نے اُسے اُسکی جفا نے ہم کو

جب تو مانو گے جو لبھا کے دکھا لائینگے
خوب معلوم ہیں دشمن کے ٹھکانے ہم کو

لاکھ عزت سے یہ ذلت بھی نہیں عشق میں کم
آپ اُٹھتے ہیں جو محفل سے اُٹھانے ہم کو

اب وہ اُکتا کے تصور سے مرے کہتے ہیں
آہی جاتا ہے یہ کمبخت ستانے ہم کو

[illegible] ایسی کہیں [illegible] فی ہے محبت میں نصیب
دن دکھایا ہے یہ دشمن کی دعا نے ہم کو

[illegible] اُن کو سروکار نہیں کچھ بیخود
اس پہ مرتے ہیں نہ عاشق کوئی جانے ہم کو

بات کرینگی شبِ وصل اجازت دیدو
مجھکو دم بھر کے لئے غیر کی قسمت دیدو

دیکھکر دل کو بگڑ جائیگی نیت دیدو
دیکھو دیکھو یہ پرائی ہے امانت دیدو

بے طلب بوسہ جو دیتے ہو عنایت دیدو
اور اک بات کی بھی ہمکو اجازت دیدو

تم کو الفت نہیں مجھ سے یہ کہا تھا میں نے
ہنسکے فرماتے ہیں تم اپنی محبت دیدو

دل مرا مفت لیا چور بنا یا اُلٹا
خود جھگڑتے ہیں کہ واپس ہمیں قیمت دیدو

ہم ہی چھوڑکے سحرِ وصل منانا ہی نہ تھا
اب یہ ہے حکم کہ جانے کی اجازت دیدو

مفت لیتے بھی نہیں پھیر کے دیتے بھی نہیں
یوں ہی خیر کہ دل کی ہمیں قیمت دیدو

کی ہے اک کافرِ بدکیش کی دعوت ہم نے
دو گھڑی کے لئے زاہد ہمیں جنت دیدو

میری گردن پہ ذرا نازسے تھم تھم کے چلے
اپنی تلوار کو تم اپنی نزاکت دیدو

خواہش وصل پہ برسوں میں ملا ہی یہ جواب
بات کے سوچ سمجھ لینے کی مہلت دیدو

آسماں سا نہ ملیگا کوئی شاگردِ رشید
اس ستمگار کو تم اپنی خلافت دیدو

دل لگی ہے یہ نئی چھیڑ نئی کہتے ہیں
غیر دل لیتا ہے تم اس کی ضمانت دیدو

بخشے جاتے ہیں یہ کیوں داغِ جدائی ہمکو
جس کو تم چاہتے ہو اس کو یہ دولت دیدو

دل کے دینے سے وہ پہلے پہل انکار مرا
اور کہنا کسی ظالم کا بمنت دیدو

کم نہیں پیرِ خرابات نشیں سے بیخود
میکشو لو اسے میخانہ کی خدمت دیدو

کیوں فدا تم پہ دوسرا بھی ہو
رشک آئے اگر خدا بھی ہو

جھوٹ کی اس کے انتہا بھی ہو
اس نے قاصد سے کچھ کہا بھی ہو

کج ادائی میں اک ادا بھی ہو
نیچی نظروں میں کچھ حیا بھی ہو

مرضِ عشق کی دوا بھی ہو — اس کا مارا کوئی جیا بھی ہو

غیر پر کاش وہ خفا بھی ہو — دل لگی ہی میں دل بُرا بھی ہو

ہم سُنا دیتے داستاں اپنی — آپ کو بات کا مزا بھی ہو

سر جُھکانے سے فائدہ صاحب — نیچی نظروں میں جب حیا بھی ہو

سوچ لیں انجامِ عشق کیا ناصح — کچھ محبت کی انتہا بھی ہو

لاکھ پردوں میں دیکھتا ہوں اُسے — میری آنکھوں سے کچھ چُھپا بھی ہو

اُس کی رگ رگ میں درد رہتا ہو — دل مرا تیرے کام کا بھی ہو

کھینچ کے کہتی ہے مجھ سے تیغ اُس کی — چل پرے ہٹ تری قضا بھی ہو

آرزو ہے کہ آرزو نہ رہے — کہیں پوری مری دعا بھی ہو

ایسی چلتی ہوئی کہاں شمشیر — اُن میں کوئی تری ادا بھی ہو

کیا وہ قابو میں آ نہیں سکتے — ہم سے جب ترکِ مدعا بھی ہو

دل جلاتے ہو عشق کی صورت — حُسن کی طرح بیوفا بھی ہو

کہہ چکے ہم جو ہم کو کہنا تھا — ہاں مگر آپ نے سُنا بھی ہو

اُن کے نزدیک ہے گلا ہر بات — مُنہ بنالیں جو التجا بھی ہو

مُنہ لگایا نہ دُخترِ رز کو کبھی
کوئی بیخود سا پارسا بھی ہو

یہ نہ ہو دل میں محبت کا اثر کچھ بھی نہ ہو — داغِ حسرت ہی سہی یارب اگر کچھ بھی نہ ہو

راہ میں فتنہ بپا اے فتنہ گر کچھ بھی نہ ہو — نیچی نظروں کو اگر مدِ نظر کچھ بھی نہ ہو

دل ملاؤ غیر سے میری خبر کچھ بھی نہ ہو — ایک پر یہ کچھ عنایت ایک پر کچھ بھی نہ ہو

رنج و غم درد و الم یہ سب ہیں میرے دم کے ساتھ
عاشقی کا لطف ہی کیا ہے اگر کچھ بھی نہ ہو

تیرے پردے نے اٹھائے ہیں زمانے میں فساد
سامنے تو ہو تو پھر یہ شور و شر کچھ بھی نہ ہو

اس حیا اس خامشی کے ہم بھی قائل ہو گئے
دل میں سب کچھ ہو زباں پر فتنہ گر کچھ بھی نہ ہو

نغمہ دل کش ہو اگر ہو نالہ ہو تو دل گداز
وہ تو پھر کچھ بھی نہیں جس میں اثر کچھ بھی نہ ہو

خیر اچھا ہاتھ کا سچا سہی دزدِ حنا
یہ نہیں ممکن ہے دل کی خبر کچھ بھی نہ ہو

تو ہی تو ہو جس طرف دیکھیں اٹھا کر آنکھ ہم
تیرے جلوے کے سوا پیشِ نظر کچھ بھی نہ ہو

عیش و راحت رات دن ہو خوش نصیبوں کو نصیب
تیرہ بختوں کے لئے شام و سحر کچھ بھی نہ ہو

باعثِ ایجادِ عالم زینتِ ہر دو جہاں
شرم کی جا ہے اگر اس پر بشر کچھ بھی نہ ہو

رنجشِ باہم مٹے تو غم مٹے کاوش مٹے
درد پہلو زخمِ دل داغِ جگر کچھ بھی نہ ہو

کیا غضب ہے تم کسی اقرار پر جمتے نہیں
یوں نہیں لیلو دل کو قصہ مختصر کچھ بھی نہ ہو

وصل کا پیماں وفا کا عہد تو یہ ظلم سے
ہو تو سب کچھ ہو نہ ہو تو فتنہ گر کچھ بھی نہ ہو

قتل سب کو آپ بے شمشیر و خنجر کیجئے
کہہ رہی ہے نازکی زیبِ کمر کچھ بھی نہ ہو

کچھ سنا تم نے عدو کہتا ہے وہ تم سے ملے
دوستی ہیں دشمنی کا جس کو ڈر کچھ بھی نہ ہو

دونوں مفسد ہیں ترا انکار میرا اضطراب
یہ نہوں تو فتنہ برپا رات بھر کچھ بھی نہ ہو

غیر سا عیار ثانی جس کا دنیا میں نہیں
آپ جیسا سادہ دل جس کو خبر کچھ بھی نہ ہو

کہہ دیا **بیخود** کی بیکاری نے دنیا سے لیے
اس نکمے سے تو شاید عمر بھر کچھ بھی نہ ہو

پوچھو وہیں ڈھونڈو وہیں نقشِ وفا کو
کھو آئے مٹا آئے جہاں جا کے جفا کو

اس طرح سے برباد نہ کر اہلِ وفا کو
ڈھونڈے سے بھی ملتے نہیں ہیں لوگ وفا کو

پھر آپ دکھا دیجئے شوخی کی ادا کو
بھولا ہوا بیٹھا ہے کوئی اپنی قضا کو

اتنا بھی اثر کم نہیں فرقت میں بہت ہے
وہ کہتے ہیں کوسینگے ہم اب تیری دعا کو

آئینے میں تم نے کبھی دیکھا کہ نہ دیکھا
اس شوخی و انداز کو اس ناز و ادا کو

منہ پھوڑ کے میں کچھ کہوں یہ مجھ سے نہ ہوگا
پوچھیں وہ مرا حال غرض ان کی بلا کو

پڑتی ہیں ترے حسن پہ حیرت سے نگاہیں
دیکھا نہیں ان دیکھنے والوں نے خدا کو

اس شوخ پہ مرتا ہے مگر نہیں جھکتا
آتے ہوئے موت آتی ہے دشمن کی قضا کو

اللہ رے تری چشم فسوں ساز کا پردہ
ملنے کی اجازت نہیں شوخی سے حیا کو

بجلی ہے چھلاوہ ہے قیامت ہے بلا ہے
دیکھو تو ذرا تم نگہ ہوش ربا کو

مارا ہے ہمیں دل نے دکھا کر ترا کوچہ
رہزن نہیں سمجھے تھے ہم اس راہ نما کو

مدفن سے نکل کر کوئی دامن نہ پکڑ لے
ٹھکرا کے چلا کر نہ مزار شہدا کو

ہو پیر جواں جس سے وہ اے شیخ یہی ہے
چکھ تو سہی کمبخت مئے روح فزا کو

پھولوں میں عدو کے کہیں کہا جاؤ نہ دھوکا
تم سونگنے بیٹھے ہو کہاں بوئے وفا کو

اٹھکیلیاں کرتی ہوئی گلزار میں آئی
یہ چال تری کس نے سکھا دی ہے صبا کو

ہے خوف مجھے حشر میں ہو حشر نہ برپا
روکے ہوئے رہیگا ذرا اپنی ادا کو

آتے ہی ستم ان کی جوانی نے یہ ڈھایا
آنکھوں میں جگہ مل گئی کمبخت حیا کو

میں جان گیا جان ہی لیگی تری شوخی
میں تاڑ گیا دور ہی سے اپنی قضا کو

نکلے نہ تمنا کسی کمبخت کے دل کی
کرتے لیجئے پیچ بھی گرہ بند قبا کو

بیخود انہیں ملنے دو جو دشمن سے ملیں وہ
لازم ہے کہ اب تم بھی کسی اور کو تاکو

وہی ہے جلوہ گر ہر سمت ای اہل نظر دیکھو
اسی پر آنکھ پڑ جاتی ہے ہر پھر کر جدھر دیکھو

عدو کے ماننے کو تم ادھر دیکھو اُدھر دیکھو
مگر ہم تم کو دیکھے جائیں تم چاہو جدھر دیکھو

گریباں چاک ہے میری ہی ماتم میں سحر دیکھو
مجھی کو شمع بھی روتی رہی ہے رات بھر دیکھو

چلے آئے مرے گھر تک یہ اعجاز محبت تھا
اُڑا کر لے گئے دل کو یہ جادو کا اثر دیکھو

خدا سے حور کے بدلے تمہیں ہم لیتے ہیں چن کے
جمے رہنا قیامت میں تم اپنی بات پر دیکھو

عدو کی بزم میں راز محبت کھل گیا دیکھا
کہا تھا کس نے تم سے مسکرا کر تم ادھر دیکھو

عبث سر کاٹتے ہو امتحان عشق یہ کیسا
محبت دیکھنی ہے تو مرا دل چیر کر دیکھو

اسیران قفس لو پر نکل آئے قیامت کے
مرے صیاد نے چھوڑیں ہیں زیر قفس دو تین پر دیکھو

خریدار محبت کے لئے بازار الفت میں
کوئی فولاد کا دل کوئی پتھر کا جگر دیکھو

لڑائی سے یہ نہیں تو رہ سکتے ہیں ہم تم کو
کہ دل کا بھید کہہ دیتی ہے لڑ نہیں نظر دیکھو

اداؤں پر یہ کیسے بیٹھے ہو کیا آئینہ میں اپنی
دیا ہے جس نے تم جیسے کو دل اُس کا جگر دیکھو

نگاہ ناز کے نکلے ہیں آر پھنس گیا کیسا
سر بزم عدو تاکی ہے مجھ پر ادھر دیکھو

نہ حسرت ہی نکلتی ہے نہ خنجر تم سے کھنچتا ہے
نزاکت نے ہمارے قتل پر باندھی کمر دیکھو

سوال وصل پر کچھ سوچ کر اُس نے کہا مجھ سے
ابھی وعدہ تو کر سکتے نہیں ہیں ہم مگر دیکھو

جوانی بے مے و معشوق کٹنے کی نہیں ہمدم
کوئی خورشید رو تاکو کوئی رشک قمر دیکھو

نہ کرنا ترک بیخود محتسب کے ڈر سے میخواری
کہیں دھبا لگا لینا نہ اپنے نام پر دیکھو

یہ انقلاب دل بے قرار کیونکر ہو
نری طرح سے اُسے اضطرار کیونکر ہو

خطا معاف یہ سب کا شعار کیونکر ہو
زمانہ آپ سا بے اعتبار کیونکر ہو

شگفتہ اپنا دلِ داغدار کیونکر ہو
خزاں رسیدہ چمن میں بہار کیونکر ہو

یہاں یہ ضبط کہ مرجائیں تو بھی اُف نہ کریں
وہاں یہ شوق کہ دل بے قرار کیونکر ہو

ہنسے وہ پہلے کیا بعد وعدہ پھر یہ کہا
مری قسم کا تجھے اعتبار کیونکر ہو

دوبارہ زیست قیامت ہو مرنے والوں کی
کسی سے حشر میں اب آنکھ چار کیونکر ہو

وہ نازنیں ہیں تو نازک ہو اُن کا پیمان بھی
مری وفا کی طرح استوار کیونکر ہو

زمانہ کہتا ہے ہے لطف وصلِ دائم کا
مجھے تو فکر ہے یہ ایک بار کیونکر ہو

وہ بزمِ غیر میں آنکھیں چرائے بیٹھے ہیں
نظر کا تیر مرے دل کے پار کیونکر ہو

ستم ہیں اُس کی ادائیں غضب نگاہیں ہیں
شمارِ ظلم کا روزِ شمار کیونکر ہو

بغیر دل کی گواہی کے ہم نہ مانیں گے
ترے بیان پہ دارومدار کیونکر ہو

لبوں پہ جان سرہانے اجل فلک سر پر
کسی کے آنے کا اب انتظار کیونکر ہو

یہاں خیال کہ وہ شرمسار ہو نہ کہیں
وہاں حجاب ستم آنکھ چار کیونکر ہو

سنا نہ ہم نے کبھی ہوشیار بیخودؔ کو
جو پی گیا ہو بہت ہوشیار کیونکر ہو

ہے وہ خود بیں کہیں اپنا ہی خریدار نہ ہو
یہی آئینہ کبھی مصر کا بازار نہ ہو

یہ نہ ہو شرط تو پھر وعدہ بھی زنہار نہ ہو
شب کو انکار نہ ہو صبح کو تکرار نہ ہو

یار ہی وہ ہے کسی کا جو کبھی یار نہ ہو
ہم اُسی کے ہیں جسے ہم سے سروکار نہ ہو

حکم ہے دیکھ ادھر آنکھ خبردار نہ ہو
ہم کو گھورے تو خدا کا تجھے دیدار نہ ہو

وہ کرم ظلم ہے جس کا کبھی اظہار نہ ہو
وہ ستم بھی ہے عنایت جو دل آزار نہ ہو

جنس وہ ہوں جسے شہرت ہی سروکار نہ ہو
میں اُدھر جاؤں کہ جدھر چشم خریدار نہ ہو

جب نہ مانے وہ کسی طرح تو میں نے یہ جڑی
کون پوچھے تمھیں اس طرح جو انکار نہ ہو

دل ہو پہلو میں تو پہلو سے نہ وہ دور رہے
منہ پہ آنکھیں ہوں تو آنکھوں سے جدا یار نہ ہو

کبھی شوخی سے جو آ جاتا ہے لب تک اقرار
روک دیتی ہے نزاکت کہ خبردار نہ ہو

حور کے ذکر نے یہ آگ لگا دی کیسی
وہ گیا کہہ کے وہ مغرور ہمیں پیار نہ ہو

اُن کا خط وصل کا پیغام پھر اُس پہ تاکید
دم نہ دیتا ہو مجھے نامہ بر عیّار نہ ہو

قتل کو آئے ہیں تیور یہ کہے دیتے ہیں
نازکی سے جو نہیں دوش پہ تلوار نہ ہو

رشک ہی مجھکو وہ نکلا ہے جنازہ کس کا
آپ کی جان سے دور آپ کا بیمار نہ ہو

دیکھ لوں جلوہ ترا پھر مجھے دوزخ بھی قبول
یوں تو جنت بھی جہنم ہے جو دیدار نہ ہو

دل کے بدلے ہمیں سو داغ جگر ملتے ہیں
ہم تو لٹ جائیں اگر آپ کی سرکار نہ ہو

مجھ سے سن لیجیے پھر روز جزا کے معنے
پھر کہے دیتا ہوں یہ آپ کا دربار نہ ہو

اس طرح دل میں رہو پُتلی سی آنکھوں میں پھرو
دیکھنے کو بھی ہمیں حسرت دیدار نہ ہو

نہ دیا غیر نے جب دل تو تری ہی ہم نے
ایسے موقع پہ کبھی ہم سے تو انکار نہ ہو

شوقِ دیدار یے پردے تو اُٹھائے سارے
اب نہیں اُن کی حیا بیچ میں دیوار نہ ہو

لڑنے بیٹھے ہو تو یہ نیم نگاہی کیسی
تیر میں تیر ہے وہ دل کے بھی جو پار نہ ہو

فرق ہے کوہکنی اور جگر کاوی میں
مجھکو اُس کام سے نفرت ہے جو دشوار نہ ہو

میں تو ڈرتا نہیں دشمن کے کسی ایذے سے بھی
ڈر ہے اس کا کہ کہیں آپ سے تکرار نہ ہو

عرضِ مطلب پہ ملا مجھکو یہ برسوں میں جواب
سُن لیا میں نے گلے کا مرے لب ہار نہ ہو

اُن کو ہے نام سے **بیخود** کے محبت ایسی
مانگتے ہیں وہ دعائیں کہ یہ ہشیار نہ ہو

عذر بیجا ہے کہ جھگڑا نہ قضا سے کچھ ہو — وہ چلے آئیں عیادت کو بلا سے کچھ ہو

سچ تو یہ ہے کہ قیامت ہے تری زلف نہیں — دل تڑپ جاتا ہے جنبش جو ہوا سے کچھ ہو

بیکسی غیر کی محفل میں مبارک اُن کو — ہم ہی جب اُٹھ گئے پھر اپنی بلا سے کچھ ہو

روٹھ کر وہ تو چلے اب نہ منیں گے ہرگز — جان جائے کہ رہے اُن کی بلا سے کچھ ہو

صبح کو اُٹھ کے وہ ہر روز بدل جاتے ہیں — خاک اُمید ہمیں اپنی وفا سے کچھ ہو

ہاتھ باندھے ہوئے آؤ جو دعا ہو مقبول — کیا کریں تم ہی کہو جب نہ دعا سے کچھ ہو

ٹوٹ کر بھی کہیں نادان جُڑا کرتی ہے
اب تو **بیخود** نہ دعا سے نہ دوا سے کچھ ہو

ردیف ہائے ہوز

باقی نہ رہا عشق و محبت میں مزا وہ — دل بیچتے پھرنے کا زمانہ ہی گیا وہ

کیا ہو گئی اللہ زمانے کی ہوا وہ — یاروں میں نہ اُلفت ہے نہ اُلفت میں وفا وہ

ہو جاتی ہے دم بھر کے لئے دل کو تسلی — چھلے سے مرے کان میں کہہ دیتے ہیں کیا وہ

ہم ٹوہ میں دل کی جو گئے بھیس بدل کر — بھولا نہیں عیار ہے پہچان گیا وہ

میں اور بھلا غیر کی یوں چال میں آتا — انصاف سے پوچھو تو مجھے مان گیا وہ

قاصد تجھے سودا ہے کہیں دل نہ اُلٹ جائے — آئینگے یہاں میری عیادت کو بھلا وہ

ہم جان بھی دیتے انہیں ہم اُن کو دعا بھی — مشکل یہ ہے لیتے نہیں کچھ دل کے سوا وہ

یارب ہمیں مل جائے کوئی غیرت یوسف — جو خواب میں دیکھا نہ ہوا آنکھوں سے دیکھا وہ

اب خیر اسی میں ہے کہ سن مت لیجئے دشنام
ملتا ہے خدا ڈھونڈنیوالے کو سنا ہے
اس واسطے کہتے تھے کہ ایسوں سے نہ ملنا
آتی ہیں بہت یاد جوانی کی اُمنگیں

جب روٹھ گئے پھر کوئی سنتے ہیں بہلاوہ
ہم ڈھونڈ پھرے ساری خدائی نہ ملا وہ
جو ہم سے کہا غیر نے تم نے بھی سنا وہ
وہ شکر میں لذت ہے نہ شکوے میں مزا وہ

بیخود کہیں یوں کرتے ہیں اظہار تمنا
وہ بات کہی آپ نے جو سن نہ سکا وہ

جیتے جی مٹ گئے کمال تو دیکھ
اے دل اس شوخ کا جمال تو دیکھ
کون کہتا ہے دیکھ حال مرا
شکل دشمن میں کیا لگے ہیں لعل
کہیں چھوڑی نہ آرزو دل میں
سیر گلشن نہ دیکھ اے بلبل
چھٹ رہی ہیں ہوائیاں منہ پہ
کیا یہی ہیں نباہ کی باتیں
دم نکلتا ہے یا نہیں میرا
ہر مصیبت میں کام آتی ہے
ہے بجا آئینے کی حیرانی
بے لڑے دل پہ قبضہ کرتی ہیں
سیکڑوں مدح خواں ہیں بیخود کے

پائمالوں کی اپنے چال تو دیکھ
گات تو دیکھ چال ڈھال تو دیکھ
آئینے میں کبھی جمال تو دیکھ
آبرو کا نہ ہو خیال- تو دیکھ
تیر کی اپنے دیکھ بھال تو دیکھ
دیکھنا چاہتی ہے چال تو دیکھ
رازداروں کا اپنے حال تو دیکھ
ہر گھڑی کا یہ تو ملال تو دیکھ
تیر کو دل سے تو نکال تو دیکھ
بیکسی کو مرا خیال تو دیکھ
اپنا تو حسن بیمثال تو دیکھ
اپنی آنکھوں کا یہ کمال تو دیکھ
بیکمالی میں یہ کمال تو دیکھ

مری آنکھوں میں ایسی بسگئی تعمیر میخانہ
کہ مسجد میں نظر آنے لگی تصویر میخانہ

بغل میں دل ہے دلمیں خواہش تعمیر میخانہ
بڑے پردوں میں رہتی ہے ابھی تصویر میخانہ

مٹادے کیوں نہ دل کی کلفتیں تاثیر میخانہ
کہ بھٹی کی ہی خاکستر بھی تو اکسیر میخانہ

ہمارا نالۂ مستانہ ہے تفسیر میخانہ
کہ تو دل ہاتھ میں ہے جیب میں تصویر میخانہ

یہ میخواروں کی کمظرفی ہے یا تقصیر میخانہ
نہیں ہو اس ان کی داخلِ تحقیرِ میخانہ

دکھانا روشنی مسجد سمجھکر شیخ آتا ہے
شبِ تاریک میں چمکی ہے کیا تقدیرِ میخانہ

مرید باادب دیکھے تو ہم نے رند بھی دیکھے
اگر مرشد ہے دنیا میں کوئی تو پیر میخانہ

ہوئی اتنی ہی شہرت جتنی واعظ نے مذمت کی
زمانہ کی نظر میں بڑھ گئی توقیر میخانہ

پھسل کر حوض میں پڑنا کہاں کی چوٹ کھائی ہے
اسے کہتے ہیں دیکھ اے محتسب تعذیر میخانہ

نکالیگی نگاہِ نازِ ساقی خارِ حسرت کو
خلش دل کی مٹادیگی یہ نوکِ تیر میخانہ

بنی شیخِ حرم کیواسطے مسجد جو پہلو میں
خدا کی شان دگنی ہو گئی توقیرِ میخانہ

جو پھر وحشت کی لی دیوانگانِ دخترِ رز نے
بنیں گے طوقِ گردن حلقۂ زنجیرِ میخانہ

ترقی اور ہو کچھ زیب و زینت اور ہو جائے
لگادی جائے جنت میں اگر تصویر میخانہ

کرے گا دل کو روشن دستِ رنگیں سے ساقی کا
ہر اک انگلی ہے جس کی شمع پر تنویر میخانہ

یہ چسکا اور یہ نظارہ دونوں جان لیوا ہیں
شکار ہے جگر اپنا تو دل نخچیر میخانہ

ابھی گھر دل میں وہ مخمور آنکھیں کرتی جاتی ہیں
ابھی تکمیل کو پہنچی نہیں تعمیر میخانہ

بہار آئی وہاں کھینچی مئے گلرنگ ساقی نے
یہاں گلشن میں لہکر آگئی تاثیر میخانہ

وہ آیا ذکرِ مے لب پر وہ روزے میں پڑی کیفیت
وہ چھیڑی حضرتِ واعظ نے پھر تقریر میخانہ

دکھانی ہے کرامت شیخ جی کو بادہ خواروں کی
ہمیں اک چلتی پھرتی چاہیئے تصویر میخانہ

یہ سب جلوے انہیں کے ہیں یہی پہلو میں باقی ہیں
فروغ اب پیرِ میخانہ ہے طالب میرِ میخانہ

ابھی جام و سبو اٹھوا دیئے کیوں آپ نے **بیخود**
ابھی تو کھینچی ہے اور اک تصویرِ میخانہ

دلِ روشن ہے اپنا جامِ پر تنویرِ میخانہ
نظر آتی ہے اپنے عکس میں تصویرِ میخانہ

مقدر سے مرے وابستہ ہے تقدیرِ میخانہ
مری قسمت کے چکر سے بنی زنجیرِ میخانہ

یہی ہے شرحِ پیمانہ یہی تفسیرِ میخانہ
کہ لفظوں میں دکھا دوں کھینچ کر تصویرِ میخانہ

کبھی ہم جانِ میخانے کی تھے اے پیرِ میخانہ
رہے گی جان بن کر ہم میں اب تصویرِ میخانہ

رخِ روشن سے ساقی نے کیا مدہوش لاکھوں کو
یہ کیسی برقِ عالم سوز تھی تنویرِ میخانہ

فرشتے آدمی کی شکل میں ہم نے یہیں دیکھے
غضب کی چیز ہے دنیا میں فیضِ پیرِ میخانہ

یہاں ایسا مریضِ دلِ شکستہ کون آئے گا
کہ خاکِ پائے ساقی بن گئی اکسیرِ میخانہ

رہائی محتسب نے پائی شاید قیدِ ہستی سے
کھلی دیکھی ہے ہم نے خواب میں زنجیرِ میخانہ

یہاں تک غور کی زاہد نے میخواروں کی حالت پر
نظر کے سامنے رہنے لگی تصویرِ میخانہ

برس جائیگی ہُن ساقی جو برسیں چار بوندیں بھی
گھٹا وہ گھر کر آئی کھل گئی تقدیرِ میخانہ

جگہ خالی ہے زاہد کے لئے بھی بزمِ رنداں میں
اگر تشریف لائیں تو بنا دیں میرِ میخانہ

ہوا ہے میکشوں سے جب کبھی واعظ کا کچھ جھگڑا
چلی ہے بن کے موجِ بوئے مے شمشیرِ میخانہ

سبب کیا حضرتِ زاہد جو آنکھیں بند رکھتے ہیں
ادائے بیخودی تو خاص ہے جاگیرِ میخانہ

جہاں راہِ سلوک اک جام پیکر اُن نے طے کر لی
پہنچ جاتا ہے سیدھا خلد میں رہگیرِ میخانہ

مغاں دفتر میں لکھے نام پھر جنت ہی مٹھی میں
مقدر کا لکھا بن جائے گی تحریرِ میخانہ

نشانہ ہے قضا کا اس کا چلنا ناز و تمکیں سے
قدِ دلدوزِ ساقی بن گیا ہے تیرِ میخانہ

اسی حسرت میں مٹ جائیں تو کیا مٹ جائیگی حسرت
رہیگی خاک کو بھی حسرتِ تعمیرِ میخانہ

وہ عالم کا تماشا کیا اسی مے کے کرشمے تھے
وہ کیا تھا ساغرِ جم میں بھی تصویرِ میخانہ

جلاتا ہے وہ دل یہ آگ پانی میں لگاتا ہے
یہی ظالم ہیں وہ پیرِ فلک یا پیرِ میخانہ

بھلا یہ حوضِ کوثر اور **بیخود** کوئی نسبت تھی
کہاں پہنچی ہے لیکر خاکِ دامن گیرِ میخانہ

کوئی چل جاتا ہے جب تیر نظر تیر کے ساتھ
خود تڑپ جاتا ہے صیاد بھی نخچیر کے ساتھ

دل کا سودا نہیں کرنا مجھے تحقیر کے ساتھ
جان حاضر ہے اگر بیچئے توقیر کے ساتھ

بدمزاجی بھی بڑی ہے زلف گرہ گیر کے ساتھ
ضبطِ فرہاد کی بھی قید ہے زنجیر کے ساتھ

میری صورت سے ہوئے عشق کے ظاہر آثار
کھنچ گئی آہ بھی شب مری تصویر کے ساتھ

زخم کو دیکھ کے ڈرتے ہو جو منہ پھیر لیا
کچھ اشارہ بھی تو چلتے رہیں شمشیر کے ساتھ

چشمِ سفاک سے بچنا دلِ مشتاق ذرا
اک بلا اور بھی ہے زلفِ گرہ گیر کے ساتھ

کچھ بناتے بھی ہیں کچھ دل سے طلبگار بھی ہیں
شوخیٔ طبع بھی ہے شوخیٔ تقریر کے ساتھ

کبھی قسمت کی شکایت کبھی رونا دل کا
رات بھر رہتی ہیں باتیں تری تصویر کے ساتھ

جس میں کوشش ہو سوا کام بگڑتا ہے وہی
دشمنی ہے مری تقدیر کو تدبیر کے ساتھ

گالیاں دیتے ہو کیوں پھر تو تم بوسۂ لب
ہم کو لینا نہیں منظور یہ تحقیر کے ساتھ

میں مسلمان ہوں اس کا بھی ذرا دھیان رہے
میری گردن پہ چھری پھیرئے تکبیر کے ساتھ

تیغ بھاری نظر آتی ہے کمر ہے پتلی
آ نہ جانا کہیں تم جھوک میں شمشیر کے ساتھ

آنکھ بھی مجھ سے لڑی سخت زبانی بھی ہوئی
ایک برچھی بھی کلیجے میں لگی تیر کے ساتھ

آہِ مظلوم میں تاثیر نہ ہو کیا معنے
آسماں کو بھی ہے گردش مری تقدیر کے ساتھ

صبر کیجے ابھی بیخود نہیں پچتائیے گا
عشق میں کام بنا کرتے ہیں صبر کے ساتھ

سینے سے دل نکل آیا تری پیکاں کے ساتھ
صاحب خانہ بھی رخصت ہوا مہمان کے ساتھ

ہے ترے وصل کا ارمان مری جان کے ساتھ
جان بھی تن سے نکل جائیگی ارمان کے ساتھ

منہ چھپائے ہوئے جاتا تھا کہیں رات کو میں
ہو لیا وہ بت کافر مجھے پہچان کے ساتھ

شوق سا شوق شب وصل بھرا ہے دل میں
میرے ارمان نکلتے ہیں کس ارمان کے ساتھ

دم نکل جائے تو ہم قول سے پھرتے ہیں کہیں
کہدیا منہ سے جو کچھ بھی وہ ہے جان کے ساتھ

میں یہ ایمان سے کہتا ہوں کہ عاشق ہوں ترا
قبر میں جائیگا ایمان ہی انسان کے ساتھ

خواب میں آنے کے وعدے پہ وہ فرماتے ہیں
شرط یہ ہے کہ ہم آئیں گے نگہبان کے ساتھ

میں کہاں اور عذاب غم الفت کیسا
کیا کیا ہائے مرے دل نے مری جان کے ساتھ

ہونٹ ہلتے ہوئے ماتھے پہ شکن ہاتھ میں تیغ
قتل کو میرے وہ آتے ہیں عجب شان کے ساتھ

چاک کرتے ہو مری ضد پہ گریبان رقیب
دل بھی پھٹ جائے تو ہے لطف گریبان کے ساتھ

مجھکو ڈر ہے کہیں بدنام نہ کردے دشمن
آپ پھرتے تو ہیں دن رات نگہبان کے ساتھ

کیوں الجھتے ہو ہر اک بات پہ بیخود اس سے
تم بھی نادان بنے جاتے ہو نادان کے ساتھ

ردیف یائے تحتانی

یونہیں ایک ایک کے وصل میں سال ہزار آئے
پھر اگر ہے یہ تو دیکھا ایک کو ٹالا تو چار آئے

جوانی کا وہ عالم جس پہ دل بے اختیار آئے
وہ صورت پیاری پیاری بھولی بھولی جس کو پیار آئے

قیامت ہے جو ایسے پر دلِ امیدوار آئے
جسے وعدے سے نفرت ہو جسے ملنے سے عار آئے

مری بیتابیاں چھا جائیں یارب اُنکی تمکیں پر
تڑپتا دیکھ لوں آنکھوں سے جب مجھکو قرار آئے

ہمارا فرض تہا سر کو تہِ شمشیر رکھہ دینا
قضا کو کیا کریں ہم بوجھہ گردن کا اُتار آئے

جفا و ظلم سے وہ ہوں پشیماں اُنکے دشمن ہوں
ترے دہوکے میں ہم کیا کیا نگاہِ شرمسار لائے

مرا دل مجھکو واپس دیجے سب کچھ مینے بھر پایا
قسم لے لیجئے مجھسے پھر اگر یہ جانہار آئے

نگاہوں میں اشارے ہوں اشاروں میں ہوں مطلب
اُدہر تمکو حیا آئے ادہر کچھ ہم کو پیار آئے

خدا جانے کہ کیا گذری خدا جانے کہ کیا بیتی
جناب شیخ کعبے سے نہایت شرمسار آئے

نگاہِ ناز خنجر تھی چھری تھی تیر تہی کیا تھی
نکل کر جو تری محفل سے آئے دلفگار آئے

قیامت کا تو وعدہ اُس پہ یہ مضموں قیامت کا
یہ ممکن ہی نہیں کمبخت تجھکو اعتبار آئے

مٹا دوں اپنی ہستی خاک کر دوں اپنے آپے کو
مری باتوں سے گر دشمن کے بھی دل میں غبار آئے

گذرلی جو قیامت دل پر اُس کا ذکر تو چھوڑو
تمہاری اب خوشی کیا ہے نہ آئے یا قرار آئے

کہیں کیا تم سے ہم اے اہلِ محشر ماجرا اپنا
مصیبت تہی کہ راحت جس طرح گذری گذار آئے

اجازت مانگتی ہے دخترِ رز محفل میں آنیکی
مزا ہو شیخ صاحب کہہ اُٹھیں بے اختیار آئے

وفا کے عہد و پیماں پر قسم مجھ سے نہ کہلواؤ
کہیں ایسا نہ ہو میری قسم کا اعتبار آئے

نہ مندر میں نشاں اُسکا نہ مسجد میں پتا اُس کا
یہاں بھی ڈہونڈ آئے ہم وہاں بھی ہم پکار آئے

خدا جانے کہ وہ بیخود سے اتنے بدگماں کیوں ہیں
کہ ہر جلسے میں فرماتے ہیں دیکھو ہوشیار آئے

بل بھی چتون پر ہنسی کے ساتھ ہے
بانکپن کس سادگی کے ساتھ ہے

نبض کو جنبش کمی کے ساتھ ہے
موت کا کھٹکا غشی کے ساتھ ہے

تم رُلا کر کیوں ہنساتے ہو مجھے
دل میں کاوش گدگدی کے ساتھ ہے

داغِ اُلفت سے بہلتا ہے جی
دل لگی دل کی لگی کے ساتھ ہے

اک زمانہ بن گیا اپنا رقیب
یاد اُس کی ہر کسی کے ساتھ ہے

کچھ لگاوٹ بھی ہے چشمِ فتنہ میں
کچھ رکھائی بھی ہنسی کے ساتھ ہے

تیر و خنجر اُن سے تنہا نکلے کب
دل کسی کے دم کسی کے ساتھ ہے

کاٹتے ہیں تیر خنجر سے گلا
دوستی بھی دشمنی کے ساتھ ہے

زالِ دنیا بھی ہے عالم آشنا
اک لگاوٹ ہر کسی کے ساتھ ہے

کیوں ہا پریشاں ہو پریشانی سے زلف
دل مرا بگڑی بنی کے ساتھ ہے

کہتے ہیں بلبل کو ہر جائی سب یہ
عشق اس کو ہر کلی کے ساتھ ہے

نعش میری قبر میں تنہا نہیں
اک ہجوم بیکسی کے ساتھ ہے

مسکرا کر پونچھ لیتے ہیں وہ اشک
میرا ماتم کس خوشی کے ساتھ ہے

ہم تری حوروں کو واعظ کیا کریں
عشق ہم کو اک پری کے ساتھ ہے

موت سے کوئی جگہ خالی نہیں
ہر جگہ یہ آدمی کے ساتھ ہے

آکے وعدے پر بگڑ بیٹھے ہیں وہ
رنج وابستہ خوشی کے ساتھ ہے

صاف باطن جان لیتے ہیں جسے
فتنہ پردازی اسی کے ساتھ ہے

مر گیا **بیخود** تو کیا اس کا ملال
موت تو آخر سبھی کے ساتھ ہے

حصر کعبے پہ کیا ہے دیر سہی
حج کا موسم نہیں تو سیر سہی

جو نہ کرنی تھیں التجائیں کیں
اب بھی آزردہ ہیں تو خیر سہی

کس کی شامت جو تم کو جھٹلائے
بیر ہے مجھکو تم سے بیر سہی

دل ملاتا ہوں دل سے اُس بت کے
ایک کعبہ تو ایک دیر سہی

ایسے نادان سے گلا کیسا
غیر سمجھا اب مجھے وہ غیر سہی

ہم سے ظاہر ہیں تو بلا سے کہئے
غیر کی یاد دل میں خیر سہی

شبِ غم کس سے دل کو بہلاؤں
کوئی اپنا نہیں تو غیر سہی

ساتھ ہو لیجئے میری میت کے
مفت کی یہ بھی ایک سیر سہی

چلیے بیخود کوے کے مہرولی
سیر میں یہ بھی ایک سیر سہی

یہ کس پہ غصہ ہے بہر خدا کے لئے
بتاؤ کس نے خفا کر دیا خدا کے لئے

مچل گیا دلِ شیدا تو پھر قیامت ہے
نہ مسکرا کے کہیں دیکھنا خدا کے لئے

جو بولے اُن سے کوئی دوسرا تو لڑتے ہیں
اُٹھے فرنج یہ کس سے بھلا خدا کے لئے

گذر گئی جو مصیبت گذر گئی ظالم
نہ پوچھ مجھ سے مرا ماجرا خدا کے لئے

یہ ہر گھڑی کا بگڑنا یہ ہر گھڑی کا ملال
کہو تو کچھ تمہیں کیا ہو گیا خدا کے لئے

یہی ہے غصہ تو ہم التجا سے باز آئے
کریں نہ آپ ہمارا کہا خدا کے لئے

سنائیے ہیں قصہ ہماری اُلفت کا
نہ کہیئے حال کسی اور کا خدا کے لئے

تمہیں کو مانگیں گے ہم تو خدا سے محشر میں
وہاں تو عذر نہ کرنا ذرا خدا کے لئے

کچھ اور کام نہیں ہم کو اُن سوا قاصد
چلے وہ آہیں ذرا کی ذرا خدا کے لئے

وہ کہہ رہے ہیں قیامت میں اپنے بیخود سے
رہے خیال ہمارا ذرا خدا کے لئے

تھے خفا پہلے ہی میرے نام سے
چڑ گئے وہ اور بھی پیغام سے

صبح تک تڑپا کئے ہم شام سے
وہ وہاں سوتے رہے آرام سے

ہو شبِ فرقت بسر آرام سے
موت آ جائے الٰہی شام سے

ہجر میں کچھ غم غلط ہوتا رہے
پھوڑئے دل کے پھپھولے جام سے

ہو گئی مقبول اس کو کیا کروں
جو دعا مانگی بتوں کے نام سے

خیر سے گذرے کہیں وعدے کی شب
اُن کو غصہ آ رہا ہے شام سے

قبر میں بھی ہے خیالِ زلفِ یار
جان دیکر بھی نہ چھوٹے دام سے

رو دیئے میری مصیبت سُنکے وہ
دن پھرے ہیں گردشِ ایام سے

آرزوئے وصل اے دل خیر ہے
باز آ تو اس خیالِ خام سے

ہم سکھاتے کام دل کو عشق کا
ڈر یہ ہے جاتا رہیگا کام سے

شعر کب ہوتا ہی بے تائیدِ غیب
شاعری بھی کم نہیں الہام سے

یہ معمہ آج بیخود سے کھلا
ہوش گم ہوتے ہیں میرے نام سے

آئینے سے جو کبھی اس کو حجاب آتا ہے
عکسِ رخ ڈال کے چہرہ پہ نقاب آتا ہے

صبر آتا ہے جدائی میں نہ خواب آتا ہے
رات آتی ہے الٰہی کہ عذاب آتا ہے

شوخیاں عہدِ جوانی کی قیامت ہونگی
حشر ڈھانے کیلئے ان کا شباب آتا ہے

اس کو نفرت کہوں شوخی کہوں یا شرم کہوں
میری تصویر سے بھی اُن کو حجاب آتا ہے

بیقراری دلِ بیتاب کی خالی تو نہیں
یا وہ خود آتے ہیں یا خط کا جواب آتا ہے

سچ تو یہ ہے کہ بُری شے ہے محبت اُسکی
جان کھونے کو دل خانہ خراب آتا ہے

چارہ گر عشق کی ایذا میں ہی راحت ہم کو
درد ہوتا ہے جو پہلو میں تو خواب آتا ہے

مجھ سے پوچھے جو کوئی کون ہی قاتل تو کہوں
وہ تبسم جو دمِ قہر و عتاب آتا ہے

چاہنے والے سے یکتائی کا دعویٰ کیسا
دلِ بیتاب کو شوخی کا جواب آتا ہے

منہ میں واعظ کے بھی بھر آتا ہی پانی اکثر
جب کبھی تذکرۂ جام و شراب آتا ہے

کس قیامت کی یہ آمد ہے خدا خیر کرے
فتنۂ محشر بھی ہمراہِ رکاب آتا ہے

رند مشرب کوئی **بیخود** سا نہ ہوگا واللہ
پی کے مسجد ہی میں یہ خانہ خراب آتا ہے

میرے بلائے سے تو قضا بھی نہ آئیگی
ہرچند میں کہوں اسے آ بھی۔ نہ آئیگی

صیاد کے ہوں جال میں کیسی ہوائے گل
مجھ تک تو اب چمن کی ہوا بھی نہ آئیگی

خلوت میں اور مجھ سے ملاقات جھوٹ ہی
کہاؤ تو تم قسم کہ حیا بھی نہ آئیگی

جانے نہ پائیے پھیر کے لاوی فغاں اُسے
مشکل کے وقت کام ذرا بھی نہ آئیگی

بت بن کے آپ بیٹھ گئے بزمِ ناز میں
یہ تمکنت رہی تو ادا بھی نہ آئیگی

پوچھا تھا اب کب آؤگے تم وہ کہہ کے چلدیئے
چل ہٹ پرے ہماری بلا بھی نہ آئیگی

کرتا ہوں جب میں آہ تو کہتا ہی دل مرا
کیا عرش کو یہ جا کے ہلا بھی نہ آئیگی

ہم اُن کے بھولپن سے بہت دلمیں شاد ہیں
آئی نہ جب وفا تو جفا بھی نہ آئیگی

وہ ہولیا وہیں کا جو اس تک پہنچ گیا
پھر کر تو اب وہاں سے صبا بھی نہ آئیگی

وہ مجھ سے کہہ رہے ہیں کہ جنت ہی اپنا گھر
دشمن کو موت تم نے سنا بھی نہ آئیگی

چتون نہ سر پر شوخ نظر چلبلا مزاج
خالی تو شوخیوں سے حیا بھی نہ آئیگی

وہ شوخ بیوفا ہے تو کیا اے وفا ہمیں
لیجا کے اُس گلی میں منا بھی نہ آئیگی

یہ کہہ کے اور اُس نے جلایا جفا کے بعد
تاثیر تیری آہ میں جا بھی نہ آئیگی

بیخود کی خامشی سے اُنہیں یہ یقین ہے
فریاد لب پہ روزِ جزا بھی نہ آئیگی

تیرہ بختوں میں کہاں زر و ساماں ہمسے
کھنچ کے ملتا ہے ترا سایۂ ایواں ہمسے

خواب میں خو گیا ہو کوئی جیسے ایسے
آج کچھ کہتے ہیں اُس شوخ کے ارماں ہمسے

بوجھ سے دستِ تسلی کے دبے جاتے ہیں
ناتواں وہ ہیں کہ اُٹھتے نہیں احساں ہمسے

جب یہ غصہ ہے تو پھر کس کی شکایت کیسی
کھلنے دیگی نہ اسے رنجشِ پنہاں ہمسے

بیوفاؤں سے ہے آباد زمانہ سارا
اک فقط تو نے نباہی شبِ ہجراں ہمسے

چشمِ سفاک ہے لڑنے کے لئے پھر تیار
پھر اُلجھتی ہے تری زلفِ پریشاں ہمسے

بس بس اے دستِ جنوں ستم آرائی کب تک
بسکہ دامن میں چھپا چاکِ گریباں ہمسے

چرخ سا دشمنِ عشاق مقدر سا عدو
اور پھر عہد شکن آپ سا ناداں ہمسے

غیر کے عشق میں ایسا نہ ہو اُڑ جائے ہنسی
کام آجائیگا لے لیجئے ارماں ہمسے

یہ لگاوٹ کی ادائیں ہیں نزاکت کیسی
ہمسے چلتا ہے ترا خنجرِ بُرّاں ہمسے

کبھی پہلو میں خلش ہے کبھی دل میں کاوش
شوخیاں کرتے ہیں کیا کیا ترے پیکاں ہمسے

عیش و راحت کے طلبگار بہت ہوتے ہیں
کم نکلتے ہیں غم و رنج کے خواہاں ہمسے

غیر کے منہ پہ خوشامد کی نہ لیجئے اتنی
آپ نے شکوہ کیا آپکے ہاں ہاں ہمسے

چاہنے والوں سے یہ شرم یہ پردہ یہ حیا
دل میں پوشیدہ رہے آپکے ارماں ہمسے

وصل میں ہمنے جو زلفوں کی بلائیں لی تھیں
مانگ لے اپنے لئے لے شبِ ہجراں ہمسے

پھرتے آنکھوں میں ہیں پھرتے ہیں مگر پوشیدہ
رہتے دلمیں ہیں مگر رہتے ہیں پنہاں ہمسے

کردیا عشقِ صنم نے ہمیں کافر بیخود
ورنہ ہم کعبے میں بھی ملتے نہ مسلماں ہم سے

ایسی کیا گوں ہی جو دل پھر کے جفا دے کوئی
سیدھے منہ بات بھی کی ہو تو بتا دے کوئی

خوبیاں ظلم میں کب تیغ بتا دے کوئی
جان پر کھیلنے والے کو دعا دے کوئی

شورِ محشر نہ سہی فتنۂ رفتار سہی
میری سوتی ہوئی قسمت کو جگا دے کوئی

تیر برسانے لگیں بوسۂ لب پر آنکھیں
ہم سے تقصیر کسی کی ہو سزا دے کوئی

صاف انکار میں ہے حُسنِ طلب کا پہلو
یعنی اب اور بھی کچھ دل کے بہلاوے کوئی

مرنے والوں کا وہ کہتے ہیں بھروسہ کیا ہے
کہیں ایسا نہ ہو کمبخت دغا دے کوئی

ساتھ ہی شکوۂ بیجا کے یہ ارشاد بھی ہے
میں نے کچھ جھوٹ کہا ہو تو بتا دے کوئی

پڑ گیا ہے بہت اے دل تجھے اُلفت کا مزا
لطف تو جب ہے مزا تجھکو چکھا دے کوئی

شبہ ہوتا ہے کہ دل ہم نے کہیں کھویا ہے
یاد آجائے اگر کچھ بھی بتا دے کوئی

لے تو چلتا ہوں تجھے پاس مغاں کے زاہد
اس کا ذمہ نہیں کرتا جو پلا دے کوئی

آج تک جس سے ملا رنج ملا داغ ملا
دیکھئے کل کی ملاقات میں کیا دے کوئی

غیر کے عشق کی شہرت کہیں مٹ سکتی ہے
یہ بھی کیا نقشِ قدم ہے کہ مٹا دے کوئی

آبداری تری شمشیر کی یہ کہتی ہے
پانی پی پی کے مرے دم کو دعا دے کوئی

دیکھئے مرتے ہیں ہم آپ بہت کہتے تھے
جان جاتی ہوئی آنکھوں کو دکھا دے کوئی

آنکھ کو جلوے کے آثار نظر آتے ہیں
یہی شوخی ہے تو پردے کو اُٹھا دے کوئی

میں جو کہتا ہوں مجھے قول وفا کا دیجے
کہتے ہیں وہ مری دیتی ہے بلا دے کوئی

پھر کسی شوخ کا دم بھرنے لگے ہیں بیخود
کہیں ایسا نہ ہو پھر دم پہ بنا دے کوئی

کیں منتیں جو ہم نے یہ اُس کا جواب ہے
کہتے ہو ہٹ پرے ابھی کیا اضطراب ہے

عاشق کی ہر لباس میں مٹی خراب ہے
آئینہ دل کا صورتِ چشمِ پُر آب ہے

وہ شوخ سر سے تا بہ قدم لاجواب ہے
یادش بخیر ہائے غضب کا شباب ہے

کی اُس نے ہم سے بات مگر کچھ ڈھکی ہوئی
پردے میں بھی اُسے ابھی اتنا حجاب ہے

یہ وہ نہیں کہ جس کو مصیبت مٹائیگی
کیا داغِ آرزو بھی ہمارا شباب ہے

بے پردہ سامنے ہو تو کھل جائے میرا حال
اُلفت کی پردہ پوش تمہاری نقاب ہے

اچھا کیا جو آپ نے دل کو مٹا دیا
مٹنے کا اُس کے غم کسلئے بے حساب ہے

تقدیر میں کہاں جو کریں آرزوئے وصل
بے وجہ بے سبب تمہیں یہ اجتناب ہے

رہتی ہے ہر گھڑی تری تصویر سامنے
میرا خیال بھی تو زلیخا کا خواب ہے

موسیٰ کو کوہِ طور پہ تھی آرزوئے دید
سمجھے نہ تھے کہ برقِ تجلی نقاب ہے

اے دل خیال خام ہے امیدِ صبحِ وصل
رخصت شبِ فراق سے پہلے شباب ہے

برچھی چبھی ہے سینے میں نیچی نگاہ کی
آنکھوں سے بھی تو شوخ تمہارا حجاب ہے

پیغامبر کو وعدہ کی شب یہ ملا جواب
کہہ دینا اُن سے آج طبیعت خراب ہے

یہ گھر بھی آپ کا ہے کسی غیر کا نہیں
دم لیجے بیٹھئے ابھی کیا اضطراب ہے

بیٹھا ہے سر جھکائے ہوئے اُن کی بزم میں
کس دُھن میں آج بیخود خانہ خراب ہے

ہرگز نہ تھی اُمید یہ تقدیر سے مجھے
یوں چھین لے گی موت ترے تیر سے مجھے

سچ ہے وفا شعار کہاں ہوتے ہیں حسیں
تم مل گئے ہو اک مری تقدیر سے مجھے

بھیجا ہے عطر فتنے میں کاغذ بسا ہوا
آتی ہے بو وفا کی تحریر سے مجھے

کی تم نے دوست بن کے مری ساتھ دشمنی — اب کچھ گلا نہیں فلک پیر سے مجھے

عاشق تہا میں تو زلف گرہ گیر کا تری — کرنا تہا قتل باندھ کے زنجیر سے مجھے

دل میں کھٹک ہی سے رقابت رقیب کی — یہ پھانس کم نہیں ہے ترے تیر سے مجھے

اے چارہ گر یہ درد تو جائیگا دم کے ساتھ — آرام ہو چکا تری تدبیر سے مجھے

کیوں انکار حشر میں ہوا اپنا رازِ دل — لینی ہے خامشی تری تصویر سے مجھے

تم کو خبر ہے دل ہے مرا کس کی قید میں — ہے اُنس کس کی زلف گرہ گیر سے مجھے

اس سے بہل رہا ہے دلِ دردمند کچھ — نالہ بھی کم نہیں ہے مزامیر سے مجھے

مانگا جواب عرضِ تمنا تو یہ کہا — ہوتا ہے دردِ سر تری تقریر سے مجھے

پہلو میں دل ہو دل میں کسی کا خیال ہو — درکار اور کچھ نہیں تقدیر سے مجھے

کچھ اور آفتیں ابھی آنی ہیں ہجر میں — ثابت ہوا یہ موت کی تاخیر سے مجھے

بوسے کے ڈر سے اُس نے مرے ہونٹ سی دیے — پہلے سزا ملی مری تقصیر سے مجھے

تدبیر وصلِ یار تو بیہودہ عبث ہوئی
آئندہ کچھ امید ہے تقدیر سے مجھے

غزل نعتیہ

جب نظر خواب میں وہ چہرۂ انور آئے — میری آنکھوں میں ادب سے دلِ مضطر آئے

آنکھ کہتی ہے نظر روضۂ انور آئے — دل کی خواہش ہے کہ وہ سینے کے اندر آئے

میں تو کیا ایک خدائی ہے تمہاری عاشق — اُس کی قسمت جسے دیدار میسر آئے

آپ کی زلف کہاں اور شبِ قدر کہاں
منہ تو یہ چشمۂ خورشید میں دھو کر آئے

مرحبا طالعِ بیدار خوشا بختِ سعید
دھوم ہے حشر میں وہ شافعِ محشر آئے

یاد تازہ رہے ہر وقت نبی کی یارب
دردِ فرقت میں مجھے چین نہ دم بھر آئے

کبھی اچھے نہ ہوں بیمارِ غمِ عشقِ رسولؐ
گر کہیں حضرتِ عیسےٰ بھی نہ باور آئے

دل میں بس جائے اگر گیسوئے احمد کا خیال
سانس بھی آئے تو خوشبوئے معطر آئے

عشقِ احمد میں ہی ہر عضو کو ہر عضو سے رشک
دل تڑپ جائے اگر نام زباں پر آئے

پاؤں توڑے ہیں رہِ عشقِ نبی میں برسوں
موت آئی نہ کبھی خضر تو اکثر آئے

راہ میں نکہتِ گیسو نہ اڑائے کوئی
اُن کے روضہ سے صبا آنکھ بچا کر آئے

ق

پیشوائی کے لئے جمع تھے انصارِ نبیؐ
جب مدینے کی طرف شافعِ محشر آئے

اُٹھ چکے وہی گردِ سواری نے خبر آمد کی
شور تھا اہلِ زیارت میں مقرر آئے

گرم رو ہوں قدِ بے سایہ کا عاشق ہوں میں
سایہ جل جائے اگر میرے برابر آئے

بزمِ میلاد ہے یا بزمِ سخن ہے **بیخود**
ہر طرف دھوم ہے مدّاحِ پیمبر آئے

یہ چپکے چپکے اپنے آپ ہی گفتار کیسی ہے
یہ اپنے عکس سے آئینے میں تکرار کیسی ہے

مرا دل چھین لینے کے لئے تیار کیسی ہے
نگاہِ یار بدمستی میں بھی ہشیار کیسی ہے

کرم میں بدگمانی آپ کو سرکار کیسی ہے
دلِ بیمار کی پرسش یہ سو سو بار کیسی ہے

فریب و مکر ہے یا اُن کو دشمن مجھ پہ مرتے ہیں
الٰہی خیر یہ حسرت بھری گفتار کیسی ہے

بہت سی قسم کے دل ہاں بہت سی دل کی قسمیں ہیں
ہمیں معلوم کیا تم کو یہ شئی درکار کیسی ہے

سوالِ وصل پر نیچی نظر اقرار ہے گویا
حیا ان فتنہ گر آنکھوں کی ظاہر دار کیسی ہے

قیامت کو بھی ہم نے تو یہی کہتے سنا اکثر
خدا جانے تری اے فتنہ گر رفتار کیسی ہی

غضب کا حسن آفت کی ادائیں قیامت کی
خدا جانے تری ای فتنہ گر رفتار کیسی ہی

نہیں اک بات ہی لیکن نہیں اک بات ہی ایسی
تجھے ہر بات پر آساں مجھے دشوار کیسی ہی

غنیمت ہے کہ وہ ذکرِ وفا پر یہ تو کہتے ہیں
اسے ہم سیکھ تو لیتے مگر دشوار کیسی ہی

ہماری طرح کیا تو بھی ہی عاشق اس پری رو کا
تجھے یہ بیقراری سایۂ دیوار کیسی ہی

قیامت کیا بتائیگی نظر آتی کہاں اس کی
مرے دل سے کوئی پوچھے تری رفتار کیسی ہی

تغافل کا گلا ہے حضرتِ دل یہ نہیں کہتے
نگاہِ یار مستِ بادۂ پندار کیسی ہی

کہا موسیٰ سے ہنس کر طور پر برقِ تجلی نے
ابھی سے بیخودی یہ طالبِ دیدار کیسی ہی

جب آنکھیں چار ہوتی ہیں بدل جاتا ہی رنگ ان کا
تری تصویر میری شکل سے بیزار کیسی ہی

انہیں دشمن کا ڈر تھا رات بھر کہتے رہے مجھ سے
یہ آہٹ دیکھنا اٹھکر پسِ دیوار کیسی ہی

لہو رویا ہے بیخود یا اڑایا ہے کوئی ساغر
یہ سرخی تیری آنکھوں میں جگر افگار کیسی ہی

وصال و ہجر کیسا دل تپاں یوں بھی ہی اور یوں بھی
محبت میں مگر نقصانِ جاں یوں بھی ہی اور یوں بھی

جفا بھی ہی وفا بھی امتحاں یوں بھی ہی اور یوں بھی
مری جانب ہی کچھ وہم و گماں یوں بھی ہی اور یوں بھی

لگی کیوں اپنا لبی جلتی کروں فریاد و زاری میں
کہ آخر تو مخالف آسماں یوں بھی ہی اور یوں بھی

کرم ہو لطف ہو غصہ ہو یا چین بر جبیں کچھ ہو
مگر اندازِ اس گل کا دلستاں یوں بھی ہی اور یوں بھی

کبھی کہتا ہے آتے ہیں کبھی یہ ہی بلاتے ہیں
تماشا ہی کہ قاصد کا بیاں یوں بھی ہی اور یوں بھی

ادھر ناقے کی شوخی ہے ادھر لیلیٰ کی بیتابی
پریشاں مضطرب کچھ سارباں یوں بھی ہی اور یوں بھی

محبت کا سناؤں یا عداوت کا بیاں تم کو
سنوگے کس طرح یہ داستاں یوں بھی ہی اور یوں بھی

نظر سیدھی ہوئی تو اسکی مژگاں نے چڑہائی کی
یہ سینہ تودۂ تیر و سناں یعنی بھی ہے اور یوں بھی

فغاں ہو آہ ہو یا ضبطِ غم ضبطِ محبت ہا ہو
خفا مجھ سے مگر وہ بدگماں یعنی بھی ہے اور یوں بھی

نہ وعدے سے اسے تسکیں نہ اس کو کارگر تلقیں
یہ دل کمبخت سرگرمِ فغاں یوں بھی ہے اور یوں بھی

ستم کی طرح بیخود لطف سے بھی ان کے ڈرتا ہوں
مرے لب پر تو شورِ الاماں یوں بھی ہے اور یوں بھی

نگاہِ ناز میں شوخی ہوئی ایزاد یہ کیسی
شرارت پردے پردے میں ستم ایجاد یہ کیسی

کرم میں ظلم کیسا لطف میں بیداد یہ کیسی
نرالی رسمِ الفت اے ستم ایجاد یہ کیسی

وہ آئے عید آئی اب یہ کیوں فریاد و زاری ہے
خوشی میں بدشگونی اے دلِ ناشاد یہ کیسی

قلق ہے سر کے کٹنے کا نہ غم ہے اپنے مرنے کا
وفا کو ہم تو روتے ہیں ہوئی برباد یہ کیسی

ستم کی ایسی کیا جلدی ہے ٹھیرو دل تو آنے دو
ابھی دو چار دن دیکھو ابھی بیداد یہ کیسی

اجل آئی ہماری یا وہ کافر راہ پر آیا
ہمیں دشمن نے دی آکر مبارکباد یہ کیسی

خوشامد اُن کی کی تھی کچھ شکایت کی نہ تھی ہم نے
وہ باتوں میں بگڑ بیٹھے پڑی افتاد یہ کیسی

جفا سے تا نہ وہ بیٹھے مجھی پر آزماتے ہیں
مجھی سے پوچھتے ہیں پھر ہوئی ایجاد یہ کیسی

وہ ہم کو ہو بیٹھے ہیں ہم اُن کا کلمہ پڑھتے ہیں
الٰہی سہو یہ کیسا خدایا یاد یہ کیسی

خوشی ہے وصل کی ہم کو نہیں غم ہجرِ دشمن کا
اِدھر شادی اُدھر ماتم پڑی افتاد یہ کیسی

قیامت کی لگا دی شرط اُس ذکل کے وعدے پر
ذرا سی قید میں یارب بڑھی میعاد یہ کیسی

گرہ میں جب نہ تھا کچھ پھر دیا دل اُس کو کیوں بیخود
سخاوت مفلسی میں خانماں برباد یہ کیسی

نہ کھلنے دی زباں اُس بدگماں کی
رہی کچھ دل میں کچھ حسرت بیاں کی

بتاؤں مصلحت تم کو فغاں کی
دبی رہتی ہی کیفی آسماں کی

ہوئی تاثیر پہ ایسی فغاں کی
اُڑی ہیں دھجیاں کے پاسباں کی

مرا دل دیکھکر شوخی سے بولے
اُٹھا لائے ہو یا آفت کہاں کی

ستم ٹوٹا جو کچھ مطلب کی کہدی
غضب آیا اگر حسرت بیاں کی

تمہارے کان تک پہنچے نہ پہنچے
بھلا فریاد کیا مجھ ناتواں کی

گرانبارِ مصائب ہوں کچھ ایسا
جُھکی پڑتی ہی ٹہنی آشیاں کی

وہ غصے میں تری ترچھی نگاہیں
وہ لڑنیں ادائیں بانکی باں کی

شریکِ جور پھر کس کو کرو تم
اگر ہو جائے بدلی آسماں کی

کہا تھا ہم نے آؤ لیں بلائیں
جھجک کر پوچھتے ہیں وہ کہاں کی

بنائے لاکھ باتیں نامہ بر تو
کہیں چھپتی ہے بات اُنکی زباں کی

کئی دن سے کہاں تھے آپ ناصح
کوئی تازہ خبر کہئے وہاں کی

الٰہی ہاتھ ٹوٹیں باغباں کے
اُجاڑی کیسی بستی آشیاں کی

قیامت ہے بیانِ دردِ فرقت
بگڑ جاتی ہی حالت رازداں کی

عدو کا حال کچھ پوچھا تھا اُس نے
بیاں اک گھر کے ہم نے داستاں کی

چمن ہی کو لگادی آگ ہم نے
تباہی کون دیکھے آشیاں کی

ہوئے مدہوش اک ساغر میں **بیخود**
کرامت دیکھنا پیر مغاں کی

گذارش مُنہ ہی مُنہ میں کیا کروں دہرائی جاتی ہی
کہ وہ نیچی نظر کچھ خود بخود شرمائی جاتی ہی

عجب انداز سے تربت مری ٹھکرائی جاتی ہی
نظر میں قہر لب پر مسکراہٹ پائی جاتی ہی

ظاہر کی ڈھٹائی کو ڈھٹائی نہیں کہتے
وہ دل میں لئے جاتے ہیں کیا کیا مرے آگے

اللہ رے تغافل کہ وہ سن سنکے مرا حال
فرماتے ہیں یہ ذکر ہے کس کا مرے آگے

کس شوق سے کہتے ہیں مجھے قتل کرینگے
ہوتی ہے بیاں اپنی تمنا مرے آگے

پھر بھول گئے رسم وفا رسم محبت
پھر تم نے کیا غیر کا شکوا مرے آگے

تصویر تری بات ہی کرتی نہیں مجھ سے
یہ کھینچتی ہے اپنے کو کتنا مرے آگے

ناصح بھی مجھے عقل سے خالی نظر آیا
ہے ذکر محبت ہو شربا کا مرے آگے

دم بھرنے لگا سینے میں دل اور کسی کا
آیا یہ بڑا بول تمہارا مرے آگے

کہتا ہے تصور بھی یہ اُس زلف سیہ کا
کچھ مال نہیں ہے شب یلدا مرے آگے

ایسا ہی تو نادان ہے جو بات نہ سمجھے
بن جاتا ہے وہ جان کے بھولا مرے آگے

دیکھے ہوئے ہے چاہنے والوں کی نگاہیں
دشمن نہ کبھی دون کی لے گا مرے آگے

اتنی تو خبر ہے مجھے ساقی نے سر بزم
کچھ کان میں **بیخود** کے کہا تھا مرے آگے

اک مصیبت ہے عاشقی کیا ہے
مرنے والوں کی زندگی کیا ہے

اور ساقی پلا ابھی کیا ہے
تیری سرکار میں کمی کیا ہے

کم سنی میں یہ قہر کی باتیں
حشر ڈھاؤ گے تم ابھی کیا ہے

رنج و اندوہ و حسرت و حرماں
دل سلامت رہے کمی کیا ہے

عشق کو عمر خضر دینی تھی
چار دن کی یہ زندگی کیا ہے

کوئی کرتا ہے جب مری تعریف
سن کے کہتے ہیں وہ اجی کیا ہے

وہ دم نزع مجھ سے کہتے ہیں
ہوش میں آ یہ دل لگی کیا ہے

یہ ہمی ہم کو خبر نہیں اب تک | عیش کیا چیز ہے خوشی کیا ہے
رنگ لائیگی غیر کی اُلفت | دیکھیے گلا اسے ابھی کیا ہے
اب فقط اس سے ہے یہ تکرار | کوئی پوچھے تری خوشی کیا ہے
بولنی آگئی جسے اُردو | سامنے اُس کے فارسی کیا ہے

ہم بھی **بیخود** سے آج مل آئے
اک فرشتہ ہے آدمی کیا ہے

صفت ہو کب رقم تیری معین الدین اجمیری | حقیقت کیا بھلا میری معین الدین اجمیری
مرا سر ہو گلی تیری معین الدین اجمیری | ترا در ہو جبیں میری معین الدین اجمیری
مری تقدیر برگشتہ مری تدبیر لاحاصل | پھر اُس پر آرزو تیری معین الدین اجمیری
تری توصیف میں قاصر تری تعریف میں عاجز | قلم میرا زباں میری معین الدین اجمیری
ٹھکانا دین و دنیا میں نہیں میرا کہیں ہرگز | نگہ تو نے اگر پھیری معین الدین اجمیری
ثنائے حق ثنا تیری رضائے حق رضا تیری | ولائے حق ولا تیری معین الدین اجمیری
مے اُلفت کی ایسی چاٹ تو نے ڈالدی مجھکو | کہ اب ہوتی نہیں سیری معین الدین اجمیری
تری الفت سے سینے میں نہ دل خالی نہ میں خالی | یہ گویا جان ہے میری معین الدین اجمیری
یہاں بھی تو وہاں بھی تو ادھر تو ہے اُدھر تو ہے | فلک تیرا زمیں تیری معین الدین اجمیری
خدا کے فضل سے ساری مرادیں اُسکی بر آئیں | یہ چوکھٹ جس نے آگھیری معین الدین اجمیری
تصدق مہر و مہ روضہ پہ صبح و شام ہوتے ہیں | فلک پھرتا ہے چک پھیری معین الدین اجمیری
فلک نے کجروی کی ہے زمیں نے پیروی کی ہے | زمانے نے نظر پھیری معین الدین اجمیری
رہا اب دل میں کیا باقی نہ دم باقی نہ غم باقی | فقط اک یاد ہے تیری معین الدین اجمیری

جو تیرا جلوۂ دلکش قیامت تک کوئی دیکھے — نہ ہو دیدار سے سیری معین الدین اجمیری

جہاں میں ہوش ہوں تو ہو جہاں تو ہو وہاں میں ہوں — کہوں اپنی سنوں تیری معین الدین اجمیری

جو مسکن ہے عراقی کو مدفن ہو وہ اقدس — لقب ہو میرا اجمیری معین الدین اجمیری

تیرا بیخود ترا شیدا ترا عاشق ترا خادم
تجھی کو شرم ہے میری معین الدین اجمیری

جدھر دیکھو ادھر ایسی کسی نے — کہ پھیری ہے نظر ایسی کسی نے

بہت کچھ دیکھنے والوں نے دیکھا — نہیں دیکھی کمر ایسی کسی نے

ستمگر یوں تو ہو گذرے ہیں لاکھوں — جفا کی تھی مگر ایسی کسی نے

قیامت آگئی جاتے ہی ان کے — نہ دیکھی تھی سحر ایسی کسی نے

شب عشرت کا ماتم کر رہا ہوں — نکالی ہے کسر ایسی کسی نے

ہر اک کے دل کی ان سے پوچھ بیٹھے — کہاں پائی نظر ایسی کسی نے

بہت گھبرائے ناصح مجھ سے مل کر — نہ لی ہوگی خبر ایسی کسی نے

سنا دیجے سزائے جرم الفت — خطا کی پھر اگر ایسی کسی نے

شکایت کر کے خود نادم ہوا ہوں — گھڑی ہے سوچ کر ایسی کسی نے

وفاداری میں کامل ہیں تو ہم ہیں — نباہی عمر بھر ایسی کسی نے

حواس و ہوش کھو بیٹھے ہیں بیخود
سنا دی ہے خبر ایسی کسی نے

دیکھ کر دل مرا لئے ہی بنی — ان کو بھی آرزو کئے ہی بنی

ان کو عہد وفا کئے ہی بنی — وصل کی شب زباں دئے ہی بنی

خوف تھا اُن کی بدگمانی کا — حشر کے روز لب سئے ہی بنی

عشق میں پاسِ وضع نبھ نہ سکا — جو کہی اُس نے وہ سئے ہی بنی

اُس نے زندہ کیا مجھے آکر — چار و ناچار پھر جئے ہی بنی

دل کے لینے پہ جب وہ اڑ بیٹھے — دل تو دل جان بھی دئے ہی بنی

اُس نے شکوے کا جب کیا شکوہ — شرم سے سر فرو کئے ہی بنی

ہجر میں اُس کے مے نہ تھی ساقی — زہر کے گھونٹ تھے پئے ہی بنی

اپنی شوخی سے وہ بھی ہیں مجبور — چٹکیاں دل میں پھر لئے ہی بنی

دعوئے اتقا تھا بیخود کو — ہاتھ سے اُس کے مے پئے ہی بنی

کروں تعریف کیا اک آدمی کی — لطافت حور کی شوخی پری کی

کہوں میں کس سے اپنی بیکسی کی — کہ مجھ سے دوست نے بھی دشمنی کی

دعائیں مانگتے گذری ہے اُن کو — شبِ غم جان نہ بچ جائے کسی کی

الٰہی گل پہ کیا گذری چمن میں — کہ بگڑی شکل پھر اس نے کلی کی

لیا تھا دل تو اُس نے دوست بنکر — مری قسمت نے مجھ سے دشمنی کی

وہاں جاکر پھنسا ہے دل ہمارا — جہاں چلتی نہیں پیری کسی کی

جفا کب تک کروگے انسے پوچھوں — مگر وہ کب کہیں گے اپنے جی کی

چھڑایا آسماں نے مجھ سے تم کو — نکالی ہے کسر اس نے کبھی کی

ہوا ہے جلوہ فرما باغ میں کون — نظر آتی ہے رنگت گل کی پھیکی

ازل میں یہ ہوئی ہم سے بڑی چوک — بدل لینی تھی قسمت مدعی کی

ستمگر ہم کبھی تجھ پر نہ مرتے
اگر امید ہوتی زندگی کی

ادھر آؤ مرے پہلو میں بیٹھو
سناؤں اک خبر تم کو خوشی کی

چلی جاتی ہے آئینے کی حیرت
ابھی بہولا نہیں صورت کسی کی

فلک ہے یا کوئی آفت کا پتلا
یہ ساری فتنہ سازی ہے اسی کی

کہوں کیا حال اپنا تم سے **بیخود**
جدائی شاق ہے **ساجد علی** کی

وہ نظر آمادۂ بیکار ہو کر رہ گئی
موت آنے کے لئے تیار ہو کر رہ گئی

آنکھ اپنی آج کچھ خونبار ہو کر رہ گئی
اس کے کوچے کی زمیں گلزار ہو کر رہ گئی

بات کرنے کی تمنا ہی رہی ان سے ہمیں
لب جہاں کھولے زباں بیکار ہو کر رہ گئی

ہائے وہ نیچی نظر سے مسکرا کر دیکھنا
ایک برچھی تھی کہ دل کے پار ہو کر رہ گئی

اس کے کوچے میں قیامت نے اٹھایا سر جہاں
پائمالِ شوخیٔ رفتار ہو کر رہ گئی

آہِ سوزاں سے توقع تھی کہ پھونکے گی فلک
یہ قلم افسوس آتشبار ہو کر رہ گئی

کچھ طرح رندوں نے دی کچھ محتسب بھی دب گیا
چھیڑ آپس میں سرِ بازار ہو کر رہ گئی

غیر کے گھر تک شبِ دیجور کی جائے بلا
یہ تو میرے ہی گلے کا ہار ہو کر رہ گئی

ہاتھ دامن تک نہ پہنچا تھا کہ وہ چمپت ہوئے
خواب میں قسمت مری بیدار ہو کر رہ گئی

وصل کی دیکر زباں دل میں بگڑ بیٹھا وہ شوخ
دارویٔ دردِ دلِ بیمار ہو کر رہ گئی

غیر نے جادو کیا اس کی نگاہِ قہر پر
برق بنکر رک گئی تلوار ہو کر رہ گئی

جب کسی ظالم کا **بیخود** ذکر سن پایا کبھی
دل میں پیدا خواہشِ آزار ہو کر رہ گئی

ضبطِ غم بھی ہے شریکِ آلام کے
آہ کرتا ہوں کلیجہ تھام کے

ولولے روکے دلِ خود کام کے
ہم نے اس شیشہ کو رکھا خم کے

نزع میں خصوصت ہوا آزارِ عشق
دن اب آئے ہیں مرے آرام کے

میکشو جانے کو ہے فصلِ بہار
چار دن ہیں دور دورے جام کے

ہم کو اسکی بھی نہیں اُن سے اُمید
صبح آجائیں جو بھولے شام کے

اِس میں تیری یاد اُس میں تیرا درد
دل جگر دونوں ہیں اپنے کام کے

لے نہ آتے حضرتِ ناصح اُسے
آدمی ہوتے اگر کچھ کام کے

درد کو کیوں کر نہ دوں دل میں جگہ
حرف ہیں اس میں تمہارے نام کے

عشق صادق سے غرض کیا ہے انہیں
چاہنے والے ہیں دشمن نام کے

کس کو پہچانا چاہتے ہیں آج وہ
مشورے ہیں غیر سے پیغام کے

نا اُمیدی نے مٹادی آرزو
کام یوں نکلے دلِ ناکام کے

نام سُن کر اُس نے **بیخود** کا کہا
جائے قربان ایسے نام کے

لے تو جاؤ دلِ ناشاد رہے یا نہ رہے
یوں مرا نام تمہیں یاد رہے یا نہ رہے

عشق میں پھر کوئی برباد رہے یا نہ رہے
جب نہ ہوں ہم تو یہ اُفتاد رہے یا نہ رہے

آج ہی وعدۂ فردا بھی وفا ہو جائے
کل خدا جانے تمہیں یاد رہے یا نہ رہے

اُلفتِ غیر کا انجام پشیمانی ہے،،
کہئیے لکھدوں اسے میں یاد رہے یا نہ رہے

جس کی آنکھوں میں تری چال کے فتنے ہوں سے
منصفی شرط ہے برباد رہے یا نہ رہے

اس سے کیا کام تمہیں تم تو ستائے جاؤ
طاقتِ نالۂ و فریاد رہے یا نہ رہے

دن جدائی کے کسی طرح گزارے ہم نے
کیوں تمنا ہیں تمہیں ناشاد رہے یا نہ رہے

دل مچلتا ہے مرا زلف میں رہنے کیلئے
کہیے کیا ہوتا ہے ارشاد رہے یا نہ رہے

کر چکے تم تو غلامی سے بس آزاد اسے
تم کو کیا باغ میں شمشاد رہے یا نہ رہے

اور کر لو ستم انصاف ہو جب تک اپنا
طبع پھر مائل بیداد رہے یا نہ رہے

شاد آشنا نہ ہوا ہے چرخ مٹا کر مجھ کو
تو بھی باقی ستم ایجاد رہے یا نہ رہے



اِس سے اچھے تمہیں مل جائیں گے مزیو لے
تم رہو **بیخود** ناشاد رہے یا نہ رہے

بہت ہی دل میں پشیماں ہیں ستا کے مجھے
ہوئی ہے قدر مری خاک میں ملا کے مجھے

جتائے جاتے ہیں احسان بھی ستا کے مجھے
سکھا رہے ہیں وہ گویا چلن وفا کے مجھے

ابھی گیا تھا کوئی قبر میں سلا کے مجھے
جگا دیا ابھی محشر نے غل مچا کے مجھے

رکھا نہ ہم کو کہیں کا تری محبت نے
وہ کہہ رہے ہیں عدو سُنا سُنا کے مجھے

تری زبان سے چلتی ہوئی تو آنکھ تری
فریب دیتی ہے یہ فتنہ گر وفا کے مجھے

ہزار بار بھی کیا کم سے کم نہ مر چکتا
تم اختیار جو دیتے مری قضا کے مجھے

دم اخیر خدا جانے یاد کیا آیا
کہ حسرتیں مری روئیں گلے لگا کے مجھے

تمیز عشق و ہوس پیشتر نہ تھی اُن کو
وہ اور ہو گئے مغرور آزما کے مجھے

شبِ وصال ادائیں بھی ہیں جفائیں بھی
دکھائے جاتے ہیں انداز کس بلا کے مجھے

یہ کیا ستم ہے ستم داخلِ ستم بھی نہیں
ابھی تو دیکھ رہے ہیں وہ آزما کے مجھے

جفائیں بھی ہیں جبھی تک کہ عشق مخفی ہے
نگاہ بھی نہ ملاؤ گے آزما کے مجھے

بُری بلا ہے محبت تمہیں یہ یاد رہے
تم اس بلا میں پھنسنا کہیں پھنسا کے مجھے

زمانے کو ہے ابھی جور کا گماں تم پر — تم اپنی قدر گھٹاتے ہو کیوں ستا کے مجھے

وہ آئی یادِ شبِ غم کسی کی پہلو میں — وہ چٹکیاں کوئی لینے لگا جگا کے مجھے

یہ نقشِ پا نہیں تحریر ہے مقدر کی — ابھی گیا ہے کوئی خاک میں ملا کے مجھے

یہ میرے ساتھ عداوت ہے یا عیادت ہے — وہ دیکھ جاتے ہیں دشمن کے گھر سے آ کے مجھے

جفا کے رشک میں ایذا جفا سے بڑھ کر ہے — جلا یا آپ نے دشمن کو کیوں جلا کے مجھے

جو سیر دیکھنی منظور ہے تمہیں بیخود
بھڑا دو حضرتِ زاہد سے مے پلا کے مجھے

جب اجازت ہی نہیں ہو شادمانی کیلئے — دردِ فرقت چھوڑ جاؤ پاسبانی کے لئے

ہے سلیقہ شرط ساقی میزبانی کے لئے — بند کر رکھہ بوئے مے کو شیخِ فانی کے لئے

آدمی کی شکل میں دعویٰ خدائی کا یہ خوش — کیا زباں دی ہے بتوں کو لن ترانی کے لئے

تم سنو یا داورِ محشر سُنے کوئی سُنے — سننے والا چاہیئے میری کہانی کے لئے

کیوں دیا روزِ ازل داغِ جدائی کیوں دیا — کیا یہی دل تھا الٰہی اس نشانی کے لئے

زیب دیتی ہیں ابھی تو شوخیاں بیباکیاں — نیچی نظروں کو لگا رکھو جوانی کے لئے

آپ کیوں عہدِ وفا پر مجھ سے لیتے ہیں قسم — اس کو رہنے دیجئے اپنی بدگمانی کے لئے

دیکھکر آئینہ پہلے چپ ہوئے پھر یہ کہا — منہ تو بنوائے یہ اپنا دلستانی کے لئے

حرفِ مطلب کو اڑا کر بات کی جب بات کی — یوں زباں سے کام ہمنے بیزبانی کے لئے

جھک گیا جب سر تو یاد آیا وہ تن کر بیٹھنا — ہمنے پیری میں مرے جوشِ جوانی کے لئے

ٹوٹنا شمشیر کا تھمنا ترا آساں نہیں — چاہیئے پتھر کا دل بھی سخت جانی کے لئے

حسن میں کامل ادا میں فرد یکتا ظلم میں — آپ نے چھوڑا ہی کیا ہے نقشِ ثانی کے لئے

۴

آسماں نے تو دئے **بیخود** بہت رنج والم
ہم نے جانا تھا یہ ہے راحت رسانی کیلئے

متانت ہو اُس بت کی چتون میں کیسی
نکالی ہے صورت لڑکپن میں کیسی

حیا فتنہ گر شوخ چتون میں کیسی
بناوٹ یہ بیساختہ پن میں کیسی

کہیں سے جو اُترا ہو وہ شوخِ پرفن
پھبن ہے قیامت کی جوبن میں کیسی

یہ اُس کی نگاہیں ہیں یا میری آہیں
چمکتی ہے بجلی سی چلمن میں کیسی

پھری آنکھ اُس کی کہ پلٹا زمانہ
یہ چلنے لگی دوست دشمن میں کیسی

دغا دی جو حسرت نے بھی بعدِ مردن
بنیگی مرے دم پہ مدفن میں کیسی

وہ انبار پھولوں کے یارب کہاں ہیں
لٹی آج لنکا یہ گلشن میں کیسی

مجھے خونِ بلبل کی بو آرہی ہے
یہ کلیاں ہیں گلچیں کے دامن میں کیسی

وہ اپنے پرائے پہ منہ آرہے ہیں
کھلی ہے زباں بزمِ دشمن میں کیسی

گلا گھونٹتی ہے تری زلفِ بے جُرم
یہ پھانسی پڑی میری گردن میں کیسی

کہیں کھل پڑا دل تو میری خطا کیا
گرہ آپ نے دی تھی دامن میں کیسی

بُری چیز ہے آرزو بھی ہماری
کھٹکتی ہے یہ چشمِ پرفن میں کیسی

نکل ہند سے چل مدینے کو **بیخود**
رسائی ہے دھونی رمانے میں کیسی

خاک بھی ہم کو نہ اے ناصحِ ناداں سمجھے
جاکے سمجھائے اُسے تو جو تجھے انساں سمجھے

دشمنِ جاں اُسے غارتگرِ ایماں سمجھے
کیا ترے وصل کے ارماں کو ہم ارماں سمجھے

جان کر چاک کئے جنے وہ دیوانے ہیں
جیب کو جیب گریباں کو گریباں سمجھے

کھل سرک دور ہو ہٹ جا وہ سحر آ پہنچی
جا نکل مجھ سے خدا اے شبِ ہجراں سمجھے

دیکھکر مجھکو کہا ناز سے مرتا بھی نہیں
موت آجانے کو اُلفت میں وہ آساں سمجھے

دیکھ لی میری وفا کھل گئے دشمن کے فریب
ہو گیا اب تو یقیں اب تو مری جاں سب سمجھے

کیا ملاقات تری کھیل سمجھ رکھی ہے
کہیں ایسا نہ ہو دشمن سے نگہباں سمجھے

ہم نے کی عشق سے تعلیمِ فنا کی حاصل
دردِ اُلفت کو ہر اک درد کا درماں سمجھے

ہو چکا قطعِ تعلق تو رکاوٹ کیسی
کیا مرے دل کو وہ ٹوٹا ہوا پیماں سمجھے

دیکھکر چیں بہ جبیں ہو گئے مُنہ پھیر لیا
آئینے کو وہ مرا دیدۂ حیراں سمجھے

کعبہ و دیر ہے خالی وہ مرے دل میں ہے
کیا خدا جانے اُسے گبر و مسلماں سمجھے

ناسمجھ تم نے بتوں کو جو سُنا ہو ناصح
اُنہیں لوگوں میں ہے وہ دشمنِ ایماں سمجھے

چھیڑ اچھی نہیں اُن سے شبِ وعدہ **بیخود**
دل میں کچھ مصلحتِ وقت بھی انساں سمجھے

محبت غیر کی اے حیلہ گر کچھ اور کہتی ہے
ترے سر کی قسم تیری نظر کچھ اور کہتی ہے

صبا آج آن کے آنیکی خبر کچھ اور کہتی ہے
ہمارے دل کی بیتابی مگر کچھ اور کہتی ہے

یہ تیری حیلہ سازی فتنہ گر کچھ اور کہتی ہے
زباں پر اور ہی کچھ ہے نظر کچھ اور کہتی ہے

نگاہِ ناز کی شوخی سے کیا واقف نہیں دشمن
اِدھر کچھ اور کہتی ہے اُدھر کچھ اور کہتی ہے

تری تصویر کہتی ہے کہ اب میں بول اُٹھتی ہوں
جھجکتی کیوں ہے کہہ گذری اگر کچھ اور کہتی ہے

پیامِ رشک لایا ہے جواب خط نہیں لایا
یہ تیری بیقراری نامہ بر کچھ اور کہتی ہے

کسے جھوٹا کسے سچا کہوں یہ تو بتا دے تجھے
زباں کچھ اور کہتی ہے نظر کچھ اور کہتی ہے

تری تشخیص بھی کامل تری تدبیر بھی اچھی
مری قسمت مگر اے چارہ گر کچھ اور کہتی ہے

نزاکت ایک جانب ہے عتاب و قہر اک جانب
نظر کچھ اور کہتی ہے کمر کچھ اور کہتی ہے

زمانے میں ہزاروں خوبرو دیکھے ہیں ہم نے بھی
تری صورت مگر رشک قمر کچھ اور کہتی ہے

چھپاتی ہے تری چشم سخن گو راز دشمن کا
یہ کہنے کو تو کہتی ہے مگر کچھ اور کہتی ہے

سنوں کیا کان کھا ڈالے ہیں تیرے نغموں نے اے بلبل
نسیم صبح گلشن کی خبر کچھ اور کہتی ہے

ہماری سادہ لوحی ہے جو اسکو سادگی سمجھیں
تری بانکی ادا ترچھی نظر کچھ اور کہتی ہے

کہا کیجے ہیں نفرت ہے تجھے میں مانوں گا
محبت کی نظر باہم دگر کچھ اور کہتی ہے

قیامت کی خبر تو لوگ پہلے ہی سے دیتے ہیں
تری اٹھتی جوانی فتنہ گر کچھ اور کہتی ہے

پھنسے ہوئے طرح ایکے کسی ظالم کے پھندے میں
یہ وحشت بیخودؔ آشفتہ سر کچھ اور کہتی ہے

کہیں قاصد سے بھی کام بھلا ہوتا ہے
دل کا پیغام تو نظروں میں ادا ہوتا ہے

ابھی اس سے قسم عہد وفا ہوتا ہے
مرنے والا تو مری جان برا ہوتا ہے

غیر کے عشق میں تاثیر کہاں سے آئی
اور ہوتا ہے وہ نالہ جو رسا ہوتا ہے

کس کی طاقت ہے بری آنکھ سے دیکھے ان کو
ان بتوں کا تو نگہبان خدا ہوتا ہے

ابھی کیا نہیں ٹوٹی ہے قیامت مجھ پر
مجھ ہی کمبخت سے پھر عہد وفا ہوتا ہے

کر چکے وعدۂ فردا پہ خدا کو شاہد
اب مکر جائیں اگر آپ تو کیا ہوتا ہے

رائے دیجے جو کسی کام میں سنتے بھی نہیں
کام بگڑے تو مزا یہ ہے گلا ہوتا ہے

کوئی اس وقت کا عالم مرے دل سے پوچھے
جس گھڑی غیر سے وہ دل میں خفا ہوتا ہے

ہر جگہ حضرت زاہد نے بتایا اس کو
ہم تو سمجھے تھے فقط ایک خدا ہوتا ہے

میں جو کہتا ہوں کہ پیمان وفا ہو جائے
منہ بنا کر وہ یہ کہتے ہیں بھلا ہوتا ہے

یوں پلٹ جائے جو دم بھر کو زمانہ یارب ق ابھی حاصل ہمیں الفت کا صلا ہوتا ہے
منتوں سے شب وعدہ وہ منائیں ہمکو ہم تجاہل سے کہیں آج یہ کیا ہوتا ہے

بیخود اس بزم میں جاتا ہے خدا خیر کرے
ہائے کیا شخص گرفتار بلا ہوتا ہے

خدا رکھے تجھے میری برائی دیکھنے والے وفاداری میں طرز بیوفائی دیکھنے والے
سنبھل اب نالۂ دل کی رسائی دیکھنے والے قیامت ڈھائینگے روز جدائی دیکھنے والے
ترے خنجر کو بھی تیری طرح حسرت سے تکتے ہیں تری نازک کمر نازک کلائی دیکھنے والے
جھجک کر آئینہ میں عکس سے اپنے وہ کہتے ہیں یہاں بھی آ گئے صورت پرائی دیکھنے والے
پلک جھپکی کہ دل غائب بغل خالی نظر آئی تری نظروں کی دیکھینگے صفائی دیکھنے والے
انہیں آنکھونسے تونے نیک و بد عالم کا دیکھا ہے ادھر تو دیکھ اے ساری خدائی دیکھنے والے
گرے غش کھا کے جب موسیٰ کہا برق تجلی نے قیامت تک نہ دیگا وہ دکھائی دیکھنے والے
مری میت پہ بن آئی ہے ان کی سب سے کہتے ہیں وفاداروں کی دیکھیں بیوفائی دیکھنے والے
نظر ملتی ہے پیچھے پہلے تنتی ہیں بھنویں ان کی ٣ کہاں تک دیکھے جائیں کج ادائی دیکھنے والے
مٹا انکار تو حجت یہ نکلی منہ دکھانے میں کہ پہلے جمع کر دیں رونمائی دیکھنے والے
کہاں تک روئیں قسمت کے لکھے کو بس الٹ پردہ تجھے دیکھیں گے اب تیری خدائی دیکھنے والے
کبھی قدموں میں تھا اب انکے دلمیں ہے جگہ میری تجھے دیکھیں مقدر کی رسائی دیکھنے والے

کوئی اتنا نہیں جو آ کے پوچھے ہجر میں بیخود
ترا کیا حال ہے رنج جدائی دیکھنے والے

فریفتہ یہ دل بیقرار کس کا ہے ۴ یہ ذکر لب پہ مری بار بار کس کا ہ

آنکھیں مرے صیاد کی کیا صید فگن ہیں
قربان ہیں ان آنکھوں پہ آہوئے حرم بھی

اب خط میں لکھا چاہتے تھے حرفِ تمنا
ٹوٹا ہے کہاں آ کے مقدر سے قلم بھی

بھولا ہوں جو دم بھر کو بھی میں یاد کسی کی
پیغام یہ آیا کبھی یاد آتے ہیں ہم بھی

قیمت تو گراں ہے دلِ مضطر کی ہمارے
ہاں آپ خریدیں گے تو ہو جائیگی کم بھی

اک بات نکلتی ہے ہر اک بات میں اسکی
انداز سے خالی نہیں رہتا ہے ستم بھی

جنت جسے کہتے ہیں وہ اُس شوخ کا گھر ہے
اُس کوچے کا اک نام ہے گلزار ارم بھی

انداز نرالے ہیں زمانے سے کچھ ان کے
کیا چیز ہیں اس عالمِ امکاں میں صنم بھی

کہتے ہیں شبِ وصل وہ کچھ بن نہیں آتی
مجبور ہیں تیرے دلِ بیتاب سے ہم بھی

ہر سانس اٹکتا ہی رہا سینے میں پیہم
گذرا نہ تری یاد سے خالی کوئی دم بھی

بیخود بھی ہوا چاہتے ہیں اُس کے خریدار
گو جیب میں حضرت کی نہیں ایک درم بھی

کرامت یہ ہوئی ظاہر چمن میں بادہ خواروں سے
برس کر جب کھلا تو پھول برسے شاخساروں سے

ابھی واقف نہیں ہے کوئی تیری دلفگاروں سے
قیامت میں دولہا بنکے نکلیں گے مزاروں سے

ترے بیخود ہی کچھ اچھے رہے پرہیزگاروں سے
کہ حوروں نے نکالا تھام کر بازو مزاروں سے

جلایا خرمنِ گل کو تری برقِ تبسم نے
یہ وہ بجلی ہے جو بچکر گری گلشن میں خاروں سے

جہاں ٹڈبھیڑ ہو جاتی ہے دبے ٹوکے نہیں رہتے
اجل کترا کے چلتی ہے تمہارے جاں نثاروں سے

مجھے منظور یہ ہے اے فلک آئیں تو ہوں تجھکو
ملا کر دیکھ میرے دل کے داغوں کو ستاروں سے

اُجاڑا گلشنِ ہستی کو کیا کیا تیغِ قاتل نے
خزاں آئی ہے میرے باغ میں کن کن بہاروں سے

لگائے تو ہیں دیوارِ چمن پر ہر طرف کانٹے
کہیں بادِ خزاں رکتی ہے ایسے ایسے خاروں سے

ہماری بخت جانی پر انہیں کیا کیا بھروسہ تھا
یہ کیونکر مر گیا وہ پوچھتے ہیں سوگواروں سے

تنا ہے ہم نے ظالم ہیں بہت دلکش تری آنکھیں
مزا جب ہے کہ یہ ان چھین لیں پرہیزگاروں سے

ادہر بجلی کی کیفیت ادہر سیماب کی حالت
وہ جب ملتے ہیں یوں ملتے ہیں اپنے بیقراروں سے

رسائی آہِ سوزاں کی فقط اتنی نظر آئی
چمک جاتی تھی اک بجلی سی کچھ اونچے ستاروں سے

زباں پر حرفِ وعدہ صاف کیونکر اُن کی آجاتا
وہ کچھ سمجھا گئے مجھکو کنایوں سے اشاروں سے

قیامت میں وہ مشتاقوں کو اپنے دیکھکر بولے
بچے گی جان کیونکر دیکھئے اِن جاں نثاروں سے

اگر تخمِ محبت باغباں گلشن میں بو دیتا
بجائے برگِ گل شعلے نکلتے شاخساروں سے

وہ کہتے ہیں تمہارا دل بھی بدظن بدگماں تم بھی
کرے میری بلا عہدِ وفا بے اعتباروں سے

کہیں تم سادگی سے اُس کے فقروں میں نہ آجانا
بڑا عیار ہے **بیخود** ملا ہوگا ہزاروں سے

قیامت چھپتی پھرتی ہے تمہارے بیقراروں سے
اجل کا دم نکلتا ہے انہیں آفت کے ماروں سے

بہار اب کے نئی آئی ہے کچھ اگلی بہاروں سے
بجائے غنچہ نکلے شاخسانے شاخساروں سے

تجلی تیری کب کرتی ہے پردہ جاں نثاروں سے
نکلتی دیکھ لی ہے روشنی اکثر مزاروں سے

بناوٹ کی حیا ہم تاڑ لیں گے سات پردوں میں
تمہاری آنکھ کی شوخی کہیں چھپتی ہے یاروں سے

بگڑنا روٹھنا وہ اُن کا وہ میرا منا لینا
مگر یہ کس طرح کیونکر اشاروں میں اشاروں سے

یہاں سوزِ جگر پنہاں وہاں پابندیٔ ظاہر
ترے عشاق کی بنتی نہیں پرہیزگاروں سے

نہ آنکھوں کو خبر تیری نہ دل آگاہ ہے تجھ سے
چھپایا راز تیرا ہم نے ایسے رازداروں سے

سمٹنا پھیلنا۔ جھکنا۔ سنبھلنا ان کا حصہ ہے
تڑپنا سیکھتی ہے برق تیرے بیقراروں سے

وہ دل کا ٹوٹ جانا وہ حواسوں کا بکھر جانا
پھر آکر کہہ وہ جانا ترا امیدواروں سے

بیوفائی کا گماں دل سے مٹا کر چھوڑا | مجھپہ لائے ہیں وہ ایمان بڑی مشکل سے

یوں تو لاکھوں ہی بلا کرتے ہیں سانچے میں حسیں | آدمی بنتا ہے انسان بڑی مشکل سے

بندۂ بت آپ کی محفل کا نرالا دیکھا | آنے پائے مرے اوسان بڑی مشکل سے

لے گئے وہ مرے ہاتھوں سے بچا کر دامن | اب بچے گا یہ گریبان بڑی مشکل سے

چاندنی کا چمن و بادہ و ساقی سے ہے لطف | جمع ہوتا ہے یہ سامان بڑی مشکل سے

رات دن غیر کے جھگڑوں میں پھنسے رہتے ہیں | اُن کو آتا ہے مرا دھیان بڑی مشکل سے

دیکھکر بیخود دیندار کو کہتے ہیں صنم
رام ہوگا یہ مسلمان بڑی مشکل سے

پچھتاؤ گے پھر ہم سے شرارت نہیں اچھی | یہ شوخ نگاہی دم رخصت نہیں اچھی

سچ یہ ہے کہ گھر سے تری جنت نہیں اچھی | حوروں کی ترے سامنے صورت نہیں اچھی

بھولے سے کہا مان بھی لیتے ہیں کسی کا | ہر بات میں تکرار کی عادت نہیں اچھی

کیوں کل کی طرح وصل میں تشویش ہے اتنی | تم آج بھی کہدو کہ طبیعت نہیں اچھی

جب اتنی سمجھ ہے تو سمجھ کیوں نہیں جاتے | میں بھی یہی کہتا ہوں کہ حجت نہیں اچھی

حوروں کی طرف آنکھ اُٹھا کر بھی نہ دیکھا | کیوں اب بھی کہو گے تری نیت نہیں اچھی

پہنچا ہے قیامت میں بھی افسانۂ اُلفت | اتنی بھی کسی بات کی شہرت نہیں اچھی

ہم عیب سمجھتے ہیں ہر اک اپنے ہنر کو | کیا کیجئے مجبور ہیں قسمت نہیں اچھی

مل آئیے دیکھ آئیے آج آپ بھی جاکر
بیخود کی کئی روز سے حالت نہیں اچھی

ڈھونڈ کر اُس کو نکالے سر محشر کوئی | چھپ گیا ہے مری فریاد سے ڈر کر کوئی

دیکھنا چاہے تو دیکھے اُسے کیونکر کوئی
جلوہ گر ہے دلِ آباد کے اندر کوئی

دوست غمخوار مرے ڈھونڈ کے لادیں مجھکو
ہاتھ لگ جائے جو اچھا سا مقدر کوئی

وہ اگر جھوٹ بھی بولیں تو یقیں ہو سب کو
ہم کہیں سچ بھی تو کرتا نہیں باور کوئی

تیری بیداد کا ہے ایک زمانہ شاکی
خوف سے کچھ نہیں کہتا ترے مُنہ پر کوئی

باغ میں کہتے ہیں وہ مجھکو دکھا کر قامت
تم نے اس قد کا بھی دیکھا ہی صنوبر کوئی

غیر کے باب میں اک فقرہ تراشا ہی نیا
لطف آجائے جو کرلے لے سے باور کوئی

جلوے سے کام ہے ہم طور پہ جا دیکھیں گے
لئے بیٹھا ہے اپنا رخ انور کوئی

یہ وہ شے ہے کہ خدا نے بھی کیا جس کو پسند
کام دنیا میں نہیں عشق سے بہتر کوئی

تیرے چہرے سے بھلا ماہ کو نسبت کیا ہے
دلفریبی کا وہ رکھتا نہیں جوہر کوئی

اُڑ کے جاتا ہے قفس سے وہ چمن کی جانب
ٹوٹتا ہی جو پھڑکنے میں مرا پر کوئی

سو رہے شام ہی سے وصل میں وہ یہ کہکر
ہم بھی دیکھیں تو جگائے ہمیں کیونکر کوئی

خاک سے کوچۂ جاناں کی صدا آتی ہے
ظلم اس طرح بھی کرتا ہی کسی پر کوئی

آپ کو نام سے **بیخود** کے اگر نفرت ہی
آپ رکھدیجیے پھر نام بدل کر کوئی

دردِ فرقت کا علاج اُن کی شرارت ٹھیری
دل جو تڑپا تو ذرا اپنی طبیعت ٹھیری

چاہنے والوں سے تم کو تو عداوت ٹھیری
عاشقی کا ہے کو ٹھیری کوئی آفت ٹھیری

غیر کے گھر میں کسی نے نہ کیا ہو آرام
دیر تک آج ہماری شبِ فرقت ٹھیری

چرخ اچھا ہے تم اچھے ہو رقیب اچھا ہے
اک بُری سب میں ہماری ہی تو قسمت ٹھیری

پھر تو بیتابیٔ فرقت ہو سلٹ لوں گا میں
دو گھڑی کو بھی اگر میری طبیعت ٹھیری

میرے دلِ مظلوم کو دیتے ہیں دہکی / کیا حشر کے دن کوئی منادی ہے ستم کی
بوسہ تو مجھے پاؤں کا اپنے نہیں دیتے / آنکھوں کی بلائیں بھی نہ لوں نقشِ قدم کی
مشکل نہیں ہوتی تری بیمار کی آسان / پڑھ پڑھ کے بہت سورہ یٰسین بھی دم کی
ہے رشک اڑا لے نہ فلک ظلم ہماری / ہر روز بدل دیتے ہیں وہ طرز ستم کی
انکار ہی لینے سے رہا مجھکو ہمیشہ / خواہش کبھی پوری نہ ہوئی اہلِ کرم کی
ہے لاگ مری رشکِ مسیحا کو اجل سے / بستی نہ ہو ویران کہیں ملکِ عدم کی
احسان جتا کر تو ستم ترک نہ کیجے / کافر ہو اگر آپ سے خواہش ہو کرم کی
ڈرتا ہوا نکلا ہے تری کوچے سے کوئی / لغزش کہے دیتی ہے ہر اک نقشِ قدم کی
گذری ہیں جدائی میں برسات کی راتیں / بجلی کی طرح سے کبھی تقدیر نہ چمکی

بیخود تو ٹلا وصل کا اقرار ہی لیکر
کھاتے ہی رہے وہ تو قسم قول و قسم کی

دشمن کی محبت ہے عیاں طرزِ بیاں سے / قائل ہوئے جاتے ہو تم اپنی ہی زباں سے
کیوں مجھکو برا کہتے ہو تم اپنی زباں سے / واقف ہوئے جاتے ہیں عدو رازِ نہاں سے
کچھ سینے میں رکتا ہے دمِ نزع مرا دم / رستے ہیں نہ ٹھیرا ہو کوئی چلکے مکاں سے
ہیں آپ کی الفت کا مقر ہو نہیں سکتا / جو دل میں نہیں آپ وہ کہتے ہیں زباں سے
دل دیکھ کے میرا وہ کس انداز سے بولے / مجھکو تو دکھاؤ یہ اڑا لائے کہاں سے
ہوتی ہے شبِ وعدہ جو کچھ یاس ہے دل کو / کہدیتے ہیں ہم اب کوئی آتا ہے وہاں سے
ہم ترک کریں عشقِ صنم حضرتِ ناصح / تشریف تو لیجائیں ذرا آپ یہاں سے
لیتی ہے شہیدوں کی خبر حشر میں ان کو / سینوں پہ وہ لکھدیتے ہیں کچھ نوکِ سناں سے

کیوں ٹھوکریں کھا نیکے لئے کعبے کو جاؤں
آزاد سمجھتا ہوں اُسے قیدِ مکاں سے

تعریف سے یوسف کی مری اور غرض تھی
کیوں لڑتے ہو اچھے سہی تم سارے جہاں سے

مستوں کی ہیں آنکھوں میں سمائی ہوئی نیندیں
یہ حشر میں جاگے ہیں بڑی خواب گراں سے

بیخود ہے یہ تصدیق کا انداز نرالا
سنتے ہیں مرا حال وہ دشمن کی زباں سے

جدائی میں صدمے جو گذرے ہیں مجھ پر نہ میں کہہ سکونگا نہ تم سن سکوگے
ستم کی کہانی ہے یہ بندہ پرور نہ میں کہہ سکونگا نہ تم سن سکوگے

کہو حالِ دل ہے جو تاکید مجھ پر نہ میں کہہ سکونگا نہ تم سن سکوگے
غرض کیا بتوں میں جو دیوانہ کہکر نہ میں کہہ سکوں گا نہ تم سن سکوگے

کئے ہیں ستم جس قدر تم نے مجھپر وہ تم اپنے ہی دل سے پوچھو تو بہتر
کروگے مرا حال کیا مجھ سے سنکر نہ میں کہہ سکونگا نہ تم سن سکوگے

دمِ عرض رُکنے لگا دم گلو میں نہ پوچھو مرا حال بزم عدو میں
وہ کچھ آنے والا ہے میری زباں پر نہ میں کہہ سکونگا نہ تم سن سکوگے

تمہیں یاد بھی ہے وہ دشمن سے لڑنا سبب پوچھنے پر وہ مجھ سے بگڑنا
وہ غصے میں کہنا یہ پھر منہ بنا کر نہ میں کہہ سکونگا نہ تم سن سکوگے

بنی ہے مرے نامہ بر کی وہ صورت کہ دیکھے سے جسکے ہوئی مجھکو حیرت
سبب پوچھتا ہوں تو کہتا ہے روکر نہ میں کہہ سکوں گا نہ تم سن سکوگے

مصیبت غم عشق کی کیوں سناؤں نہیں کوئی نادان جو دم میں آؤں
یہ وہ داستاں ہے بجز روز محشر نہ میں کہہ سکوں گا نہ تم سن سکوگے

سمجھکر ہی کچھ ولیں خاموش ہوں ہیں نہ مے نوش ہوں نہ بیہوش ہوں میں
یہ قصہ یہ جھگڑا نہ چھیڑو تو بہتر نہ میں کہہ سکوں گا نہ تم سن سکو گے

مفصل کہوں تم سے اپنی حقیقت سنو حال تم یہ کہاں میری قسمت
مگر ایک شب میں یہ دفتر کا دفتر نہ میں کہہ سکونگا نہ تم سن سکو گے

وہ منہ پہ شکایت کسی جستجو کی وہ اک چھیڑ باتوں میں ذکرِ عدو کی
وہ کہنا مرا پھر یہ چپکے سے ہنسکر نہ میں کہہ سکونگا نہ تم سن سکو گے

اشارے بھی آپس میں کچھ ہونے جائیں کہانی جدائی کی ہم روتے جائیں
سنو گے اسی طرح گر بنکے پتھر نہ میں کہہ سکوں گا نہ تم سن سکو گے

بیاں کیا کروں تم سے میں دردِ دل کا کہ **بیخود** ہوں بیخود کو کیا ہوش اپنا
عبث ہے خموشی کا الزام مجھ پر نہ میں کہہ سکوں گا نہ تم سن سکو گے

کیا ہوئے وہ جو تھے کرم پہلے
بات پیچھے ہے اب ستم پہلے

ہائے وہ ابتدا محبت کی
یاد آتے ہیں رنج و غم پہلے

حسرتِ دید تو نکل جاتی
کاش آتے وہ ایک دم پہلے

دیکھنا ہے ترا جمال ہمیں
اپنے کو دیکھتے ہیں ہم پہلے

اب نہ آئیں گے ہم ترے دم میں
یاد ہیں ہم کو تیرے دم پہلے

رہروِ عشق سی بھی رہبر کیسے
ڈگمگانے لگے قدم پہلے

اب کسی میں نہیں نراش خراش
اور ہوتے تھے کچھ صنم پہلے

غیر سے وہ مرے لئے لڑتا
وہ مرے حال پر کرم پہلے

تو بتوں کو برا نہ کہہ زاہد
ان سے آباد تھا حرم پہلے

اب سنبھالا ہی ہوش قاتل نے
ایسے دلکش نہ تھے ستم پہلے

اب وہ **بیخود** نہیں رہا ای شوخ
ذکر ہیں یہ تری قسم پہلے

عشق کے شغل سے خالی نہ کسی آن رہے
توبہ کے بعد بھی دل میں بہت ارمان رہے

مہربان وہ بتِ کافر اگر اک آن رہے
ہی تو یوں پھر کوئی کافر ہی مسلمان رہے

کفر کے ساتھ بُرا کیا ہے جو ایمان رہے
آستینوں میں ہوں بت ہاتھ میں قرآن رہے

تم وہ ہشیار کہ طفلی میں بھی کھایا نہ فریب
ہم وہ بھولے کہ جوانی میں بھی نادان رہے

سادگی ایک زمانے کو تماشا ہو جائے
بانکپن کی بھی اگر اس میں کوئی شان رہے

اُس گنہگار کو زاہد نہ گنہگار سمجھ
عمر بھر اپنے کئے سے جو پشیمان رہے

حسن و خوبی کی ادا ہے وہ پریشانی بھی
زلف کی طرح سے دل بھی جو پریشان رہے

لوٹ قاتل کی ادا پر نہ رہے دل اتنا
کھا کے خنجر بھی تڑپنے کو ذرا جان رہے

بات کا حضرتِ ناصح یہ کوئی موقع تھا
عمر بھر آپ تو حیوان کے حیوان رہے

ہو چکا چاک بہت اتنا ہی بہتر ہے
پردۂ چاکِ جگر بنکے گریبان رہے

وہ نہ آئیں شب وعدہ تو اجل آجائے
زندگی تلخ ہے کچھ اور بھی سامان رہے

حشر کے روز تو ہنگامہ غضب کا ہوگا
چاہنے والوں کی اپنے تمہیں پہچان رہے

یوں رہا دل میں ترے میرا تصور برسوں
غیر گھر میں کوئی جس طرح سے انجان رہے

کس کی محفل ہے یہ کیا کہتے ہو منہ سے **بیخود**
کون بیٹھا ہے اُدھر کا بھی ذرا دھیان رہے

نگاہِ شرم میں پیدا شرارت ہوتی جاتی ہے
تری اُٹھتی جوانی اب قیامت ہوتی جاتی ہے

طبیعت کی بُرائی چھپ نہیں سکتی چھپانے سے
بیاں مجھ سے وہ دشمن کی برائی کرنے بیٹھے ہیں
ابھی تو میرے ارمان دل میں بڑھتے جاتے ہیں
مجھے برباد کر کے وہ ستم سے باز آئے ہیں
کہیں جو بات ہم تم سے نہ لِکھا تم وہ غیروں سے
رہا جب دم نہ خنجر میں تو زخموں پر نمک چھڑکا
بڑھاپے میں جگر کے داغِ الفت مٹتے جاتے ہیں

ترے ہر لطف سے ظاہر عداوت ہوتی جاتی ہے
فرایہ ہے کہ میری بھی شکایت ہوتی جاتی ہے
بہت اس گھر میں مہمانوں کی کثرت ہوتی جاتی ہے
بیاں کس در دسے میری مصیبت ہوتی جاتی ہے
بٹھا کر مجھکو پہلو میں نصیحت ہوتی جاتی ہے
فرایہ ہے عنایت پر عنایت ہوتی جاتی ہے
یہ دولت ہاتھ آکر مفت غارت ہوتی جاتی ہے

زمانہ اور نہ وہ حضرت **بیخود** کی چاہت کا
بہت اب چاہنے والوں کی کثرت ہوتی جاتی ہے

غرض ہے صرف اُس بُت نازنیں سے
کہے کیا کوئی تم سے نازنیں سے
عیاں ہے تری کوچے کی زمیں سے
تمہیں سے کرتے ہیں شکوہ تمہارا
شبِ فرقت رہے پہلو نہ خالی
مجھے آئے تھے رونے زندگی میں
کوئی وعدہ وفا ہوتے نہ دیکھا
نزاکت کھینچنے دیگی نہ خنجر
اُٹھے فتنے ترے کوچے میں اتنے
وہ آئے جب کہ حسرت دیکھنے کی

ہمیں مطلب نہیں دنیا و دیں سے
کہو نگا دل کی صورت آفریں سے
اُٹھے گا فتنۂ محشر یہیں سے
یہ شیوہ ہمنے سیکھا ہے تمہیں سے
کوئی پتھر ہی لا ہمدم کہیں سے
گئے ہیں وہ ابھی اُٹھکر یہیں سے
تری ہاں کم نہیں ظالم نہیں سے
کریں گے قتل وہ چینِ جبیں سے
فلک چکرا یا گیا اس سرزمیں سے
ہوئی رخصت نگاہِ واپسیں سے

سنا کر حالِ دل کیا سر اٹھاؤں
خجل ہوں میں نگاہِ شرمگیں سے

تمہارے کام کا یہ دل نہیں ہے
تمہیں ہم اور لا دیں گے کہیں سے

اگر دشمن سے بھی ہوتا ہے جھگڑا
نگاہیں اب بھی لڑتی ہیں ہمیں سے

وہ گھبرا کر مرے پہلو سے اٹھے
ہوا حاصل یہ آہِ آتشیں سے

خدا آباد رکھے میکدے کو
یہ گھر بھی کم نہیں خلدِ بریں سے

ستم کی ابتدا کیونکر ہوئی تھی
یہ قصہ پھر سنا دیجے وہیں سے

بغل بھاری نظر آتی ہے بیخود
اُڑا کر لائے ہو بوتل کہیں سے

ملا کے خاک میں دل کا خیال ہوتا ہے
ستم کے بعد انہیں انفعال ہوتا ہے

عجب بتوں کا بھی دلکش جمال ہوتا ہے
نگاہ ملتے ہی دل کا سوال ہوتا ہے

بیاں نہ کیجیے مجھ سے عدو کی رنجش کا
کہ اس خوشی سے بھی مجھکو ملال ہوتا ہے

قضا کو لیکے شبِ وعدہ ساتھ آئے ہیں
غضب ہے وصل سے پہلے وصال ہوتا ہے

کہا یہ بوسے پر اُس نے جھکا کے گردن کو
تری خطا سے ہمیں انفعال ہوتا ہے

کسی غریب پر آ جائے رحم کیا امکان
یہ ان بتوں میں ستم کا کمال ہوتا ہے

انہیں ہے دل کی ہوس وصل کی مجھے خواہش
کدھر سے دیکھیے پہلے سوال ہوتا ہے

بیاں کیا جو غمِ ہجر سن کے فرمایا
یہی فراق میں اپنا بھی حال ہوتا ہے

کمالِ غیظ سے وہ مجھکو ذبح کرتے ہیں
یہ قہر دیکھیے خنجر بھی لال ہوتا ہے

رکھو ہمارے دلِ سوختہ کو مٹھی میں
کہ بھاگوان ہتھیلی میں خال ہوتا ہے

گرے جو چاہ میں یوسف کی ہو گئی شہرت
زوال ہی سے تو حاصل کمال ہوتا ہے

مزا دکھاتی ہے برسات کی اندھیری رات ... مری بغل میں جو وہ مہ جمال ہوتا ہے

مزا یہ دل کو پڑا ہے تڑپنے کا **بیخود**
بغیر درد کے جینا وبال ہوتا ہے

وعدہ وہ ہو کہ جھوٹ کا جس پہ گماں رہے ... پھرتی ہوئی نظر کی طرح سے زباں رہے
انصاف کچھ تو اے دلِ مشتاق چاہیئے ... کب تک شبِ وصال کوئی مہرباں رہے
مندر میں تیرا ذکر تھا مسجد میں تیری یاد ... غافل کبھی نہ تجھ سے رہے ہم جہاں رہے
دنیا میں ظرفِ طالبِ دیدار دیکھ لو ... موقوف حشر پر نہ فقط امتحاں رہے
ہے قافلے کو منزلِ مقصد کی جستجو ... اُن کی خبر کسے جو پسِ کارواں رہے
دل کی لگی ہوئی کو بجھائے نہ جوشِ یاس ... گریے کے ساتھ نالۂ آتش فشاں رہے
ان کو حیا کا پاس مجھے وضع کا لحاظ ... برسوں پیامِ وصل یونہیں درمیاں رہے
آکر ہماری قبر پر اُس نے یہ کی دُعا ... میرے مٹے ہوئے کا الٰہی نشاں رہے
معلوم ہو اسے بھی نشیب و فرازِ عشق ... گردش میں میرے ساتھ اگر آسماں رہے
برتوں وفا کے ڈھنگ کچھ ایسے کسی کے ساتھ ... دشمن کی بھی زباں پہ مری داستاں رہے
یہ آرزو یہ شوق یہ ارمان یہ اُمید ... کیا ہو اگر نہیں کی جگہ لب پہ ہاں رہے

بیخود تمہاری بزم میں کیا آکے شاد ہو
تم نے تو اُس سے یہ بھی نہ پوچھا کہاں رہے

داد خواہوں کے لئے موت کے ساماں ہونگے ... حشر میں آپ کے دشمن جو پریشاں ہونگے
وہ مرے سامنے ہونگے بھی تو پنہاں ہونگے ... پردے آنکھوں کے نقابِ رخِ تاباں ہونگے
کہے دیتی ہے یہ دزدیدہ نظر کی شوخی ... آج پورے کسی کمبخت کے ارماں ہونگے

جینے دیتی نہیں اب ہم کو تمنائے وصال
آپ کی جان سے دور آپ پہ قرباں ہونگے

مرگِ دشمن کی خوشی کیا ہو یہ معلوم نہ تھا
گیسوئے یار مرے طرح پریشاں ہونگے

پیشتر قول کے دینے سے بتا دو اتنا
کبھی اقرار سے پورے بھی مری جاں ہونگے

لیجئے حضرت دل وہ تو فلاطوں نکلے
میں نے جانا تھا کہ میری ہی سے ناداں ہونگے

یاد آئیں گی بہت اُن کو وفائیں میری
اب نہیں چار گھڑی بعد پشیماں ہونگے

بدنصیبوں کو تری موت کہاں وصل کی دن
میرے ارمان تو پورے شبِ ہجراں ہونگے

بارِ منت کے اٹھانیکی مجھے تاب نہیں
سر نہ ہوگا مری گردن پہ جو احساں ہونگے

فصلِ گل ختم ہوئی جوشِ جنوں کم نہ ہوا
اور دس میں ابھی چاک گریباں ہونگے

یہ تو ممکن نہیں وہ غیر سے ملکر خوش ہوں
مُنہ سے کہتے ہیں مگر دل میں پشیماں ہونگے

شاد تھا وصل میں اس کی نہ خبر تھی دل کو
پھر میسر نہ مجھے عیش کے ساماں ہونگے

نام سے بادہ و ساغر کے انہیں نفرت تھی
آج سنتے ہیں کہ **بیخود** بھی مسلماں ہونگے

ہچکیاں موت کی دو چار تو آنے دیجے
دم تو لیجے ابھی تلوار تو آنے دیجے

سب سمجھتا ہوں کہ ہوں نام کا میں دیوانہ
مجھپہ منہ آتے ہیں اغیار تو آنے دیجے

عہدِ طفلی میں ہے کیوں حشر اٹھانیکی ہوس
پاؤں میں طاقتِ رفتار تو آنے دیجے

جا کے قاصد تو وہاں حضرتِ دل بیٹھ رہا
موت آنے کو ہے تیار تو آنے دیجے

سخت جاں ہوں مجھے اک وار سے کیا ہوتا ہے
ایسی چوٹیں کوئی دو چار تو آنے دیجے

ہے سرِ ناز فروشی تو یہ جلدی کیا ہے
لاکھ دو لاکھ خریدار تو آنے دیجے

تو گرفتار محبت ہوں وفا مجھ میں کہاں
کم سے کم دل ابھی سو بار تو آنے دیجے

خیر جھوٹا ہی سہی وعدہ بھی ہوجائیگا
اُن کے لب تک ابھی اقرار تو آنے دیجے

کوئی روکے نہ اُسے حکم ہو دربانوں کو
آئے گر بیخود میخوار تو آنے دیجے

غیر اُس بزم میں ہیں پھولنے پھلنے کے لئے
مجھکو یہ حکم ہے بیٹھے رہو جلنے کے لئے

چھیڑ کرتے ہیں وہ مجھ سے مرے جلنے کے لئے
پاس بیٹھا ہے عدو زہر اُگلنے کے لئے

داغ بنکر کوئی ٹھیرا کوئی پیکاں بنکر
دل میں آتے نہیں ارمان نکلنے کے لئے

تم کو انکار ہے جس سے وہ تمنا نہ سہی
حسرتیں اور بہت سی ہیں نکلنے کے لئے

داغ دل میں نظر آتے ہیں جگر میں چھالے
کوئی جلنے کے لئے ہے کوئی پھلنے کے لئے

وہ نئی وصل کی راتیں وہ لڑکپن اُن کا
وہ ہر اک بات پہ تکرار مچلنے کے لئے

دی ہے کیا بلبل و پروانے کی قسمت مجھکو
دن تڑپنے کے لئے رات ہے جلنے کے لئے

وادرِ حشر سے اب لیکے تجھے چھوڑوں گا
خوب ہے حشر کا میدان مچلنے کے لئے

بات وہ کہئے کہ جس بات کے سو پہلو ہوں
کوئی پہلو تو رہے بات بدلنے کے لئے

رشک آتا ہے مجھے شمع کو تکلیف نہ دو
دل ہی کافی ہے مرا بزم میں جلنے کے لئے

عطرداں غیر کی محفل میں نہ آیا مجھ تک
مجھکو موقع نہ ملا ہاتھ بھی ملنے کے لئے

وہ تو سنتے ہی نہیں کس سے کہوں میں بیخود
میرے ارمان تڑپتے ہیں نکلنے کے لئے

ہے اُن کی جدائی میں یہ حالت کوئی دنکی
مہمان ہے میری شبِ فرقت کوئی دنکی

اک حال میں انسان ہمیشہ نہیں رہتا
عشرت کوئی دنکی ہے مصیبت کوئی دنکی

گلشن میں بہار آئی ہے صیاد سے کہدو
ملجائے اسیروں کو بھی رخصت کوئی دنکی

بس کیا کہوں کس طرح سے گذری ہے جوانی
لکھی تھی مقدر میں مصیبت کوئی دن کی

ہم تو ابھی دنیا کے بکھیڑوں میں پھنسے ہیں
مرنیکے لئے چاہیئے فرصت کوئی دن کی

وہ غیر کے کوچے سے اُسے ساتھ لگا لائے
بھٹکی ہوئی پھرتی تھی قیامت کوئی دن کی

وہ ایک دغاباز ہے دہوکے میں نہ آنا
اے حضرتِ دل ہے یہ عنایت کوئی دن کی

وعدہ پہ یہ انکار کا پہلو ہی نیا ہے
فرماتے ہیں ۔ ہے آپکی چاہت کوئی دن کی

آجائیگا جب وقت تو یہ بھی نہ رہیگی
بیمارِ محبت کو ہے غفلت کوئی دن کی

دل سے کہیں مٹتی ہے حسینوں کی محبت
ہے حضرتِ بیخود کو یہ نفرت کوئی دن کی

حوروں سے نہ ہوگی یہ مدارات کسی کی
یاد آئیگی جنت میں ملاقات کسی کی

چلنے کی نہیں آج کوئی گھات کسی کی
سننے کے نہیں وصل میں ہم بات کسی کی

جھوٹا جو کہا میں نے تو شرما کے وہ بولے
اللہ بگاڑے نہ بنی بات کسی کی

ہے صبر ابھی اس دلِ مشتاق کو لازم
کچھ اور ابھر آئے ذرا گات کسی کی

کیجے یہ دعا خیر سے اللہ گذارے
ہے زلفِ رسا سے بھی بڑی رات کسی کی

ہر وقت کسی شخص کی چھپنی ہے زباں کو
دُھن ہے دلِ مشتاق کو دن رات کسی کی

کافر ہو اگر وصل کا ارمان ہو دل میں
مجھکو تو فقط دیکھنی تھی بات کسی کی

جاتے ہوئے موت آتی ہے پیغامبروں کو
اُس کوچے میں گھٹ جائیگی کیا ذات کسی کی

دل نذر کیا تھا اُنہیں وہ پھیر کے بولے
لیتے نہیں ہم تو کوئی سوغات کسی کی

اقرار نہ ہو مُنہ سے لگاوٹ تو چلی جائے
انکار میں رہجائیگی کیا بات کسی کی

مہمان جب آیا کوئی ناراض سدا بار ا
بیخود سے ہوئی کچھ نہ مدارات کسی کی

کس طرح لوں میں کروٹ کچھ ایسی لاغری ہے
بستر پہ جو شکن ہے سدِ سکندری ہے

اُس چشمِ فتنہ گر میں پتلی ہنسیں پری ہے
غمزے کے بدلے شوخی کچھ کوٹ کر بھری ہے

کہنے کو ذات اُس کی ہر چیز سے بری ہے
ہر شے میں جلوہ گر ہے کیا طرزِ دلبری ہے

دل میں بھرا ہوا ہے کینہ دغا کدورت
دیکھنے میں آنکھ اُس کی کیا صاف ہی کھری ہے

اُن پر نثار ہوں میں یہ ہے وفا کی خوبی
مجھ پر ستم کریں وہ یہ بندہ پروری ہے

پوشیدہ ہیں نظر سے صبر و سکون و طاقت
شامِ شبِ جدائی کیا تیرہ اختری ہے

ڈھائیگا قہر یارب کیا اُس نظر کا پھرنا
گردش میں ساتھ جس کے یہ چرخِ چنبری ہے

ٹھوکر سے اُس نے لاکھوں مُردے جلا دئے ہیں
اعجازِ عیسوی ہے یا یہ فسونگری ہے

جو زخم ہے بدن پر ہے چاکِ صبحِ محشر
جو داغ ہے جگر میں خورشید خاوری ہے

بیمار پر تمہارے تصویر کا ہے عالم
تڑپے جو درد دل سے طاقت کہاں ہری ہے

کھلتے ہی کاگ زاہد اڑ جائیگی ہوا پر
شیشے میں مے نہیں ہے اُتری ہوئی پری ہے

دل کس طرح نہ تڑپے ہر تیر ہے ترازو
پیکاں سے کم نہیں ہے ناوک میں جو سری ہے

آتا نہیں ہے اس کو مکر و فریب ہرگز
ہے راستباز بیخود جو بات ہے کھری ہے

دل ٹھکانے نہیں ایسی وہ ضرورت کیا ہے
بیٹھے بیٹھے یہ آپ کو وحشت کیا ہے

جور کے بعد ستمگر یہ ندامت کیا ہے
منہ سے میں اُف بھی نکالوں مری طاقت کیا ہے

دے نہ سکتا جسے میں چیز وہ مانگی ہوتی
تمپہ قرباں کیا دل کی حقیقت کیا ہے

خاک میں مجھکو ملانے کی ہیں ساری باتیں
میں تری بات سنوں مجھکو ضرورت کیا ہے

محفلِ یار ہے یا حشر کا میداں یارب
کوئی سنتا نہیں میری یہ قیامت کیا ہے

مجھ سے پوچھو نہ مرا حال عیاں ہے یہ بیاں
دیکھ لو تم مرے غمخوار کی حالت کیا ہے

اپنی شوخی کے لئے اور سکھاؤ انداز
دلِ بیتاب کی اب ہم سے شکایت کیا ہے

مانتے ہی نہیں تم یہ تو کوئی بات نہیں
ہاں لو بات ہماری تو قباحت کیا ہے

غیر سے عہدِ وفا تم نے کیا ظلم کیا
ٹوٹ سکتا نہیں پیمان یہ نزاکت کیا ہے

میں تو کہدونگا مگر سن نہ سکو گے ہرگز
مجھ سے کیوں پوچھتے ہو تم۔ تری حسرت کیا ہے

مار رکھنے کے لئے ایک نظر کافی تھی
اس قدر بندہ نوازی کی ضرورت کیا ہے

لے گئے آپ نہ پہلی ہی ملاقات میں دل
مجھکو معلوم تو ہو آپ کی عادت کیا ہے

غیر سے پوچھئے بیخود کی بلا کو ہے خبر
عشق کس چیز کو کہتے ہیں محبت کیا ہے

دل کھول کے جس وقت ستمگر سے چلیگی
برچھی سے چلے گی کبھی خنجر سے چلیگی

ہے کتنی گرانبارِ الم خاک بھی اپنی
آندھی سے اڑیگی نہ یہ صرصر سے چلیگی

نکلی ہے دمِ ذبح مری نبض تو جلدی
تھا کس کو گماں تیز یہ خنجر سے چلیگی

کیا بھول گئی ہے تری ٹھوکر کو قیامت
کیونکر نہ دبے پاؤں ترے ڈر سے چلیگی

میں مان گیا بھی جو شبِ وصل تو پھر کیا
پیری نہ کسیکی دلِ مضطر سے چلیگی

رکتی ہے کہیں عمرِ رواں۔ پوچھ یہ غم کے
کشتی یہ نہیں ہے جو نہ لنگر سے چلیگی

ہوتا ہے ترے گھر میں نئی بات کا ایجاد
جب بات چلیگی کوئی اس گھر سے چلیگی

ساتھ آپ کے چلتے ہوئے رکتی ہے قیامت
ٹھکرائیں اسے آپ یہ ٹھوکر سے چلیگی

دنیا ہی میں چلتی ہی یہ تلوار تمہاری
محشر میں زباں بھی نہ مرے ڈر سے چلیگی

آتا ہوا دل کوئی نظر آئے گا جس دم
لینے کو ادا چشمِ ستمگر سے چلیگی

تقدیر میں دشمن کی شہادت نہیں لکھی
رستے میں مجھے دیکھہ کے بیٹھا ہوا بولے
وہ تیغ ہمارے ہی مقدر سے چلیگی
مخلوقِ خدا کیا ترے سر پر سے چلیگی

اُس کی صفِ مژگاں سے مقابل نہو بیخود
نادان ہے کچھہ پیش نہ لشکر سے چلیگی

منہ پھیر کر وہ کہتے ہیں بس مان جائیے
یوں خاک میں ملا کے نہ ارمان جائیے
آئینہ دیکھہ لیجے جو میری نگاہ سے
ہوسے نہیں ہیں ہم وہ مدارات رات کی
یہ کہہ کے میرے سامنے ٹالا رقیب کو
وہ غیر کا ہے اور یہ میرا مزار ہے
قاتل کو میرے قتل کا فرمان مل چکا
کیوں آنکھہ تو ملاتے کیسے ستم سہے
میں بیوفا ہوں اور وفادار آپ ہیں
بولے وہ مسکرا کے بہت التجا کے بعد
آگے ہے گھر رقیب کا بس ساتھ ہو چکا
انجامِ عشق حضرتِ ناصح سمجھا چکے
ظاہر ہے یہ تو آپ مری مانتے نہیں

اس شرم اس لحاظ کے قربان جائیے
غصہ کو تھوک دیجے بس مان جائیے
میری طرح سے آپ بھی قربان جائیے
جی چاہتا ہے پھر کہیں مہمان جائیے
مجھسے کبھی کی جان نہ پہچان جائیے
اچھی طرح سے قبر کو پہچان جائیے
جائیں گے دشمنوں کے اب اوسان جائیے
انصاف تو یہ ہے کہ مجھے مان جائیے
کیا سچ کہا ہے آپکے قربان جائیے
جی تو یہ چاہتا ہے تری مان جائیے
اب آپ کا خدا ہے نگہبان جائیے
کیجے نہ مجھکو اور پریشان جائیے
انعام کیا ملے گا اگر مان جائیے

الفت جتا کے دوست کو دشمن بنا لیا
بیخود تمہاری عقل کے قربان جائیے

صبح ہو جائے گی اب دم بھر میں چلکر سوئیے — ہو چکی میری شکایت بندہ پرور سوئیے
دشمنوں کے خواب میں دشمن نہ آ جائے کہیں — طالعِ خوابیدہ کو میرے جگا کر سوئیے
فتنۂ محشر جو ہو بیدار یہ اچھا نہیں — جاگنے سے آپکا سونا ہے بہتر سوئیے
خواب کیسا ہوش اڑتے ہیں تصور سے یہاں — ان بتانِ سنگدل کے غم میں پتھر سوئیے
آپ گھبرائیں نہیں میری کہانی ہو چکی — رہگئی ہے اور تھوڑی سی یہ سنکر سوئیے
ہجر کی شب یہ نیا ظلم و ستم تو دیکھئے — خواب میں آ کر وہ لڑتے ہیں جو دم بھر سوئیے
سر مرا زانو پہ رکھکر وصل میں کہتے ہیں وہ — ہجر میں جاگے تھے تب تو نیند بھر کر سوئیے
نیند تو آتی ہے جب کوئی خلش دل میں نہ ہو — دل ہو جب بیتاب پہلو میں تو کیونکر سوئیے

ان کو آنا ہے تو **بیخود** خواب میں آئینگے وہ
بے جگائے جاگ اٹھے گا مقدر سوئیے

کھڑے دے رہے ہیں دہائی کسیکی — ہمیں دیکھنی ہے خدائی کسیکی
قیامت ہے یا رب جدائی کسیکی — مجھے کاش آ جائے آئی کسیکی
خوشی سے وہ کب بزم دشمن میں آئے — قضا کھینچکر ان کو لائی کسیکی
یہ جوبن تو دیکھا مگر یہ تو کہدو — تمنا بھی تم سے بر آئی کسیکی
اسے دیکھکر آپ کیا کیجئے گا — یہ دل ہے امانت پرائی کسیکی
یہ باتیں ہیں سب جھوٹ پیغامبر کی — وہاں تک نہیں ہے رسائی کسیکی
فلک کی طرف میں نے حسرت سے دیکھا — مجھے شکل جب یاد آئی کسیکی
بگڑتے چلے ہیں وہ تیور کسیکے — قضا اب کوئی دم میں آئی کسیکی
نہ بھولا نہ بھولا یہ کمبخت برسوں — بہت یاد دل سے بھلائی کسیکی

بھٹکتے پھرے لوگ راہِ طلب میں
نہ کی خضر نے رہنمائی کسی کی

سنی تم نے یاروں کی تقریر بیخود
سمجھ میں کوئی بات آئی کسی کی

عقل زاہد کی یہاں حیران ہے
تہمت خدا بنتے ہیں اُسکی شان ہے

وصل میں جو تھا وہی ارمان ہے
تو نہیں ہے پاس تیرا دھیان ہے

مر چلے ہم تو لبوں پر جان ہے
کیا ستم کا اور بھی ارمان ہے

آپ کی طرزِ حیا ہے اک ستم
آپ کی شوخی ستم کی جان ہے

لو ادہر دیکھو بتاؤ کون ہوں
تم کو عاشق کی اگر پہچان ہے

کیوں قسم کھاتے ہو میری جان کی
جانتے ہو کون میری جان ہے

میرے دل کی اپنے دل سے پوچھئے
کیا خبر مجھکو کہ کیا ارمان ہے

وہ زمانہ ہی گیا ارمان کا
ابتو اُس ارمان کا ارمان ہے

بیٹھے بیٹھے کچھ کھُلے جاتے ہیں لب
مُسکراہٹ کا کسی کی دھیان ہے

کوئی مر جائے تو بیخود اُس کو کیا
ناسمجھ ہے وہ ابھی نادان ہے

اب کسی کی نہ جستجو ہو گی
ہم نہ ہوں گے جو آرزو ہو گی

حشر کے روز دوبدو ہو گی
تم سمجھ لو جو گفتگو ہو گی

حسرتوں کا حنا نے خون کیا
سونگھ لیجے لہو کی بو ہو گی

قبر میں بھی تو اے شبِ فرقت
جانتا ہوں ضرور تو ہو گی

تو تو اے آرزو بے دل کیلئے
دل جہاں ہو گا کیا نہ تو ہو گی

اُن کی چتون پہ مجھ سے کہتی ہے
آج پوری نہ آرزو ہو گی

بات کرتے بتوں سے ڈرتا ہوں
کیا خدا سے نہ گفتگو ہو گی

بیخودی گر یونہیں رہی شبِ وصل
اُن کو بھی میری جستجو ہو گی

چار دن بعد دیکھنا بیخود
آرزو کی بھی آرزو ہو گی

عاشق ہیں مگر عشق نمایاں نہیں رکھتے
ہم دل کی طرح چاک گریباں نہیں رکھتے

سر رکھتے ہیں سر میں نہیں سودائے محبت
دل رکھتے ہیں دل میں کوئی ارماں نہیں رکھتے

نفرت ہے کچھ ایسی اُنہیں آشفتہ سروں سے
اپنی بھی وہ زلفوں کو پریشاں نہیں رکھتے

رکھنے کو تو رکھتے ہیں خبر سارے جہاں کی
اک میرے ہی دل کی وہ خبر ہاں نہیں رکھتے

گھر کر گئیں دل میں وہ محبت کی نگاہیں
اُن تیروں کا زخمی ہوں جو پیکاں نہیں رکھتے

دل دے کوئی تم کو تو کس امید پر اب دے
تم دل تو کسی کا بھی مری جاں نہیں رکھتے

رہتا ہے نگہبان مرا اُن کا تصور
وہ مجھکو اکیلا شبِ ہجراں نہیں رکھتے

دشمن تو بہت حضرتِ ناصح ہیں ہمارے
ہاں دوست کوئی آپ سا نادان نہیں رکھتے

دل ہو جو پریشان تو دم بھر بھی نہ ٹھیرے
کچھ باندھ کے تو گیسوئے پیچاں نہیں رکھتے

گو اور بھی عاشق ہیں زمانے میں بہت سے
بیخود کی طرح عشق کو پنہاں نہیں رکھتے

کیا چاہنے کے واسطے ساماں چاہیئے
ہم سمجھے ہیں گر کوئی ارمان چاہیئے

ہر وقت دل کے واسطے ارمان چاہیئے
اس گھر میں روز رہنے کو مہمان چاہیئے

آنکھوں میں اشک لب پہ فغاں دل میں آرزو
چاہت کے واسطے بھی تو ساماں چاہیئے

خالی یہ ہے نہ دستِ جنوں جس جگہ رہے — میری تو جیب میں بھی گریباں چاہیئے
ہوتے ہیں بزمِ ناز میں دشمن بھی دوست بھی — اچھے برے کی آپ کو پہچان چاہیئے
پریوں سے ہم کو کام نہ حوروں کی آرزو — معشوق چاہیئے مگر انسان چاہیئے
ہوتی نہیں ہے یہ تو کہ دل تم کو مفت دوں — حاضر ہے لیتے جاؤ اگر جان چاہیئے
پڑتی ہیں سب طرح کی نگاہیں بری بھلی — اللہ ان بتوں کا نگہبان چاہیئے

بیخود پرائے واسطے دیتے نہیں ہیں جان
اپنا خیال بھی تجھے نادان چاہیئے

قتل سے قتل نہ کرنے کا گلا مشکل ہے — تم سے نازک مری نظروں میں تمہارا دل ہے
جب کہا میں نے ترے وصل کا طالب دل ہے — ہنس کے ظالم نے کہا مجھ سے بڑی مشکل ہے
پھر وہی دردِ محبت ہے وہی پھر دل ہے — اب کے تھمنا مرے نالے کا بہت مشکل ہے
پھول اک توڑ کے چٹکی میں مسلتے ہیں وہ — پھر دکھا کر مجھے کہتے ہیں یہ کس کا دل ہے
بس گئیں دل میں کچھ اس طرح ادائیں اس کی — رات دن سامنے آنکھوں کے وہی محفل ہے
تھامنا پردے کا لیلیٰ کو ہوا ہے مشکل — کس کی آہوں کا اثر پردہ کشِ محمل ہے
آپ کے چاہنے والوں کے لئے صبر کہاں — سہل جس کام کو سمجھے تھے وہی مشکل ہے
دیکھئے ہجر نے کیا حال کیا ہے اس کا — آپ رہتے تھے کبھی جس میں وہی یہ دل ہے
جاں بلب غیر نہ کیونکر ہو تری شوخی سے — اس میں بیتابیِ دل بھی تو مری شامل ہے
دشتِ الفت میں ہر اک گام پہ آتی ہے صدا — خضر جس راہ سے بچتے ہیں یہ وہ منزل ہے
قتل کرتا ہے لگاوٹ سے بگڑنا اس کا — یہ بنایا ہوا اندازِ نیا قاتل ہے
کر چکے ہیں ابھی وہ اپنی نزاکت کا بیاں — ان کو اقرار سے پھرنا بھی تو اب مشکل ہے

کون ہے وہ جو نہیں چاہنے والا تیرا
دیکھہ آئینہ ہی صورت پہ تری مائل ہے

سینکڑوں اور بھی ہیں اچھے سے اچھے عاشق
تم کو بیخود پہ ہی کیوں ناز وہ کس قابل ہے

وہ جو روٹھے شبِ وعدہ مری شامت آئی
صبح ہونے بھی نہ پائی کہ قیامت آئی

رحم آیا نہ مروت نہ محبت آئی
دل میں اُن کے کبھی آئی تو کدورت آئی

میرے ہمراہ مرے گھر پہ بھی آفت آئی
آسمان ٹوٹ پڑا برق گری چھت آئی

آئیں ہمراہ جوانی کے ادائیں لاکھوں
ساتھ لیتی ہوئی فتنوں کو قیامت آئی

مشورہ دل سے کیا آؤ چلیں یار کے گھر
بیٹھے بیٹھے جو مری رات کو شامت آئی

شرم آئی بھی جو اُس شوخ کی آنکھوں میں کبھی
شوخیاں کرتی ہوئی ساتھ شرارت آئی

آپ کرتے ہیں مرے رنج کا شکوہ مجھسے
شکر کیجے کہ زباں تک نہ شکایت آئی

ہجر میں جان ہی دو بھر یہ لکھا تھا اُن کو
خط میں لکھی ہوئی مرنیکی اجازت آئی

وعدے کی شب کبھی تشریف جو وہ لائے بھی
تو سفارش کیلئے ساتھ نزاکت آئی

مُردے قبروں سے نکل آئے تڑپ کر باہر
میرے مدفن پہ وہ آئے کہ قیامت آئی

جب نہ دنیا میں ملا کوئی ٹھکانا اُس کو
گھر بنانے کو مرے سینے میں حسرت آئی

دل کی تسکین کیلئے اُن سے کہا تھا ہم نے
وہ خفا ہو گئے یہ اور مصیبت آئی

عہدِ طفلی میں ملا داغِ محبت ہم کو
ہوش آنے بھی نہ پایا کہ طبیعت آئی

پوچھہ لیتے ہیں عنایت سے وہ ہر ظلم کے بعد
کچھہ مزا عشق کا کچھہ چاہ کی لذت آئی

سوچتا جاتا ہوں سنتے ہیں کہ یہ دونگا جواب
گفتگو اُن سے اگر غیر کی بابت آئی

عشق کے نام سے بھی میں تو خبردار نہ تھا
مجھپر آفت یہ مرے دل کی بدولت آئی

وہ یہ سمجھے کہ یہ دنیا سے بہت شاد چلا
مسکراہٹ سی جو لب پر دمِ رحلت آئی

پھر ہر اک شعر میں کچھ درد کا پاتا ہوں اثر
پھر کہیں حضرت بیخود کی طبیعت آئی

کھل گئی سب تری باتوں سے شرارت تیری
شوخ تجھ سے بھی زیادہ ہے طبیعت تیری

دل میں ارمان ترا آنکھوں میں حسرت تیری
مجھ پہ قبضہ کئے بیٹھی ہے محبت تیری

نہیں ملتی ہے کسی میں بھی شباہت تیری
آئینہ دیکھ کے حیران ہے صورت تیری

نہ کبھی چشمِ نگہبان سے نکلتے دیکھا
آدمی آنکھوں سے کرتے ہیں حفاظت تیری

چٹکیاں لے کے کیا پھر مرے دل کو بےچین
وصل میں بھی نہیں جاتی ہے شرارت تیری

مٹ گئے اک نگہِ لطف میں سب رنج و ملال
اب نہ قسمت کا گلا ہے نہ شکایت تیری

اپنی شوخی کی صفت بھی نہ سنی جس نے کبھی
وہ سنے گا دلِ بیتاب حقیقت تیری

کوئی ہوتا نہیں فرقت میں مصیبت کا شریک
جس سے کہتا ہوں وہ کہتا ہے قسمت تیری

سیکھ لے کوئی نگاہوں میں سمانا تجھ سے
جس طرف دیکھئے ہے سامنے صورت تیری

چین سے بیٹھنے دیگی نہ کسی کو دم بھر
تجھکو دشمن کی تمنا مجھے حسرت تیری

ہجر میں اے دلِ بیتاب تجھے موت بھلی
ہمسے دیکھی نہیں جاتی ہے یہ حالت تیری

حال بگڑا ہوا رہتا ہے شب و روز مرا
ہے مرے حال پہ جس دن سے عنایت تیری

سانس میں آتی ہے آوازِ انا عاشق کی
مجھکو رسوا کئے دیتی ہے محبت تیری

میری آنکھوں سے نہ آئینہ کو دیکھا ہوگا
آ مرے پاس دکھاؤں تجھے صورت تیری

خاک میں مل کے بھی دعویٰ ہے محبت کا مجھے
نہیں مٹتی ہے مٹائے سے بھی حسرت تیری

مانگئے اُن سے اگر جرمِ محبت کا ثبوت
کہتے ہیں وہ ہمیں معلوم ہے عادت تیری

رات ہی بھر میں ترا حسن یہ بڑھ جاتا ہے
صبح تصویر سے ملتی نہیں صورت تیری

عزم دلی سے دکن کا تو ہوا ہے بیخود
اور لیجائے کدھر دیکھئے وحشت تیری

جو تجھے امتحان دیتا ہے
کس خوشی سے وہ جان دیتا ہی

کیا دیا ہم نے جان دی جو اُسے
یہ تو سارا جہان دیتا ہی

دینے والا تو اور ہے کوئی
رنج کیا آسمان دیتا ہی

چاہئے آپ کو تو لے لیجے
جان اک ناتوان دیتا ہی

تجھسے باوضع ہے ترا خنجر
مرنے والوں پہ جان دیتا ہی

وہم آتا ہے تیری محفل میں
غیر کیوں مجھکو پان دیتا ہی

کیا کروں قول لیکے میں اُس سے
وہ تو جھوٹی زبان دیتا ہی

ق

ہم نے پوچھا تھا اُن سے لیتے ہو
دل کوئی نوجوان دیتا ہی

کس رکھائی سے یہ جواب ملا
مفت کیوں اپنی جان دیتا ہی

نام سنتا ہے جب وہ بیخود کا
گالیاں بدزبان دیتا ہی

نہ یوں روٹھکر قصد جانیکا کیجے
گلے ملکے پھر وعدہ آنے کا کیجے

شکایت رقیبوں کی سُنکر وہ بولے
کہ ہمسے نہ شکوہ زمانے کا کیجے

مرے ساتھ فتنے اُٹھینگے ہزاروں
ارادہ نہ میرے اُٹھانیکا کیجے

نظر سے مری راز افشا نہ ہوگا
علاج اپنے کچھ مسکرانیکا کیجے

یہ زیبا نہیں آپ کو بات ہرگز
کہ سامان میرے ستانیکا کیجے

دہاں گالیاں ملنے لگتی ہیں لاکھو
تہے یاد جس کو نہ اپنی جفا بھی
غضب تو یہ ہے وہ سو رُوٹھتے ہیں

اگر کام انعام پانے کا کیجے
گلا اُس سے کیا بھولجانیکا کیجے
اگر قصد اُن کے منانیکا کیجے

نہ ہو رنج بیخود کی گستاخیوں سے
اگر پاس کچہہ مُنہ لگانیکا کیجے

مرقد پہ بعدِ مرگ گھٹا آکے رو گئی
کلفت یہ بیکسی کی مرے دل سے دہو گئی

دل بھی جگر کے ساتھ چھدا ایک تیر میں
صیاد کی نگاہ تو موتی پرو گئی

پایا نہ اُس گلی میں قیامت کا کچھ پتا
کیا یہ بھی آبرو بھی عدو کی کہ کھو گئی

میرا ہی دل وہ پھینک کے مجھہ سے یہ کہیں
ہے کسی کی آج کوئی چیز کھو گئی

دیکر زبان وصل کی کہنا تو دیکھئے
اب تو دہن سے ہجر کی تلخی کھو گئی

کُھلتے ہی میری چاہ انہیں بڑھ گیا غرور
یہ چشم تر تو اور بھی مجھکو ڈبو گئی

وعدے کی رات نیند نے فرصت انہیں نہ دی
افسوس جاگ کر مری تقدیر سو گئی

اُس کی نگاہِ شرم بھی چوکی نہ وقت پر
برچھی سی ایک یہ بھی جگر میں چبھو گئی

تہا آبِ اشک میں نفسِ سرد کا اثر
گرمی تری نگاہ کی پانی سمو گئی

دشمن سے اُس کے ظلم کا کرنا نہ تہا گلا
بیخود یہ آج تم سے بڑی چُوک ہو گئی

وصل میں کچہہ عجیب حالت ہے
مجھکو سکتہ ہے اُن کو حیرت ہے

آپ آئیں کہاں یہ قسمت ہے
کیسی تکلیف عین راحت ہے

اُن کو اک بات پر قیام نہیں
کچہہ عجب چلبلی طبیعت ہے

عرضِ مطلب پہ یہ جواب ملا — ایسی باتوں سے ہم کو نفرت ہی
وہی ہوتا ہے وہ جو کہتے ہیں — بات ہی یا کوئی کرامت ہی
اُس کی ٹھوکر سے جی اُٹھا دشمن — کس قیامت کی یہ قیامت ہی
وہم آتے ہیں شک گذرتے ہیں — آج کیوں اس قدر عنایت ہی
کیوں جلاتے ہو یہ جو میں نے کہا — ہنسکے بولے ہماری عادت ہی
اُس نے رُک رُک کے یوں کیا وعدہ — میں نے جانا زباں میں لُکنت ہی
بے سبب تو نہیں عتاب اُن کا — اس میں پوشیدہ کوئی حکمت ہی
دمِ رخصت یہ شوخیاں دیکھو — پوچھتے ہیں مجھے اجازت ہی
میں نے پوچھا تھا دل کو لیتے ہو — مُسکرا کر کہا یہ علت ہے
دل بٹے عاشقوں کے غیروں کو — یہ نئی طرح کی سخاوت ہے
اُن کے جو مُنہ میں آئے وہ کہہ لیں — کوئی بولے یہ کس کی طاقت ہی
دل کو پاسِ وفا کہاں ظالم — تجھ سے بڑھکر یہ بے مروت ہی
حالِ غم سن کے مجھ سے وہ بولے — تجھکو جینے کی کیا ضرورت ہی
دین و دنیا اسی سے ہیں دونو — کچھ عجب چیز یہ محبت ہی

یونتو اچھا ہے سب طرح **بیخود**
بادہ خواری کی اک بُری لت ہی

عدو سے جو برہم طبیعت ہوئی — مرے حال پر بھی عنایت ہوئی
یہ کہتی ہوئی جان رخصت ہوئی — بڑی مشکلوں سے اجازت ہوئی
بُھلانے بُھلاتے عدو کا خیال — اُنہیں بھول جانیکی عادت ہوئی

پلائے رقیبوں کو بھر بھر کے جام
بے اپنی جو ہوئی عنایت ہوئی

پلٹ تو نجائینگے وعدے سے آپ
اگر آج برپا قیامت ہوئی

وہی ہو گیا اُس نے جو کہہ دیا
ہر اک بات اسکی کرامت ہوئی

وہ انجام اُلفت کو سمجھے نہ تھے
مرا حال سُن سُن کے حیرت ہوئی

بڑہاتے تو جاتے ہو دشمن کو تم
جو میری سی اس کی بھی قسمت ہوئی

مزا ہو جو محشر میں آئے ندا
عطا بادہ خواروں کو جنت ہوئی

زمانے میں اب ہیں یہ پیدا کہاں
مرا دل ہوا تیری صورت ہوئی

اشاروں میں مجھ سے وہ کچھ کہہ گئے
نگاہوں میں طے دل کی قیمت ہوئی

ادھر سے ہوا وصل کا جب سوال
طلب اُس طرف سے ضمانت ہوئی

مٹا کر بھی مجکو مٹاتے رہے
مرے بعد پامال تربت ہوئی

کہاں لیکے جائیں گے بیخود کو پھر
اگر اس کو جنت میں وحشت ہوئی

تقضا بنکر دلِ مضطر سے جب زلف دوتا لپٹے
لگے سے میرے کیوں لپٹے وہ پھر اُس کی بلا لپٹے

الٰہی اشتیاقِ وصل کی تاثیر ایسی ہو
وہ کھولیں جس قدر خط کو یہ ہاتھوں میں سوا لپٹے

لپٹتے تو ہیں زاہد میکشوں سے راہ میں اکثر
کہیں مسجد سے حضرت گھا نہ بدھنا بوریا لپٹے

بتوں سے مل کے رہتا ہی نہیں انسان پھر انساں
سمجھکر سوچکر ان بیوفاؤں سے ذرا لپٹے

بُرا ہو جذبِ دل تیرا کیا کیا تو نے ایظالم
وہ کیسے مضطرب ہو کر مرے سینے سے آ لپٹے

اگر دیتے بھی ہم کس کس کو دیتے ایک دل اپنا
ہزاروں مہ لقا دیکھے ہزاروں بیوفا لپٹے

ترے دامن پر اپنا خون بنکر ہم کو رہنا تھا
اگر اب خاک ہو کر اس سے لپٹے بھی تو کیا لپٹے

وصل مشہور ہے دنیا میں سب ملتے سے ملتے ہیں
مزا جب ہے پلٹنے کا جو کوئی دوسرا پلٹے

اگر چاہیں کسی سے دل کی حسرت کا بیاں کرنا
زباں ہلنے نہ پائے لب سے حرفِ مدعا پلٹے

گیا ہے کون سا مشتاق پھر کر آپ کے در سے
کہ آغوشِ تمنا بن کے باہم نقشِ پا پلٹے

نگاہوں نے کسی کی آج اپنے دل کو تاکا تھا
گیا کوسوں الگ بچ کر بہت تیرِ قضا پلٹے

صفائی حضرتِ بیخود سے کیا دشوار ہے اُنکی
منالیں گے جہاں دو چار مل کر آشنا پلٹے

کہتے ہو بُری سب سے طبیعت ہے تمہاری
جو سب سے بُری ہے وہ محبت ہے تمہاری

ہم تم پہ فدا ہوں یہ محبت ہے تمہاری
تم قتل کرو ہم کو عنایت ہے تمہاری

آنکھوں میں ہے گھر جس کا وہ صورت ہے تمہاری
ہے دل میں گذر جس کا وہ حسرت ہے تمہاری

ڈھاتا ہے ستم دیکھئے کیا وصل تمہارا
فرقت تو مری جان قیامت ہے تمہاری

دیکھا نہیں دنیا میں یہ انداز یہ نقشہ
لاکھوں میں جو اچھی ہے وہ صورت ہے تمہاری

پھر میری کسی بات سے مطلب تو نہ ہوگا
میں اور کو چاہوں یہ اجازت ہے تمہاری

ہے وصل کا انکار تو وعدے سے زیادہ
تم کہکے پلٹ جاتے ہو عادت ہے تمہاری

اٹھتا نہیں زلفوں کا بھی اب بوجھ کمر سے
آفت ہے قیامت ہے نزاکت ہے تمہاری

دیدار سے دم لینے کی فرصت نہیں ملتی
ہر وقت مرے سامنے صورت ہے تمہاری

تقریر جو کی غیر نے کچھ تم اُسے سمجھے
تعریف کے پردے میں شکایت ہے تمہاری

آنکھیں کہے دیتی ہیں سب انداز تمہارے
مشہور زمانے میں مروت ہے تمہاری

بوسے سے تو انکار ہے دل مانگ رہے ہو
ہر بات میں یہ خوب حکومت ہے تمہاری

تم کیا نہیں کہہ لیتے ہو ہم کچھ نہیں کہتے
کیا جانیے کیا ہم کو مروت ہے تمہاری

کیا تم نے تو میرے خدا کو نہیں دیکھا
تم مجھ سے بدل جاؤ یہ قدرت ہے تمہاری

بیخود انہیں کس طرح نہو تم سے محبت
سچ کہتے ہو ایسی ہی تو صورت ہے تمہاری

کیا دور پار غیر کی کچھ التجا ہوئی
شوخی تری زبان کی وہ آج کیا ہوئی

ان کی طرف سے دل کی طلب بارہا ہوئی
چلکے چلے فریب دئے التجا ہوئی

ایسی تو ہے وصل کی شب بارہا ہوئی
غصے سے جب نہ کام چلا التجا ہوئی

چھپتی نہیں چھپائے سے بھی آنکھ پیار کی
میری تو ہر نگاہ مرا مدعا ہوئی

پھر تو یہ کہہ کہ ہم تجھے پہچانتے نہیں
لاکھوں میں یہ تو ایک ہی اک بیوفا ہوئی

دشمن سے اپنے عشق کا شکوہ نہ کیجئے
مجھ سے ہوا قصور یہ مجھ سے خطا ہوئی

ایک ایک پل کا ہجر کی دینا پڑا حساب
میری شب وصال بھی روز جزا ہوئی

شیریں کا جان نثار فقط کوہکن ہوا
تجھ پر تو اک جہان کی خلقت فدا ہوئی

اے درد عشق کس کو نوازا تھا پیشتر
یہ تو بتا کہاں سے تری ابتدا ہوئی

کمبخت کی زبان میں کیا زہر تھا شریک
قاضی سے مل کے دختر رز بے مزا ہوئی

حرف وصال خاطر نازک پہ بار ہے
اس نازکی پر آپ سے کیونکر جفا ہوئی

عاشق ہے غیر آپ کا ہیں بوالہوس بجا
یہ اس سے بڑھ گئی ہے وہ اس سے سوا ہوئی

دشمن کے پیچھے چھپ گئی وہ دیکھ کر مجھے
پردہ ہوا یہ خوب یہ اچھی حیا ہوئی

بیخود ضرور رات کو سوئے ہو پی کے تم
یہ تو کہو نماز پڑھی یا قضا ہوئی

ان سے جب ملتے ہیں اک داغ نیا ملتا ہے
واہ کیا خوب محبت کا صلا ملتا ہے

کوئی اس طرح سے ملنے کا مزا ملتا ہے
اور پری دل سے وہ ملتا ہے تو کیا ملتا ہی

مل گئے خاک میں ہم وہ بت کافر نہ ملا
لوگ کہتے ہیں کہ ڈھونڈے سے خدا ملتا ہی

اُس کی ہر بات زمانے سے نرالی دیکھی
اُس کی ہر بات میں مجھکو لطف نیا ملتا ہی

دفن ہوتے مجھے دیکھا تو کہا ظالم نے
خاک میں کشتۂ انداز و ادا ملتا ہی

جور کے ذکر پہ وہ کہتے ہیں معلوم ہوا
تو کسی اور سے بھی میرے سوا ملتا ہی

خلعتِ رنج و الم ملتے ہیں دُہرے دُہرے
وہ جُدا دیتے ہیں قسمت سے جُدا ملتا ہی

تیرے دیوانوں سے آباد ہے جنگل سارا
روز ٹوٹا ہوا اک بندِ قبا ملتا ہی

کبھی دربان کے دہوکے میں نہ تم آجانا
کوئی دن جاتا ہے جو غیر سے جا ملتا ہی

پاؤں پڑتا ہے زمیں پر تو فلک پر ہے دماغ
خاکساروں سے وہ یوں ماہ لقا ملتا ہی

پی کے زاہد نے مئے ناب یہ ارشاد کیا
اس کا انگور کے شربت میں مزا ملتا ہی

عالمِ کیف میں ہستی سے گذر جاتا ہوں
چشمِ ساقی سے مجھے جامِ فنا ملتا ہی

ہم سمجھتے ہیں کہ یہ بھی ہے طلبگار ترا
بھولا بھٹکا جو کوئی راہ میں آملتا ہی

میری قسمت کا نوشتہ ہی یہ خط اُس کا نہیں
اس میں تقدیر کے لکھے کا پتا ملتا ہی

اِن حسینوں کی عدالت کا نیا ہی انصاف
مجرمِ عشق کو فرمانِ قضا ملتا ہی

نِیتوں سے وہ پلاتا ہے تو پی لے **بیخود**
تجھکو انکار میں کیا مردِ خدا ملتا ہے

دلِ بیتاب میں شوخی کا پتا ملتا ہے
مٹنے والے میں کچھ انداز ترا ملتا ہے

دل کو اُس وقت محبت کا مزا ملتا ہے
جب گلے خنجرِ قاتل سے گلا ملتا ہے

حسن سے بڑھکے کیا اُنکی ادا نے بیتاب
ایک سے ایک محبت میں سوا ملتا ہے

بتکدے میں ہے خدائی کا تماشا موجود
اور کعبے میں فقط ایک خدا ملتا ہے

عشق کے ڈھنگ زمانے سے نرالے دیکھے
دم پہ بنتی ہے تو جینے کا مزا ملتا ہے

آپ نے دیکھ لیا تیرِ دعا کا پلّہ
دل سے چلتے ہی تو یہ عرش سے جا ملتا ہے

حور کی آنکھ کو نسبت نہیں آنکھوں سے تری
نیچی نظروں میں کچھ اندازِ حیا ملتا ہے

اُس سے لڑتی ہے اگر آنکھ تو قسمت بھی لڑے
وہ تو جب ملتا ہے جب بختِ رسا ملتا ہے

ظلم میں ناز ہو شامل تو ستم میں انداز
یوں بھلا کوئی ہمیں لطفِ جفا ملتا ہے

بے طلب دیتے ہیں وہ جس کو عطا کرتے ہیں
جس کو ملتا نہیں کچھ دستِ دُعا ملتا ہے

موت بھی دشتِ طلب میں نہیں ملتی مجھکو
اور ہونگے وہ جنہیں راہنما ملتا ہے

قتلِ عشاق پہ باندھی ہے کمر ظالم نے
خاک میں مجمعِ اربابِ وفا ملتا ہے

تیرے مجروح کا رتبہ کوئی ہمسے پوچھے
زخم دھونے کو جسے آبِ بقا ملتا ہے

تیری تمکین میں بھی انداز ہے اک شوخی کا
تیری شوخی میں بھی تمکین کا مزا ملتا ہے

سختیاں ہجر کی مٹ جاتی ہیں سب بعدِ وصال
قطرہ انجام کو دریا ہی میں جا ملتا ہے

اب تو خاموش ہو بیخود کہ وہ پھر روٹھ گئے
تجھکو کمبخت ستا کر انہیں کیا ملتا ہے

وہ دشمن کی بپتی سُنے جائینگے
وہ بیٹھے ہوئے سر دُھنے جائینگے

بلا ہیں زبان اپنی طاقت نہیں
کہے جاؤ تم ہم سُنے جائینگے

انہیں مجھکو منظور ہے ٹالنا
وہ ماتھے پر افشاں چُنے جائینگے

اگر ایک سے بھی ہوئی کچھ خطا
تو سب مرنے والے چُنے جائینگے

دیے جاؤ تم جھڑکیاں گالیاں
پیے جائینگے ہم۔ سُنے جائینگے

یہاں تو بن آئی ہے اغیار کی
قیامت میں جا کر دُبے جائینگے

یہ شیشہ نہ ہاتھ آئے گا ٹوٹ کر
مرے دل کے ٹکڑے پُچنے جائینگے

کہیں گے نہ وہ اپنے دل کی کبھی
مری حسرتوں کو پُنے جائینگے

کرو جمع میرے گریباں کے تار
کفن عاشقوں کے بُنے جائینگے

وہ کہتے ہیں تم مر کے جیتے رہے
یہ طعنے نہ ہمسے سُنے جائینگے

پڑے ہے جاؤ بیخود غزل پر غزل
وہ بت بنگئے ہیں سُنے جائینگے

ہر ایک بات تری بے ثبات کتنی ہے
پلٹنا بات کو دم بھر میں بات کتنی ہے

ابھی تو شام ہوئی ہے ابھی تو آئے ہو
ابھی سے پوچھ رہے ہو کہ رات کتنی ہے

وہ سنتے سنتے جو گھبرائے حالِ دل بولے
بیان کتنی ہوئی واردات کتنی ہے

ترے شہید کو دولہا بنا ہوا دیکھا
رواں جنازے کے پیچھے برات کتنی ہے

کسی طرح نہیں کٹتی نہیں گذر سکتی
الٰہی سخت یہ قیدِ حیات کتنی ہے

ہماری جان ہی قیمت تو دل ہے بیعانہ
گراں بہا لبِ نازک کی بات کتنی ہے

جو شب کو کھلتے ہیں غنچے وہ دن کو جھڑتے ہیں
بہارِ باغِ جہاں بے ثبات کتنی ہے

مہینوں ہوگئے دیکھی نہیں ہے صبحِ اُمید
اسے خبر یہ مصیبت کی رات کتنی ہے

عدو کے سامنے یہ دیکھنا ہی ہم کو بھی
کدھر کو ہے نگہِ التفات کتنی ہے

غزل لکھیں بھی تو کیا خاک ہم لکھیں بیخود
زمین دیکھئے یہ واہیات کتنی ہے

بے سبب دھوم قیامت کی مچا رکھی ہے
تیرے قامت نے کوئی بات اٹھا رکھی ہے

چین ابرو میں مژہ جان ادا رکھی ہے — زہر میں تم نے یہ تلوار بجھا رکھی ہے

طرز رنجش کی زمانے سے جدا رکھی ہے — بات کی تو نے گرہ دل میں لگا رکھی ہے

اور خلوت میں شب و روز عدو سے ملئے — سن بھی لی آپ نے جو اس نے اڑا رکھی ہے

کوئی سننے کا نہیں کان میں میرے کہدو — کیا چرایا ہے جو یوں آنکھ چرا رکھی ہے

بادہ نوشی سے زمانے میں ہوا ہوں بدنام — ابر رحمت نے مری خاک اڑا رکھی ہے

چارہ سازی کی تو فرمائیں مسیحا تکلیف — منحصر موت پر عاشق کی شفا رکھی ہے

محتسب دیکھ لے تو تل میں دھرا کیا ہی یہاں — سونگھنے کے لئے اک بوند لگا رکھی ہے

دیکھلیں تجھکو تو پھر کافر و دیندار ہیں ایک — تیرے پردے نے قیامت یہ اٹھا رکھی ہے

ہم تو جب جانیں مسیحا سے ہوں دو دو باتیں — لب نازک نے تری بات بنا رکھی ہے

ہجو مے بیٹھکے رندوں میں نہ کر اے واعظ — سوجھتا بھی ہے تجھے دیکھ وہ کیا رکھی ہے

سر جھکائیگا ندامت سے وہ توبہ توبہ — ایسے بیباک کی آنکھوں میں حیا رکھی ہے

یہ تو ممکن ہی نہیں آج نہ جائیں وہ کہیں — گوندہ کر میرے دکھانے کو حنا رکھی ہے

جی میں آتا ہے کہ آنکھوں میں بٹھالوں تجھکو — یہ محبت نے تری شان بڑھا رکھی ہے

کیا کہوں کس سے کہوں وہم ہیں کیا کیا مجھکو — تیری شوخی نے مرے دم پہ بنا رکھی ہے

تم ہر اک بات پہ کیوں ہم سے قسم لیتے ہو — بدگمانی کے لئے یہ تو لگا رکھی ہے

تیری تصویر کو بھی ہے تیری الفت ظالم — منہ سے کہتی نہیں کچھ دل میں چھپا رکھی ہے

غیر کے ذکر پہ یہ کہہ کے مجھے ٹالدیا — ہم نے کیا تجھ سے کوئی بات اٹھا رکھی ہے

جان دیتا شب فرقت میں مری طاقت تھی — یہ امانت تری تو پاس تو آ۔ رکھی ہے

آتش شوق سے لیلیٰ کو نہیں آگاہی — آگ یہ قیس نے محمل میں لگا رکھی ہے

تکیہ ہٹتا نہیں پہلو سے یہ کیا ہے بیخود
کوئی بوتل تو نہیں تم نے چھپا رکھی ہے

کہاں کا عزم ہے کس سے لڑے گیا جی میں ٹھانی ہے — شکن ماتھے پر آنکھیں سرخ چہرہ ارغوانی ہے

یہی جب مشکلیں مرنے سے بدتر زندگانی ہے — بشر کیواسطے جو کچھ ہے دنیا میں جوانی ہے

خدا بخشے دلِ مرحوم کی اب قدر جانی ہے — یہ داغِ آرزو اُس مٹنے والے کی نشانی ہے

جگر کے داغ مٹتے ہیں نہ دل کے زخم بھرتے ہیں — فلک کی وہ عنایت یہ تمہاری مہربانی ہے

ہمیں تکرار سے نفرت تمہیں انکار کی عادت — خوشی سے کوئی بھی تم نے ہماری بات مانی ہے

یہ کاغذ دے بھی دیگا کہہ بھی لیگا اُس سے اے قاصد — لکھا ہے خط میں کچھ مضمونِ غم کچھ منہ زبانی ہے

تم اپنی سی کئے جاؤ ہم اپنی سی کئے جائیں — جفا کا حسن موجد ہے وفا کا عشق بانی ہے

نہ ہم نکلیں کہیں شب کو نہ تم دن کو کہیں جاؤ — تمہاری تو خدا جانے ہمیں تو بدگمانی ہے

سنائیں کیا بڑا قصہ ہے ہمدم مختصر سن لو — ہمارا دردِ دل سنکر وہ بولے سب کہانی ہے

ترے غم کی غذا دل ہے ترا غم ہے غذا دل کی — یہ اچھی میزبانی ہے یہ اچھی میہمانی ہے

مجھے سمجھاتے ہیں قُم کے معنے جان سے جانا — لبِ عیسیٰ پر اُن کو خون کی تہمت لگانی ہے

نظر کا اُس سے لڑنا تھا کہ مجھپر گر پڑی بجلی — محبت ہے الٰہی یا بلائے آسمانی ہے

حیا کیسی ادھر دیکھو ادھر آؤ ہنسو بولو — ابھی شوخی نہیں آئی ابھی بھولی جوانی ہے

بھلا رندوں کے دم میں شیخ صاحب آپ آتے ہیں — شراب اس کو نہیں کہتے ولایت کا یہ پانی ہے

کہا تھا ہم نے دل لیتے ہو ہنسکر وہ یہ کہتے ہیں — نوازش ہے عنایت ہے کرم ہے مہربانی ہے

وہ اُس کی چُبھتے فقرے اور وہ آواز کی نرمی — عجب رنگیں بیانی ہے عجب شیریں زبانی ہے

ستم سے تھک گئے ہیں بات کا پہلو بدلتے ہیں — وہ کہتے ہیں خدا کو بھی ہمیں صورت دکھانی ہے

کسے معلوم پہلے کامیابی کس کو حاصل ہو
جگر پر ہاتھ دل پر تکیہ آنکھوں پر ہے دامن

تجھے میرا مٹانا مجھکو یہ ہستی مٹانی ہے
یہ افسانہ نہیں مجنوں کا یہ میری کہانی ہے

دکھا دیتا جو وہ جلوہ تو بیخود ہوش اُڑ جاتے
یہ ساری تیری شیخی ہے یہ ساری لنترانی ہے

دل ہے کیا مال کہ ٹھہرے آپ سے قیمت ہوگی
نذر کر دیں گے اگر اس کی ضرورت ہوگی

جب کیا عشق کو پیدا تو فرشتوں نے کہا
کس کی قسمت میں خدا جانے یہ دولت ہوگی

نہ سہی میری فغاں سے تیری ٹھوکر سے سہی
اک نہ اک روز تو ہونی ہے قیامت ہوگی

تیغ رکھکر مری گردن پہ وہ دھمکاتے ہیں
پھر بھی کمبخت کسی سے تجھے اُلفت ہوگی

کام دیجائیگی دشمن کی زباں کاٹ تو لو
جھوٹ کی ہم کو قیامت میں ضرورت ہوگی

کھول لینا تہا دم وعدہ بڑی ہم سے رہی
آپ کے ساتھ نہ ہوگی کہ نزاکت ہوگی

سونگھہ لینا مری تربت کی اُٹھا کر مٹی
میری تو خاک میں بھی بوئے محبت ہوگی

ہے ابھی سے تری شوخی پہ نظر عالم کی
چشم بد دور جوانی میں قیامت ہوگی

مجھکو دو غیر کی تصویر زیارت کر لوں
مرنے والے کی تمہاری یہی صورت ہوگی

داد چاہی تھی شب ہجر بسر کرنے کی
ہنسکے ظالم نے کہا آپ کو عادت ہوگی

خم سے اُڑ جاتی ہے ساغر سے چھلک جاتی ہے
دختِ رز پر کسی میخوار کی نیت ہوگی

ہو گئے قیدِ مکاں سے ترے طالب آزاد
تو جہاں ہم سے ملیگا وہی جنت ہوگی

داستان اپنی مصیبت کی ہیں کہنی تھی
دیکھئے کب انہیں آئینے سے فرصت ہوگی

جس قدر خم میں ہے یاروں کو پلا دو بیخود
توبہ مقبول تو جب آپ کی حضرت ہوگی

بت پتھر کے ہیں تیشے ہوئے فولاد کے ٹکڑے
کے اس ناز کی پر عاشقِ ناشاد کے ٹکڑے

نکلے وہی درم کشتن نہ منہ سے آہ بھی پیدی
کئے ہیں میرے قاتل نے مری فریاد کے ٹکڑے

کسی مظلوم کے محشر میں شاید کام آجائیں
اٹھا دیجے مجھے میرے دلِ ناشاد کے ٹکڑے

قیامت تھا قیامت میں کسی کا سرنگوں ہونا
اڑالے میں نے دانتوں سے لبِ فریاد کے ٹکڑے

کسی کے حسن لاثانی کا ثانی کر دیا پیدا
جو میں ہوتا تو کرتا خامۂ بہزاد کے ٹکڑے

بنا کر تو وہ تیرِ نظر رہنے دیا ہوتا
کئے پتھر سے کیوں آئینۂ فولاد کے ٹکڑے

نگاہِ ناز نے چھریاں لگائیں بزمِ دشمن میں
ہوئے ہیں میرے پہلو میں دلِ ناشاد کے ٹکڑے

خدا جانے بنی کیا میری قاتل کی کلائی پر
ادھر دل کے ادھر ہیں خنجرِ فولاد کے ٹکڑے

دکھا دینگے تمہیں بھی جو قیامت اس پہ گذریگی
اڑینگے ایک دن چرخِ ستم ایجاد کے ٹکڑے

ستم ڈھایا خزاں نے آتے ہی گلشن میں یہ کیسا
یہ گل کی پتیاں ہیں یا دلِ ناشاد کے ٹکڑے

قیامت ڈھا گئی تیغِ نظر محشر میں قاتل کی
مرے ہونٹوں پہ ظالم نے کئے فریاد کے ٹکڑے

گذر جاتے ہیں دو دو دن ہمیں بے آب و دانے کے
قفس میں کون کھائے بیٹھکر صیاد کے ٹکڑے

کیا تھا حضرتِ بیخودؔ سے دعوئے ہمزبانی کا
ہوئے کیسے زبانِ بلبلِ ناشاد کے ٹکڑے

بلائیں لے کوئی کس کس ادا کی
قیامت کی ادا شوخی بلا کی

حیا و ناز چشمِ فتنہ زا کی
جو اس سے رہ گئی اس نے ادا کی

چلے آؤ ہمارے ساتھ سیدھے
نہ چھوڑیں گے گرہ بندِ قبا کی

بڑا بیدرد ہے دردِ محبت
زمانہ ہمنے دیکھا اس کا شاکی

فقط اتنا بتا دیجے مجھے آپ
کہ دشمن سے دغا کی یا وفا کی

کرے کیا دیکھیے اوچھی کا احساں
غضب ڈھایا عنایت اُس نے کیا کی

مرے دل کی رقم تم لے گئے تھے
کہاں بھولے کسے دے آئے کیا کی

مرے آگے تمہیں جھٹلا رہا ہے
ڈھٹائی دیکھتے ہو نقشِ پا کی

اُڑا لی تھی اسی نے بوئے کاکل
یہ چوری کھل گئی بادِ صبا کی

خموشی کا سبب میں کیا بتاؤں
عنایت ہی یہ چشمِ سرمہ سا کی

اداؤں سے بچی تھی جتنی شوخی
قیامت بن کے قدموں میں رہا کی

شبِ فرقت بجھاتے شمع کیونکر
ہماری جان بنکر یہ جلا کی

تری آنکھوں میں گھر کرنے لگی ہے
کہیں شامت نہ آجائے حیا کی

مری تعریف ہی دشمن کے آگے
تلافی ہو رہی ہے یہ جفا کی

نگاہِ خشمگیں کو تاڑ لوں گا
مجھے پہچان ہے اپنی قضا کی

جوابِ صاف پھر بھی ہو نہیں وہ بھی
بہت ہی جب کسی نے التجا کی

نوازش ہی جو تو مجھکو نوازے
بلائیں لے رہا ہوں ہر بلا کی

مرے کوچے سے وہ گذرا ہے شاید
ہوا میں ہی لپٹ عطرِ حنا کی

تری رفتار سے کیا بیش چلتی
قیامت دستِ حسرت ہی ملا کی

نمازوں پر نمازیں پڑھ رہا ہے
مگر زاہد نے کوئی حور تاکی

بتوں کو جس نے دیکھا بول اُٹھا
نظر آتی ہے اک قدرت خدا کی

ابھی بیخود ستم ایسے ہوئے کیا
ابھی سے پڑ گئی روزِ جزا کی

پینے کے یہی دن تو ہیں ساقی اگر آئے
شیشی کی پری ابر میں اُڑتی نظر آئے

برچھی سی لگی دل پہ جہاں وہ نظر آئے
ہر وقت کی چوٹوں کو کہاں سے جگر آئے

اب رات ہی کیوں ہو جو وہ دشمن کے گھر آئے
دن چھپنے نہ پائے کہ الٰہی سحر آئے

پھر خاک نہ سمجھے مجھے جب وہ نظر آئے
اللہ کرے دل سے اجل پیشتر آئے

خالی ہے وہ صف دیکھئے دشمن اگر آئے
آنکھوں میں کھٹکنے کے لئے کیوں ادھر آئے

وہ دیکھ کے بجنو کو یہ بولے کدھر آئے
دیدار بہت دن میں تمہارے نظر آئے

جوہر تری شمشیر نکالے گی وفا کے
امید تو ہے میرے لہو کا اثر آئے

اُس دل پہ فدا جان ہے جس میں ترا دھیان
اُس آنکھ پہ قرباں جسے تو نظر آئے

قاتل کو ستم کا نہ مزا ہے نہ سلیقہ
لایا ہے نمک ہیں کے جب زخم بھر آئے

تم کہتے ہو دل میں نہ کوئی میرے سوا ہو
کیا ٹالدوں اُس کو بھی محبت اگر آئے

آیا جو عرق حُسن کی گرمی سے جبین پر
آئینے میں دن کو انہیں تارے نظر آئے

دو نور کے بقعے ہیں وہ رخسار درخشاں
پروانہ ہے حیران ادھر آئے اُدھر آئے

بخشی ہے ترے شوق نے وہ منزلِ عالی
برسوں میں جہاں سے مجھے اپنی خبر آئے

عادت بھی نہیں شرم بھی ہے غیر کا ڈر بھی
دن کو کہیں کس طرح وہ رشکِ قمر آئے

اب ترچھی نظر اِس میں ہو یا بانکی ادا ہو
دلکش ہے وہی تیر جو دل میں اُتر آئے

اغیار کی محفل میں ہمیں تم نے بلایا
گو پاؤں نہ اٹھتا تھا ہمارا۔ مگر آئے

تو میری نگاہوں میں سما جائے کچھ ایسا
جب آئینہ دیکھوں تری صورت نظر آئے

تاکا ہے ستمگر نے مرا دل بھی جگر بھی
یہ کس کو خبر چوٹ وہ پہلے کدھر آئے

تم پھر تو چلے آؤ گے بے عذر مرے گھر
لینے کے لئے تم کو قیامت اگر آئے

ظالم یہ علامت ہے تری سنگدلی کی
پتھر سے جو دو سینے کے اوپر اُبھر آئے

دل دے ہی چکا جان بھی دونگا مگر اس کو
تم ہو کہ اجل وعدے پہ جو پیشتر آئے

آتے ہیں مرے قتل کو وہ باندھ کے تلوار
لو اور سنو گھاتی میں یہ جن کی کمر آئے

دل تھام کے اٹھنے کا مزا تم سے جب ہی
در تک مرے ہمراہ کسی کی نظر آئے

مسجد میں بھلا بیخودِ میخوار کا کیا کام
معلوم نہیں آج یہ حضرت کدھر آئے

سنتے سنتے وصفِ دشمن جان اپنی جل گئی
پھر بلا دیتی ہے ان سے جل گئی جب جل گئی

گرم نالوں سے ادھر منقارِ بلبل جل گئی
آتشِ گل سے ادھر غنچے کی چٹکی پھل گئی

بیکسی میں تھا تو اے دیکھ سہارا اس کا تھا
موت بھی آکر کفِ افسوس مجھ پر مل گئی

تو نے بھی اے آسماں دیکھا جلا اب کا مزا
آشیانے سے مرے بجلی بہت بیکل گئی

بیٹیا تو آبرو کا ہے محبت میں سب مجھے
جان کی پروا کسے آخر گئی اوّل گئی

یوں لگی دل کی کہیں بجھنی ہے میرا کیا گیا
آپ کی تلوار ساری آبلوں سے پھل گئی

میکدے میں روح زاہد کی کہیں آتی نہ ہو
کل تو اک ساغر تھا غائب آج اک بوتل گئی

بھیجکر بھی میں تو پچھتایا صبا کو ان کے پاس
مجھکو دم دیکر خدا جانے کہاں یہ ٹل گئی

اس کی اک ٹھوکر میں سیدھی ہو گئی اٹھتی نہیں
اب قیامت سے کوئی پوچھے کدھر چل بل گئی

دیکھنے کو دل لیا تھا لیکے وہ چھپت ہوئے
گھات میں مدت سے تھے یہ چال انکی چل گئی

تیر جو کھا ان کا میرے دل کے ٹکڑے ہو گئے
مر گیا بے موت میں آئی ہوئی جب ٹل گئی

ہو جوانو سے جوانی چار دن کی چاندنی
آج جانے سے اگر یہ رک گئی تو کل گئی

لیگئی ہوش و خرد صبر و تحمل چھین کر
کیا نظر اس کی چھلاوہ تھی کہ مجھکو چھل گئی

ہائے اب آتی تسلی کا سہارا بھی گیا
ہاتھ جب دل پر رکھا اس نے ہتیلی پھل گئی

آنکی شوخی پہ عجب انداز سے نکلی ہو جان ۔ ڈھونڈتا ہی رہگیا میں توکدھر چنچل گئی

بول اُٹھے حشر میں اُس شوخ کو سب دیکھکر ۔ ۴ حُسن کے سانچے میں سرتا پا قیامت ڈھل گئی

بنگئی بزم عدو میں شمع بھی میری رقیب ۔ مجھکو جلتا دیکھکر محفل میں وہ بھی جل گئی

گر چھپاؤ مجھہ سے **بیخود** تو پیو میرا لہو
کس کی دعوت کے لئے پھر آج یہ تل گئی

چوٹ اُن بانکی اداؤں کی جگر تک آئی ۔ زلف بڑھکر مرے قاتل کی کمر تک آئی

باریابی کی تو نوبت بھی نہ در تک آئی ۔ دور سے خلقِ خدا اُس کو گھر تک آئی

کہیں چلنا کہیں رُکنا کہیں کچھہ کچ جانا ۔ کس نئی چال سے شمشیر جگر تک آئی

رات بھر اُس کی گلی میں کوئی روتا ہی رہا ۔ ہچکیوں کی مجھے آواز سحر تک آئی

حسرتِ دید کو کیا پوچھتے ہو نزع میں تم ۔ گرتی پڑتی ہوئی کمبخت نظر تک آئی

نکلے بیمارِ جدائی کا ترے سامنے دم ۔ یہی حسرت ترے آنے کی خبر تک آئی

جیتے جی اب نہ شبِ ہجر کہا نے اللہ ۔ موت ہی موت نظر چار پہر تک آئی

نہ دبا شرم و حیا سے نہ دبا جوشِ شباب ۔ بڑھکے شوخی کی ادا اُن کی نظر تک آئی

وارِ دزدیدہ نظر کا بھی تو خالی نہ گیا ۔ تیغ اوچھی تھی مگر چوٹ جگر تک آئی

اُس کے قامت سے قیامت کو بھلا کیا نسبت ۔ بہت اُچکی جو کبھی یہ تو کمر تک آئی

گم ہوئی مٹ گئی پھر کچھہ نہ چلا اُس کا سُراغ ۔ میرے ہمراہ قیامت ترے در تک آئی

ہوگیا سیر کو بھی اُن کا نکلنا موقوف ۔ اُڑکے جب خاک مری راہگذر تک آئی

یہ نیا بزم میں دشمن کی تماشا دیکھا ۔ آپ ہی آپ ہنسی اُن کو سحر تک آئی

اُٹھگئی آنکھ جدھر اپنی تجھی کو دیکھا ۔ تیری ہی شکل نظر حدِ نظر تک آئی

جذبِ دل کھینچ لے تو لائیگا گھر سے اُس کو | آج تک جس کی نہ آیا [illegible] آئی

میری قسمت ہی میں تھا رشک سے مرنا **بیخود**
کہ مجھے لیکے اجل غیر کے گھر تک آئی

اب نہ او یا نہ تجھے قدرت خدا کی ہے | کس حسن کا ہے حسن ادا کس ادا کی ہے
چشمِ سیاہِ یار سے سازش حیا کی ہے | لیلی کے ساتھ میں یہ سہیلی بلا کی ہے
تصویر کیوں دکھائیں تمہیں نام کیوں بتائیں | لائے ہیں ہم کہیں سے کسی بیوفا کی ہے
انداز مجھ سے اور ہیں دشمن سے اور ڈھنگ | پہچان مجھکو اپنی پرائی قضا کی ہے
مغرور کیوں ہیں آپ جوانی پر اس قدر | یہ میرے نام کی ہے یہ میری دعا کی ہے
دشمن کے گھر سے چل کے دکھا دو جدا جدا | یہ بانکپن کی چال یہ ناز و ادا کی ہے
رہ رہ کے لے رہی ہے مرے دل میں چٹکیاں | کھلی ہوئی گرہ ترے بندِ قبا کی ہے
گردن مڑی نگاہ لڑی بات کچھ نہ کی | شوخی تو خیر آپکی تمکیں بلا کی ہے
ہوتی ہے روز بادہ کشوں کی دعا قبول | اے محتسب یہ شانِ کریمی خدا کی ہے
جتنے گلے تھے اُنکے وہ سب دل ہی دل گئے | چھپی ہوئی نگاہ تلافی جفا کی ہے
چھپتا ہے خون بھی کہیں مٹھی تو کھولئے | رنگت یہی حنا کی یہی بو حنا کی ہے
کہدو کہ بے وضو نہ چھوئے اس کو محتسب | بوتل میں بند روح کسی پارسا کی ہے
میں امتحان دیکئے انہیں کیوں نہ مرگیا | اب غیر سے بھی اُن کو تمنا وفا کی ہے

دیکھو تو جا کے حضرتِ **بیخود** نہ ہوں کہیں
دعوت شراب خانے میں اک پارسا کی ہے

خوب تدبیر ہوئی خوب تشفی کر دی | کھینچکر زیرِ بغل آپ نے خالی کر دی

ہند دشمن سے کیا تم نے تسلی کردی — چوٹ دل پر اِدہر آئی اُدہر اچھی کردی

آج دو نوک ہوئی اُن سے صفائی کیسی — اور بھی دل کی گرہ غیر نے پکی کردی

میرے کہنے سے ذرا آئینہ تو دیکھ تو لے — شرم نے اور تری آنکھ رسیلی کردی

دو گھڑی گل کو ذرا دیکھئے بلبل کی طرف — نکہت دی ہیں حالت نہیں ایسی کردی

چشمِ مشتاق کو یہ رات بھی سولی پہ کٹی — آپکے وعدے نے یہ رات بھی سولی کردی

رشکِ دشمن بھی تو ہے عشق میں کیا صبر کروں — زہر نے پل کے دوا اور بھی کڑوی کردی

چٹکیاں لیگی مری آہ کہا تھا کہ نہیں — اے فلک دیکھ لے چھاتی تری نیلی کردی

اب کسی اور کو چاہینگے ملینگے اُس سے — آپ ہٹ جایئے بس آپسے کُٹی کردی

حسرتِ وصل سے تصویر بھی پوری نہ کھچی — انگلیوں سے بھی کمر یار کی پتلی کردی

قول مانگا جو وفا کا تو کہا ظالم نے — چوس کر میری زباں آپنے جھوٹی کردی

اُن کے آتے ہی نہ تھی داغِ جگر میں وہ چمک — نورِ خورشید نے ضو شمع کی پھیکی کردی

دلِ مشتاق ترے جلوۂ زیبا کا نہیں — جان بھی ہے تو اب نذرِ تجلی کردی

خاک میں خوب ہی ارمان ملائے دل کے — کیسی بستی ستم ایجاد نے سونی کردی

ابھی یہ جلوہ نمائی ابھی کچھ خاک نہیں — بلبلا پانی کا انسان کی ہستی کردی

دستِ قاتل نے بھی اعجاز دکھائے کیا کیا — خون مہدی کا کیا خون کی مہدی کردی

آتے آتے وہ ادھر پھر گئے دشمن کی طرف — جا بھی اے جذبۂ دل تو نے تو ہیٹی کردی

خوب تیرِ نگہِ ناز کی بوچھاڑ ہوئی — آپ نے غیر کی تصویر تو چھلنی کردی

مجھکو بیخود نہ سمجھ خوب سمجھتا ہوں تجھے
شمع میرے ہی جلانے کو تو ٹھنڈی کردی

زاہد یہ دعا مانگ ہمیں تو یہ دعا دے
اک بار پھر اُس شوخ سے اللہ ملا دے

وہ اور تسلی مجھے دیں اُن کی بلا دے
جاتے ہوئے فرما تو گئے صبر خدا دے

ترسائے نہ رندوں کو جو توفیق خدا دے
ساقی جو بچا رکھی ہو لا وہ بھی پلا دے

میں آپ سے کیا لوں جو مکر جایئے لے کر
یہ آپنے اچھی کہی تو دل تو ذرا دے

امید بھی ہے روزِ جزا خوف بھی دل میں
معلوم نہیں وہ ہمیں بخشے کہ سزا دے

اُلفت میں تری صبر و تحمل تو سدھارے
دل کا مجھے کھٹکا ہے کہیں یہ نہ دغا دے

آنکھوں پہ مری باندھ کے پٹی شبِ وعدہ
پروانے کو تاکید ہوئی شمع بجھا دے

ہر بات کا اللہ نے بخشا ہے سلیقہ
لڑنا بھی مزا دے ترا ملنا بھی مزا دے

اس طرح بھی غش سے کہیں ہوتا ہے افاقہ
یا زلف سنگھا یا مجھے دامن کی ہوا دے

دشمن سے اگر ترکِ ملاقات ہے منظور
ہے بات ہی کیا تو کوئی الزام لگا دے

دشمن نے لگائی ہے ترے ہاتھ میں مہندی
میں خون کروں آج اگر رنگ حنا دے

اِس تلخ زبانی پہ ہے تو دل کا خریدار
بوسہ بھی نہ کڑوا ہو کہیں پہلے چکھا دے

دم چڑھنے لگا غصے کے تیور جو بنائے
نازک ہو جو اتنا وہ مجھے خاک سزا دے

بیخود کو آتا ہے مزا ظلم و ستم میں
اب اُسکی بلا سے کوئی کوسے کہ دعا دے

کمبخت نے سب کھول دئے رازِ محبت
یہ کس نے کہا تھا تجھے بیخود کو پلا دے

غزل نعتیہ

آنکھوں میں نظر جلوۂ زیبا کے لئے ہے
دل سینے میں حضرت کی تمنا کے لئے ہے

...رتبہ غلام شہ والا کے لئے ہے
وہ جم کو میسر ہے نہ دارا کے لئے ہے

آسان سمجھنا نہ رہِ عشقِ نبی کو
ہر گام پہ کھٹکا دلِ شیدا کے لئے ہے

موسیٰ ہوئے غش جسکی فقط ایک جھلک پر
وہ جلوہ نقاب اُس رخِ زیبا کے لئے ہے

گھر کرتی ہے دل میں نگہِ ناز نبی کی
مخصوص یہ محل اسی لیلیٰ کے لئے ہے

ہم عاشقِ احمد ہیں ہمیں رنج ہے درکار
دنیا کی خوشی طالبِ دنیا کے لئے ہے

اے شوق پہنچ لیکے مدینے میں مجھے تو
بیتاب زباں عرضِ تمنا کے لئے ہے

تم رہبرِ توحید ہو تم بانئ اسلام
یہ بات کہاں خضر و مسیحا کے لئے ہے

کچھ ڈر نہیں خلد سے بھاگ آؤں اگر میں
بیچین یہ دل یثرب و بطحا کے لئے ہے

گل ہو نہیں سکتی ہے کبھی شمعِ نبوت
روشن ہو مگر دیدۂ بینا کے لئے ہے

عقبیٰ کی نہ کچھ فکر نہ دنیا سے سروکار
جینے کا مزا آپ کے شیدا کے لئے ہے

اللہ کا طالب ہوں وسیلے سے نبیؐ کے
یہ خلد یہ اک حور تو ادنا کے لئے ہے

وہ سنگ کہ جس پر ہے نشانِ قدم اُن کا
آئینۂ عرفان دلِ بینا کے لئے ہے

ہوتے نہ اگر آپ تو دنیا بھی نہ ہوتی
آراستہ یہ گھر شہِ والا کے لئے ہے

لبریز ہو دل کیوں نہ مئے عشقِ نبیؐ سے
یہ شیشہ تو **تجویز** اسی صہبا کے لئے ہے

وہ ستم آپ نے ڈھائے ہیں کہ جی جانتا ہے
ایسے ارمان مٹائے ہیں کہ جی جانتا ہے

رنج وہ ہم نے اٹھائے ہیں کہ جی جانتا ہے
داغ وہ عشق میں کھائے ہیں کہ جی جانتا ہے

بزمِ دشمن میں شب پوچھ ہم سے بتا کیا دیکھا
وہ تماشے نظر آئے ہیں کہ جی جانتا ہے

ہم خدا جانے جئے ہجر میں تیرے کیونکر
دل نے صدمے وہ اُٹھائے ہیں کہ جی جانتا ہے

آج وہ غیر کی محفل سے عدو کے گھر سے
اس طرح روٹھکر آئے ہیں کہ جی جانتا ہے

تیرا انداز ترا حسن ترے ناز و غرور
ایسے آنکھوں میں سمائے ہیں کہ جی جانتا ہے

سن کے فریاد مری حشر میں فرماتے ہیں
تو نے وہ فتنے اٹھائے ہیں کہ جی جانتا ہے

مٹنے والوں کے جو کچھ نام کو باقی تھے نشاں
آج یوں اس نے مٹائے ہیں کہ جی جانتا ہے

آپ کے ظلم و ستم آپ کے قدموں کی قسم
اس قدر دل سے بھلائے ہیں کہ جی جانتا ہے

آج کہتے ہوئے آتے تھے کہیں سے **بیخود**
جلوے وہ تو نے دکھائے ہیں کہ جی جانتا ہے

دل لیکے کرے انکی بلا بات کسی سے
فرصت ہی نہیں بات کی ہونٹوں کو ہنسی سے

کہدی تھی فقط ہم نے تو اک بات ہنسی سے
الفت ہے کسی سے نہ عداوت ہے کسی سے

ہم جان گئے صلح ہے جس جس سے منظور
ہم بار گئے روٹھکے آئے ہو کسی سے

آیا ہے قیامت میں منانے کوئی مجھکو
کس طیش سے غصے سے غضب سے خفگی سے

ناخوش ہی سہی دھیان تو ہے ان کو ہمارا
ہم خوش ہیں کہ وہ رنج تو دیتے ہیں خوشی سے

ہوتا ہے خفا جب کبھی وہ غیر سے دل میں
اس وقت کا عالم کوئی پوچھے مرے جی سے

اس رشک محبت نے غضب آگ لگا دی
جلنے لگے اغیار مرے دل کی لگی سے

سنتا ہوں سر بزم وہ دشمن کی زبانی
پوشیدہ کوئی راز جو کہتا ہوں کسی سے

جب ہم نے کہا ہم بھی تو عاشق ہیں تمہارے
کس ناز سے فرماتے ہیں وہ اپنے ہی جی سے

یوں بھی کسی کمبخت کو دیتے ہیں تسلی
وعدے کا مزا آپ نے کھویا خفگی سے

کیا فکر ہے **بیخود** جو اٹھاتے نہیں سر بھی
لڑکر تو نہیں آئے ہو تم آج کسی سے

مضطرب ہیں عاشقِ ناشاد سوتے جاگتے
چٹکیاں لیتی ہے اُس کی یاد سوتے جاگتے

کیا انہیں بےچین کر دیتا نہ تیرا اضطراب
وصل میں وہ اے دلِ ناشاد سوتے جاگتے

رات دن شام و سحر ہر وقت ہر دم ہر گھڑی
ذکر ہے اُسکا اُسی کی یاد سوتے جاگتے

خواب میں آکر ہوا ہے ہمسے وعدہ قتل کا
ظلم ڈھاتا ہے ستم ایجاد سوتے جاگتے

جاگتوں کو تو سلادیتی ہے یہ کیسا اثر
تجھ سے تھی امید اے فریاد سوتے جاگتے

خواب و بیداری ہے یکساں اُسکے جلوے کیلئے
دیکھ سکتا ہے دلِ ناشاد سوتے جاگتے

دیکھنا کھلنے نہ پائے غیر پر رازِ نہاں
مجھکو ہوتا ہے یہی ارشاد سوتے جاگتے

اُس کی چشمِ نیم وا کی خواب و بیداری ہے ایک
چل رہے ہیں ناوکِ بیداد سوتے جاگتے

عمر بھر میں تو نے بیخود کام بھی کوئی کیا
یا نہیں کی زندگی برباد سوتے جاگتے

غمِ فرقت میں دیکھیں کون لیتا ہے خبر پہلے
اجل آتی ہے پہلے یا ہمارا نامہ بر پہلے

چھدے دل پیشتر اپنا کہ زخمی ہو جگر پہلے
لگے ترچھی نظر کی دیکھئے برچھی کدھر پہلے

قیامت میں مقابل لیلی و شیریں کے جم جانا
ہمیں بھی دیکھنا ہے کس پہ پڑتی ہے نظر پہلے

کلیجے سے لگا رکھی ہے مینے عشق کی دولت
چلے آتے ہیں سینے میں وہی داغِ جگر پہلے

نظر سے پیشتر دل ملگیا کہتے ہیں کیا اس کو
محبت کا ہے یہ دستور ملتی ہے نظر پہلے

ابھی کچھ تھا ابھی کچھ ہے اسی پر ہو طلب دل کی
ذرا قائم تو ہو لیں آپ اپنی بات پر پہلے

وفا ہوگی جفا ہوگی ستم ہونگے کرم ہونگے
اسی کا فیصلہ کر لیجے قصہ مختصر پہلے

الٰہی خیر غصے میں نکالی تیغ تو اُس نے
غضب یہ ہے لچکتی ہے کلائی سے کمر پہلے

تمہیں بدلے ہوئے ہو کچھ زمانہ تو نہیں بدلا
یہی دن رات تھے پہلے یہی شام و سحر پہلے

ہمیں تو اے اجل الفت میں اپنی جان دینی تھی
ہم انکی نذر کر دیتے وہ آجاتے اگر پہلے

ہمیں بیخود نے برسوں میں یہ اک نکتہ بتایا ہے
کہے جب بات کوئی سوچ لے دل میں بشر پہلے

اے دل سے حسینوں کی محبت نہیں جاتی
کیا کیجئے مجبور ہیں عادت نہیں جاتی

بیخود کو مقدر کی شکایت نہیں جاتی
بدلی بھی تو کمبخت کی قسمت نہیں جاتی

اک ہاتھ کمر پر ہے تو اک دوش عدو پر
تصویر میں بھی اُن کی نزاکت نہیں جاتی

ٹلتا ہے بلائے شب فرقت نہیں ٹلتی
جو آتی ہے آکر وہ مصیبت نہیں جاتی

ہنسنے میں بھی تو نالہ نکل جاتا ہے منہ سے
مظلوم ہوں فریاد کی عادت نہیں جاتی

ہے میرے لہو میں یہ اثر میری وفا کا
ہاتھوں میں جو مل لیجئے رنگت نہیں جاتی

روٹھی ہوئی بیٹھی ہے قیامت نہیں اٹھتی
وہ آکے چلے گھر شب فرقت نہیں جاتی

سنتے تھے بہت وضع کے پابند ہیں بیخود
بازار میں پی لینے کی عادت نہیں جاتی

مل کر رقیب سے تری طینت بدل گئی
شوخی سے وہ حجاب کی عادت بدل گئی

دو لو کی صبح وصل کو حالت بدل گئی
اُن کی نظر پھری مری قسمت بدل گئی

کہتے ہیں اس کو ہجر کہ کہتے ہیں مجھ سے وہ
تیری تو ایک رات میں صورت بدل گئی

روٹھے وہ مجھ سے کیا کہ زمانہ پلٹ گیا
روز وصال سے شب فرقت بدل گئی

تم اور وعدہ۔ اُس پہ قسم میری جان کی
شاید رقیب سے مری قسمت بدل گئی

بیتاب مجھکو دیکھکے حیران رہ گئے
تمکیں سے آج اُن کی شرارت بدل گئی

غصے میں کھا رہی ہے زبان اُنکی پلٹیاں
اِک اٹھ چکی تو اور قیامت بدل گئی

دھبہ لگا دیا تمہیں چاہت نے غیر کی
بدنامیوں سے حسن کی شہرت بدل گئی

محفل وہی مکان وہی آدمی وہی
یا ہم نئے ہیں یا تری عادت بدل گئی

عہد وفا پہ آپ نے کھائی تو ہے قسم
دو چار دن کے بعد جو نیت بدل گئی

یہ کس نے پھول لا کے چڑھائے مزار پر
گلزار خلد سے مری تربت بدل گئی

پروانہ شمع بنکے جلا شمع گل بنی
آتے ہی اُن کے بزم کی رنگت بدل گئی

بیخود شراب عشق کی توبہ نہ بن سکی
ساقی سے آنکھ ملتے ہی نیت بدل گئی

برمایا ہے دل تو نے چھیدا ہے جگر تو نے
جب غیر پہ محفل میں ڈالی ہے نظر تو نے

اِس حُسن کو سمجھا تھا کیا حسنِ بشر تو نے
آئینے میں کیا دیکھا انصاف تو کر تو نے

دیکھا جو مجھے مضطر وہ ٹھہر نہ سکے دم بھر
کیا ظلم کیا اُن پر اے دردِ جگر تو نے

بھولا نہیں ہیں ایسا میں خوب سمجھتا تھا
دشمن کو دیا چکما مجھ سے نہ مکر تو نے

پھر مجھ سے لڑا ہوتا پھر روٹھ گیا ہوتا
پھر دیکھ لیا ہوتا نالوں کا اثر تو نے

پروانے کی حالت تھی رخصت کی گھڑی پھر
دیکھا یہ تماشا بھی اے شمعِ سحر تو نے

اُلفت میں یہ رسوائی اغیار کی بن آئی
کیا نام ڈبویا ہے اے دیدۂ تر تو نے

مظلوم کی آہوں سے ڈرنا ہی مناسب ہے
کیوں قتل پہ عالم کے باندھی ہے کمر تو نے

عیاری و مکاری مجھ سے نہیں چلنے کی
دل میرا چرایا ہے لا ہاتھ ادھر تو نے

ہم دور نہ تھے تجھ سے دشمن کے مقابل تھے
قربان تغافل کے دیکھا نہ مگر تو نے

آنسو نکل آئے ہیں دل کیسے جلائے ہیں
دیکھا ہے جدھر ہم نے گھورا ہے جدھر تو نے

نومید کرم ہو کر پھر مے سے بھرا ساغر
اِس آگ کو بھڑکایا اے دامنِ تر تو نے

اب صبر کا کیا رونا اب جان کا غم کیسا
دشمن کو لڑایا ہے دل میرا جلایا ہے
بیمارِ محبت کا جھوٹوں بھی نہ دل رکھا
اس حسن و نزاکت پر یہ لُوٹ تری خود سر
کچھ عرش سے بڑھنا تھا جب اُس کا پتا ملتا
کیا میری محبت کی کانوں میں خبر پہنچی

دل کھینچ لیا میرا ملتے ہی نظر تو نے
اے بانیِ شر تو نے اے شعبدہ گر تو نے
لینی تھی خبر تجھکو لی خوب خبر تو نے
غنچے کا دہن چھینا چیتے کی کمر تو نے
اے چشمِ حقیقت بیں دیکھا نہ اُدھر تو نے
گردن جو اُدھر موڑی لڑتے ہی نظر تو نے

یہ سحر زباں بھی ہے اعجاز بیاں بھی ہے
دیکھا کہ نہیں دیکھا بیخود کا ہنر تو نے

یوں بزم میں اُٹھتی ہے نظر قہر و غضب سے
آگاہ ہیں کچھ ایسے وہ دل لینے کی ڈھب سے
کیا رنج اُٹھائے ہیں دلِ عیش طلب سے
پہلے نہ زلیخا نے کہا دستِ طلب سے
پستی میں نظر آنے لگی رفعتِ منزل
یہ داغ یہ صدمے یہ قلق ہمنے اُٹھائے
یارب اُسے تو سودۂ الماس سے بھرنا
بیمارِ محبت کے لئے موت شفا ہے
ہم نے تو انھیں خواب میں دیکھا تھا سحر کو
جھکتا ہوں جو بوسے کے لئے اُنکے قدم پر
پڑ کر ترے دامن پہ مرا ہاتھ نہ سرکے

سمجھے کوئی روٹھے ہوئے بیٹھے ہیں وہ بے سبب
خالی نہیں انکار بھی تو حسنِ طلب سے
کٹنے کو کٹی عمر مگر رنج و تعب سے
یہ دامنِ یوسفؑ ہے نہ بڑھ حدِ ادب سے
جو خاک نشیں تھے وہی اونچے رہے سب سے
کس واسطے کیا وجہ فقط تیرے سبب سے
جو زخم کہ خالی ہو ترے دردِ طلب سے
نسخہ یہ اڑایا ہے مسیحا کے مطب سے
غیروں میں یہ چرچا ہے کہ غائب ہیں وہ شب سے
آواز یہ آتی ہے خبردار ادب سے
ہمت کی طلب ہے مجھے اب دستِ طلب سے

وہ دیکھ کے آئینہ کو حیران یہ بولے
ارشاد تو ہو آپ نے چاہا مجھے کب سے

قسمت کا گلا رندوں کو ہوتا نہیں واعظ
مو ٹل جاتی ہے سب کلفتِ غم آطرب سے

کُھل کھیلے نہ مشتاق تمنا نہیں ڈر ہے
شوخی کو اُبھرنے نہیں دیتے وہ غضب سے

رکتی ہوئی لڑتی ہے نظر مجھ سے عدو کی
اُٹھتے ہیں تری بزم میں فتنے بھی ادب سے

کیوں سوچ ہے کیا ختم ہوئیں میری وفائیں
پہلی جو نہیں یاد تو گنتے رہو اب سے

اس رشک قمر کو مرے پہلو میں جو دیکھا
خورشید نے منہ ڈھانک لیا دامنِ شب سے

بدنامیٔ عشاق کا ہے پاس یہاں تک
مشہور وہ کرتے ہیں کسی اور لقب سے

آنکھوں سے جو دیکھا ہے تڑپتے ہوئے مجھکو
وہ خواب میں ڈر ڈر کے اُچھل پڑتے ہیں جب سے

کر لیجیے رقم اپنے غلاموں میں مرا نام
موقع ہو تو یہ عرض کروں شاہِ عرب سے

باتوں میں تو بیخود سے کوئی جیت نہ سکتا
ہارا ہے اگر قول تو یہ نسبتِ عنب سے

پامال نعش کیوں نہ ہو مجھ خستہ حال کی
تعلیم دے رہے ہیں قیامت کو چال کی

نکلے گی بعد مرگ بھی حسرت وصال کی
نکلی نہ تم سے پھانس کسی خستہ حال کی

رہ رہ کے یاد آئی ہے شوخی جو چال کی
مٹ مٹ گئی ہے قبر تری پائمال کی

ہم کو نہیں ہے تجھ سے ضرورت سوال کی
خود منہ سے بولتی ہے تمنا وصال کی

آئینہ کیا بتائیگا مجھ سے ملاؤ آنکھ
میری نظر کسوٹی ہے حسن و جمال کی

ہم کیوں نہ دیکھیں ہم بھی ہیں عالم میں ہم کہاں
اپنا خیال ہی غلطی ہے خیال کی

پھرتے لگے ہوئے ہیں تصور میں غیر کے
رہتی ہے روک ٹوک ہماری خیال کی

پردے کی بات کے لئے پردہ ضرور تھا
پہلو میں دل ہے دل میں تمنا وصال کی

اے دل ہماری بات سنے اب تری بلا
ہے دھن لگی ہوئی تجھے اُن کے وصال کی

ارمان وہ نکالنے آئے ہیں نزع میں
کیا لوٹ مچ رہی ہے مسافر کے مال کی

دل میں وفا ہے درد ہے اُلفت ہے سوز ہے
فہرست لکھ رہا ہوں یہ میں اپنے مال کی

غصے میں بھی تو اُس نے نہ چھوڑی ادائے حُسن
ماتھے کی ہر شکن میں ہے صورت ہلال کی

ہم نے جتا دیا تھا کہ دشمن ہے بیوفا
تم سمجھے اِس نے جو رچلا اِس نے چال کی

برسوں رہے ہیں حضرتِ موسیٰ کے ہوش گم
دیکھی تھی اک جھلک ترے حُسن و جمال کی

بچنا تمام عمر تم اِس فاقہ مست سے
دیکھو عدو کی آنکھ ہے بھوکی جمال کی

دل میں چھپے کبھی آنکھوں میں چھپ گئے
ہوتی ہے اُن سے آنکھ مچولی خیال کی

تم چھپ کے سات پردوں میں مجھ سے نہ چھپ سکے
آنکھوں سے دور ہیں ہیں نگاہیں خیال کی

جو ابتدا میں تنگ تھے وہ انتہا میں ہیں
تفریقِ عشق میں نہیں ماضی و حال کی

میں کشتۂ نگاہِ تغافل شعار ہوں
پرسش نہ ہوگی حشر میں بھی میرے حال کی

سب دل کے بھید کھول لئے جس سے جا ملی
اُس شوخ کی نگاہ بھی ہے کس کمال کی

کچھ اس ادا سے وصل میں روٹھے ہیں آج وہ
برسوں رہیگی ہم کو تمنا ملال کی

دھوکے میں پہلے حضرت واعظ نے پی تو لی
جب نشہ کھل گیا تو بڑی قیل قال کی

ہم تجھ سے اور تیرے سوا کیا طلب کریں
منظور کب ہے قدر گھٹانی سوال کی

یہ ابر یہ ہوا یہ جوانی یہ فصلِ گل
زاہد ابھی سے تجھکو پڑی ہے مآل کی

ظلم و ستم کے شکوہ پہ شوخی تو دیکھئے
صورت بنائے بیٹھے ہیں وہ انفعال کی

ویران کر کے دل کو اُسے ڈھونڈتے ہیں ہم
صحرا میں جستجو ہے رمیدہ غزال کی

بچنا مریضِ ہجر کا کچھ کھیل تو نہ تھا
برسوں رہا علاج بہت دیکھ بھال کی

جو تجھ پہ مٹ گئے جنہیں تو نے مٹا دیا
وہ لوگ لوٹ لیگئے دولت وصال کی ۴

کچھ جو بچے گر کے برق نے تنکے جلائے
کچھ آگ آشیانے میں تھی پچھلے سال کی

بیخود کی خامشی کا سبب ان سے پوچھئے
اس کو تو کچھ خبر ہی نہیں اپنے حال کی

اٹھے تری محفل سے تو کس کام کے اٹھے
دل تھام کے بیٹھے تھے جگر تھام کے اٹھے

دم بھر مرے پہلو میں انہیں چین کہاں ہے
بیٹھے کہ بہانے سے کسی کام کے اٹھے

افسوس سے اغیار نے کیا کیا نہ ملے ہاتھ
وہ بزم سے جب ہاتھ مرا تھام کے اٹھے

دنیا میں کسی نے بھی یہ دیکھی ہے نزاکت
ان سے نہ کبھی حرف مرے نام کے اٹھے

اس بزم سے اٹھکر تو قدم ہی نہیں اٹھتا
گھر صبح کو پہنچے ہیں کہیں شام کے اٹھے

جو ظلم و ستم تم نے کئے سب وہ اٹھائے
اک رنج و قلق ہم سے نہ الزام کے اٹھے

صدمے تو بہت قید میں جھیلے مرے دل نے
جھٹکے نہ مگر زلف سیہ فام کے اٹھے

ہے رشک کہ یہ بھی کہیں شیدا نہوں اس کے
تربت سے بہت لوگ مرے نام کے اٹھے

افسانۂ حسن اس کا ہے ہر ایک زباں پر
پردے نہ کبھی جسکے در و بام کے اٹھے

آغاز محبت میں مزے دل نے اڑائے
پوچھے تو کوئی رنج بھی انجام کے اٹھے

دل نذر میں دے آئے ہم اک شوخ کو بیخود
بازار میں جب دام نہ اس جام کے اٹھے

بیکسی صورت غم الفت میں لاثانی مری
سیکھتا جاتا ہے آئینہ بھی حیرانی مری

حشر کے دن کام آئی ہے پشیمانی مری
دامن مریم بنی آلودہ دامانی مری

خار صحرائے جنوں کرتے ہیں مہمانی مری
بارگاہ عشق کا خلعت ہے عریانی مری

اُس کے جوبن نے اُبھر کر کہدیا یہ صاف صاف
میں وہ فتنہ ہوں قیامت بھی ہے دیوانی مری

غمزہ جینے نے یارب مار ڈالا جیتی جی
تیغ قاتل بنگئی مجھکو گراں جانی مری

داغ کہانے کیلئے تھی اشک پینے کیلئے
بزمِ دشمن میں ہوئی کیا خوب مہمانی مری

ابتو معنی آگئے تو من شدی کے فہم میں
پہوٹ نکلی تیرے چہرے سے پریشانی مری

تم نے مجھسے دشمنی کی مقتضا تہا عقل کا
میں نے تم کو دوست سمجھا تھی یہ نادانی مری

اب تقاضا ہے ہمیں تصویر اپنی بھیجدو
اس قدر اُن کو پسند آئی ہے حیرانی مری

میں تصور میں پہنچ جاؤنگا بزمِ یار تک
کرچکے احباب اُلفت میں نگہبانی مری

عرضِ مطلب پر شبِ وعدہ ہوا ارشاد یہ
پاس رہکر بھی نہ عادت تو نے پہچانی مری

ہوگئی مقبول ایسی کون سی میری دُعا
آج کیوں اُٹھتی نہیں سجدے سے پیشانی مری

اور سُنیے رشکِ دشمن نے بنا دی جان پر
قتل کرتی ہے مجھی کو چینِ پیشانی مری

چھوڑ کر دامن کسی کا پیٹتا ہوں اپنا سر
بڑھ گئی جوشِ زلیخا سے پشیمانی مری

بعدِ مردن بھی وہی ہے جوشِ وحشت کی نگر
قبر میں کرتی ہیں اب حوریں نگہبانی مری

اُن کو پہلے تو فقط نازو ادا پر ناز تھا
اب وہ یہ سمجھے کہ صورت بھی ہے لاثانی مری

اس جگر کاوی کی بیخود داد ملجاتی سب مجھے
زندگی میں یہ غزل سُنتا جو خاقانی مری

تمت



مخمس نعتیہ بر غزل حضرت امیر مینائی مرحوم

قدرت کا تماشا نظر آیا شبِ معراج ‌ ‌ انعام جو مخصوص تھا پایا شبِ معراج
کس شوق سے پہلو میں بٹھایا شبِ معراج ‌ ‌ اللہ نے خلوت میں بلایا شبِ معراج
کیا رتبہ محبوب بڑھایا شبِ معراج

جبریل نے دولہا جو بنایا شبِ معراج ‌ ‌ گیسو نے عجب رنگ دکھایا شبِ معراج
ہر ایک نبی دیکھنے آیا شبِ معراج ‌ ‌ جامہ جو محمد کو پنہایا شبِ معراج
عطرِ گلِ جنت سے بسایا شبِ معراج

گر برق تھی ہر گام پہ بجلی سے چمک کر ‌ ‌ تھی رُخ کی ضیا برقِ تجلی کے برابر
حضرت تھے اِدھر اور اُدھر خالقِ اکبر ‌ ‌ ذات آپ کی تھی شان جمالی کی جو مظہر
رحمت نے کیا پھیل کے سایا شبِ معراج

جب عرش پہ تھے عرش کے دیہیم بھی تھے آپ ‌ ‌ بندے تھے مگر لائق تکریم بھی تھے آپ
جھکتے بھی تھے اور قابلِ تعظیم بھی تھے آپ ‌ ‌ احمد بھی تھے اور احمد بے میم بھی تھے آپ
یکتائی کا جلوہ نظر آیا شبِ معراج

جو فرق ہے رتبے میں وہ ظاہر ہو نہ پنہاں ‌ ‌ یہ حوصلہ یہ ظرف ہی عالم پہ نمایاں
واں دور کی باتوں سے تسلی ہوتی ہاں ہاں ‌ ‌ واں طور پہ موسیٰ کو تجلی ہوئی اور یاں
اللہ نے پاس اپنے بلایا شبِ معراج

جو عزم کہ تھا دل میں نہ ہوتا تھا مکمل ‌ ‌ یہ حُسن کا تھا رعب کہ تھا جسم معطل
ہر چند کہ دل سینے میں تھا شوق سے بیکل ‌ ‌ اللہ رے پاسِ ادبِ احمد مرسل

جبریل نے آنکھوں سے جگایا شبِ معراج

ہر گام تجلی جو سرِ راہگذر تھی — تھا شوق اُدھر محویتِ شوق اُدھر تھی
اس بے خبری میں بھی تو ہم سب کی خبر تھی — کیا امتِ عاصی پہ ترحم کی نظر تھی

بگڑی ہوئی بالوں کو نہایا شبِ معراج

ششدر کوئی صف تھی تو کوئی غول تھا مضطر — بچھی ہوئی آنکھیں تھیں سرِ راہ برابر
جائے کوئی کس طرح اس انداز سے بچکر — پس پس گئے دل حوروں کے ایک ایک نگہ پہ

آنکھوں میں عجب سرمہ لگایا شبِ معراج

جس پردہ کے نزدیک بھی آیا نہیں جاتا — انسان کجا وہم کسی کا نہیں جاتا
موسےٰ سے جہاں ہوش سنبھالا نہیں جاتا — جو جلوہ پسِ پردہ بھی دیکھا نہیں جاتا

بے پردہ وہ جلوہ نظر آیا شبِ معراج

کیوں ٹھیکری کہتے ہو عبث آنکھوں کے اوپر — انصاف کرو ہم سے ذرا آنکھ ملا کر
دنیا میں ہوا ہے کوئی حضرت کی برابر — فردوس کے مختار ہوئے شافعِ محشر

عالم کو جہنم سے بچایا شبِ معراج

دانتوں کی چمک رشکِ گہر ہو گئی سب کو — دامن کی ہوا بادِ سحر ہو گئی سب کو
تعظیم تری مدِّ نظر ہو گئی سب کو — ہفتاد و دو عالم میں خبر ہو گئی سب کو

ڈنکا وہ نبوت کا بجایا شبِ معراج

یہ لطف یہ احسان یہ بخشش یہ عنایت — ماں کو کبھی بچے سے نہ ہوگی یہ محبت
اللہ رے کرم جب ہوئی اللہ سے خلوت — عذر اُن کے گناہوں کا کیا واہ رے شفقت

دھیان آپ کو امت ہی کا آیا شبِ معراج

ہم کو یہ نبی بخشا ہے اللہ کا احسان | اترا ہے اسی گیسووں والے پہ تو قرآن
وہ اپنا بنالیں اسے ہے بخود کو یہ ارمان | سو جانیں امیر احمد بے میم پہ قربان

خلعت احدیت کا بھی پایا شبِ معراج

مخمس بر غزل استاد ی حضرت نواب فصیح الملک بہادر داغ دہلوی مرحوم و مغفور

نہ کس طرح ہوں التجائیں تمہاری | بہت کی ہیں میں نے خطائیں تمہاری
مجھے دل سے بہائیں جفائیں تمہاری | قیامت ہیں بانکی ادائیں تمہاری

ادھر آؤ لیلوں بلائیں تمہاری

وہ معشوق کیا جو شرارت سے چوکے | مزا تو یہ ہے بات میں بات نکلے
محبت فقط آزمانے کو ہم نے | جو پوچھا کبھی شغلِ تنہائی اُن سے

کہا گنتے ہیں ہم خطائیں تمہاری

یہ تقریرِ دشمن کی ہے جا ہلانہ | غلط ہے یہ بدنامیوں کا بہانہ
زبانوں پہ جاری ہے اِن کا فسانہ | زمانہ میں ہیں یادگارِ زمانہ

وفائیں ہماری جفائیں تمہاری

بڑا ہے کوئی وقت جب دشمنوں پر | یہاں بھی ہمیں کام آئے ہیں اکثر
اگر یہ تو معلوم ہو بندہ پرور | ہمیں دوگے انعام کیا روزِ محشر

جو ہم بات بگڑی بنائیں تمہاری

محبت کی لیلےٰ سے ہوں دو دو باتیں | وفا کی زلیخا سے ہوں دو دو باتیں
لبوں کی مسیحا سے ہوں دو دو باتیں | تجلی کی موسےٰ سے ہوں دو دو باتیں

اگر شکل ہم دیکھ پائیں تمہاری

یہ گانا وہ ہے جس سے ہو موم پتھر
یہ وہ سحر ہے جس سے جن ہو مسخر
پھر اُس پر غضب یہ کہ ہو تسا دلبر
پھڑک جائے کیونکر نہ انسان سُنکر

رسیلی سریلی صدائیں تمہاری

ہنسی کھیل سمجھے تھے دل کا لگانا
غضب ہے ستم ہے طبیعت کا آنا
یہی حال ہی تو پڑا زہر کھانا
ہیں بے تمہارے ہر سم آب دوانا

قسم بھی جو کھائیں تو کھائیں تمہاری

کتابِ محبت ہے کچھ ایسی ویسی
لکھی اس میں باتیں ہیں سب سچی سچی
سُنو گے مگر یہ کہو کس کی بیتی
ہر اک داستاں ہے نہایت مزے کی

ہم اپنی کہیں یا سُنائیں تمہاری

یہ کہتے ہیں ہم سے اشارے تمہارے
کہ وہ شرم کے دن سدھارے تمہارے
رہے پردہ اب کیوں ہمارے تمہارے
کریں آنکھ سے ہم نظارے تمہارے

سُنیں کان سے ہم صدائیں تمہاری

ابھی کہہ چکا ہوں اشاروں میں تم سے
سمجھتے نہیں بات کو ایسے بھولے
نہیں ڈھنگ اِن خوش نصیبوں کے اچھے
کرو صدقے غیروں کو سر پر سے اپنے

بڑے لینے والے بلائیں تمہاری

یہ اقرار جھوٹے ہیں یہ عہد باطل
بلا ہو مری جھوٹی قسموں میں شامل
ملاقات کا لطف یہ ہے سلے دل
بظاہر محبت جتانے سے حاصل

مجھے کوستی ہیں دعائیں تمہاری

جب کیا کلیجہ اگر غم سے فق ہو　　ہمیں عاشقوں میں کوئی جان بحق ہو
لہو خشک ہو رنگ چہرے کا فق ہو　　یقیں ہے کہ اب سے زیادہ قلق ہو
محبت جو ہم آزمائیں تمہاری

وہ آجائیں دم میں نہیں ایسے غافل　　انہیں راہ پر لائے تھے ہم بمشکل
یہ ہوتا ہے بیہودہ باتوں کا حاصل　　وہ گھبرا گئے آخر اے حضرتِ دل
کہاں تک سنیں التجائیں تمہاری

اثر بے قراری میں جب کچھ نہ پایا　　ستم کیش نے اور بھی دل جلایا
شرارت سے مضمون کیا سجھایا　　شبِ غم وہاں سے یہ پیغام آیا
اثر کر چکیں بس دعائیں تمہاری

محبت میں دیکھے نہ تھے یہ تماشے　　کھڑے ہوتے ہیں رونگٹے حال سن کے
کوئی ان کو **بیخود** کے دل سے تو پوچھے　　اٹھائے ہیں صدمے بہت **داغ** تم نے
الٰہی مرادیں بر آئیں تمہاری

دیگر

میری تقصیر ہے کیا یہ تو جتا دو مجھکو　　میں اگر بھول گیا ہوں تو بتا دو مجھکو
کہنے سننے پہ کسی کے نہ سزا دو مجھکو　　تم کو چاہا تو خطا کیا ہے بتا دو مجھکو
دوسرا کوئی تو اپنا سا دکھا دو مجھکو

اک مجھی سے تو نہیں تم کو پڑا ہے پالا　　غیر سے بھی تو ملاقات ہے بالا بالا
تم نے تو خوب زمانے کو ہے دیکھا بھالا　　کون ہوتا ہے کڑی بات کا سہنے والا
گالیاں تم کو سکھا دیں تو دعا دو مجھکو

ایسی کیا گوں ہے جو بگڑ کے کرو نگا سودا　　آنکھنے والوں نے جھول بتایا دکھلا
جانچنے بھی تو نہ پائے کہ بتا کر مہنگا　　دل مرا ہاتھ میں لیتے ہی الگ پھینکدیا

مال ایسا نہیں لاؤ اٹھا دو مجھکو

اپنی ہستی سے نہ غافل دلِ ناشاد رہے　　ہو کے مغرور نہ مٹی کہیں برباد رہے
اِس خرابے کی وہاں بھی کوئی بنیاد رہے　　باغِ فردوس میں بھی بوئے وطن یاد رہے

عطر مٹی کا دمِ مرگ سنگھا دو مجھکو

ڈھنگ یہ ٹھیک نہیں ہوش میں آؤ دیکھو　　حسرتیں خاک میں میری نہ ملاؤ دیکھو
گرمیاں ہوچکیں بس جی نہ جلاؤ دیکھو　　غیر کو دستِ حنائی نہ دکھاؤ دیکھو

گر لگانی ہے تمہیں آگ لگا دو مجھکو

تم کہو یا نہ کہو میں نے تمہیں جان لیا　　تم وہی شخص ہو جس نے مرا ایمان لیا
فایدہ کیا ہے مکرنے سے کہو مان لیا　　تم کو تو حشر کے دن لاکھ میں پہچان لیا

میں بھلا کون ہوں میرا تو پتا دو مجھکو

یوں پلٹ جاتی ہے دم بھر میں طبیعت دیکھو　　دیکھنے والوں سے کہتے ہیں نفرت دیکھو
یہ مصیبت یہ تباہی یہ قیامت دیکھو　　زہر بھی وہ نہیں دینے مری قسمت دیکھو

جھوٹے منہ بھی جو کہوں پان لگا دو مجھکو

حیف جاگا ہوا جب اپنا مقدر سوئے　　وصل میں پھر کوئی آرام سے تھکر سوئے
حکم تھا آج نہ گھر میں کوئی دم بھر سوئے　　وہ جو سوئے بھی شبِ عدہ یہ کہکر سوئے

جب وہ آئے تو اسی وقت جگا دو مجھکو

عمر بھر اب نہ گرفتار بلا ہوں ہرگز　　ہو محبت تو محبت نہ نبا ہوں ہرگز

تو دل سے اپنے پھر نہیں پھرا ہوں گز   اب خدا چاہے تو میں تم کو نہ چاہوں ہرگز

پھر یہ تقصیر ہو مجھ سے تو سزا دو مجھکو

مجھکو کیا میں تو تمہارے ہی لئے کہتا تھا   لوگ جانینگے برا تم کو جب اچھا ہوگا

ابھی سوچو تو مرا قول ہے بیجا کہ بجا   دل میں سو شکوۂ غم پوچھنے والا لیا

کیا کہوں حشر کے دن یہ تو بتا دو مجھکو

پہلے اک شخص یہ کچھ یونہیں سا ہوتا تھا گماں   چار دن بعد مگر پھر اُسے دیکھا تو کہاں

میں نے تو دیکھ لیا ڈھونڈ لیا سارا جہاں   مجھکو ملتا ہی نہیں مہر و محبت کا نشاں

تم نے دیکھا ہو کسی میں تو بتا دو مجھکو

کم تو ہو جائیگی تدبیر سے وحشت دل کی   یہ تو مانا کہ بدلتی نہیں قسمت دل کی

اُن کو معلوم تو ہو جائے حقیقت دل کی   ہمدمو آن سے میں کہہ جاؤنگا حالت دل کی

دو گھڑی کے لئے دیوانہ بنا دو مجھکو

فکر و تشویش ہے کیوں سوچ یہ کیوں آتا ہے   میں تمہیں چھوڑ دوں ایسا بھی کہیں ہوتا ہے

جان بچ جائے تو نقصان تمہارا کیا ہے   بے مروت دلِ بیتاب سے ہو جاتا ہے

شیوۂ خاص تم اپنا ہی سکھا دو مجھکو

مجھ سے کہتا تھا ابھی راہ میں اک راہ نشیں   آج محفل سے نکالا گیا وہ دشمن دیں

اُسکے اخلاص میں بیخود سے یہ پوچھا تھا یہیں   تم بھی راضی ہو تمہاری بھی خوشی ہے کہ نہیں

جیتے جی **داغ** یہ کہتا ہے مٹا دو مجھکو

تخمیس بر غزل صاحب موصوف نتیجۂ طبع محمد شبیر علیخان صاحب شبیر شاگرد حضرت داغ و مصنف

چہرہ پھر کچھ خود بخود مُرجھا گیا　　میری قسمت پھر کسی کا کیا گیا
پھر سدھارا صبر پھر غم چھا گیا　　بیٹھے بیٹھے پھر کوئی یاد آ گیا
کیا تصور تھا کہ دل تڑپا گیا

اس لب ہرزہ سرا کا کیا گیا　　وہ خجل ہو مجھ سے کب دیکھا گیا
جا گرا قدموں پہ اُس پر چھا گیا　　جب شکایت سن کے وہ شرما گیا
مجھکو اُس پر اور بھی پیار آ گیا

چین سے سوتے رہے وہ رات بھر　　اُن کو کیا معلوم اُن کو کیا خبر
کس طرح سے میں نے کاٹی ہے سحر　　کہتے ہیں بیہوش مجھکو دیکھکر
کیوں مرے جاتے ہو لو میں آ گیا

یاد ہے مجھکو وہ قصہ طور کا　　صاعقے کا بیچ میں پردہ رہا
تھے پیمبر اُن کا دل بھی رکھدیا　　سچ تو یہ ہے تیرا جلوہ ہی نہ تھا
چشم موسٰے سے جو یوں دیکھا گیا

ناز تھا اپنی عبادت پر غضب　　وہ ہوئے شامل گنہگاروں میں کب
یاد تھا کب عاجزی کا اُن کو ڈھب　　میری بخشش سے چلے زُہّاد سب
ابر رحمت آگ سی برسا گیا

اُن کو فرصت کب ہے مے کے دور سے　　وہ بُرے ثابت ہوئے ہر طور سے
کل یہ بیخودؔ نے سُنا اک اور سے　　سب میں رسوا ہیں وہ رسم جور سے
تو تھا شبیر تیرا کیا گیا

رباعیات در تہنیت سال نو

بدخواہ ہمیشہ رہے تیرا دل تنگ
ہر وقت ہو بیخود کی دعا خالق سے
عشرت کی بجے نوید ہو اے روزویر
ہر شب ہو شب برات ہر دم ہو خوشی

غم تجھ سے رہے دور ہزاروں فرسنگ
یہ سال نیا تجھکو مبارک اے ینگ
یہ سال نیا سعید ہو اے روزویر
ہر روز تجھے عید ہو اے روزویر

ہے ڈے کی تو خوبی کا بیاں ناممکن
الفت کی لیاقت کی وفاداری کی
اس سال کی ہر گھڑی خوشی سے گذرے
مس ینگ کو دیتا ہے دعا یہ بیخود

لکھے جو صفت کلک زباں ناممکن
ممکن نہیں تعریف ہو ہاں ناممکن
گذرے جو گھڑی اسی خوشی سے گذرے
یہ سال نیا ہنسی خوشی سے گذرے

رباعی در توصیف جناب حاذق الملک حکیم حافظ محمد اجمل خان صاحب

بخشا ہے عجب دست شفا یزداں نے
بیخود کا تو ہو چکا تھا بس کام تمام
انصاف یہ ہے کام کیا درماں نے
چھینا ہے اجل کے منہ سے اجمل خاں نے

قطعات

قطعہ تاریخ تولد فرزند ارجمند مولوی محمد حسین صاحب محمد مخلص رئیس بساور ریاست بھرتپور

وہ محمد کہ جسے شان محبت لکھوں
وہ محمد جسے الفت کا کہوں میں مصدر
وہ وفا کیش کہ ثانی نہیں جس کا پیدا
دوست وہ دوست کہ سب دوستوں کا سر دفتر

پاک دل پاک نظر پاک دروں پاک نہاد | نیک خو نیک نفس نیک چلن نیک سیر
اُس کو اللہ نے بخشا ہی پسرِ ماہ جمال | نخلِ امید میں تازہ نظر آیا ہے ثمر
مژدہ لائی جو صبا اُس کے تولد کا یہاں | اُس کی تاریخ یہ بیخود نے لکھی خوش ہو کر
نام کا نام ہے تاریخ کی تاریخ ہے یہ | تم کو مسعود و مبارک ہو ہمایوں اختر

قطعہ تاریخ عطائے خطاب حاذق الملک ارسطوئے زمان افلاطون دوران ابو سعید جناب محمد عبد المجید خانصاحب مرحوم و مغفور

حاذق الملک کا خطاب دیا | رہے آباد شاہِ انگلستاں
نام عبد المجید خاں اِن کا | جانتا ہے ہر ایک پیر و جواں
آپ پر ختم ہو گئی خوبی | آپ کا خاندان فخر جہاں
آپ کی رائے آپ کی تشخیص | آپ کا نسخہ آپ کا درماں
ہم نے مانا کہ اور بھی ہیں طبیب | لاکھ ہوں آپ سا حکیم کہاں
آپ کا لطف ہے مدارِ حیات | آپ ہی ملکے جیتے ہیں انساں
آپ کا خلق خلق کے حق میں | بنگیا صاف چشمۂ حیواں
جاں بلب آپنے سنبھالے ہیں | ملک الموت آپ سے ترساں
قوم میں آپ کی ہر روح پھنکی | قوم کی جان آپ پر قرباں
مدرسہ آپ نے کیا جاری | آپ سا کون ہوگا فیض رساں
اب تو دلی کا ہر گلی کوچہ | آپ کے دم سے بنگیا یوناں
آپ کی مدح پھر زبان میری | آپ کا وصف پھر یہ ہیچمداں

سنئے بیخود سے مصرع تاریخ | حاذقِ ملک و عیسیٰ دوراں ۱۳۱۶

تاریخِ ترقیم واسوخت حضرت مختار شاگرد استادی حضرت داغ مرحوم مغفور ۱۳۱۶ ہجری

نوشت است مختار واسوختے | چو از جورِ شوخی دلش سوختے
چو آمد بمن مژدۂ ایں کتاب | دلم گفت ہاں بہرِ سالش شتاب
ندا آمد از غیب بیخود شنو | گلستانِ نازک خیالی بگو ۱۳۱۸
خوب واسوخت لکھا کیا کہنا | ہم نے دیکھی نہیں ایسی تحریر
صاف کاغذ پہ نظر آتی ہے | بیجا نامۂ ستم کی تصویر ۱۳۱۸ھ

قطعہ تاریخ طبع دیوان منشی جگناتھ شوق شاگرد داغ دہلوی

مژدہ اے بلبلانِ باغِ سخن | مشتہر گشت گلفشانیٔ شوق
طوطیانِ چمن خموش شوند | نبود سہل ہمزبانیٔ شوق
رمزدانِ سخن ہمیں دانند | قیمت و قدر نکتہ دانیٔ شوق
حسن را ترجمان چو او نبود | کس نگوید چو او معانیٔ شوق
شاعرے نیست شوق را مانند | خود بود شوق مثل ثانیٔ شوق
عرضِ حال است مقصد بیخود | قصد او نیست مدح خوانیٔ شوق
گفت تاریخ طبع دیوانش | بیتواں دید خوش بیانیٔ شوق ۱۰ ۶۱۹

قطعہ تاریخ طبع دیوانِ مولانا عبدالرحمٰن راسخ مرحوم

خدا بخشے عجب طرز بیاں تھی
فصاحت تھی بلا گردانِ راسخ

معانی یاب بانی تھی طبیعت
بلاغت دل سے تھی قربانِ راسخ

جوانی میں سدھارے سوئے جنت
بندھا تھا موت سے پیمانِ راسخ

چھپا یہ دوسرا دیوان اُن کا
یہی باقی تھا اک ارمانِ راسخ

لکھی بیخود نے یہ تاریخ اسکی
ہے گلزار سخن دیوانِ راسخ

۱۵ ۱۹

قطعہ تاریخ طبع کتاب مزارات اولیائے دہلی مؤلفہ مولوی محمد شاہ صاحب فریدی المتخلص بہ یکتا

نغز گو ایسا کہاں ایسا مورخ ہے کہاں
خوب ہی لکھی ہے یکتا نے یہ زیبا تاریخ

مٹنے والوں کے نشاں اس نے کیے ہیں پیدا
ہے جہاں کے لئے اعجاز مسیحا تاریخ

جو نشانات تھے پہلے وہ ہوئے سب معدوم
اب بتاتی ہے نیا اُن کا ٹھکانا تاریخ

جس کو معلوم نشاں ہو نہ کسی مرقد کا
رہنمائی کو ہے اُس کی ید بیضا تاریخ

کھولتی حال ہے دنیا میں خدا والوں کا
رمز درویشوں کا کرتی ہے یہ افشا تاریخ

یہ نتیجہ ہے مؤلف کی جہاں گردی کا
ورنہ کچھ سہل نہ تھا ایسی جو لکھتا تاریخ

کچھ صلے کی نہیں امید. مولف کا ہے قول
لکھ رہا ہے یہ مرے دل کا تقاضا تاریخ

واد سے قدر تو نا قدری ہے اس کی بیداد
اہل انصاف سے رکھتی ہے تمنا تاریخ

اب تو سب مٹ گئے مٹنے کے نشاں بھی اپنے
خاص اک وقت میں تھا علم ہمارا تاریخ

شغل دنیا میں جو اچھا ہے کتب بینی ہے
کام مشکل ہے جو کاموں میں وہ ہے کیا تاریخ

ہند کو فخر ہے جس پر وہ یہی دلی ہے
ہے یہاں کی تو ہر ایک خاک کا ذرا تاریخ

سال تاریخ میں کیوں فکر ہو آتی ہے غزو — زیب دیتا ہے جو لکھدیجئے عمدہ تاریخ

قطعہ در توصیف عالیجناب حکیم محمد واصل خانصاحب مرحوم

مر دے جی اٹھتے ہیں ہمیشہ شفا پاتے ہیں — اب ہیں عالم میں مسیحا کی جگہ واصل خاں

منکشف ان پہ دوا کا ہے مزاج اور خواص — ان پہ ظاہر ہے طبابت کا ہر اک راز نہاں

ماہیت سے یہ نباتات کی پورے واقف — خاصیت ان پہ جمادات کی ساری ہے عیاں

سنکھیا بھی یہ اگر دیں تو وہ اکسیر بنے — ان کو معلوم ہے سب زہر کا نفع و نقصاں

ایک انگلی سے یہ تشخیص مرض کرتے ہیں — ان کی انگلی پہ ہیں سو نبض کے آئے قرباں

ان کا ہر نسخہ ہے چلتا ہوا حسب کا تعویذ — ان کا دم بھرتا ہے دنیا میں ہر اک پیر و جواں

ان کی تدبیر کے قائل نہ ہوں کیوں اہل فرنگ — ہے کوئی اور سوا ان کے مسیحائے زماں

یہ وہ ہیں پڑھتے ہیں ہندو بھی تو کلمہ ان کا — یہ وہ ہیں بید بھی لے آئے ہیں ان پر ایماں

ان کے اخلاق کی تعریف نہیں ہو سکتی — ان کے اشفاق و عنایت کا نہیں ہے پایاں

فخر دلی کو انہیں سے تو ہوا ہے حاصل — ان ہی کی ذات پہ ہے آج زمانہ نازاں

یاد ہیں ان کو بہت ایسے شفا کے نسخے — جنسے باقی نہیں رہتی ہے مرض کی بنیاں

قاف ہیں ان کی ہے شہرت یہ خبر جھوٹ نہیں — میں نے آتی ہوئی دیکھی ہیں مطب میں پریاں

ان کی دہلیز بتوں کے لئے مسجود بنی — ان کی چوکھٹ کے سلامی ہیں حسینان جہاں

تندرستوں کے لئے انکی محبت ہی مرض — ان کے بیمار کو بے انکے بھلا چین کہاں

ہند سے تا بہ عرب دھوم ہے کن کی ان کی — دھوم سے دھوم ہوئی ہند سے تا انگلستاں

ان کی توصیف کی کچھ مجھکو نہیں ہے حاجت — یہ تو عالم میں ہیں مشہور عیاں را چہ بیاں

شاد و آباد رکھے ان کو خداوند کریم
ایک بیخود بھی دعا گو ہے ہزاروں میں حل

قطعہ تقریظ دیوان مولوی محمد عبدالحی صاحب بیخود بدایونی

رات کے خواب کا کیا حال سناؤں بیخود
جو نہ دیکھی تھی کبھی آئی ہے وہ سیر نظر

ہائے کیا سیر تھی کیا لطف تھا کیا صحبت تھی
رشک آتا ہے مجھے حال سناؤں کیونکر

چاندنی چٹکی ہوئی اور سہانا جنگل
ٹھنڈی ٹھنڈی وہ ہوا صبح کی وہ نور سحر

وہ فضا سبزہ کی وہ فصل بہاری کا سماں
وجد کے حال میں مصروف وہ ہر ایک شجر

موجیں کرتی ہوئی پھرتی تھی ہوا مثل نسیم
شاخ گل کی بھی نزاکت سے لچکتی تھی کمر

جب نظر سبزے پہ پڑتی تھی نظر آتا تھا
فرش بچھا ہوا مخمل کا سر راہگذر

بخت جاگا ہوا تھا سبزۂ خوابیدہ کا
سیر کے واسطے نکلا تھا جو سعد اکبر

جوش زن موج فزا باد سحر سے بھی سوا
چشموں میں آب خضر نہروں میں آب کوثر

سیر کرتا ہوا کچھ اور جو آگے پہنچا
نظر آیا مجھے اک قصر فلک کا ہمسر

پاس جا کر اسے دیکھا تو یہ معلوم ہوا
اس میں رہتا ہے کوئی ہے یہ کسی کا منظر

مجھکو حیرت کہ الٰہی یہ مکاں کس کا ہے
اسی حیرت میں بہت دیر رہا میں ششدر

عقل کہتی تھی قدم اب نہ بڑھانا آگے
دل بیتاب یہ کہتا تھا کہ چلیئے اندر

باریابی کے لئے سوچ ہی کیا فکر ہے کیوں
روکنے والا تو بیٹھا نہیں کوئی در پر

اتنے میں ایک پریوش نظر آئی ناگاہ
لیگئی مجھکو بلا کر وہ پس پردۂ در

اس کی تعریف میں قاصر ہے زبان خامہ
میں نے دیکھا نہیں اس شکل کا دنیا میں بشر

شوخ طرار طرحدار ستمگر آفت
لب میں اعجاز نہاں آنکھ میں جادو کا اثر

پھر لڑکپن کے وہ دن پھر وہ جوانی کی نمود — سرو نخل ثمر ور کی طرح بار آور
آنکھ وہ شوخ کہ دیکھے سے سمائے دل میں — جلوہ وہ برق کہ جس پر نہ ٹھہرتی تھی نظر
حسن میں ناز نہاں ناز میں اک کبر و غرور — آنکھ سے شرم عیاں شرم سے نخوت اظہر
اُس چھپائے ہوئے سینے میں غضب کا عالم — اُن چرائی ہوئی نظروں میں ستم کا جوہر
ظلم میں رحم تغافل میں حیا کا انداز — آنکھ سے دور تصور میں ہر اک خستہ جگر
سرمگیں آنکھوں میں ظالم کی گلابی ڈورے — بال بکھرے ہوئے زلفوں کے اِدھر اور اُدھر
لب نازک پہ وہ کچھ پان کا لاکھا کم کم — ہاتھ میں چھوٹی سی تلوار شکن ماتھے پر
رخ پر نور پہ زلفوں کو ہوا سے جنبش — سانس کے ساتھ نزاکت سے لچکتی تھی کمر
دلربائی کی اداؤں میں غضب کی مشاق — لطف باتوں سے اشاروں میں زیادہ بڑھ کر
میں نے پوچھا کہ ترا نام ہے کیا کون ہو تو — ناز و انداز سے ظالم نے کہا یہ ہنسکر
ایسے مدہوش کہ اتنا بھی نہیں ہوش تمہیں — اس قدر بے خبری یہ بھی نہیں تم کو خبر
آپ کا حسن طبیعت ہے مرا حسن و جمال — نام نامی ہے مرا آپ کی فکر اظہر
میں نہ ہوں پاس تو اک شعر بھی تم کہہ نہ سکو — آزما دیکھو اگر تم کو نہیں ہے باور
میرے ہی دم سے ہے عالم میں سخن کی شہرت — میری امداد سے ہوتا ہے بشر نام آور
جانتے ہیں مجھے سب مبدء فیاض ہوں میں — نہیں اُستاد جہاں میں کوئی مجھ سے بڑھ کر
تابعِ حکم مرا طوطیِ نیشاپوری — خامۂ بلبلِ شیراز مرا دست نگر
لونڈیاں جدت و جودت مرے گھر کی دو نو — ذہن کہتے ہیں جسے وہ مرا ادنا چاکر
تجھکو تکلیف جو دی میں نے یہ تھا اس کا سبب — تیرے اک دوست کا چھپتا ہے کلام اظہر
نہیں دیوان اسے گلدستۂ معنی کہئے — نہیں دیوان یہ ہدیہ ہے پئے اہلِ نظر

نہیں دیوان محبت کا یہ افسانہ ہے / نہیں دیوان رگ جاں کیلئے ہے نشتر
جلوۂ شاہد معنی نظر آنے ہی کو ہے / اب ہوا چاہتا ہے چاک مخالف کا جگر
مخزن لطف و کرم معدن اشفاق اتم / وہی ہمنام ترے تیرے عنایت گستر
وہی بیخود ترے استاد کے شاگرد رشید / وہی استاد زماں فخر جہاں نیک سیر
شعر گوئی میں نہیں آج کوئی اُن کا نظیر / شعر فہمی میں نہیں اب کوئی اُن سے بہتر
مر گئے اُن کی غزل دیکھ کے حاسد لاکھوں / تیغ فولاد کا ہے اُنکے قلم میں جوہر
اُن کے ہر شعر میں ہے حضرت اُستاد کا رنگ / اُن کا دیوان نہ کس طرح ہو رشکِ دُرر
چار سو شہرہ ہوا اُنکی سخن گوئی کا / اُن کی تقریر میں تحریر میں جادو کا اثر
نغز گوئی میں بلاغت میں ادا بندی میں / بعد اُستاد کے کوئی نہیں اُن کا ہمسر
سُن کے یہ خوشخبری خواب سے بیدار ہوا / پھر کہاں نیند کہاں نیند کا آنکھوں میں اثر
لے کے قرطاس و قلم میں نے یہ لکھی تقریظ / یاد تھیں مجھکو جو سب خواب کی باتیں ازبر
خوش رہے شاد رہے اس کا مصنف یا رب / عیش دمساز رہے اور مقدر یاور

قطعہ در جشن سالگرہ اعلیٰحضرت سکندر شوکت دارا مرتبت ہز میجسٹی شاہنشاہ ایڈورڈ ہفتم دام اقبالہٗ

ہے جشنِ سالگرہ ایڈورڈ ہفتم کا / خجستہ فال ہے یہ سال نیک فال گرہ
شریکِ بزم ہوئے آ کے مختلف احباب / دلوں کی کھل گئی یارب ذوالجلال گرہ
چمک کا نیرِ اقبال کی یہ ایما ہے / جو کہکشاں ہو کلاہ تو مہ جمال گرہ
بقائے شاہ سے اس کی بھی عمر بڑھ جائے / رہے جہان میں قائم ہزاروں سال گرہ

فدا ہے شاہ کے اقبال پر دل و جاں سے — زبانِ لال سے کرتی ہے عرض حال گرہ
نظیر اس کی ہے نایاب چشمِ گردوں میں — یہ لاجواب گرہ ہے یہ بے مثال گرہ
یہ عہد وہ ہے کہ ٹوٹا نہ عہد بھی جس میں — کرے دلوں کی نہ کس طرح دیکھ بحال گرہ
رہیگی ظلِ حمایت میں عمر بھر شہ کے — بچی ہے گردشِ دوراں سے بال بال گرہ
بگاڑ سکتے ہیں کیا اس کا حادثاتِ جہاں — کہ عمرِ خضر کی صورت ہے بے زوال گرہ
ازل سے باندھ رکھی ہے گرہ میں عمرِ ابد — اسی سبب سے ہے ایسی مرفہ حال گرہ
عدو کی آنکھ میں دل میں جگر میں سینے میں — کھٹکتی رہتی ہے برچھی کی بنکے بھال گرہ
شمارِ عمر سے سلطاں کے بڑھ گیا رتبہ — بنی ہے دانۂ تسبیح - خوشخصال گرہ
گرہ میں کیسۂ گوہر کے اب نہیں گوہر — عطا و بذلِ شہنشہ پہ ہے یہ دال گرہ
ہر ایک غنچے کی مٹھی میں زر نظر آیا — نسیمِ صبح نے کھولی جو بے خیال گرہ
دعائیں دینے میں سب ہوں شریک بیخود بھی — مری زباں سے کرتی ہے یہ سوال گرہ
زیادہ شاہ کا اقبال و عمر و دولت ہو — عدو کے واسطے ہو باعثِ زوال گرہ
ہزاروں سال رہیں ہم عزیز دلی میں — اسی طرح سے ہو ہر سال جشنِ سال گرہ

قطعۂ تقریب جلسۂ تہنیت خطاب حاذق الملک حکیم حافظ محمد اجمل خاں صاحب

حاذق الملک کا ملتا تمہیں کیونکر نہ خطاب — نام اعجاز ہے جس کا وہ سراپا تم ہو
آپ اپنی ہو نظیر آپ ہو تم اپنا جواب — یعنی اس عالمِ ایجاد میں یکتا تم ہو
شہرتِ عام ہے دعوے پہ دلیلِ روشن — خاص نکتہ ہے کہ یکتائی کا دعوی تم ہو
سب طبیبوں کو ہے تقلید تمہاری لازم — مسند آرائے شہنشاہِ اطبا تم ہو

حسن اخلاق بھی ہے دست شفا کے شامل
دیکھ کر جیتے ہیں بیمار تمہارے تم کو
نبض پر ہاتھ رکھا اور مرض کھسکے ہٹا
نہیں حکمت سے کوئی بات تمہاری خالی
بھاگ جاتی ہے اجل نام تمہارا سنکر
تم سے لقمان و ارسطو کو بھلا کیا نسبت
علم و اخلاق و کرم نے جسے ڈھونڈا تم تھے
صاف باطن بھی ہو اتنے ہی خدا ہے آگاہ
آج اس باغ میں رونق ہے تمہارے دم سے
جانتے بھی ہو یہ ہیجوؔ کی دعا کا ہے اثر
تم سلامت رہو آباد رہو شاد رہو
چشم بد دور زمانے کی نظر ہے تم پر

چشم عالم کے لئے آنکھ کا تارا تم ہو
اپنے بیمار کے جینے کا سہارا تم ہو
میں نے پہچان لیا ہے تمہیں اچھا تم ہو
کس قدر عاقل و فرزانہ و دانا تم ہو
ملک الموت سے کیوں معرکہ آرا تم ہو
چشمۂ فیض تھے وہ فیض کا دریا تم ہو
جاہ و اقبال و حشم نے جسے تاکا تم ہو
جس قدر دیکھنے میں آئینہ سیما تم ہو
دیکھ لو زیب دہ بزم احبا تم ہو
اس کے ممدوح مگر شکر خدا کا تم ہو
بزم احباب جہاں ہو طرب افزا تم ہو
حاذق الملک ہے کیا ہاں مسیحا تم ہو

قطعہ بتقریب تجویز وصول چندہ بنا بر قحط زدگان بہ شکریہ جناب صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر دام اقبالہ

ہمفریز آپ کے اخلاق کی تعریف محال
آپ کی مدح کو جانچا تو قلم ہے قاصر
آپ کی وضع سے ہوتی ہے شرافت ظاہر
آپ کے خلق کی تعریف نہیں حد بشر

خوبیوں کی نہ کوئی حد نہ بھلائی کا شمار
آپ کے وصف کو تولا تو زباں ہے بیکار
آپ کی بات میں ہے رحمدلی کا اظہار
سو زبانیں ہوں تو پوری نہ صفت ہو زنہار

آپ کے نام کی جپنی ہے زباں پر سب کی
آپ کے نام پہ آتا ہے زمانے کو پیار

کونسا دل ہے جو آپ کا مشکور نہیں
کونسی ہے وہ زباں جو نہ ہوئی شکر گذار

آپ کے آتے ہی دلی کا نصیبا جاگا
آپ کے دم سے پھر آباد ہوا اُجڑا دیار

آپ کے ظلِ حمایت میں جو آیا یہ شہر
دیکھنے کو بھی تو باقی نہ رہا کچھ اِدبار

اپنی تقدیر کے لکھے کو کرے کیا کوئی
مہرباں آپ ہیں دشمن ہے یہ چرخِ دوّار

اِس کی تخلیق میں ہے خلق کو ایذا دینی
یہ تو رہتا نہیں جب تک کہ نہ دے کچھ آزار

عین گریاں ہیں ظالم نے لگایا غلّہ
سچ ہے یہ قول کسی کا کہ بشر ہے ناچار

جو گذرتی ہے غریبوں پہ وہ سنئے مجھ سے
داستاں قوم کی ہے میری زباں پر سرکار

بے اجل قحط نے لاکھوں کا کیا کام تمام
ملک میں پھیل گیا فاقہ کشی کا آزار

کچھ نہیں پر نہیں ہے پیٹ کا رونا ہر سو
بھوک کی چار طرف ہے چلی آتی ہے پکار

رمضاں کا بھی مہینہ نہیں کیا بات بنے
شام کو روزہ بھی ہو جاتا ہے آخر افطار

کھانا ملتا نہیں محتاج کو دو دو دن بھی
اور مشکل یہ ہے جینے کا ہے کھانے پہ مدار

پیٹ پر باندھ کے پتھر تو نہیں جی سکتے
اَن کا کیڑا ہے بشر اس سے نہ ہوگا انکار

آپ نے ڈوبتی کشتی کو سنبھالا کیا خوب
ایسے منجدھار میں ایسی ہی مدد تھی درکار

ہیں محرکِ عملِ خیر کے مسٹر ٹامس
ان کی توصیف بھی ہے کلکِ زبانکو درکار

نام ان کا بھی زبانوں پہ رہیگا جاری
ہے بھی خواہوں میں اس ملک کے اِنکا بھی شمار

بھولتا ہے کوئی احسان یہ مرتے دم تک
لکھ گیا دل پہ خلائق کے یہ بذل و ایثار

ختم اب نظم کو کرتا ہے دعا پر بیخود
اِس کو غافل نہ سمجھئے یہ بہت ہے ہشیار

دولت و ثروت و منصب میں ترقی ہو سوا
عیش دمساز رہے دور رہیں سب افکار

خضر کی عمر ملے بخت سکندر ہو عطا
آپ دلشاد ہوں بدخواہ رہیں سینہ فگار

آپکے دل میں جو ہوں ہوں مرادیں پوری
جو طلب آپ کریں دے وہ خدائے غفار

قطعہ بشکر گذاری آنبہ قلمی عطیہ مولانا سید محمد قطب الدین والا و علی مناقب المتخلص بہ طرزی فوجدار ریاست الور

آم بھیجے جناب طرزی نے
یہ عنایت ہے خاص حضرت کی

کیوں نہ یہ خوشگوار و شیریں ہوں
چاشنی ان میں ہی محبت کی

جان قربان ان کی خوشبو پہ
آنکھ شیدائی ان کی رنگت کی

ان پہ پڑ کر نظر نہیں ہٹتی
ان میں ہر دلکشی قیامت کی

سوچتا ہوں کہ کیا لکھوں تعریف
ان کی بو باس ان کی لذت کی

جان آدم ہے ان کا شیرہ کیا
پھل نے پیدا جو دلکی صورت کی

دیکھنے میں یہ ساغر گل ہیں
خاصیت انمیں جام وحدت کی

دانت رکھتے ہیں ان پہ کام و زباں
آنکھ پڑتی ہے ان پہ حسرت کی

ان کی اک قاش بھی ملی جس کو
کھائیں سوگند اُس کی قسمت کی

گٹھلیوں کی صفت بھی سن لیجے
لو ہے ہر ایک شمع اُلفت کی

خام ہیں آم جس قدر ان میں
کیریاں ہیں یہ باغ جنت کی

ایک سو دس ہیں دانے گنتی میں
حد بھی ہے کوئی اس عنایت کی

یہ دعاگو ہے آپ کا بیخود
کیوں دعائے نہ عمر و دولت کی

قطعہ در مدح عالیجناب معلّی القاب والا مناقب عمیم الاحسان صاحبزادہ نواب میر تلاوت علی خان بہادر وزیر سرکار آصفیہ حیدرآباد دکن دام اقبالہ

وہ تلاوت علی بہادر ہیں ۔۔۔ خوبیاں جن کی ہوں نہ مجھ سے بیاں

شمع کو مہر سے ہے کیا نسبت ۔۔۔ وصف اُن کا کہاں زباں کہاں

روشنی اُن کی رائے میں اتنی ۔۔۔ جس سے روشن ہو ماہِ تاباں

اُن کے اخلاق میں ہے وہ وسعت ۔۔۔ جس سے ہے مستفیض ایک جہاں

خاص شیوہ ہے اُن کا لطف و کرم ۔۔۔ اُن کا دنیا میں عام ہے احساں

اُن کے اخلاق کی ہے یہ تعریف ۔۔۔ اُن کا مداح ہے ہر اک انساں

بالمثل ہے جو مہر **شاہِ دکن** ۔۔۔ تو دکن کے ہیں وہ مہِ تاباں

بادشاہ و وزیر کے اوصاف ۔۔۔ لکھ سکے کس طرح یہ ہیچمداں

آستاں اُن کا آسماں سے بلند ۔۔۔ اُن کی چوکھٹ کو کہئے کاہکشاں

کون ہر دل عزیز ہے ایسا ۔۔۔ دل میں عالم کے اُنکا ہے ارماں

اُن کا دل آئینہ ہے اک شفاف ۔۔۔ اُن کا چہرہ ہے اک گلِ خنداں

جنسِ اُلفت پسند ہے اُن کو ۔۔۔ ہے وفا اُن کے عہد میں ارزاں

اُن پہ قربان طالعِ مسعود ۔۔۔ اُن پہ اقبال ہے بلا گرداں

اُن کو نیکی کا اک فرشتہ کہوں ۔۔۔ اِس صفت کے کہاں ہیں اب انساں

اِن کا لطف و کرم ہے ہیچ و دبر
ختم کرتا ہے اب دعا یہ سخن
خوش و خرم رکھے خدا اِن کو
دولت و عمر میں ترقی ہو
سب ہے اُن پر خدا کا فضل و کرم

یہ ثنا خواں ہو وہیں فیض رساں
دل سے آئیں دعائیں تا نہ بیاں
عمر بھر وہ رہیں یونہیں شاداں
وہ جوان بخت ہوں ہیں وہ جواں
او سلطاں کا سایہ داماں

سہرا بتقریبِ عقدِ نکاح حکیم ریاض الدین احمد خاں خلف اصغر عالیجناب خانصاحب حکیم ظہیر الدین احمد خاں

دل اپنا فدا کرنے کو تیار ہے سہرا
نوشاہ کا عاشق ہی طلبگار ہے سہرا
پھندے میں جو گیسو کے گرفتار ہی سہرا
یہ پھول کھلا تا ہی یہ برساتا ہے موتی
سرسبز اسی سے تو ہے گلزارِ تمنا
پھیلی ہوئی ہیں چار طرف رخ کی ضیائیں
یہ شیفتہ ہی حُسن کا یا حُسنِ ادا کا
گل پھولے سماتے نہیں اللہ رے مسرت
دیکھی ہی عجب سیر دمِ آرسی مصحف
جب دیکھیے مستوں کی طرح جھوم رہا ہی
شوخی کو تبسم کی یہ کھلنے نہیں دیتا
پھولوں کی یہ خوشبو ہی یہ عارض کی چمک ہے

نوشاہ ہی یوسف تو خریدار ہے سہرا
موسیٰ کی طرح طالبِ دیدار ہے سہرا
قدموں میں پڑے رہنے کو تیار ہے سہرا
کیا ابرِ کرم ابرِ گہر بار ہے سہرا
عاشق کے لئے وعدۂ دیدار ہی سہرا
کیا نام خدا حُسن کا بازار ہی سہرا
معلوم تو ہو کس کا خریدار ہی سہرا
کس رشکِ چمن کیلئے درکار ہی سہرا
کیا جانے کوئی محرمِ اسرار ہی سہرا
کس درجے عیش سی سرشار ہی سہرا
کیا نیچی نگاہوں کا طرفدار ہی سہرا
مہکی ہوئی ہی بزم پر انوار ہی سہرا

پھولوں میں مضامیں کے بسالایا ہی بیخود
تماشا ہے بھری محفل میں سہرا
سراپا نخلِ ایمن بن گیا ہے
ریاض الدین احمد خاں ہیں دولہا
جسے دیکھو اسی کو تک رہا ہے
اسے دیکھیں تو دیکھیں دل کی آنکھیں
جواہر کی ضیا رخ کی تجلی
ہر اک غنچے کی مٹھی میں ہے اک دل
خوشی سی ہے خوشی شادی سی شادی
رضی الدین احمد خاں کو بیخود

ایضاً

تیجے پہ ریاض آپکا تیار ہے سہرا
کہا جاتا ہے سب کے دل میں سہرا
نگاہِ عارفِ کامل میں سہرا
کرے گا گھر کسی کے دل میں سہرا
ہلالِ عید ہی محفل میں سہرا
سمانے آنکھ کے کیا تل میں سہرا
رہے گا پردۂ حائل میں سہرا
یہ گوندھا ہے بڑی مشکل میں سہرا
نہیں بھولا سماتا دل میں سہرا
یہ دیں گے نذر ہم محفل میں سہرا

ایضاً

مانگتا تھا اسی دن کی تو دعائیں سہرا
رخِ نوشاہ کی لے کیوں نہ بلائیں سہرا
کہیں غنچہ کا تبسم ہے کہیں خندۂ گل
دلربائی کی دکھاتا ہے ادائیں سہرا
چرخ تک دھوم ہی سہرے کی ریاض الدین کے
مہ جبینوں سے کہو دیکھنے آئیں سہرا
اُن جیکا دو کار کہیں ورد یہ کہدو سب سے
باندھنے کے لئے جس وقت اُٹھائیں سہرا
حسن کی دید کو ہے دیدۂ موسیٰ درکار
لن ترانی کی سناتا ہے صدائیں سہرا
بوسہ دامن کا لیا منہ کبھی قدموں پہ رکھا
چپکے چپکے کئے جاتا ہے خطائیں سہرا
دیکھکر جلوہ ترا ہوش اُڑے جاتے ہیں
کہہ رہا ہے ترے دامن کی ہوائیں سہرا
نظرِ بد کا اثر اس پہ نہ ہوگا ہرگز
گوندھا مالن نے ہے پڑھ پڑھ کے دعائیں سہرا

ضی کی عمر ملے بخت سکندر ہو نصیب | ہاتھ پھیلا کے یہ دیتا ہے دعائیں سہرا
محفل رقص ہے سب جمع ہیں رباب نشاط | ق | یہی موقع ہے یہی وقت ہے گائیں سہرا
ایک بیخود ہی نہیں اور بہت ہیں شاعر | باری باری سے کہو سب کا سنائیں سہرا

سہرا بتقریب جشن شادی جناب محمد سلطان حیدر صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ از بیخود

ہے کیوں نہ آنکھوں میں ہر آن سہرا | بہت ہے دلوں کا ہے ارمان سہرا
لب غنچہ وا ہو گئے ہیں دعا کو | مبارک ہو تجھکو یہ سلطان سہرا
صدا یہ چٹکنے میں غنچے کے آئی | فدا پھول ہیں تجھ پہ قربان سہرا
ادب مصحف رخ کا ملحوظ رکھیں | گلوں کے ذرا کھول دی کان سہرا
پڑے گی نہ رخ پر نظر ایسی ویسی | بنا چشم بد کا نگہبان سہرا
رما نہ ہوا خواہ ہو کیوں نہ اس کا | کہ فصل بہاراں کی ہے جان سہرا
ہزاروں ادائیں ہیں ہر اک ادا میں | نیا دیکھنے میں ہے ہر آن سہرا
نئی طرز میں ہم نے لکھا ہے بیخود | نکالے نہ کیونکر نئی شان سہرا

ایضاً

جلوۂ حسن سے پر نور ہے ایسا سہرا | سر سے پا تک شجر طور ہے گویا سہرا
ساری مخلوق تو سہرے کی تماشائی ہے | دیکھتا ہے تری صورت کا تماشا سہرا
حسن نوشاہ کی دیکھی یہ کرشمہ سازی | بنگیا ہے ہمہ تن دیدۂ موسیٰ سہرا
اس کو آنکھوں میں جگہ دیتا ہے ہر اہل نظر | چشم عالم میں بنا آنکھ کا تارا سہرا
اسکی لڑیوں میں نہاں ہو گئیں نیچی نظریں | بنگیا پردہ مگر شرم و حیا کا سہرا

عقل کھو دیتی ہے وہ دل یہ جھپٹ لیتا ہے | ہو معاون نگہ ہوش ربا کا سہرا
شوق دیدار سے اک دل بھی نہیں ہے خالی | آئیگا دیکھنے ہر اپنا پرایا سہرا
ایک کہتا ہے کہ آنکھوں کا ہے احسان مجھ پر | ایک کہتا ہے کہ قسمت نے دکھایا سہرا
تم کو مسعود و مبارک ہو محمد سلطان | آج لکھا ہے یہ بیخود نے تمہارا سہرا

سہرا بتقریب شادی برادر عزیز از جان خواجہ عبد المجید خاں سلمہ الرحمٰن طول عمرہ

کھلتے دیکھا ہے یوں کہیں سہرا | مانگتی تھی تری جبیں سہرا
دیکھتا ہے نگاہ حیرت سے | صنعت صورت آفریں سہرا
ماہ و پرویں سے لعل و گوہر سے | قدر و قیمت میں کم نہیں سہرا
محفل رقص کا بہانہ ہے | دیکھنے آئے ہیں حسیں سہرا
آنکھ پڑتی ہے اس پہ عالم کی | ہے زمانے کا دلنشیں سہرا
ق
نام پوچھے جو کوئی نوشہ کا | بول اٹھے یہ بس وہیں سہرا
ہے یہ فرخندہ بخت عبد مجید | منہ سے کیا بولتا نہیں سہرا
شرط انصاف یہ ہے بیخود نے | خوب لکھا ہے دلنشیں سہرا

ایضاً

حسن نوشاہ پہ جب آنکھ پڑی سہرے کی | بندھی تار نظر رخ پہ لڑی سہرے کی
آئینہ بنکے ترے منہ کو نہ دیکھوں کیونکر | آج قسمت نے دکھائی ہے گھڑی سہرے کی
یاد کرنے کی فقط دیر تھی تلیجے تلیجے | آگیا دیکھئے ہے عمر بڑی سہرے کی
جوش شادی سے کھلی جاتی ہیں کلیاں کیا کیا | پھولتی جاتی ہے ایک ایک لڑی سہرے کی

گل کھلانے کے لئے فصل بہاراں آئی — دھوم جس وقت کہ گلشن میں پڑی سہرے کی

سر پہ بند ہجائے جو سہرا تو ہنسی آجائے — دیر سے راہ یہ تکتی ہے گھڑی سہرے کی

کچھ نہیں کہتا ہے بیخود یہ بقولِ استاد — عید آئی ہے کہ آئی ہے گھڑی سہرے کی

سہرا بتقریب کتخدائی شیخ عبدالخالق فرزند شیخ عطا اللہ صاحب وکیل

بن گئی خوب شعاعِ رخِ انور سہرا — کہ نظر آنے لگا سہرے کے اوپر سہرا

حسن کیواسطے پردہ تو ہے لازم ملزوم — حسن آگیں ہے جبیں حسن کی چادر سہرا

قابلِ وصف ادا خاص ہوا کرتی ہے — اس پھبن کا کہیں ہوتا ہے بھلا ہر سہرا

جلوہ فرما جو یہ نوشاہ ہے عبدالخالق — جلوۂ رحمتِ خالق ہے سراسر سہرا

شاد ہیں پھول بھی اللہ رے شادی کا ہجوم — ہے خوشی سہرے پہ چھائی ہوئی سر پر سہرا

جھومنے میں جو ہیں مستانہ ادا میں اس کی — پی کے آیا ہے مے عیش کا ساغر سہرا

ان کو لڑیاں نہیں کہتے ہیں سخی کے ہیں ہاتھ — عیش تقسیم کرے کیوں نہ برابر سہرا

لے کے رشتے کی جگہ تارِ شعاعِ خورشید — خوب گوندھا ہے یہ مالن نے منور سہرا

پھر گیا جلوۂ ایمن کا سماں آنکھوں میں — منہ ترا دیکھ لیا جس نے اٹھا کر سہرا

جس طرح بزم سے دولہا کو ہے رونق حاصل — ہے اسی طرح سے نوشاہ کا زیور سہرا

مسندِ زر مرے نوشاہ مبارک ہو تجھے — بن گیا تیرے لئے بختِ سکندر سہرا

دل میں حسرت ہے کہ آنکھیں ترے قدموں سے ملے — کہہ نہیں سکتا ادب سے ترے منہ پر سہرا

اتنے پردوں میں بھی تو موجِ تبسم نہ چھپی — منہ پہ رومال ہے رومال کے اوپر سہرا

مسکی جاتی ہیں یہ غنچوں کی قبائیں دیکھو — اپنے جامے میں سماتے نہیں بنکر سہرا

خوب لکھا ہے یہ بیخود نے بھی انصاف یہ ہے	غالب و ذوق کے سہروں سے بجا کر سہرا

سہرہ بتقریب عقد نکاح حافظ محمد سلیم الدین فرزند نسبتی مصنف

مبارک ہو سلیم الدین کو یہ بیاہ کا سہرا	بڑے ارمان کی بڑی بہت ہی چاہ کا سہرا
نہ ہو ترجیح گل کو آج کیونکر لعل و گوہر پہ	دعائیں اس نے مانگیں تھیں جن نوشاہ کا سہرا
ہوئی ہے ابتدا پھولوں کے سہرے سے ابھی گیا ہے	کوئی دن میں بندھے گا سر پہ عز و جاہ کا سہرا
جبیں کی روشنی سے عقد پروین بن گیا طرّہ	شعاع رخ سے روکش ہے شعاع ماہ کا سہرا
بڑی محنت سے گوندھا دل لگا کر اس کو مالن نے	نہ ہو کیوں مستحق توصیف خاطر خواہ کا سہرا
عزیز الدین سے کہتی ہیں کلیاں کھل کے سہرے کی	مبارک ہو تمہیں فرزند عالی جاہ کا سہرا
دعا یہ تیرے سہرے کو کیا ہے ختم بیخود نے	ترے بدخواہ کے سر پہ ہو دود آہ کا سہرا

سہرہ بتقریب عقد نکاح حکیم محمد جمیل خاں فرزند دلبند ارسطوئے دوران افلاطون زمان عالیجناب حاذق الملک حکیم حافظ محمد اجمل خانصاحب سلمہ اللہ تعالی

ترے سر تک پہنچکر ہو گیا ہے سرخرو سہرا	ترے قدموں پہ گر کر اب بڑھائے آبرو سہرا
دعائے نیم شب مقبول تھی اہل تمنا کی	کہ نکلا باندھ کر گھر سے جمیل ماہرو سہرا
دکھائے گا رخ نوشاہ اعجاز مسیحائی	چٹک غنچوں کی کہتی ہے کریگا گفتگو سہرا
ضیائے رخ کا پردہ بن گئی بڑھکر حیا تیری	یہ طاقت تھی ملاتا آنکھ تجھسے دوبدو سہرا
تمنا نوجوانوں کو ہوا کرتی ہے سہرے کی	مگر تو وہ ہے خود کرتا تھا تیری آرزو سہرا
رخ نوشا کا جلوہ بس گیا ایسا نگاہوں میں	کہ آنکھوں کو نظر آنے لگا اب چارسو سہرا
خضر کی عمر اقبال سکندر عیش جمشیدی	یہ چیزیں نذر کو لایا ہے بعد جستجو سہرا

دعا ہے عمر و دولت اب زبانِ غنچہ مانگے گی
نہ ہو فرصت تو کیا ہی جوش رکتا ہی کہیں بخود

دُعا کے واسطے دستِ دعا ہی ہو بہو سہرا
یقیں تھا ہمکو لکھکر لائیگا لاکھوں میں تو سہرا

تقریظ انطباعِ مہتاب داغ

کون ہی وہ جہان میں ایسا
مانتا ہو جسے بڑا چھوٹا

کس نے میدان شاعری مارا
کس کا بجتا ہے آجکل ڈنکا

لائقِ مدح شان ہی کس کی
مستند اب زبان ہی کس کی

کس نے مضمون نئے نکالے ہیں
کس نے سانچے میں شعر ڈھالے ہیں

یوں بڑہائی ہی کس نے شانِ سخن
لوگ کہتے ہیں کس کو جانِ سخن

آج کل کس کا نام ہے ایسا
کون شیریں کلام ہی ایسا

کس کے حصے میں آج یہ فن ہے
کس سے دلی کا نام روشن ہی

کس کا سکہ دلوں پہ ہی جاری
زخم کس کا جگر پہ ہے کاری

کس کا مضمون ہی برتر و عالی
کس نے پائی زبان ٹکسالی

کس کا ایسا کلام رنگیں ہی
جو حسیں ہی وہ محوِ تحسیں ہے

کس نے اپنا بنالیا سب کو
کس نے دل سے بھلادیا سب کو

اگلے لوگوں میں تھی یہ بات کہاں
اس کو مانے ہوا ہی ایک جہاں

جو خلاف اس زبان کے جانا
اس کو اہلِ زباں نے کب مانا

دھوم اہلِ سخن میں تھی کس کی
ایسی شہرت دکن میں تھی کس کی

شاہِ آصف نے کس کو مانا ہی
آج کس کی طرف زمانا ہے

جانتا جو نہو بتاؤں اُسے
نام استاد کا سناؤں اُسے

اُس کا چھپتا ہی تیسرا دیوان
آج جو خسروِ سخن ہی یہاں

لوگ معجز بیاں کہیں جس کو
فخر ہندوستاں کہیں جس کو

میرے اُستاد داغ کے آگے
ہو جو عرفی بھی تو قلم رکھدے

برقِ ایمن بیاض نامہ ہے
لنترانی صریرِ خامہ ہے

کیا بچیں حاسدانِ خستہ جگر
کلک میں ہیں سناں کے سب جوہر

سخت دشوار ہے امان پانی
ہے سیاہی میں تیغ کا پانی

سننے والے کا ہوش پراں ہی
نقطے نقطے میں نکتہ پنہاں ہی

اس کو دیوان کون کہتا ہے
یہ فصاحت کا اک صحیفا ہی

ماہ کے دل میں داغ ہی اس کا
مہ جبیں اس کے نام پر ہیں فدا

ماہتابِ سخن ہے یہ دیوان
آفتابِ سخن ہے یہ دیوان

ہے ترانہ لبِ مغنّی کا
ہی یہ نوشہ عروسِ معنی کا

شاعروں کے لئے وثیقہ ہے
لبِ زاہد پہ یہ وظیفہ ہے

اک جہان اس پہ جان دیتا ہی
جس کو دیکھو وہ اس کا شیدا ہی

اس کی شوخی کا مبتلا ہی کوئی
طرزِ گفتار پر فدا ہے کوئی

ایک رنگینیوں پہ مرتا ہے
سادگی اک پسند کرتا ہے

کوئی مطلع پہ جان دیتا ہے
کوئی مقطع پہ پیٹ لیتا ہے

گرم مضمون کو کوئی سنتا ہی
کوئی پڑھ پڑھ کے سر کو دھنتا ہی

ہی کسی کی زبان پر نالہ
ہونٹ پر ہے کسی کے تبخالہ

کہیں معشوق کی زبانی ہے کہیں گذری ہوئی کہانی ہے

شادیٔ وصل کا بیاں ہے کہیں غمِ فرقت کی داستاں ہے کہیں

شکر دیکھا کہیں گلا دیکھا عاشقانہ معاملا دیکھا

شکوۂ جورِ پاسباں ہے کہیں ظلمِ افلاک کا بیاں ہے کہیں

کہیں غیروں کی کچھ حکایت ہے کہیں قسمت کی کچھ شکایت ہے

شکر کرنا کہیں شکایت کا کہیں رونا ہے دردِ فرقت کا

تذکرہ ہے کہیں رقابت کا ذکر ہے کچھ کہیں محبت کا

شمع و پروانے کا بیاں ہے کہیں گل و بلبل کی داستاں ہے کہیں

کہیں صیاد کے ستم کا بیاں کہیں بیدادِ آسماں ہے فغاں

کہیں کچھ کہہ کے جھٹ پلٹ جانا کہیں شکوہ زبان پر لانا

کہیں معشوق کی طرحداری دلِ بیتاب کی کہیں خواری

کہیں چٹکی جگر میں لے لینی کہیں چبھتی ہوئی سی کہہ دینی

کام اک بانکپن کا کر جانا خود کہیں سادگی سے مر جانا

کہیں تہمت کا اپنے سر لینا کہیں شکوے پہ اُس کو دھر لینا

کبھی دشمن سے بات کر لینی کبھی مٹی پلید کر دینی

کبھی غمخوار سے بگڑ جانا اور ناصح پہ منہ کبھی آتا

کہیں جنت کے نام پر مرنا کہیں پرہیز حور سے کرنا

کہیں ہجو ہیں بادہ خواروں کی ہے کہیں مدح میگساروں کی

کبھی صحرا سے باغ کو جانا کبھی گلشن سے وحشت میں آنا

کبھی جنت میں جی کا گھبرانا
کوچۂ یار یاد آجانا

گل و بلبل پہ جب نظر کرنا
دردِ فرقت میں رشک سے مرنا

کبھی ناسازیٔ مزاج کا ذکر
کبھی ہر دم وصال یار کی فکر

نامہ بر کی کبھی مداراتیں
کبھی اُس سے بھی رشک کی باتیں

کبھی مژگاں کا خونچکاں رہنا
کبھی اپنے سے بدگماں رہنا

راہبر سے کبھی کھٹک جانا
خود کہیں راہ سے بھٹک جانا

جان دیکر کبھی بوسہ لے لینا
گالیاں کھا کے دل کہیں دینا

کہیں ارمان دل بیان کرنا
رازِ اُلفت کہیں نہاں کرنا

حسنِ لیلیٰ پہ منہ کبھی آنا
طرزِ وحشت نئی دکھا جانا

کبھی مجنوں کے حال کی تقلید
کبھی کچھ ساربان سے گفت و شنید

کہیں الفت کی گرم بازاری
کہیں یوسفؑ کی وہ خریداری

کبھی زنداں میں نالہ و فریاد
ہے کبھی قید زلف سے دلشاد

شوقِ دیدار کو نوید کہیں
وعدۂ حشر کی اُمید کہیں

شوخیاں ہیں کہیں جو آفت کی
دھمکیاں ہیں کہیں قیامت کی

کبھی کوچے میں اُس کے کم جانا
کبھی محفل میں اُس کی جم جانا

بات اُسکی کبھی اُڑا دینی
اپنے مطلب کی کچھ سُنا دینی

کہیں ہنسنا کہیں ہنسا دینا
کہیں رونا کہیں رُلا دینا

کہیں تعریف ظلم کی کرنا
کہیں اپنی وفا کا دم بھرنا

وصل اُن کے خیال سے گاہے
ناامیدی وصال سے گاہے

کبھی نالوں کی سوزش کھو دینا　　خود کہیں بیکسی سے رو دینا
کہیں ممنون لطفِ بیحد کے　　ذکر جھوٹے کہیں خوشامد کے
یادِ شوخی میں بے قرار کہیں　　جبر پر بھی ہے اختیار کہیں
کہیں تکرار کا مزا لینا　　لن ترانی کہیں سنا دینا
کہیں توحید کا بیاں کرنا　　غیر پر یار کا گماں کرنا
دیکھ لینا وہ ہر کہیں اُس کا　　کبھی اپنے پہ بھی یقیں اُس کا
کہیں تشبیہ ہی مثال کہیں　　عاشقانہ بھی ہیں خیال کہیں
کہیں اُستاد ذوق کے انداز　　طرزِ غالب کہیں بہ راز و نیاز
کہیں جرأت کے ڈھنگ ہیں سارے　　کہیں سودا کے رنگ ہیں سارے
کہیں انداز میر و مومن کا　　اور پھر خاص طرز سب سے جدا
حمد میں خوش ادا بیان کہیں　　نعت میں گلفشاں زباں کہیں
دین و ملت کا ہے کہیں جھگڑا　　مسئلہ ہے کہیں تصوف کا
کبھی بتخانے میں چلے جانا　　کبھی کعبہ میں اُس کو دیکھ آنا
لبِ معجز نما کا حال کہیں　　سحرِ چشمِ بتاں حلال کہیں
کہیں خموں پہ ہے یقینِ چمن　　کہیں تازہ ہے داغ گلشن
کہیں فصلِ بہار کا ہے سماں　　کہیں جلوہ دکھا رہی ہے خزاں
کہیں وامق کے حال رنگیں　　کہیں وہ ذکر اُلفتِ شیریں
کوہکن کا لکھا ہے حال کہیں　　پیرزن کا لکھا ہے جال کہیں
اس طرح کی کوئی کتاب نہیں　　سر سے پا تک کہیں جواب نہیں

جتنی غزلیں ہیں بیمثال ہیں سب — جتنے مضموں ہیں با جمال ہیں سب

جو رباعی ہے لاجواب ہے وہ — جو قصیدہ ہے انتخاب ہے وہ

کون ہے وہ جو مدح خواں نہوا — خمخانۂ جاوید پہ وصف ہاں نہوا

ایسا جادو زباں نہیں دیکھا — یہ زباں یہ بیاں نہیں دیکھا

سیکڑوں اِن زباں پہ مرتے ہیں — مدح میں اس کی گل کترتے ہیں

کر سکے مدح جو زباں میری — اتنی طاقت بھلا کہاں میری

مے پلاتا نہیں ہے کیوں ساقی — فکر تاریخ ہے ابھی باقی

لکھوں جو کچھ وہ انتخاب لکھوں — اس کی تاریخ لاجواب لکھوں

یعنی صنعت رکھی ہے کیا اسمیں — تخرجہ ہے جواب کا اسمیں

کس نے پایا ہے اس طرح کا داغ — تیسرا ہے یہ۔ کارنامہ داغ

تقریظ تذکرۂ خمخانۂ جاوید مؤلفہ عالیجناب مکرمی لالہ سری رام صاحب ایم۔ اے

بہار آئی مئے گلفام دینا — لبالب بھر کے ساقی جام مینا

پیاسے ہیں بہت دن کے مے آشام — شراب روح پرور کا پلا جام

پڑے ہیں و کچھ لے کانٹے زباں پر — گھٹا گھنگھور چھائی آسماں پر

وہ مے دے جو نشہ میں چور کر دے — وہ مے جو بے پئے مسرور کر دے

چمن پر آج رنگت آ رہی ہے — کچھ آنکھوں میں طراوت آ رہی ہے

کبھی بلبل کے لب پر ہے ترانا — کبھی گلچیں کے ڈر سے سہم جانا

سخن رنگیں کوئی ایسا سنا دے — کہ جو رنج و الم دل سے بھلا دے

برس کر ابر جب سے کھُلا ہے ۔۔۔ چمن کا رنگ ہی بدلا ہوا ہے

قیامت ڈھائی غنچے نے چٹک کر ۔۔۔ گری ہے دل پہ بجلی سی کڑک کر

وہ شوخی سے صبا کا گدگدانا ۔۔۔ وہ پھولوں کا ادا سے مسکرانا

ہوا سے سبزہ کا وہ لہلہانا ۔۔۔ طیور خوشنوا کا چہچہانا

وہ مشتاقِ تبسم سروِ لب جو ۔۔۔ تڑپ کر درد سے قمری کی کوکو

وہ ہر سو جلوہ فرما اُس کی قدرت ۔۔۔ تماشا دیکھکر نرگس کو حیرت

وہ نہروں میں رواں آبِ مصفا ۔۔۔ خراماں ہر طرف طاؤس زیبا

وہ زیبائی وہ رعنائی گلوں کی ۔۔۔ پھر اُس پر خوشنوائی بُلبلوں کی

ہوا سے ہر طرف بادل کا پھٹنا ۔۔۔ شبِ مہتاب سونے پر سہاگا

پہ گذری سیر جب میری نظر سے ۔۔۔ لہو جاری ہوا زخمِ جگر سے

اُبھر آئیں وہ دل کی ساری چوٹیں ۔۔۔ کبھی کھائیں تھیں جتنی کاری چوٹیں

کسی کی وہ جفائیں یاد آئیں ۔۔۔ مجھے اپنی وفائیں یاد آئیں

وہ اپنی اشکباری یاد آئی ۔۔۔ وہ دل کی بیقراری یاد آئی

کسی کا مُسکرانا یاد آیا ۔۔۔ وہ ہنس ہنس کر رُلانا یاد آیا

وہ یاد آئی کبھی کی اپنی حالت ۔۔۔ نظر میں پھر گئی اک بت کی صورت

وہ شوقِ وصل نے پھر گدگدایا ۔۔۔ وہ یادِ یار نے پہلو دبایا

کھلا سینے میں پھر باغِ تمنا ۔۔۔ ہرے پھر ہو گئے داغِ تمنا

جدائی سے کلیجہ شق ہوا پھر ۔۔۔ بنا سینہ مرا ماتم سرا پھر

لہو پھر ہو گیا آنکھوں سے جاری ۔۔۔ تڑپ کر پھر گذاری رات ساری

گریباں کو کیا پھر چاک میں نے — اڑائی سر پر اپنے خاک میں نے

نگاہوں سے ادھر صحرا کو تاکا — ادھر تلوؤں نے خاروں کو ٹٹولا

بن آئی پھر سپہر فتنہ زا کی — سر شوریدہ نے دیوار تاکی

جب اس درجے کو نوبت آنچ پہنچی — تو پھر عقل مآل اندیش چونکی

دل مضطر کو سمجھایا بہت سا — طبیعت کو سنبھالا مجھکو روکا

تسلی دی مجھے دل کو دلاسا — پلائی کچھ دوا صدقہ اُتارا

بیاں کی میرے آگے اک کہانی — سنائے شعر بھی کچھ مُنہ زبانی

مجھے تو عشق ہے شعر و سخن کا — ہوا وہ زور کم دیوانہ پن کا

مرے دل کو کیا قابو میں کیسا — دکھایا معجزہ جادو میں کیسا

مجھے سنبھلا ہوا جب اُس نے پایا — خزینہ اک معانی کا دکھایا

سنا کر ذکر کچھ اک تذکرہ کا — کیا تقریظ لکھنے کا اشارا

کتاب اک ایسی رکھدی لاکر آگے — کہ وحشت جس سے کوسوں دور بھاگے

اگر ہر موئے تن میرا زباں ہو — تو ہاں کچھ اس کی خوبی کا بیاں ہو

کہیں سادہ کہیں ہے طرز رنگیں — چُنے پھٹکے ہوئے سلجھے مضامیں

جہاں تعریف ہے زلف دوتا کی — وہاں پیچیدگی ہے کس بلا کی

کسی نے شوخیاں بھر دیں بیاں میں — کسی نے گرمیاں کی ہیں بیاں میں

کسی کی سادگی ہو قابل داد — کسی نے طرز نو کر لی ہے ایجاد

کسی کو ہے ادا بندی کا لپکا — کوئی تشبیہ کی جانب ہی لپکا

کسی کو استعارہ بھا گیا ہے — کوئی ڈھلکر زباں پر آ گیا ہے

معانی پر نگاہیں ہیں کسی کی — جگر کے پار آہیں ہیں کسی کی
کہیں شوخی کا ہے عالم نرالا — کہیں ہے سادگی کا بول بالا
تصوف میں کسی نے نام پایا — کسی نے مدح میں انعام پایا
کوئی الفاظ کی شوکت کا عادی — کسی کی بندشیں ہیں سیدھی سادی
کوئی نازک خیالی پر مٹا ہے — تو کوئی روزمرہ پر فدا ہے
کہیں ہے فارسی ترکیب ساری — کہیں اردو زباں ہے پیاری پیاری
نئی ترکیب کا ہے کوئی موجد — پرانی طرز کا کوئی مقلد
کہیں الفاظ کی جادوگری ہے — کسی نے گود پھولوں سے بھری ہے
کسی نے تیر کر جیتا ہے پالا — کسی نے ڈوب کر موتی نکالا
کسی نے چوٹ کھا کر آہ کی ہے — کسی نے دل کے اندر راہ کی ہے
کسی نے چٹکیاں لی ہیں جگر میں — سمایا ہے کوئی ظاہر نظر میں
ستم کے دکھڑے روئے ہیں کسی نے — کہیں موتی پروئے ہیں کسی نے
کسی نے پھول توڑے ہیں چمن سے — کسی نے لعل اگلے ہیں دہن سے
غرض ہر شعر چیدہ ہی کا چنا ہے — سنا جس نے اسی نے سر دھنا ہے
کسی نے تذکرہ لکھا ہے ایسا — کہیں تم نے سنا دیکھا ہے ایسا
کسی سے ہو سکی کب ایسی محنت — پھر اس پر صرف دولت صرف ہمت
مؤلف اس کے ہیں لالہ سری رام — خلائق کے زباں زد انکا ہے نام
بھرے ہیں ان میں اوصاف حمیدہ — لکھے ہیں شعر سارے چیدہ چیدہ
ہزاروں پر پھرا ہے ان کے پانی — کھچی ہے جب یہ تصویر معانی

کوئی شاعر نہیں چھوڑا ہو باقی | ہوئے جس سے نہ یہ جا کر ملاقی
مہینوں بلکہ برسوں خاک چھانی | گنوا دی عشق میں اسکے جوانی
کیا ہے کام یہ اک عمر بھر میں | سفر برسوں کیا ہے بحر و بر میں
جہاں قلمی کوئی دیوان دیکھا | ہزاروں دیکے ظالم نے خریدا
کتابوں کی یہاں تعداد کیا ہے | زمیں سے چھت تک اک کمرہ بھرا ہے
ہزاروں ہیں کہیں دیوان اس میں | کہیں ہے تذکرہ کی کان اس میں
کتاب ان سے بچی ہے کب جہاں میں | نہیں اصلا غلو میرے بیاں میں
خریدی جو جہاں سے ہاتھ آئی | یہی دولت یہی ان کی کمائی
لکھا ہے تذکرہ جادو کیا ہے | زمانے سے نرالا ہے نیا ہے
زمانہ ہے خریداروں میں اس کے | جسے دیکھو طلبگاروں میں اس کے
کہاں تقدیر نے پہنچا دیا ہے | معنون نام نامی سے ہوا ہے
نظر تک حضرت آصف کی پہنچا | بہت دن میں نصیبہ اسکا جاگا
قلم نے کی ہے برسوں جبہ سائی | جب اس در تک ہوئی حاصل رسائی
نہیں مشکل ہے شہ کی مدح خوانی | پھر اس پر خسرو ملک معانی
فریدوں فر بھی ہے معجز رقم بھی | ملا ہے اس کو نیزہ بھی قلم بھی
اسی کی سلطنت ملک دکن میں | اسی کا راج اقلیم سخن میں
اسی کا کام ٹھیرا حکمرانی | اسی کا شغل ہے شیریں بیانی
دعا گو باپ حالی کے ہزاروں | ثنا خواں خوش مقالی کے ہزاروں
قلمداں آپکا دکان جواہر | غزل ہے اسکی یا کان جواہر

اُٹھا کر ہاتھ بعجز و اب دُعا کر — اثر بخشے خدا سے التجا کر
الٰہی شاد کو دلشاد رکھنا — دکن کی سلطنت آباد رکھنا
اسے حاصل ہو عیشِ کامرانی — عطا کر اس کو عمر جاودانی
مؤلف کا رہے نام اس سے قایم — فرالیں اس کو پڑھکر شاہ دایم

قصیدہ در مدح سکندر شوکت نوشیرواں معدلت شہنشاہ انگلینڈ و قیصر ہندوستان ملک معظم ہز مجسٹی جارج پنجم دام اقبالہ و حشمتہ و اجلالہ

تو شہ والا ہمم عالی تبار — میں رعیت اور وہ بھی خاکسار
تیرا ہمسر کوئی دنیا میں نہیں — مجھ سے بہتر تیری خاکِ رہگذار
چرخِ اخضر تیری ایواں کی ہیں — پستی طالع مرے سر پر سوار
فخر انگلستان و لندن تیری ذات — ہند و دہلی کے لیے ہیں ننگ و عار
کاملانِ دہر کا تو بادشاہ — ناقصوں میں ہے یہاں میرا شمار
تجھسے وابستہ زمانے کی خوشی — مجھسے برگشتہ مرے لیل و نہار
تیرے سائے سے زمیں گلزار ہو — ہو خزاں مجھ تک اگر پہنچے بہار
ہے ستاروں سے زیادہ تیری فوج — داغ ہیں سینے میں میرے تین چار
تیرے قبضے میں ہیں اقلیمیں کئی — میرا دل پر بھی نہیں ہے اختیار
تجھکو شایاں تجھکو زیبا سروری — میری عادت میرا شیوہ انکسار
تو میرا ممدوح میرا بادشاہ — میں ترا مداح تیرا جاں نثار
تو خدا کے فضل سے ہے مستفیض — میں کرم کا تیرے ہوں امیدوار

تاج بخشی کام تیرے ہاتھ کا — ہے دعا گوئی مری لب کا شعار
دولتِ دیدار تیری اور میں — کیا کہوں حیران ہوں آئینہ وار
مدح میں یے لکھا ہی مطلع اور بھی — بے کمالی سے مگر ہوں شرمسار

مطلع ثانی

اے فریدوں شوکت و کسریٰ ثنا — جورج پنجم بادشاہِ نامدار
اے سکندر مرتبت دارا شکوہ — اے شہنشاہِ زماں فرخی اقتدار
اے عدالت گستر و فریاد رس — اے غریبوں بیکسوں کے دستیار
اے سراسر شانِ الطاف و کرم — اے سراپا رحمتِ پروردگار
تیرے سر پر جب جگہ اس کو ملی — بڑھ گئی توقیرِ تاجِ زرنگار
بخشدے تو جس کو چاہے مملکت — جود و بخشش کا تری کیا ہے شمار
کون تھا عالم میں تیرا سا سخی — کب ہوا دنیا میں تجھسا شہریار
آکے دلی کی بڑھائی آبرو — یہ رہیگا لطف تیرا یادگار
ہو کرم کی اسطرف بھی اک نگاہ — اک نظر کا میں بھی ہوں امیدوار
میں بھی اک مداح ہوں ادنیٰ ترا — مجھکو بھی حاصل ہوا یہ افتخار
اب دعا پر ختم کرتا ہوں سخن — ہے اجابت کو دعا کا انتظار
ہاتھ سے یہ وقت کھونے کا نہیں — ہوں تو میں بیخود مگر ہوں ہوشیار
دوست تیرے شاد دشمن پائمال — خوش رکھے تجھکو مرا پروردگار
ملک و دولت میں ترقی ہو سوا — اس سے بڑھکر ہو زمانہ سازگار

ہر برس میں اک برس بڑھ جائے عمر
تو رہے دنیا میں تا روزِ شمار

قصیدہ در مدح حضرت عالیہ سکندر شوکت نوشیرواں معدلت حضرت سلطان جہاں بیگم والیٔ ریاست بھوپال

اس عہد کی تو بلقیس اس وقت کی تو مریم
اے شانِ جہانبانی سلطان جہاں بیگم

اللہ رے تری شوکت اللہ رے تری شہرت
ممدوحِ جہاں تو ہے مداح ترا عالم

اقبال ترا چاکر نصرت ہے فدا تجھ پر
اسکندر و دارا سے ہے شان تری اکرم

شاہانِ گذشتہ سے نسبت تجھے کیا دیجے
ہے عدل میں تو آگے بخشش میں ہے تو اقدم

افلاک سے ہے اونچا ایوان کا ترے شمسہ
اب اہلِ فلک کو ہے تعظیم تری الزم

سطوت سے تری ایسا ظالم نے ستم چھوڑا
اب شیر سے بکری کا ہے ربط بہت باہم

اک فتح برستی ہے جب اس پہ نظر کی ہے
کیا ابر بہاری ہے لشکر کا تری پرچم

نقارہ جو بجتا ہے بادل جو گرجتا ہے
یہ عید مبارک ہو آتی ہے صدا پیہم

یہ دور ہے عشرت کا یہ قول غلط نکلا
ہے رنج و خوشی باہم شادی و غم توام

بھوپال گلستاں ہے کیا جوشِ بہاراں ہے
آباد ہر اک گھر ہے ہر دل ہے خوش و خرم

ایسی تھی کہاں دولت تجھ سے اسے کیا نسبت
تو فیضِ مجسم ہے وہ نام کا تھا حاتم

مفلوک زمانے کے ہیں داد طلب تجھ سے
افلاس کے زخموں کا ہے لطف ترا مرہم

لاکھوں میں کہاں تجھ سا تو فرد ہے تو یکتا
ہر چاہ بھلا کیونکر بنجائے چہِ زمزم

شمشیرِ ظفر پیکر نیزہ ہے ترا اژدر
گردن پہ سرِ دشمن رہ سکتا ہے کب اسلم

یہ سیرِ چمن تیری ہے فیض سے کب خالی
بنجائیگی اب موتی پھولوں پہ جو ہے شبنم

بیگانہ یگانہ ہے منشی ہیں زمانہ ہے — ہے نقش سلیمانی ہر ایک تری خاتم

کچھ بات نہ تھی گویا لندن کا سفر کرنا — اس درجہ اولوالعزمی پھر عزم بھی ہے محکم

وہ اسپ پری طلعت وہ پیل فلک رفعت — سرعت میں یہ بجلی ہے یہ جنگ میں ہے ضیغم

جانباز ہیں سب افسر شیروں کا ہے یہ لشکر — ایک ایک سپاہی ہے پلٹن کا تری رستم

یوں نام تو بیخود کا تونے بھی سنا ہوگا — وہ تیرا دعاگو ہے دیتا ہے دعا ہر دم

یہ جوش مسرت ہو یہ عیش کی کثرت ہو — ہر دم ہو خوشی حاصل ہر لحظہ خوش و خرم

ہو ملک میں افزونی دولت ہو تری دونی — جب عید تجھے آئے دشمن کے ہو گھر ماتم

اولاد کا سکھ دیکھے تو رنج نہ دکھ دیکھے — تو روز قیامت تک دنیا میں رہے قائم

قصیدہ در جشن عید الفطر صاحبزادہ نواب محمد شبیر علی خاں صاحب بہادر شبیر

میں شہ ملک سخن ہوں مجھے سمجھو نہ حقیر — شاعروں کے لئے فرمان ہے میری تحریر

کم نہیں طبل و علم سے یہ دوات اور قلم — بوق و قرنا کی صدا ہے مرے خامہ کی صریر

بنگیا حب کا عمل میری زباں کا جادو — کرلیا میرے مضامین نے دلوں کو تسخیر

جس قدر ذہن رسا اپنا تخیل ہے بلند — میری اقلیم معانی کے یہ دونوں ہیں وزیر

ہوا اگر مجھ سے کبھی معرکہ آرا دشمن — زخم کاری کے لئے میری زباں ہے شمشیر

امتحاں صولت و سطوت کا اگر ہو منظور — موم پتھر کو کرے میرے سخن کی تاثیر

معترض بند مرے سامنے بدگو ہیں خموش — کیل دیتی ہے زباں میری مدلل تقریر

عرش کی لائے خبر کیوں نہ مری فکر رسا — مجھکو یہ مبدء فیاض نے دی ہے توقیر

ہے بہت بال ہما سے مری اونچی پرواز — میں وہ شہباز ہوں شہرت ہے مری عالمگیر

اب کہاں ہے کوئی صیاد معانی مجھہ سا
طائر سدرہ مرے دام میں ہوتا ہے اسیر

میرا شاگرد ہے انشا میں دبیر گردوں
اب کہیں جا کے اسے آئی ہے رسم تحریر

پہول جہڑتے ہیں بیاں سے مری ہم رنگ چمن
طبع رنگیں ہے مری شاہد گل کی تصویر

حسن ہے یہ بھی کہ پیچیدہ بیانی میری
بنگئی ماہ جبینوں کی طلائی زنجیر

دہوم عالم میں مری فوج ظفر موج کی ہے
جس کا ثانی ہے جہاں میں نہ کوئی جس کا نظیر

پلٹنیں میری وہ نیار رسالے ہیں وہ لیس
جن سے سب میرے حریفان سخن ہیں دلگیر

یعنی ہر شعر ہے جانباز سپاہی میرا
میرے ہر شعر کا لکہہ دیتی ہے چہرہ تقدیر

دہاک ہے جن کی زمانے میں یہی شیر ہیں وہ
ہیں شجاعت میں جو رستم سے سوا با توقیر

قادر انداز ستم کے یہ بلا کے ہیں دلیر
دل سے ہٹکر نہیں پڑتا کبھی ان کا کوئی تیر

حسن ایسا ہے کہ معشوق فدا ہیں ان پر
نازک اتنے ہیں کہ کہنچتی نہیں ان کی تصویر

نور کے پتلے ہیں صورت میں چمک میں بجلی
ماہ گردوں کو خجل کرتی ہے ان کی تنویر

زخم ان کا کبھی بہرتا ہی نہیں جیتے جی
سر سے دل تک اتر آتی ہے انہیں کی شمشیر

پرورش پائی ہے رہکر مرے دلمیں برسوں
ان میں اب تک ہے مرے گرم لہو کی تاثیر

با اثر ان سے زیادہ کوئی دنیا میں نہیں
میری سرکار سے پاتے ہیں اثر کی جاگیر

عید کا روز ہے لایا ہوں سجا کر ان کو
قدرداں مجھہ سے سوا ان کا ہے اک با توقیر

اُس کی توصیف میں لکہا ہے یہ روشن مطلع
اور بھی آج چمک جائیگی ان کی توقیر

مطلع ثانی

حسن اخلاق و سخاوت میں نہیں جس کا نظیر
ہے وہ شبیر علی خان بہادر شبیر

مہر گردوں جسے کہتے ہیں جبیں ہو اُس کی
ہے اُسی کے تو یہ جلوے سے زمیں پر تنویر

مل سے ملنا ملے ۔ ہر شخص سے جھک کر ملنا
دل میں ہر ایک کا گھر سب کی نظر میں توقیر

یاد ہے اُس کو طریقہ وہ ملنساری کا
کہ مصور سے بھی کھچتی نہیں اُس کی تصویر

اُس کے در تک کوئی جا کر نہیں پھرتا محروم
وہ بنا دیتا ہے دم بھر میں فقیروں کو امیر

تحمل بھی ہے وہ اُتنا ہی کہ جتنا فیاض
بخش دیتا ہے جو ہو جائے کسی سے تقصیر

چشم پوشی بھی جو کرتا ہے تو اس موقع پر
کبھی ملتی نہیں نوکر کو خطا پر تعذیر

رُعب سے اُسکے چغلخور کی ہے بند زباں
کر نہیں سکتی وہاں میری برائی تقدیر

دردمندوں کا زمانے میں معالج وہ ہے
روتی صورت کو ہنسا دیتی ہے اُسکی تدبیر

اُس کے گلشن سے بہار آکے نہیں جا سکتی
باندھ لیتی ہے اُسے موجِ صبا کی زنجیر

علم میں حلم میں یکتا ہے نہیں اُس کا جواب
عقل میں فہم میں تمثیل نہیں اُس کا نظیر

نظم میں نثر میں ہر طرح کی قدرت حاصل
نغز گو سیف زباں شوخ بیاں خوش تقریر

کیوں نہ ہو داغ کا وہ بھی تو ہے شاگرد رشید
بات میں اُسکی اثر شعر میں اُس کے تاثیر

دھوم سُنتا ہوں بہت اُسکی سخن فہمی کی
داد لینے کے لئے کی ہے غزل یہ تحریر

غزل

چرخ کو لاگ خفا یار مخالف تقدیر
وہ پلٹ جاتی ہے ہوتی ہے جو سیدھی تدبیر

لیچلی جان مری نیم نگاہی تیری
میں تو سمجھا تھا کہ دل تک بھی نہ پہنچے گا یہ تیر

مجھکو دیکھیں نگہِ غور سے میرے احباب
یاس و حسرت کی اگر دیکھنی چاہیں تصویر

خونِ دل میری غذا آہ و بکا شغل مرا
غم ہے ہمدم کا درد ہے میری جاگیر

ہائے کیا خاک کہوں اپنی مصیبت تم سے
بے اثر بات مری آہ مری بے تاثیر

دل میں چبھ جاتی ہی ہر ایک ادا ظالم کی — پڑ گئی جس پہ نظر اُس کی ہوا وہ نخچیر

رو رہے ہیں وہ مجھے بیٹھکے پائین مزار — خاک ہو کر یہ محبت میں ملی ہے توقیر

بے ئے دل میں وہ چٹکی کبھی لیتے ہی نہیں — آنکھ بھی شوخ ہے پائی ہی طبیعت بھی شریر

قتل کر دیں گے بلا سے وہ مجھی پوچھ تو لیں — آپ کیوں مجھ سے خفا رہتے ہیں میری تقصیر

آکے زاہد ہو دخیل اس میں یہ فردوس نشد — اُس کا کوچہ ہے شہیدانِ وفا کی جاگیر

تیز رفتار بھی ہے شوخ ادا بھی ظالم — ایسی چلتی ہوئی دیکھی نہیں ہم نے شمشیر

کر دیا اُس نے وہ دم بھر میں غلط منصوبہ — میں نے برسوں میں اگر وصل کی سوچی تدبیر

نہ کھلا اب بھی اگر غنچۂ خاطر **بیخود** — آج سے ہم بھی بدل لیں گے تخلص دلگیر

ہو چکی ختم غزل مدح ابھی باقی ہے — قط ذرا خامہ پہ رکھلوں تو کروں کچھ تحریر

مدح حاضر میں پڑھوں مطلع دلکش ایسا — جس کو سُنکر نہ سُنے پھر کوئی بُلبُل کی صفیر

مطلع ثالث

آج کہتا ہوں تری خاک قدم ہی اکسیر — اسمِ اعظم کی ترے نام میں دیکھی تاثیر

تجھ پہ ہے فضل خدا تجھ پہ نبی کا سایہ — تیرا حامی ہے علی تیرا معاون شبیر

جس سے تو دل سے ملے اُس کو خدا مل جائے — تو ولی ابن ولی تو ہے امیر ابن امیر

تجھکو خالق نے محبت کا بنایا پتلا — قدر دانی ترا شیوہ ہے وفا تیرا خمیر

ڈال دی جس پہ نظر پڑ گئی گردن میں کمند — کر لیا چشمِ عنایت نے زمانہ تسخیر

سبزۂ خط رُخِ پرنور پہ ہے جلوہ نما — اس کو میں سورۂ یوسف کی لکھونگا تفسیر

زعفراں اُگنے لگی باغ میں سبزی کی جگہ — بنگئی فیضِ قدم سے ترے دلی کشمیر

مجھ سے پوچھے کوئی رتبہ ترے دربانوں کا
ماہِ روشن کوئی اِن میں ہے کوئی مہرِ منیر

جشنِ جمشید سے افضل ہے بہت جشن ترا
ہو جو ایما تو کروں وجہ فضیلت تحریر

عید کا روز ہے افطار ہوئے ہیں روزے
جمع ہیں پاک نفس پاک نظر پاک ضمیر

دوستوں پر جو یہ تیری ہے عنایت کی نظر
تیرے دشمن کے لئے ہے یہی برچھی یہی تیر

تیرے ڈر سے ترے دشمن کا لہو سوکھ گیا
منہ کی کھا کر بھی تو جاری نہیں ہوتی تکبیر

کانپتا ہے تری ہیبت سے تنِ روئیں تن
بھول جاتا ہے ترے سامنے رستم تقریر

تیرا ثانی تو شجاعت میں ہوا اور نہ ہو
کوئی ہو گا بھی بہادر تو ترا عشر عشیر

قطعہ در وصف شمشیر

تری تلوار کے اوصاف رقم کرتا ہوں
جسکے آگے ہے جواہر بھی نگاہوں میں حقیر

آب ہیرے کی زمرد کی ہے رنگت اس کی
اس سے سب ڈرتے ہیں عادت میں اسکی [illegible]

یہ وہ قاتل ہے کہ ہے موت بھی اس پہ قرباں
یہ وہ صیاد کہ ہے پایِ اجل اس کا اسیر

جوہری جانتے ہیں اسمیں جو کچھ جوہر ہیں
اِس کا جوہر ہے نظر میں تو سکیلے کا خمیر

ہو خطِ سبز کا آئینہ میں جسطرح سے عکس
یوں نظر آتی ہے اُبھری ہوئی جوہر کی لکیر

عکس ہے ابروئے پُرخم کا یہ تلوار نہیں
یا کسی شوخ کے غصے کی کھچی ہے تصویر

اس پہ ہوتا ہے مہِ عید کا دھوکا سب کو
چرخ پر چڑھ کے اُتر آتی ہے دم بھر میں شریر

کوئی معشوق ہو جسطرح کسی کے بس میں
تیرے قبضہ میں ہے اس طرح سے تیری شمشیر

قطعہ در توصیف اسپ

وصف لکھا ہے ترے اسپ پری پیکر کا
میں نے کاغذ پہ اُتاری ہے پری کی تصویر

چھوٹے پیکاں کے برابر ہے کنوتی اُس کی
حرکت کان کی کہتی ہے کہ چلنے کو ہے تیر

…ہتا بیٹھا ہوا چوٹی سے گر آنکھ بڑی — کاکل ایسی ہے کہ عشاق کے دل جس میں اسیر
…کا بھی مختصر اس پر ہے کشادہ سینہ — اس کی گردن کا جواب اور نہ پٹھے کا نظیر
…ورسے یہ نظر آتا ہے ہما کلغی کا — یا اُڑا مرغ سلیماں کوئی لیکر تحریر
…ہند تشبیہ سے آزاد ہے چالاکی میں — برق کی تیزی رفتار ہے اس کی تاخیر
…شرم آتی ہو ترے آگے قصیدہ پڑھتے — تو جو عرفی کا ہے ہمسر تو نظیری کا نظیر
…تم کرتا ہے ترا وصف دعا پر بیخود — لوگ کہتے ہیں کہ ہو اس کی دعا میں تاثیر
…ل بڑھے اور ترا دل میں خوشی اور بڑھے — جس قدر عمر بڑھے اتنی سوا ہو توقیر
…تان بنجائے جواہر کی جواہر خانہ — تیرا اقبال زیادہ ترے دولت ہو کثیر
…منہ نہ دیکھے کبھی آئینے میں دشمن تیرا — یہ حقارت ہو کہ خود اپنی نظر میں ہو حقیر
…بیاں یوں تری اولاد میں تیری آجائیں — جیسے کاغذ پہ اتر آتی ہے عکسی تصویر
…ل سے دی ہیں تجھے جتنی یہ دعائیں دی ہیں — شاد و آباد رہے تجھکو مرا رب قدیر

دیگر قصیدہ

…یوں بنا کھل کے ہر اک پھول مئے عیش کا جام — فصل گل آئی ہے کیا عہد کا لیکر پیغام
…ہلے غنچے سے کھلی باچھیں کیوں دل کی کلی — تا کمر جھک کے کیا سبزہ نے یہ کس کو سلام
…جہ کیا شاہد گل نے جو نکالا جوبن — کیا سبب اس کا جو نکھرا ہوا ہے باغ تمام
…یا ہوئی وہ دل بلبل کی طپش اور خلش — سرو کی شاخ پہ قمری کو ملا کیوں آرام
…ڑھ گئی کس کی نظر پر یہ معمّا کیا ہے — چشم نرگس پہ فلک نے جو اتارے بادام
…جد کرتے ہیں شجر سن کے صدائے طاؤس — کوک کوئل کی مٹاتی ہو دلوں کے آلام
…ش لوایانِ چمن کے ہیں وہ دلکش نغمے — جس سے ثابت ہو کہ ہوتا ہے انہیں بھی الہام

ل بلبل کو بھاتی ہے چٹکنے کی صدا
بھر دیا تھا دہنِ غنچہ میں کیا حسنِ کلام

دلفِ سنبل میں جو شبنم نے پروئے موتی
تھا یہ اعجازِ بہاراں کہ رہا اُن کو قیام

پھٹ پڑا باغ پہ یارب یہ کہاں سے جوبن
کونپلیں تھیں کہ کلی تھیں وہ سب گل اندام

سہے جو سورج مکھی سورج سے چمک میں نہیں کم
گل مہتاب پہ دھوکا ہے کہ ہے ماہِ تمام

آنکھ لڑتی ہے جو انانِ چمن سے کیا کیا
مجھکو ڈر ہے کہ نہ ہو فتنت میں روزہ بنام

دلکش ایسی ہے کچھ اس سال ہوائے گلشن
بنگئی موجِ صبا شاہدِ گل کے لئے دام

نہر میں دخل کہیں سیلِ فنا کو نہ ملا
قصرِ گردوں کی طرح سے ہے حبابوں کو قیام

اب نہ ڈھائیگا ستم اہلِ زمیں پر یہ فلک
اب نہ لیگا کوئی دنیا میں کبھی رنج کا نام

یہ سماں دیکھکے چاہا کہ سبب ہو معلوم
بات تو ہے یہ خوشی کی جو رہے اِس کو قیام

ہر طرف میں نے تجسس کی نظر دوڑائی
آنکھوں آنکھوں میں ہوئی نرگس و سوسن سے کلام

الغرض عید کے آنے کا مجھے بھید کھلا
اٹھگیا پردہ جو تھا مٹگیا سارا اوہام

عید شبیر علی خاں کے لئے آئی ہے
روزے افطار ہوئے ختم ہوا ماہِ صیام

اُس کے صدقے میں کچھ اوروں کو بھی دی ہے خوشی
اُس کی لونڈی ہے طرب عیش ہے خادم اُسکا غلام

مدحِ حاضر میں وہ بیساختہ مطلع لکھوں
سُن کے احسنت کہے جس کو ہر اک خاص و عام

مطلعِ ثانی

دین سے تجھکو شرف تجھ سے ہے اسلام کا نام
فخر کیونکر نہ کرے نام پہ تیرے اسلام

میں کہاں اور کہاں مدح سرائی تیری
مجھ سے وحشت زدہ کو تو نے کیا خوب ہے رام

حد بھی آخر ہے ترے لطف و کرم کی کوئی
دل مرا موہ لیا تجھکو کروں جھکے سلام

کیا لکھوں مدح میں اب سوچ رہا ہوں بیٹھا
تیرے اوصاف حمیدہ تو نہ ہونگے ارقام

زہد و عادت ہے تری تجھکو عبادت کا ہے شوق
جود و بخشش ترا شیوہ ہے سخاوت ترا کام

دل ترے سینے میں اک نور کی روشن قندیل
لب مسیحا ترا اعجاز نما تیرا کلام

خواب میں تجھکو کیا ہے شہ جیلاں نے مرید
تجھکو واللہ نہیں تیری بزرگی میں کلام

نام سے دختر رز کے نہیں واقف ہم لوگ
تیرے تقوے نے کیا ذکر کو بھی سکے حرام

مے تو کیا مے کی کبھی بو بھی نہ پہونچی اس سے
یوں ترے عہد میں انگور کا سربستہ ہے جام

تو وہ ہے دین کی اک شان ہے تجھسے قائم
تو وہ ہے قیصر و فغفور ہیں تیرے خدام

تو کہاں اور کہاں رتبہ عالی تیرا
جم و پرویز کجا خسرو و بہرام کدام

تیرے دشمن کی بہت ہمنے بری گت دیکھی
نام شیطان کا سب لیتے ہیں دیکر دشنام

خامہ فرسا ہے بہت جوش طبیعت میرا
ہو اجازت تو کروں ایک غزل بھی ارقام

غزل

کیا نکلتا نہیں ناکامئے جاوید سے کام
جو نہ پوری ہو کبھی ایسی تمنا کو سلام

وصل کی شب ہوئیں کیا کیا نہ مرادیں پوری
تمنے بھی دیکھ لیا میری دعا کا انجام

تیرے قربان ہوے صبر ترا کیا کہنا
اب اُدھر سے چلے آتے ہیں محبت کے پیام

ڈہال کر غیر پہ دشنام دئے جاتے ہیں
بولتا ہوں تو وہ کہتے ہیں نہیں تجھسے کلام

بیوفا کون ہے آنکھوں میں ذرا پوچھ تو لے
تیری محفل میں تو بیٹھے ہیں وفادار تمام

آنکھ اٹھتی نہیں اب ایسی بھی کس کام کی شرم
بندہ پرور کبھی لے لیجئے میرا بھی سلام

پوچھکر مجھ سے وہ تو کون ہے کیا شرمائے
باندھ کر ہاتھ ادب سے جو کہا میں نے۔ غلام

زندگی اس پہ ہے موقوف پئے جائیں شراب
سانس جبتک ہے رواں سینے میں چلتا رہے جام

انگلیاں اٹھتی رہیں وضع کی پابندی پر — نیک نامی کے لئے ہم ہوئے کیا کیا بدنام

پھر دینے کی تو نوبت بھی نہ آنے پائی — میٹھی باتوں ہی سے ظالم نے کیا کام تمام

رنگ پھر بزم میں ہجو نے جما رکھا ہے — کہیں بنجاتا ہے زاہد تو کہیں مے آشام

اپنے ممدوح کے پھر وصف رقم کرتا ہوں — توسنِ طبع کی پھر مدح میں مڑتی ہے لگام

تو نے اجمیر میں خواجہ کی بھری ہیں دیگیں — تو نے اس عمر میں کیا کیا نہ کئے فیض کے کام

قطعہ در وصف تیغ

تجھکو دربار سے خواجہ کے ملی وہ شمشیر — جسکے اوصاف میں قاصر ہو زبان صمصام

مغربی ہینئے تو دیکھی نہیں ایسی اب تک — مہ جبیں۔ آئینہ رو۔ تیز زباں۔ خوں آشام

دونوں باگوں پہ تری تیغ کو کٹتے دیکھا — کیا چھریرا ہے بدن کیسی ہے نازک اندام

جس کو سمجھے ہوا ہے تیغ قضا اک عالم — ہے پرانا تری شمشیر کا وہ ایک نیام

طائر روحِ عدو اس سے کوئی بچتا ہے — دونو جانب تو یہ پھیلا ہوا جوہر کا ہے دام

ضرب سے اس کی بنے خاک تنِ روئیں تن — کی ہے سکے کی جگہ فتح کی آیت ارقام

قطعہ در توصیفِ اسپ

اب ترے گھوڑے کے اوصاف لکھوں یا نہ لکھوں — اس کی تیزی تو یہ کہتی ہے کہ مشکل ہے یہ کام

برق نے چند قدم ساتھ دیا تھا اس کا — رہ گئی تھک کے تو یہ بولی کہ آہستہ خرام

اس کو کہتے ہیں جو مشکی وہ بجا کہتے ہیں — مشکِ خالص سے بنایا گیا ہے جسم تمام

لطف تو یہ ہے کہ ہے ساز بھی اسکا ہمرنگ — چوٹیاں حور کی گوندھیں تو بنی اس کی لگام

ہے شبِ قدر سے بھی قدر سوا کچھ اس کی — نسل کا ہے یہ عرب شبہ نہ کچھ اس میں کلام

اڑ گیا باغ سے یہ بادِ بہاری کی طرح — کبک و طاؤس اڑاتے ہی رہے طرزِ خرام

ختم کرتا ہے قصیدہ کو دعا پر بیخود
ہے دعا دل کی مرادیں تری ساری بر آئیں

تیری سرکار میں ہو عیش کی کثرت اتنی
نخل امید کے بر ؛ ان چڑہیں پہل سارے

تو بھی قائم رہے جبتک ہے دنیا کو قیام
اور باقی رہے کیا دل میں اک اللہ کا نام

تجھکو فرصت نہ ملے صبح سے لیکر تا شام
تیرے سایہ میں بڑی ہو تری اولاد تمام

ہوں ترے حق میں جو مقبول دعائیں میری
میں بھی دل کھول کے لوں پھر تو بہت کچھ انعام

تمّت

دیوان گفتار بیخود

بعونہ تعالےٰ

اختتام یافت

بقلم خاکسار فضل اللہ شاہجہاں پوری
شاگرد استاد الہند منشی شمس الدین صاحب اعجاز رقم لکھنوی

تقریظات و تاریخات دیوان گفتار بیخود از نتائج افکار سخن طرازان نغز گو بجناب حروف تہجی

تقریظ و تاریخ از نتائج قلم فصاحت رقم صوفی یکتا سخن ور بے ہمتا ناثر بے مثال ناظم خوش مقال والا رفعت عالیجناب معلی القاب شاہزادہ نواب امیر الملک بہادر گورگانی المتخلص بہ احقر نشانی جلالت مآب حضور پر نور عالیجاہ بہادر شاہ ثانی ظفر دہلوی

ہمارے کیا بلکہ پیروں کے پیرزادے ظاہر میں سیدھے سادے لیاقت علمی میں لایق فن شاعری میں فائق۔ تہذیب میں کامل اخلاق حمیدہ کے عامل شاعروں کے اُستاد۔ شاعری کی امداد۔ ہر کام کی شدہ بدہ نام کے بیخود۔ دہلی کے روشن چراغ جانشین جناب فصیح الملک داغ ایسے ممتاز شخص کی تعریف آفتاب کو مشعل دکھانی اور لقمان کو حکمت بتانی ہے۔ کلام کی خوبی کی داد کو سمجھنے کی استعداد ضرور اور یہ اپنے سے دور تو پھر یہ قول مشہور ہے ؎

صائب دو چیز می شکند قدر شعر را | تحسین ناشناس و سکوت سخن شناس

کلام خود اپنی تعریف کر رہا ہے مضمون اپنی خوبی میں لا کلام کا دم بھر رہا ہے بندش اپنے پر کھولے ہوئے سخن شناس حضرات کو مسرور بنا رہی ہے۔ زبان شعور سکھا رہی ہے۔ اس احقر کو کچھ لکھنا نہ آئے تو کیا لکھے اور سمجھ نہ ہو تو کیونکر سمجھ سکے اور کہے تو تحسین بے وقوف کیا فایدہ دے سکے۔ نیز ایسا کلام کب کسی کی تعریف کا محتاج ہے۔ اس کی خوبی کو مدح کی کیا احتیاج ہے خاص کر اس حقیر تر کو جس کو سب احقر کہیں کسی بہتر و برتر کی تعریف کا کیا شعور ہے۔ مگر اپنے مرشد زادے کی توصیف ضرور ہے۔ اس لئے قلم اٹھایا اور اپنی بے لیاقتی سے نہ شرمایا ؎

گر قبول افتد زہے عز و شرف۔ امید ہے کہ میری بے حقیقتی اور نالیاقتی کے جاننے والے مجھکو معذور سمجھ کر کسی برائی پر نظر نہ فرمائیں گے اور میری عقیدتمندی کو پیش نظر رکھکر آفریں فرمائینگے ؎

اچھے ہو کر ہمیں کیوں آپ برا کہتے ہیں | ساتھ اچھوں کے برے بھی تو لگے رہتے ہیں

قطعہ تاریخ

تصنیف مصنف ہردو اعلیٰ		خود خوبی خویش می نماید	
تاریخ طبع ندا باحقر		دیوان خیال بیخود ۔ آمد	

تقریظ چکیدۂ خامۂ اعجاز رقم فصاحت و بلاغت توام تاثر بے عدیل جہاں دبیر یکتائے زمان خانصاحب جناب مولوی سید احمد مولف فرہنگ آصفیہ وارمغان دہلی وغیرہ وظیفہ خوار سرکار حضور نظام خلد اللہ ملکہ

گفتار بیخود

اس کی بھی عجیب رفتار ہے۔ گیارہ برس تک انتظار ہی انتظار میں رکھا۔ بہتیرے شیدایان زبان کو پرارمان ہی سلا دیا۔ بارے خدا خدا کر کے اب وہ دن نصیب ہوا کہ اس یوسف دہلی نے اپنے چہرۂ مبارک سے نقاب اٹھا کر ہزاروں سخن فہموں کو سرشار و بیخود کر دیا۔ آپ جانتے ہیں یہ کونسے بیخود کا سرور افزا کلام ہے۔ وہی بیخود جس کے آبا و اجداد نے شاہی وزارت تک ترقی کی۔ رئیسان با اختیار کے مصاحب خاص رہے اور انہیں کے مورث اعلیٰ نے شاہ جی کا تالاب اور شاہ جی کا چھتا بنوایا۔ تالاب تشنگان عزت و حرمت کے واسطے بحر خضر تھا۔ اب جملہ حیوانات کے لئے چشمۂ حیات ہے۔ چھتا بھی عجیب کرامت بھرا ہوا طلسمات ہے جنہیں جاڑے گرمی میں کہیں پناہ نہیں ملتی وہ اس چھتے میں آکر بسر کر لیتے ہیں۔

آپ کا نام نامی منشی سید وحید الدین احمد صاحب بیخود ہے۔ حضرت داغ نے آپ کی زبان کو ٹکسالی اور مستند زبان ہونے کا سرٹیفکٹ عطا فرمایا اور اصناف سخن پر قادر ہونے کی داد دی ہے۔ ایک بزرگ نے نواب فصیح الملک کو لکھا کہ آپ کے بعد آپ کا جانشین کون ہوگا کہیں یہ گدی خالی نہ رہے۔ نواب صاحب نے جواب لکھا کہ بیخودین یعنی دو بیخود ہیں۔ ایک مولوی عبدالحی بدایونی دوسرے سید وحید الدین احمد دہلوی۔ اس سے یہ نتیجہ نکل سکتا ہے کہ آپ دونوں صاحبوں کے

کلام کو تمام شاگردوں کے کلام پر ترجیح دیتے ہیں اب اس بات کی تمیز کرنی چاہیے کہ کس کو انتخاب کیا جائے۔ مولوی عبدالحی بدایونی خوش کلام۔ خوش فکر ضرور ہیں بلکہ زبان دہلی کے کامل مقلد۔ ماہر زبان۔ صحبت یافتۂ اہل کمالانِ زبان اُردو۔

منشی سید وحیدالدین احمد اُردو کی ٹکسال اور اُس ٹکسال کے ضراب لاجواب۔ اُردو ان کے گھر کی لونڈی ہے۔ اُس کی گودیوں میں پلے ہیں۔ اِن کی زبان فطرتی ہے۔ اوروں کی زبان اکتسابی۔ پس اس وجہ سے اِن کو اہل دہلی نے جانشین داغ قرار دیا۔ سیکڑوں داغ کی زبان کے عاشق اس طرف جھک پڑے۔ ایک ہم کیا استاد زمانہ۔ بادشاہ سخن۔ شمس العلما خواجہ حالی رحمۃ اللہ علیہ اپنی ایک تحریر میں خود ان کی زبان کی تعریف میں رطب اللسان ہیں چنانچہ اس جگہ اُس کی بجنسہ نقل ناظرین دیوان کے ملاحظۂ عالی سے گذاری جاتی ہے۔ وہو ہذا۔

روئداد جلسۂ دستاربندی و جانشینی نواب فصیح الملک بہادر داغ دہلوی مرحوم دیکھکر مجھے بے انتہا مسرت ہوئی اور اس بات کا افسوس ہوا کہ جلسۂ مذکور میں مجھکو شریک ہونے کا موقع نہ ملا۔ میں عزیزی و شفیقی سید وحیدالدین صاحب بیخود کو بلاشبہہ مرحوم کی جانشینی کا مستحق جانتا ہوں اور اُن کا رشید ترین شاگرد اور شاعری میں اُن کے قدم بقدم چلنے والا سمجھتا ہوں اور جہانتک مجھے معلوم ہے فصیح الملک مرحوم بھی اِن کو ارشد تلامذہ میں شمار کرتے تھے اور اپنی جانشینی کا سب سے زیادہ مستحق سمجھتے تھے فقط راقم خاکسار الطاف حسین حالی بقلم خود۔ ۱۷ فروری ۱۹۰۵ء

اس سے زیادہ لکھنے کو لوگ داخل خوشامد تصور فرمائیں گے لہذا اُن کے کلام میں سے چند برجستہ اشعار لکھکر دکھادینے کافی ہیں۔

ندیکھا تھا جو بزم دشمن میں دیکھا	محبت تماشے دکھاتی ہے کیا کیا
کیا اسی کا نام اُلفت ہے کہ جب دیکھا اُسے	خود بخود اک جوش پیدا دل کے اندر ہو گیا

کھٹکتی ہے مرے سینے میں یارب آرزو اُسکی
یہ کوئی بھید ہو اس میں بھی کوئی راز مخفی ہے

نکل جائے یہ دل کی پھانس وہ سامان پیدا کر
مرا دل دیکھکر وہ اپنے دل پر ہاتھ دھرتے ہیں

وہی ہم ہیں وہی دل ہے وہی دل کی تمنا ہے
نئے سر سے اُنہیں باتوں کے اب اس تو جاتے ہیں

اس طرح سے برباد نہ کر اہلِ وفا کو
ڈھونڈے سے بھی ملتے نہیں لوگ دوا کو

کیوں اُلجھتے ہو ہر اک بات پہ بیخود اُن سے
تم بھی ناداں بنے جاتے ہو ناداں کے ساتھ

ہمنے دیکھا ہے زمانہ ہم نے برتے ہیں حسیں
بندہ پرور ظلم کی کثرت کسی اتنی نہیں

خدا جانے کہ کیا گذری خدا جانے کہ کیا ہوتی
جناب شیخ کعبے سے نہایت شرمسار آئے

اور مہماں ہو دو چار گھڑی کا بیخود
آپ آرام کریں آج یہیں رات کی رات

قطعہ تاریخ از فکر عالی حاجی حرمین شریفین حضرت انور صاحب بمبئی

بہار افروز ہے معنیٔ رنگیں
پھلا پھولا ہے کیا گلزار بیخود

خریداروں نے آنکھوں سے لگایا
چھپا جب دفتر اشعار بیخود

کہی انور نے تاریخ مسیحی
تعالی اللہ ہے گفتار بیخود

قطعہ تاریخ چکیدۂ قلم فصاحت و بلاغت رقم جناب حکیم مطیع احمد صاحب احمد تخلص بدایونی شاگرد جناب ممتاز الشعرا حاجی عطا محمد صاحب عطا بدایونی

دیوان بیخود کا چھپا دنیا میں شہرت ہو گئی
اس کی خوشی کی حد نہیں اس کی خوشی کا کیا بیاں

گلدستۂ عیش و طرب کہتا ہے ہر فرد بشر
تم بھی اے احمد کہو، منظم نشاط جاوداں

دیگر

یہ دیواں ہو تعلیم کی درس گاہ
بتاتی ہے طرز ادا نو بنو

سبق پائیں گے اس سے اہل سخن
مراعات بیخود - تم احمد کہو

قطعہ تاریخ از نتیجہ فکر شاعر نازک خیال ناظم شیریں مقال فصاحت و بلاغت دستگاہ

جناب علی احمد قریشی بلاغت تخلص امروہوی یادگار حضرت سلام مرحوم و مغفور ایڈیٹر رسالہ ترقی سخن بمبئی

عاشقِ شعر و سخن کیوں اس کے شیدائی نہ ہوں
ہر غزل ہے منتخب اس منتخب دیوان کی
حضرت بیخود کو دیں کیونکر نہ داد اہلِ سخن
رنگ ہے اشعار میں بالکل فصیح الملک کا
فرد ہیں اس وقت بیشک آپ اپنے رنگ میں
خوب سلک نظم میں موتی پروئے فکر نے
روزمرہ وہ لکھا دلی کو جس پہ فخر ہے
مادہ طبع بلاغت نے یہ سالِ طبع کا

بنگیا گفتار بیخود ایک معشوقِ حسیں
چست بندش ہے زبان شستہ ہے مصرع دلنشیں
خوش بیانی آپ کی ہے قابل صد آفریں
شاعری نے آپ کی منوا دیا ہے جانشیں
کون استادی کا حضرت آپکی قائل نہیں
جس کی آب و تاب سے ہر شعر کی چمکی زمیں
مرحبا صد مرحبا آفریں صد آفریں
لکھدیا۔ بیخود کا دیواں ہے مفید شائقیں

ھ ۱۳ — ۲۴

قطعہ تاریخ از نتیجہ افکار غواص بحر سخندانی کشاف دقائق معانی شاعر رنگیں بیان ناظم شیریں زبان حضرت ضمیر الحق محمد نور خاں بیدل تخلص ایڈیٹر افتخار جاورہ شاگرد رشید حضرت راقم الدولہ مولانا ظہیر دہلوی مرحوم

جانشینِ داغ کا دیواں چھپا
فکر ہے تاریخ کی تجکو اگر
طبع بیخود کا ہوگیا دیواں
گلشن نظم میں بہار آئی
مصرعہ سال طبع لکھہ بیدل

دیگر

اس کو بیدل لالہ زارِ داغ لکھہ
طبع زاد یادگارِ داغ لکھہ
ھ ۱۳ — ۲۴
جو ہے شاگرد نامدارِ داغ
آج پھولا ہے لالہ زارِ داغ
طوطی ہند یادگارِ داغ
ھ ۱۳ — ۲۴

[illegible]

قطعہ تاریخ از نتیجہ فکر بلند نکتہ سنج و نکتہ طراز جناب سید دولت علی صاحب المتخلص بہ بیکل

حضرت بیخود کا دیواں چھپ گیا — آرزو مندوں کی بن آئی اخیر

کس قدر ہے صاف و پاکیزہ کلام — طبع روشن ہے کہ اک بدر منیر

شکریں گفتار ہے طوطیٔ دل — کیوں نہ اس کا دم بھریں ہمصفیر

گنتی کی اوروں میں ہیں جو خوبیاں — اس میں ان وصفوں کی تعداد کثیر

اس مرقع میں نئی تصویریں ہیں — دیکھ لیں کہنہ لکیروں کے فقیر

سب پرانے رنگ پھیکے ہو گئے — اس کے آگے سرنگوں ہے چرخ پیر

آسماں پر ہر زمینِ شعر ہے — یاد ما یغ حضرت شاہ نصیر

حضرت بیخود کے اس دیوان کی — داد دینے ہوتے گر داغ و امیر

اس کا ثانی کون جو ہو لاجواب — کس سے دے تمثیل اس کی یہ حقیر

لکھا بیکل نے یہ سالِ انطباع — ہے یہ واللہ آپ ہی اپنا نظیر

قطعہ تاریخ نوک ریز قلم فصاحت رقم شاعر بے مثال سخنور شیریں مقال بلبل بستان خوش بیانی طوطی گلستان معانی جدت پسند ناظم مضامین بلند معدن سلاست منبع فصاحت جناب مرزا ذاکر حسین صاحب قزلباش لکھنوی المتخلص بہ ثاقب یادگار نواب اسد اللہ خاں غالب مرحوم نور اللہ مرقدہ

رونمائے حسن ہے بیخود کا گلزارِ سخن — شاہد گل نے نقاب الٹی نظر آیا جمال

پتے پتے سے عیاں ہیں باغباں کی محنتیں — خونِ دل سے مدتوں سینچا گیا ہے ہر نہال

دل کو اندیشوں نے غفلت میں بھی رکھا ہوشیار — رات دن فکروں نے کی ہے اس چمن کی دیکھ بھال

ہر کلی خوش رنگ اپنی وضع میں تصویر ہے — چشمِ میگونِ فسونگر جس کی ہے ادنی مثال

رنگِ شادابی کسی پودے سے جانیکا نہیں — یہ بہارِ بے خزاں ہے اور حسنِ لازوال

[illegible] سب [illegible] نکتہ میں دل کے لئے
سادگی بیساختہ پن روزمرہ بول چال

[illegible] معانی میں سخن فضل میں
آپ میں استاد فن کس کو ہو اس میں احتمال

ہے یہی سال میں دیوان کے چھپنے کی نوید
کیوں نہ ہو گفتار بیخود صاحب سحر حلال

فکر ثاقب سال ہجری میں ہے یوں گوہر فشاں
جلوہ گاہ گنج معنی بزم رنگین خیال

قطعہ تاریخ نگاشتہ قلم جواہر رقم سخنور یکتا ناظم باکمال جناب محمد حسین صاحب جلیل القادری بدایونی

نسب ہے دیوان بیخود گلشن راز
طرب افزا مضامیں صاف و مشروح

سروش آمد جلیل از پردۂ غیب
کلام اوج بہجت راحت روح

تقریظ از نتیجہ طبع وقاد ناثر عدیم المثال جناب خواجہ حسن نظامی صاحب خواہرزادہ حضرت محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ

کلام بیخود

سنتا ہوں چھپا ہے۔ اور میری تقریظ چاہتا ہے۔ میں کیا لکھوں۔ نہ میں شاعر ہوں نہ میرے باپ شاعر تھے نہ یہ امید ہو کہ میرا بیٹا شاعر بنے گا۔ البتہ جناب بیخود کا تخلص ایسا پیارا ہے کہ مجھ سا مستانہ دیوانہ اس نام میں اپنے دل کا تعلق پاتا ہے۔ اس لئے کلام بے خود پر چند حرفوں کو جوڑ دیتا ہوں۔

کہتے ہیں کہ اب دلی میں بیخود جیسا کوئی شاعر نہیں۔ خبر نہیں یہ کہاں تک درست ہے لیکن یہ تو سب کو ماننا پڑیگا کہ دلی کی دھوم تصوف کے بے خودی والوں کے مزاروں سے کچھ باقی رہ گئی ہے ورنہ غریب کا مدت ہوئی دم نکل چکا ہے

میری نظروں میں اب کچھ رنگ دہلی جم نہیں سکتا
وہی مٹی کے تودے ہیں وہی جمنا کا پانی ہے

لہٰذا بیخود نام شاعر کو اگر سب پر فوقیت دی جائے تو نامناسب نہیں ہے۔

جناب بیخود پبلک میں خود کم آتے ہیں مگر اپنی سخن طرازی سے اردو ادب کے ہر گھر میں سکے چلاتے ہیں۔ ان کے کلام کی خصوصیت شاعرانہ تو شاعر جانیں صوفیانہ نکتہ نظر سے اس میں ایک گہرائی کیف اور بولتا ہوا اثر ہوتا ہے۔ اور میرے نزدیک کلام وہی ہے جس میں یہ اوصاف

خصوصاً آخری صفت زیادہ ہو۔

خدا نہ کرے کہ میں اتنا جیوں اور قیامت کے پورے ہونے والا کہلاؤں ورنہ کلام بیخود کا مزا سو پچاس برس کے بعد آئیگا۔ اور آئندہ نسلیں اس کی قدر کریں گی اب کیا ہے۔ اب تو ذاتیات کی بحث میں بڑے بڑے لائق لوگ دوسروں کی قابلیت سے انکار کر جاتے ہیں جب ذاتیات پر جھگڑنے والے مر جائیں گے یں اور بیخود صاحب بھی قبر میں چلے جائیں گے تو انصاف کیا جائیگا اور اس کلام کو ادب اُردو کا درخشندہ جوہر کہا جائے گا۔

تقریظ از خامۂ اعجاز رقم بلبل گلزار فصاحت طوطیٔ شکرستان بلاغت نقادِ سخن یکتائے زمن مسٹر محمد حامد علی خاں بیرسٹرایٹ لا لکھنوی

جناب منشی سید وحید الدین احمد صاحب بیخود

منشی سید وحید الدین احمد صاحب بیخود ہندوستان کے مشہور شاعروں میں سے ہیں دہلی کے رہنے والے ہیں شاعری آپ کا آبائی فن ہے آپ کے والد سید شمس الدین احمد عرف سید احمد شاعر ہیں سالم تخلص کرتے ہیں آپ کے دادا سید بدرالدین احمد عرف فقیر صاحب کا تخلص پہلے سالک اور بعدہٗ کاشف تھا حضرت غالب کے شاگرد تھے۔ آپ کے پردادا امتیاز الدولہ افتخار الملک نواب سید احمد میر خاں بہادر منصور جنگ عالمگیر ثانی کے وزیر تھے۔ مفتی محمد صدرالدین خانصاحب آزردہ آپ کی والدہ کے پھوپا تھے۔

منشی سید وحید الدین احمد صاحب ۲۔ رمضان المبارک ۱۲۷۹ھ ہجری میں بمقام بھرت پور پیدا ہوئے دو ماہ بعد آپ اپنے وطن دہلی میں آئے ۴ برس کی عمر سے آپ کی تعلیم دہلی میں شروع ہوئی فارسی کی ابتدائی کتابیں پڑھکر نثر ظہوری و دیوان غالب (فارسی) حضرت حالی سے پڑھا۔ ذہن تیز اور حافظہ قوی تھا جو پڑھتے تھے جلد یاد ہو جاتا تھا اور یاد رہتا تھا نظم کے عشق نے عربی کی تعلیم نہ ہونے دی تخمیناً بارہ برس کا سن ہوگا جو آپ نے شعر کہنا شروع کیا آپ کا پہلا شعر یہ ہے ؎

دل سے نکل گیا کہ جگر سے نکل گیا ✤ تیرِ نگاہِ یار کدھر سے نکل گیا

اس شعر میں کسی کی اصلاح نہیں ہے ۱۲ برس کے لڑکے کی اور یہ زبان سبحان اللہ افسوس یہ غزل

[illegible] ہو گئی ۔ آپ کے چچا صاحب سید عظیم الدین محمد عرف سید محمد صاحب متخلص بہ موزوں ایک دن کچھ کہہ رہے تھے آپ نے دریافت فرمایا کہ آپ کیا کہہ رہے ہیں فرمایا غزل کہہ رہا ہوں آپ نے کہا [illegible] طبع آزمائی کروں آپ کے چچا صاحب نے کہا کہ تم کیا کہو گے یہ بات آپ کو ناگوار ہوئی ادب سے چپ ہو رہے کچھ جواب نہ دیا لیکن دل میں کہا انشاء اللہ تعالیٰ ہم غزل کہینگے اس وقت آپ کا سن چودہ برس کا تھا غزل کہی اور ایسی کہی کہ اس واقعہ کے ۲۵ برس بعد آپ نے انہیں چچا صاحب کی غزلوں کو اصلاح سے مزین کیا سبحان اللہ

ایک دن کا ذکر ہے کہ جناب حکیم عبد اللہ خانصاحب رسا آپ کے ماموں غزل کہہ رہے تھے خیال کب ۔ حال کب آپ حاضر تھے رسا صاحب نے یہ قطعہ کہا

قطعہ

دیکھو تو آئینہ ذرا اے حضرتِ رسا ؛ چہرے سے آشکار تھا رنج و ملال کب
ہم نے نہ کہدیا تھا کہ اچھا نہیں ہے عشق ؛ کب تم تھے بے قرار ہوا تھا یہ حال کب

آپ نے فوراً مصرعے لگائے اور وہ یہ ہیں ؎

میری خطا معاف ہو بے شرم کی یہ جا ؛ یہ حال زار اور ہو حضرت سا پارسا
بیخود کی مشکل کو بھی تو دل سے بھلا دیا   دیکھو تو آئینہ ذرا اے حضرتِ رسا
چہرے سے آشکار تھا رنج و ملال کب

تھا قول آپ کا تو کہ گردن نشیں ہو عشق   یا کہتے ہو کہ موت سے بدتر کہیں ہو عشق
کیوں ہو دبا نہ یہ دشمن دنیا و دیں ہو عشق   ہم نے نہ کہدیا تھا کہ اچھا نہیں ہو عشق
کب تم تھے بیقرار ہوا تھا یہ حال کب

جب حضرت حالی کو یہ مصرعے سنائے حضرت حالی بہت محظوظ ہوئے اور فرمایا کہ تم شعر کہا کرو اب کیا تھا روز ایک دو غزل کہہ ڈالتے پڑھتے اور محظوظ ہوتے اور غزل پھاڑ ڈالتے اسی طرح ایک دیوان کہا اور چاک کر ڈالا پہلے نادر تخلص کرتے تھے ۱۲ برس کا سن تھا کہ بیخود تخلص رکھا کبھی کبھی حضرت حالی کو اپنا کلام سناتے اور اصلاح سے مستفیض ہوتے حضرت حالی کی تحریک سے [illegible] ہجری میں حضرت داغ کے شاگرد ہوئے ۔ جناب مولوی عبد الرحیم خانصاحب دہلوی [illegible]

تخلص آپ کو حضرت داغ کی خدمت میں لے گئے اور کہا کہ ان سے بیخود کی طرف اشارہ کر کے آپ اپنا شاگرد کیجیے حضرت داغ نے بیخود سے فرمایا کہ کوئی اپنی غزل پڑھو آپ نے غزل جس مصرع کی صبا دیکھا۔ جفا دیکھا یہ غزل اُسی دن کہی تھی مولوی صاحب نے مصرع طرح دیا تھا جب یہ شعر پڑھا

جب آنکھ پڑی اپنی اک بات نئی پائی ؛ ان دیکھنے والوں نے تجکو ابھی کیا دیکھا

حضرت داغ پھڑک گئے بہت تعریف کی اور جناب مولوی صاحب کیطرف مخاطب ہو کر فرمایا کہنہ مشق معلوم ہوتے ہیں جناب مولوی صاحب نے فرمایا کہ میرے علم میں تو کبھی کبھی کہتے ہیں یہ غزل تھوڑی دیر ہوئی آج ہی کہی ہے مصرع طرح میں نے دیا تھا۔ حضرت داغ نے فرمایا کہ اس شعر (یہ شعر غزل کا تیسرا شعر تھا) کی پختگی مشاقی کا پتہ دیتی ہے۔ بیخود کو اپنا راز کہنا پڑا عرض کی روز ایک دو غزل کہتا ہوں اپنے آپ کو سُنا تا ہوں سُنا کر پھاڑ ڈالتا ہوں اسی طرح ایک بہت بڑا دیوان پھاڑ چکا ہوں۔ حضرت داغ آپ کا کلام سُنکر بہت محظوظ و مسرور ہوئے اور اُس دن سے خاص توجہ و محبت فرمانے لگے کل تین ماہ اصلاح دیکر فرمایا کہ اب آپ کو اصلاح کی ضرورت نہیں حضرت حالی و حضرت داغ آپ کے کلام کی اکثر تعریف فرمایا کرتے تھے آپ کی زبان کو حضرت داغ اپنی زبان کہتے تھے۔ چنانچہ بیخود کہتے ہیں ؎

زباں استاد کی بیخود ترے حصے میں آئی ہے ؛ پھر اتنا بھی نہیں کوئی خدا رکھے ترے دم کو

متروکات داغ کے آپ تحت پابند ہیں مثلاً سدا ہمیشہ کے معنے میں۔ میں۔ کانوں دینا یاں واں بجائے یہاں وہاں وغیرہ آپ کے یہاں ترک ہیں صرف ایک غزل میں رہنے دیا ہے کہ یہ لفظ ردیف میں واقع ہوا ہے اور یہ غزل ایک مشاعرے کی طرح میں کہی تھی۔ ورنہ اُڑ بجائے اور نظم نہیں کرتے دیوان بیخود چھپ رہا ہے انشاء اللہ بہت جلد شایع ہو گا۔ میں دہلی سے رخصت ہو رہا ہوں (حضرت غالب کی قبر پر بھی فاتحہ پڑھ آیا جب دہلی آتا ہوں حضرت غالب کی قبر پر فاتحہ ضرور پڑھتا ہوں) ملازم اسباب باندھ رہا ہے میں اُس کو ہدایتیں بھی دیتا جاتا ہوں اور یہ سطریں بھی لکھتا جاتا ہوں چند اشعار بیخود صاحب کے میرے سامنے فرش پر رکھے ہوئے ہیں۔ شوخی سلاست۔ صفائی وغیرہ آپ کے کلام میں پائی جاتی ہے۔ ؎

قربان اِس زبان کے صدقے بیان کے ؛ ناصح کی بات ہی نہیں جو بے تکی نہ ہو

[illegible] اسے ناصح ناداں سمجھے ⁂ جانکے بیمار اسے تو جو تجھے انساں سمجھے

[illegible] سمجھا تھا ⁂ کون سے بخشدیئے تم نے خزانے ہم کو

اس شعر میں مبالغہ ملاحظہ ہو ؎

نزاکت آئینہ تک عکس کو جانے نہیں دیتی ⁂ یہی نقشہ ہے تو بس کھینچ چکی تصویر بننے دو

اس مطلع میں کیا اثر بھرا ہے مصرعہ ثانی پر نظر رہے کیا خوب کہا ہے ؎

اے کاش مری آہ میں اتنا اثر تو ہو ⁂ میرا خیال اس کو مجھے دیکھکر تو ہو

انگریزی میں ایک مثل مشہور ہے جس کا ترجمہ یہ ہے "پہلی ہی نگاہ میں عاشق ہو گیا" بیخود مطلق انگریزی نہیں جانتے اور نہ یہ مثل کبھی سنی لیکن کیا خوب فرمایا ہے ؎

پہلی نظر میں وہ مجھے عاشق سمجھ گئے ⁂ پہچان لے نگاہ کو اتنی نظر تو ہو

سچ ہے شعرا غیب کی کوڑی لاتے ہیں۔

آدمی جو کام کرے استقلال سے کرے اس مضمون کو بیخود نے کیا خوب نظم کیا ہے۔

یہ کیا کہ آج کچھ ہے توکل کچھ زبان پر ⁂ شکوہ ہو یا ہو شکر مگر عمر بھر تو ہو

اس شعر کی تعریف نہیں ہو سکتی ؎

ناامیدی نے مٹادی آرزو ⁂ کام یوں نکلے دل ناکام کے

افسوس وقت نہیں ورنہ تحریر کو طول دیتا تھوڑی دیر میں سوار ہوتا ہوں۔ دہلی خدا تجھے آباد رکھے۔ تجھسے رخصت ہوتا ہوں اپنے اُن مورث اعلیٰ (حضرت مولانا سماءالدین رحمتہ اللہ علیہ) جو ہندوستان میں بہلول لودی کے عہد سلطنت میں تشریف لائے اور حضرت کی اولاد (جو کئی صدی تک دہلی میں رہی اور بالائے حوض شمسی حضرت کے مزار شریف میں آرام کر رہی ہے) اسے رخصت ہوتا ہوں۔ خدا حافظ اے پرانی دہلی (ذوق۔ مومن۔ غالب۔ آزردہ۔ شیفتہ۔ دردسوز۔ سالک ویران۔ انور۔ ظہیر۔ نیر۔ مجروح وغیرہ کی یاد دلانے والا) خدا حافظ۔ خدا حافظ و ناصر جناب حافظ حکیم محمد اجمل خانصاحب حاذق الملک متخلص بہ شیدا راتدن تم ہو اور مخلوق خدا کا کام۔ تم سے لوگ پیش نظر تھے جس وقت میں نے یہ مطلع کہا تھا ؎

جو مخلوق خدا کے کام میں مصروف ہیں دل سے ⁂ وہی واقف ہیں رستہ سے وہی آگاہ منزل سے

میں حیران ہوں کہ ایک منٹ کی تو فرصت نہیں اور پھر شعر کہتے ہو اور خوب کہتے ہو کمال کرتے ہو

حضرت صفی (سید علی نقی) الکہنوی باسی مرض جدیم الفرصتی میں مبتلا ہیں ورنہ پہر عدالت خفیفہ کی سررشتہ داری کرتے ہیں خدا جانے شعر کس وقت کہتے ہیں سخدا حافظ حضرت تاباں جناب نواب شجاع الدین خاں بہادر چلتے وقت چند شعر اپنے پڑہے دیتا ہوں نہیں معلوم پہر کب ملاقات ہو دہلی کی شاعری کی دنیا میں چہل پہل آپ کے دم سے ہے۔ ؎

ہر زمانے کا اک فسانہ ہے ؛ ہر فسانے کا اک زمانہ ہے ؛ کام جو آنکہہ سے نہیں لیتے
اُن کو سادہ ورق زمانہ ہے ؛ جس میں سب رنگ ہیں مانے کے ؛ ہم غریبوں کا وہ نشانہ ہے
بے بہا کچہہ خیال ہیں دل میں ؛ مفلسوں کا یہی خزانہ ہے ؛ انکی سب ہاں میں ہاں ملاتے ہیں
وہ جدہر ہیں دہر زمانہ ہے ؛ جتنا شاکی ہو نہیں زمانے کا ؛ اتنا شاکی مرا زمانہ ہے

خدا حافظ عالیجناب نواب سعید الدین احمد خاں بہادر طالب حضرت کو دیکہکر یہ شعر اکثر پڑہا کرتا ہوں ؎ وہ سادگی اُن کی وضع و اخلاق دلپسند ؛ ایسوں کو آنکہیں ڈہونڈتی ہیں اس زمانے میں خدا حافظ جناب نواب سراج الدین احمد خاں سائل ؎ کس منہ سے کہوں جاؤ خدا حافظ و ناصر ؛ پہر آنا مبارک ہو۔ مبارک ہو سفر بہی ؛ مقطع میں پڑہے دیتا ہوں ؎

حاد وہ سمجہہ جائیں گے آنکہیں نہ ملانا ؛ دل کہتا ہے جو کچہہ وہی کہتی ہے نظر بہی

خدا حافظ جناب محمد کرم اللہ خانصاحب عرف ننہی خانصاحب شیدا آپکو دیکہکر یہ خیال دل میں گذرتا ہے کہ ذوق و مومن و غالب کا کیا زمانہ ہوگا۔ کیا وہ صحبتیں ہونگی ؎ تم سلامت رہو ہزار برس ؛ ہر برس کے ہوں دن پچاس ہزار ؛ خدا حافظ حضرت مضطر۔ (جناب حکیم اسد علیخانصاحب) جناب محمد مرزا خاں صاحب عابد خلف حضرت سالک۔ جناب مرزا محمد علیخانصاحب علی۔ جناب نواب فیض احمد خاں بہادر فیضی۔ جناب آغا ظفر علی بیگ صاحب شاعر جناب سر رام صاحب مولف خمخانہ جاوید جناب بیخود صاحب کے حضرات خدا حافظ خدا حافظ ؏ پہر ملیں گے اگر خدا لایا۔

قطعہ تاریخ شاعر نازک خیال عبد الرزاق صاحب حمزہ کلرک پوسٹ آفس ضلع فتح گڈہ شاگرد حضرت ممتاز الشعرا عطا بدایونی

ہے یہ دیوان حضرت بیخود ؛ ہر غزل اس کی فیض کا دریا

گل لطف و کرم جھکتے ہیں ✤ باغ افضال تم کھو حمزہ

تقریظ از نکتہ پرداز سخن سنج رنگین خیال شیریں مقال دیوان روشن لال مرزا دو صاحب طالب دہلوی

بنامیکہ زیباست یکتائیش ✤ بنامیکہ یکتاست زیبائیش ✤ مصفاست فانوس نیلی سپہر فروزاں دو قندیل از ماہ و مہر ✤ توئی شاہ ہر عاجز و بیکساں ✤ توئی پاک سلطان نار و جناں بستان بستان حمد چمن آرائی باغ تکوین و ایجاد را کہ گلہائے رنگین سخن در گلستان جہان الفیض آب و ہوائے رحمت خود شگفانده و چمن چمن توصیف گلدستہ پیرائے روضہ دین۔ قدس آئین خویش را کہ زنگا رنگ بندی ہائے بوستان ملت خود فرموده۔ ہیچو برگ گل آب و رنگے بخشیده۔ وریں آوان شگفتگی زبان۔ بلبل گلزار رنگیں بیانی۔ طوطی شکرستان شیریں زبانی۔ رشک نظیری و خاقانی۔ صدر نشین مسند زباندانی۔ یگانۂ روزگار۔ مشہور ہر شہر و دیار شاعر۔ ماہر۔ ادا بند۔ ناظم دلپسند عالیخاندان۔ والا دودمان منشی سید وحیدالدین احمد فیاض زمان بیخود صاحب دہلوی جانشین حضرت نواب فصیح الملک بہادر داغ دہلوی مرحوم و مغفور روشنضمیر بسیار خوب ست۔ ہر دل را مرغوب است ؎

جانشین داغ دیواں زور رقم ✤ دل بفضل و نشش فدا گشت و اسیر

اہل عالم فیضیاب از وے شدند ✤ از ثنا گویان او برنا و پیر

کس چو پرسد سال طبعش حالیا ✤ گو یکے دیوان بیخود بے نظیر

۱۵ ۱۹

تقریظ از نتیجہ فکر بلند پرواز نکتہ سنج و نکتہ طراز واقف رموز فارسی بان جناب مولوی خواجہ عبدالمجید خانصاحب بی لے پروفیسر فارسی مشن کالج دہلی

ایں چہ آواز طرانہ است کہ می رسد۔ و ایں چہ صدائے زمزمہ است کہ برمی خیزد۔ گلشن و کون و مکان پر آوازه است۔ و گلبن سخن ترو تازه۔ اجساد مردگان در قبور می رقصند و آسمانیاں وجد می کنند و بر زمینیان تہنیت خوانند و مارا زیبا است اگر دل و جان خود بر ایں مژده نثار کنیم۔ مصرعہ نہ ایں مژده خود راحت جان ماست۔ ایں چہ شادی پدید آمد کہ ہمہ شادی مرگ شده اند۔ شاید

ملک گوہر بار گوہر فرو ریختہ وجوہر ہاں معنی را صلائے عام دادہ۔ ہاں بیائید و نو بیند کہ صد

شہوار دارم و جواہر خوش آب۔ چوب بریدۂ قلم برگ و بار آورد۔ و کدیور گلشن سخن درخشید رشک

مجلہ بہار باعروسے نو پیدا شد و یا شاہد رعنائے سخن از رخ خود نقاب انداخت۔ این گلنار

کیست۔ و این کتاب نایاب را نام چیست۔ سروش عالم غیب این ندا در داد کہ از گفتار تجود در زمانہ

سخن می سود۔ و دیوانِ وحید عصر چاپ می شود۔ اگر این بندہ از صاحب دیوان سخن راند و از

نغز گفتاری او قلم را ناصیہ سا گرداند دراین کار چہ حد دارد کہ از زمرۂ شعرا نیست واز شعر گوئی

و شعر فہمی بہرہ بر ندا شتہ پس بران کلام معجز نظام چہ نویسد بہتر آنست کہ اعتراف کم مایگی خویش

کند واین ہم نمی تواند چراکہ مجبور از امر تجود است دادی خواہد کہ این بندہ بے بضاعت بہر نہج جادۂ ثنا

گزار مدح سرائی راطے کند چوں از ارشادِ چارہ ندید لاجرم این کار پیش گرفت۔ نثر ادمنشی سید حمید الدین احمد

خانصاحب تجود از آں خاندان والاشان است کہ ایشاں را سادات حسنی الحسینی می نامند کہ این

عالم سفلی را از وجود خود شاں مزین می دارند صاحب من بواسطۂ صحیح با حضرت غوث الاعظم

رحمۃ اللہ علیہ می پیوندد و در ہند بہ اسم غوث پاکیہ اشتہاری دارد۔ چہ نسبت خاک را بعالم

پاک۔ کجا آن جناب و کجا این ناکس بے آب و تاب مگر خاک چوں بہ دامن پیوستہ می شود آں را

از رتبۂ خاک بر داشتہ غبارِ دامن ہمش کردہ اند پس ممدوح من از آں نسبت سربلند شدہ است

اجداد او کہ در ہند رسیدند و نام و نشان بر آوردند یکے حضرت شاہ نظام الدین احمد عرف

شاہ جی بود کہ تا اکنون در دہلی تالاب شاہ جی و چھتہ شاہ جی بر عظمت او گواہ ست۔ جد بزرگوار

ممدوح امتیاز الدولہ افتخار الملک نواب سید احمد میر خاں بہادر منصور جنگ بر عہدہ وزارت ہند

در عہد حکومت عالمگیر ثانی سرفراز بودند و از جانب مادر ممدوح نوادہ آں مرد راد بزرگ است

کہ منشی محمد شفیع خاں عرف منشی آغا جان میگویند و بین ابنائے روزگار مشہور و معروف بہ خلق عمیم

است و شہرۂ بذل او آفاق عالم را فرا گرفتہ در بدوِ شباب بہ عہدۂ جلیلۂ میر منشی رزیڈنسیہا ئے

راجستان در سرکار انگلیس سرفراز بودہ و ایام پیری را در گوشہ نشینی و عزلت گزینی و در خدمت ابنائے

جنس بسر کرد۔ جد والائے او سید بدر الدین احمد عرف فقیر صاحب بہ تخلص کاشف مشہور بودند و در ریاست

بھرت پور میاں سرداران والاشان شمردہ می شدند و در زمرۂ شعرائے زمانہ سر بر آوردہ بودند

وبسیار پرگو و دیوان گرد آورد و نموده از نا اہلی اخلاف خلف طبع نہ پوشید پدر بزرگوارادسید شمس الدین احمد صاحب عرف سید احمد ہم در عالم شباب مشق سخن میکردا ما در شاعری کسے چوں بیخود از خانوادہ برنخاست وکسی را عزت جانشینی استاد زمانہ حاصل نہ شد داغ در حق ممدوح می فرماید کہ زبان او زبان داغ است وایں تعریف بسیار بیجا نیست چراکہ او ہم از دہلی برخاست وریختہ زبان مادری داشت شعر وحید را پایہ الیست کہ اندازہ آن گرفتن بس دشوار ہست چراکہ بے اندازہ است از عہد طفلی مشق سخن کردہ و بہ زمانہ کہولت رسیدہ ہمہ نشیب و فراز شاعری را طے نمودہ و بدرجہ کمال رسیدہ می گویند کہ ہر کمال را زوال است مگر بندہ می گوید کہ ایں کمال را زوال نیست چراکہ در باب صاحب من تحصیل محال است پس از برہان عقلی ونقلی ثابت شد کہ جانشین داغ بودن او را سزا است چنانکہ مثل داغ ہمہ بار او برزن وحلی را پے سپر نمودہ از درکات پائیں بہ منازل بالا رسیدہ مہارت سخن بدست آورد کہ دیگرے را دستیاب نشدہ و ہرچہ گفتہ از سوزش درون گفتہ و راز دل بر زبان جاری داشت ہرچہ کہ در تعریف او بگویم کم است کہ ممدوح من بالا از ہمہ مدح است پس ختم کلام بریں اشعار می نمایم کہ حسب حال اوست ؎

باسخن پروراں چو صحبت داشت	بربط وچنگ شاعری بنواخت
درد دل برزباں شدہ جاری	بلکہ در موئے تن شدہ ساری
نہ تہی جان گردریں سودا	کے شور رونق سخن پیدا
داغ لالہ نہ خوشنما دارد	داغ دل بیں کہ روشنی آرد
درد باشد چو زیور اشعار	پیش او ور دمی رسد یلغار
پس چرا شعر او نباشد خوب	طبع اہل زمانہ را مرغوب
شعر او پر بلند و پر مغز است	یعنے گفتار او ہمہ نغز است
ذوق درد فراق گر گوید	جان عاشق فراق می جوید
وصل را گر در آورد بکلام	شاہداں را کند بہ زنداں رام
فی المثل گر سخن ز داغ رود	بے دیدار داغ باغ رود
گر ضرورت بود گل بیخار	در گلستان بیخود است انبار

بیخودی بیں کہ از خودی بگذشت	زیر افلاک او چہ ساگرد است
گوہرش از نژاد سادات است	سروی در شمائل و ذات است
جہاں جانشین داغ این است	داغ مرحوم را چراغ این است
پرورشش از نیاز مندی ہا	یافت از گوہرش بلندی ہا
خواجہ از شاعران سخن راند	خود مگر شاعری نہ می داند

قطعہ تاریخ چکیدہ قلم گوہر رقم شاعر خوش بیان جناب ڈاکٹر محمد اسمٰعیل خاں صاحب ساقی اڈیٹر فضل الاخبار دہلی

حضرت سید وحید الدین بیخود دہلوی ؛ جن پہ اب اردو زباں سو جان سے قربان ہے ؛ داغ کے شاگرد ارشد جانشین داغ بھی
پھر زباں بھی وہ زباں ہے جس میں ہے سوز آں ہو ؛ ہے سند دم کے دم پوچھو تو دہلی کی منو ؛ گویا منہ میں انکی دلی کی زباں کی کان ہے
بے انہیں کی ذات سے کچھ رونق بزم سخن ؛ جمع اوصاف سے یہی ذات والا شان ہے ؛ اپنے ہمعصروں میں خوش فکر لیکے ہم فن ہیں فصیح
محفلوں میں شعر انکا گویا تن میں جان ہے ؛ شاعران طبقہ آخری میں ولی ہی ہیں ؛ نا استاد انکو جو منصف ہے با ایمان ہے
اس سخنور کو خدا رکھے سلامت تا ابد ؛ ورنہ پھر دلی تو کیا ہندوستان ویران ہے ؛ چھپ گیا دیوان انکا ہو گئی پوری مراد
شکر ہے اللہ کا اللہ کا احسان ہے ؛ طبع ہو کر پرتو انداز زنبالس آ گیا ؛ شمع ہے یا ماہ ہے یا مہر نور افشان ہے
صفحہ صفحہ پر شعاع مہر تاباں ہیں خط ؛ ہر ورق خورشید نورانی کا روشندان ہے ؛ ہے اگر ہر لفظ پر عقد ثریا کا سماں
ہر سطر پر کہکشان چرخ کی اک شان ہے ؛ کلمہ ساقی عیسوی مصرع روشن تاریخ ؛ مجلس جانشین داغ کا دیوان ہے

۶۱۹ ۱۵

قطعات تاریخ شاعر شیریں زبان رنگیں بیان لالہ پیارے لال صاحب رونق دہلوی شاگرد رشید

خلاق المعانی مولانا راسخ مرحوم

وہ چھپا ہے کلام بیخود کا ؛ ہو جواب اس کا غیر ممکن ہے ؛ اس کے ہر اک سخن کا خوبی میں
رنگ ہم رنگ میر و مومن ہے ؛ لکھیے پئے ختم طبع اسے رونق ؛ داغ کا فیض عیسوی سن ہے
وہ چمکا سخن آج آئینہ بن کر ؛ کہ ہو ہر نظر دیدہ جس کی حیراں ؛ دکھاتے ہیں اس میں فصاحت کے معنی
سبق لے نہ کیوں اس سے ہر ایک انساں ؛ مصفا مضامین نئی بندشیں ہیں ؛ سلاست پہ حسن بلاغت ہے قرباں
امید دلی آج بیخود کی نکلی ؛ ہوا مدتوں بعد پورا یہ ارماں ؛ سخن گستر و نغز گوئی پہ اپنی

وہ کم ہے کہ ہوں جس قدر بھی تازہ لب ٭ ہوئی جانشینِ داغ صاحب کے جب کہ ٭ مریدانِ داغ ان پہ آئے یہاں
بہاروں پہ ہو کیوں نہ رنگِ معانی ٭ شگفتہ ہو گلہائے مضموں گلستاں ٭ فدا خوبیٔ نظم پر ہے زمانہ
یہ اُردو زباں پر کیا آج احساں ٭ لکھو طبع کا سال تاریخ رونق ٭ چھپا ہے نیا اب یہ مجموعہ کا دیواں
ہوا کون سا جلوہ آرا حسیں ٭ یہ نظریں ہیں عالم کی کس پر بندا ٭ نقاب اُلٹا کس شاہدِ حسن نے
جہاں محو دید آج کس کا ہوا ٭ عروسِ سخن نکلی پردے سے یا ٭ ہوا گھر سے ٭ ہر کوئی مہ لقا
نظر آگیا صاف کس کا جمال ٭ ہر اک کس کو حیرت سے تکتا ہا ٭ چمکتے ہیں انداز چنچل بڑا غضب
ستم شوخیاں ہیں قیامت ادا ٭ نرالے کرشمے نیا حسن ہے ٭ نظر آتی ہے جس میں شانِ خدا
جو دیکھا اُدھر دیدۂ غور سے ٭ تو آیا نظر اک مرقع نیا ٭ کہیں گونہ گوں نقش معنی سے ہیں
کہیں رنگِ مضموں ہے خوشنما ٭ گئی آنکھ جب حسنِ الفاظ پر ٭ تو دل کو مرا سر بہ ٹھا رہا
یہ ہے داغ کے جانشیں کا کلام ٭ ہوا جلوہ گر اب بحسنِ صفا ٭ یہ دیواں ہے اب اپنی نظیر
نہیں اس کا ثانی کوئی دوسرا ٭ جو ہے فکر تاریخ رونق اگر ہو ٭ کہ بے مثل گرمیت ایک چھپا

قطعہ تاریخ خامۂ گلستانِ معانی لالہ چندی پرشاد صاحب شیدا از ارشد تلامذہ مولانا داغ مرحوم

چہ شد دیوان بخوبی طبع بااین آب و تاب اکنوں ٭ پئے تاریخ طبعش من ہم از دل صد گہر سفتم
کسے پرسید از شیدا چو سال عیسوی بخوبی ٭ زہے از جانشینِ داغ دیواں طبع شد گفتم

تقریظ طبع زاد صاحبزادہ عالی نژاد شہسوار میدانِ فصاحت والا رفعت عالی جناب نواب محمد شبیر علی خان صاحب بہادر خلف اصغر ہز ہائنس نواب کلب علی خان صاحب بہادر خلد آشیاں تلمیذ حضرت داغ و مصنف

شب کو بیٹھا ہوا تھا میں تنہا
دیکھنے کو جو وا کیا میں نے
اُس میں ایک ایک ایسا مصرع تھا
کہیں مضموں نے غضب ڈھایا

اور دیوان داغ سامنے تھا
لفظ ہر ایک لاجواب ملا
کیجئے جس پہ لاکھ شعر فدا
وہ زباں کی کہیں صفائی تھی

آخر اُس کو اٹھا لیا میں نے
جو ملا شعر انتخاب ملا
دل کبھی بندشوں نے تڑپایا
آپ کوثر سے دھل کر آئی تھی

رنگ ایسا زباں کا تھا عیاں
یا تو القا تھا یا یہ تھا الہام
ہجر کا آگیا جہاں مضموں
بعد اُس کے مجھے بندھا یہ خیال
شاعری مر گئی نہ داغ مرا
کون ہے اب جو وہ زباں پائے
کس کا ایسا کلام ہو رنگیں ،،
کس کا اب ہو اثر جوانوں پر
اسی انجمن میں تھے بیگانہ حواس
کہ طبیعت نے میری مجھ سے کہا
داغ ہی نے اُسے بنایا ہے
داغ کی شوخی اُس میں آئی ہے
داغ سے اُس کو یہ ملی دولت
داغ ہی نے اُسے سکھایا فن
داغ کا جانشیں آج ہے وہ
لیکن افسوس ہے تو ہے اتنا
چھپے خورشید کیا اگر ہو ابر
جو ہو پوشیدہ وہ کمال ہی کیا
فیض وہ کیا جو فیض عام نہیں
ایسا شاعر فصیح شوخ بیاں
ایسا رنگیں کلام تازہ سخن
ایسی طبع رواں یہ فکر رسا
ایسی تاثیر یہ بلا کا اثر

چوم لیتے دہن کو اہل زباں
وصل کا تذکرہ اگر دیکھا
کر دیا اُس نے دل کا حال زبوں
ہو گیا ہائے شاعری کا زوال
کیسا فن مٹ گیا زمانے سے
کس طبیعت میں رنگ وہ آئے
جس کو سن سن کے لوٹ جائیں جواں
کان مشتاق اب ہیں کس کے
یاد تک بھی رہی نہ میرے پاس
کیوں پریشاں ہے یاد ہے کہ نہیں
داغ کا رنگ اسی میں آیا ہے
داغ کی سی زبان پائی ہے
داغ کی سی رواں طبیعت ہے
داغ کا اُس سے نام ہے روشن
میں یہ بولا کہ جانتا ہوں میں
نہیں ظاہر کلام بیخود کا
حسن کیا حسن جس کا پردہ ہو
جو نہ مہ بدر وہ ہلال ہی کیا
ابر کیا جو کہیں نہیں برسے
ایسا نازک خیال ایسی زباں
نغز گو ایسا گرم یہ اشعار
ایسی بندش یہ طرز کیا کہنا
اُس کے مضموں نئے نکلتے ہیں

ایسا دیکھا نہیں بشر کا کلام
دل میں اک ولولہ ہوا پیدا
تذکرہ بادہ نوش کا دیکھا
لٹ گیا شاعری کا باغ ہرا
یہ ہوا ایک جان جانے سے
درد وہ کس کے شعر میں ہو عیاں
کس کے اب شعر ہوں گے نشتر
چٹپٹے شعر اب سنیں کس کے
اسی افسوس و رنج میں میں تھا
بیخود دہلوی وحید الدین

+ + + + + + + + + + + + + + + + + +

داغ نے اُس پہ کی بڑی محنت
داغ ہی کی سی اُس میں جدت ہے
داغ کا دوسرا مزاج ہے وہ
اُن کو اُستاد مانتا ہوں میں
لعل ہو کان میں تو کیا ہو قدر
زر وہ کیا زر جو زیب کیسہ ہو
وہ سخی کیا ہے جس کا نام نہیں
کیا وہ چشمہ جسے ہر اک نہ ملے
ایسا مشاق ایسا کامل فن
ایسا فہمیدہ و ذکی ہشیار
ایسی آمد بلند ایسی نظر
اُس کے سانچے میں شعر ڈھلتے ہیں

جو ہے مصرع وہ نوک نشتر ہے
ہجر کے نام سے کہیں فریاد
رشک دشمن کی ہیں کہیں چھریاں
کہیں خنجر نگاہ و شمشیر
کہیں کاغذ سیاہ ہوتے ہیں
کف افسوس کوئی ملتا ہے
کہیں گل فصل گل دکھاتے ہیں
کہیں گلشن کہیں ہے ویرانہ
کوئی طالب فراق میں بیہوش
کوئی ناصح کو نام دہرتا ہے
جس کا دیوان ایسا کان سخن
جس کو استاد آج سب مانیں
سب ہے الماریوں میں پوشیدہ
جنس بیکار ہے دھری گھر میں
کس کے آگے زبان پہ ہم لائیں
کہ خبر میرے پاس تک پہنچی
تذکرہ تھا ابھی ابھی جس کا
اب نہ موقع رہا شکایت کا
تم بھی تقریظ کوئی لکھ بھیجو
شکر کرنے لگی زباں میری
مجھ میں اتنی کہاں لیاقت ہے
چیز ہی کیا ہیں حضرت شبیر
اور پھر اس پہ اس قدر تعجیل

شعر جو ہے وہ تیز خنجر ہے
ظلم معشوق کا کہیں رونا
کہیں دل کے نکلتے ہیں ارماں
کہیں ہوتی نہیں ہے رات بسر
کہیں قاصد تباہ ہوتے ہیں
کہیں فصل بہار کی لہریں
کہیں جھونکے خزاں کے آتے ہیں
در دلدار دیکھا بند کہیں
کوئی مطلوب سر ہے ہم آغوش
کوئی خوش حال ہے خراب کوئی
جس کے اشعار ایسے جان سخن
رکھی جائے چھپا کر ایسی شئے
رکھے رکھے ہو گھر میں بوسیدہ
آئے بازار اہل محفل میں
کون سنتا ہے کس کو سمجھائیں
پاس آکر کیا ادب سے سلام
ہے اسی نے مجھے یہاں بھیجا
اپنا دیوان اس نے چھپوایا
قطعہ تاریخ ہو جو کچھ بھی ہو
دوسری یہ خوشی ہوئی حاصل
صرف تجویز کی یہ عنایت ہے
اس کو اشعار بھیجنے سے تو
کی فقط میں نے حکم کی تعمیل

وصل کے ذکر سے کہیں دل شاد
مہر دل بر سے خوش کہیں ہونا
ناز و انداز کی کہیں تصویر
کہیں یہ خوف ہے کہ ہو نہ سحر
کہیں خنجر گلے پہ چلتا ہے
کہیں لبریز مے ہیں نہریں
کہیں محفل کہیں ہے غم خانہ
دل کو تھامے ہے درد کہیں
کوئی واعظ سے بحث کرتا ہے
کوئی ناکام کامیاب کوئی
جسکی طالب ہزارہا جانیں
جائے افسوس ہے تعجب ہے
قدر گوہر نہیں سمندر میں
ٹوٹیں گاہک وہ گھر کے دلمیں
میں طبیعت سے کہہ رہا تھا ہی
مسکرا کر کیا یہ مجھ سے کلام
کیجیے شکر نہ اس کی غفلت کا
اور ہے آپ سے یہ فرمایا
ہوئی یہ سن کے انتہا کی خوشی
مجھکو سمجھا گیا کسی قابل
ورنہ میں کیا ہوں کیا مری تحریر
ہے دکھانا چراغ سورج کو
. . . .

تقریظ بطرز جدید و قطعات تاریخ ریختۂ کلک معجز سلک فصاحت رقم غواص بحر سخندانی کشاف دقائق معانی حاجی حرمین ممتاز الشعرا حضرت عطا محمد صاحب المتخلص عطا وکیل بدایوں شاگرد رشید نواب فصیح الملک حضرت داغ دھلوی نور اللہ مرقدہ

یا فتاح میا اول بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہم صل علی محمد سید السادات و آلہ و اصحابہ و ازواجہ و سلم ابدًا ابدا ؛ معدن فضل و کمال مسیحا دم ؛ مجتہد وقت ماہر فن ؛ آفتاب اوج برج جلالت معانی ؛ یار عزیز جناب سید وحید الدین احمد صاحب بیخود ؛ السلام علیکم مزاج مع الخیر ؛ قطعات تاریخی نو بنو ؛ ملاحظہ خاطر حزین ہوں ؛ راقم نیاز مند او و محبت عطا محمد عطا بدایونی ؛ ہفدہ نومبر بانجام رسید معدود قطعات تاریخ ؛ از نیاز کیش حاجی عطا محمد عطا بدایونی وکیل عدالت ؛ شاگرد جناب جہاں اوستاد پاک بیان نواب فصیح الملک مرحوم دہلوی ؛

ملی ان کو طرز سخن داغ کی ؎ یہ گفتار بیخود ہے گفتار داغ
ہے ان کے دہن میں زبان داغ کی ؎ عطا ہے یہ دیوان گلزار داغ

ایضاً
میرے استاد بھائی بیخود نے ؎ خوب پایا ہے ذہن اور دماغ
ان کے دیوان کی تجلی سے ؎ ہوا پر نور شاعری کا چراغ

رنگ استاد کا دکھایا ہے ؎ وہ لگایا ہے ہر زمیں پر باغ
اس کو کہنا عطا مناسب ہو ؎ سر مکنون آفتاب داغ

ایضاً
عطا بھائی بیخود کے دیوان سے ؎ بہت ذوق رکھتے ہیں احباب داغ
یہ جلوہ ہے سب فیض استاد کا ؎ کہو اس کو اسرار مہتاب داغ

ایضاً
میں نے بیخود کا جب کلام سنا ؎ مٹ گیا میرے دل سے خار داغ
بھائی بیخود کو تم عطا کہہ دو ؎ طوطی ہند یادگار داغ

؎ زیورات سخن ؎ محب صادق ممتاز الشعرا

قطعہ تاریخ چکیدہ خامہ عنبر شمامہ شاعر خوش بیان جناب محمد مرزا خاں صاحب عابد خلف اکبر حضرت سالک مرحوم

میں نے دیکھا کلام بیخود کا ÷ ہیں خلاصہ یہ داغ کے عابد ÷ ایک ثانی نہیں زمانے میں
ہیں خلیفہ یہ داغ کے عابد ÷ تقریظ ریختہ قلم فصاحت رقم سخن سنج عالی دماغ جناب
شیخ محمد عطاء اللہ صاحب بی اے۔ ایل ایل بی وکیل درجہ اول چیف کورٹ پنجاب

ایہا الناظرین۔ حضرت منشی سید وحید الدین احمد صاحب بیخود جانشین داغ کی عالمگیر شہرت بفضلہ تعالیٰ اس قدر ہے کہ مجھے زیادہ ضرورت اس امر کی نہیں معلوم ہوتی کہ حضرت ممدوح کی بابت زیادہ قلم فرسائی کروں صرف اتنا ہی کہدینا کافی ہے کہ آپ کی علمی قابلیت اردو فارسی لٹریچر میں بہت زیادہ ہے یہی وجہ ہے کہ آپ کو نظم و نثر دونوں میں یکساں ملکہ تامہ ہے۔ ورنہ بالعموم بہت سے حضرات زمانہ ماضی و حال میں ایسے گذرے اور ہیں کہ اگر ناظم ہیں تو ناثر نہیں اور اگر نثر میں دسترس رکھتے ہیں تو نظم سے عاری ہیں۔ مگر قدرت کے فیاض ہاتھوں نے منشی صاحب موصوف کو ہر دو صفت سے آراستہ کیا ہے۔ کیوں نہ ہو اول تو خداداد لیاقت اس پر طرہ یہ کہ زبان فارسی کی تعلیم آپ نے ایسے زبردست اور باکمال اوستاد سے پائی ہے جسکا علمی دنیا میں از شرق تا غرب شہرہ ہے۔ ہندوستان نہ صرف ہندوستان بلکہ چار دانگ عالم میں کون ایسا ہے جس کو قدرے مہارت بھی لکھنے پڑھنے کی ہو اور وہ آپ کے نام نامی سے واقف نہ ہو۔ وہ کون بزرگ ہیں حضرت شمس العلماء مولانا ابالفضل اولانا خواجہ الطاف حسین صاحب حالی قدس اللہ سرہ جعل الجنۃ مثواہ۔ جیسے جلیل القدر استاد کے روبرو ہمارے منشی صاحب ممدوح نے زانوے ادب طے کیا۔ باوقعت اور قابل استاد کا نام ہی اس امر کی کافی شہادت ہے کہ منشی صاحب نے کیسے کیسے فیوض شفقت استاد سے حاصل کئے مگر یہ ضرور ہے کہ استاد کی محنت صرف ایسے ہی شاگرد پر بارآور ہوتی ہے جس میں خود بھی مادہ ہو نظم میں آپ کو بلبل ہند فصیح الملک حضرت داغ مرحوم دہلوی اوستاد شاہ دکن کی شاگردی کا فخر حاصل ہے غرض کہ جوہری بھی مکمل اور صیقل گر بھی مکمل۔

آپ حسنی اور حسینی سید ہیں بسلسلہ خاندان آپ حضرت شمس العارفین و نجم الکاملین غوث الاعظم حضرت شیخ عبد القادر صاحب جیلانی رحمۃ اللہ علیہ سے منتسب ہیں بلحاظ قابلیت ذاتی و حسب نسب آپ ہر صورت سے ممتاز ہیں۔

دیوان میں اگرچہ انداز ایشیائی شاعری کا ہے اور تتبع استادان ماسبق کا ہے مگر نگاہ

تعمق سے دیکھئے تو اس میں بھی ایک نرالی ادا ہے نیا رنگ ہے اکثر فلاسفہ اور حکمت کی جھلک پائی
جاتی ہے۔ دیوان کی اشاعت کرنے سے آپ نے بلاشبہ اردو علم ادب میں بیش بہا اضافہ کیا
آپ کے خود مسلم الثبوت استاد ہونے کے واسطے صرف یہی عرض کر دینا کافی ہے کہ آپ کے
تلامذہ نہ صرف دہلی میں جو آپکے ہونہار اور قابل فخر فرزند ہیں بلکہ دور دور شہروں میں بکثرت ہیں۔

تقریظ از نتائج افکار غواص بحر سخندانی کشاف دقائق معانی سخن فہم سخن سنج مولانا مولوی عبدالرحمن صاحب مولوی فاضل منشی فاضل پروفیسر عربی مشن کالج دہلی

شعر زبان کی جان ہے۔ اور زبان اُس کا حُسن۔ اگر زبان میں شعر نہیں تو ابھی تن بیجان ہے۔ اگر
نظم سے محروم ہے تو زیور حُسن سے عاری ہے شاعری کا آغاز ہونا اور زبان کی تن بیجان میں
جان کا آنا ایک بات ہے اسی لئے شعر و سخن کے نشو و نما کے ساتھ ہر زبان اوج عروج پاتی ہے۔ اور
عہد عہد کی نظم اپنے اپنے زمانے کا حسن و انداز دکھاتی ہے۔ جو پیدا ہوا اُسے زندگی کے خوش و ناخوش
انقلاب سے چارہ نہیں زبان کو بھی اس مرحلے سے ہو کر گذرنا پڑتا ہے۔ خاصکر جبکہ اوراور زبانوں
نئے نئے اندازوں سے ہر وقت کا سابقہ رہنے لگے کیونکہ زبان پیدا ہو کر کہیں بند نہیں رہ سکتی
یہ وہ چشمہ ہے کہ چشمہ سارے اُبلا جدھر رستہ پایا بہ نکلا خس و خاشاک پاک و ناپاک جو سامنے
آیا ملتا چلا گیا چشمہ ہر جگہ وہی چشمہ ہے۔ لیکن یہاں وہاں میں فرق ہوگا۔ جو عذوبت و صفائی
سرچشمہ پر ہوگی وہ کہیں نہ ہوگی۔ گنگا ہر جگہ گنگا ہے۔ مگر جو بات ہری دوار میں ہے وہ کہیں نہیں
زبان کا بھی ایک نہ ایک مخرج و مرکز ہوتا ہے جہاں کی بول چال صاف ستھری۔ مسلم و معیار
ہوتی ہے مرکز سے دور و نزدیک لوگ اُس زبان کو بولتے ہیں۔ اُس میں شعر کہتے ہیں مگر نگاہ مرکز
اور مرکز کے زبان کی طرف رہتی ہے۔ کہ اپنی زبان معیار سے گری تو نہیں۔ وضع قطع طور طریق
رنگ ڈھنگ میں فرق تو نہیں آیا۔ اسی تتبع کی بدولت باہمہ نیرنگی زبان میں یک رنگی رہتی ہے
اُردو کا اولین مرکز اور مسلم معیار دہلی اور دہلی والوں کی زبان ہے۔ ایرے غیرے کی
نہیں۔ جو اُجڑی اور اُجڑ کر بسی ہوئی دلی میں ادہر اُدہر سے آکر آبسے ہیں بلکہ اُن کی زبان جن کے
گھروں اور گہواروں میں پلی اور پل کر جوان ہوئی گفتار بیخود وہی زبان ہے اور اردو اور

دلی و دولوں کو اس امر پر ناز ہونا چاہیئے کہ شاعر مستند منشی سید وحید الدین احمد صاحب سلمہ کی ٹکسالی زبان اور حالی بیان ہی جن کا علم و فضل مسلم جن کی خاندانی وجاہت و سیادت کے طغرا پر شاہی مہر اب تک وزارتیں اور امارتیں عزت کے صاد کرتی چلی آئی ہیں۔ جنکی شاعری نے فصیح الملک داغ دہلوی کی استادی کے سایہ میں تربیت پائی۔ اہل نظر نے انہیں استاد کا رشید ترین شاگرد اور اکابر دہلی نے جانشین مانا۔ برادر داغ مرزا خورشید عالم بہادر نے سر پر دستار خلافت باندھی۔ بھری مجلس نے مبارکباد دی الغرض گفتار بیخود محاورے کی جان اور غزل کا ایمان ہی۔ بیان کا ڈھنگ وہی داغ کا کھلتا ہوا رنگ ہی۔ ساخت سے دور بیساختگی سے معمور ہے۔ دیوان نہیں۔ زبان کی صفائی مطالب کی خوش ادائی کا دفتر اور الفاظ کی خوبی۔ بندش کی خوش اسلوبی کا مسطر ہے متانت اس کی سلاست پر لوٹ ہی۔ اور نزاکت و لطافت اس پر قربان۔ اس کے چبھتے لفظ کھٹکتے فقرے حسن و عشق کے ناز و انداز ہیں۔ مضامین جذبات مجاز کا عکس ہیں یا معارف حقائق کا پرتو غرض دیوان طرز قدیم کی تازہ یادگار ہے اور راہروان عرصۂ جدت کے لئے رہنمائے گفتار کہ جدید افکار و خیالات۔ طرز و انداز کی رو میں اگر زبان کی شاہراہ سے دور نہ ہوں۔ امید ہے کہ قدامت پرست اس دیوان کو ذوق شوق کی نگاہوں سے دیکھینگے اور جدت پسند اس سے خوش نوائی اور خوش ادائی کے انداز سیکھیں گے ؂

تقریظ و تاریخ شاعر شیریں زبان مولوی عنایت الرحمٰن شاگرد مصنف

خوب دیوان چھپا حضرت بیخود کا یہ آج
تجھ میں پیدا ہوئی اب جان زبان اردو

ہر غزل میں ہے نئی بات انوکھی ہے صفت
بحر زخار ہے استاد کا تیرے دیواں

عارفوں کے لئے گنجینۂ عرفاں یہ ہے
زاہدوں کے لئے جنت کی بس اک حور ہی یہ

اللہ اللہ یہ اندازِ بیاں بیخود،،،
کیسا رتبہ دیا بس آج خدا نے تم کو

شاعری نے تجھے اب تو ہوئی حاصل معراج
اللہ اللہ رے تری شان زبان اردو

نیا انداز نئی وضع نرالی رنگت
اس کے ہر شعر میں اک قلزم معنی ہے رواں

بادہ خواروں کے لئے ابر بہاراں یہ ہے
میکشوں کے لئے اب بادۂ انگور یہ ہے

چوم لیتی ہے فصاحت بھی زبانِ بیخود۔
شاعروں کا کیا سرتاج خدا نے تم کو

تاریخ

چمنستان معانی کے گل تر ہیں آپ
فلک شعر و سخن کے مہ انور ہیں آپ

بحر معنی کے تو ہوتے ہیں شناور ایسے
ہوتے ہیں اہل کمال ایسے سخنور ایسے

بات عنایت کی ہی رنگیں بیانی میں ہے
کیوں نہ ہو حضرت بیخود کی غلامی ہی ہے

جس کی مدت سے رہا کرتی تھیں آنکھیں مشتاق
یہ وہ استاد کا دیوان ہے اللہ غنی

عرش سے ڈھونڈ کے لایا ہے مضامیں ہمیں
یہ فرشتہ ہے کہ انسان ہے اللہ غنی

جو ہیں معشوق وہ عاشق ہیں فدا ہیں اس پر
عاشقوں کی تو یہ بس جان ہے اللہ غنی

عرض کر مصرعہ تاریخ عنایت تو بس
کیا ہی بیخود کا یہ دیوان ہے اللہ غنی

قطعہ تاریخ از نتیجہ فکر چکیدہ قلم معجز رقم شاعر شوخ طبع سخن فہم حکیم منشی عبدالغنی صاحب غنی ٹورامانسٹ بدایونی پروپرائٹر قلمی پریس بریلی وایڈیٹر اخبار آنند پرچارک

دستے کہ شد این کلام مطبوع
از فضل خدائے پاک و سرمد

در گوش غنی بگفت ہاتف
بہ نویس ارتقائے بیخود

قطعہ تاریخ از طبع وقار اعجاز نگار عالیجناب نواب سید غوث محمد خانصاحب المتخلص بہ غوث دہلوی آنریری مجسٹریٹ و سردار راج بھرتپور عموی مصنف و تلمیذ حضرت مصنف مدظلہ

برادر زادہ من بیخود شیریں سخن اکنوں
چناں تصنیف دیوان کرد و شد عالم بر اں مفتوں

گہر سنجان معنی عاجز انداز قیمت و قدرش
خوشا از درج طبعش شد نمایاں گوہر مکنوں

بتجدید زبان حال کارے کرد مستحسن
چہار ووے معلے صاف و شستہ نظم کرد اکنوں

آدابندی زباندانی بزیر ہمتش آمد
بیار و مرغ عقلش در رہے از لامکاں افزوں

وحید عصر مشہور جہاں شد در سخن گوئی
خطاب جانشین داغ بروئے گشت زیب افزوں

جمال نو عروس معنی طبع بلندش را
طلسم دلربا گویم پے تسخیر جہاں افسوں

چہ دیوانے کہ جدول ہائے او انہار زر و دامنش
با جرائے بجور نو زدہ ہر صفحہ شد جیحوں

چو کردم فکر اے غوث از پے تاریخ طبع او
بیامد ناگہاں آواز غیب از رفعت گردوں

بیک مصرع سنین عیسوی نویسم ہم ہجری
گرد تصنیف بخوبی دآن دیوان
۱۹۰۴ دیوان کہ خوب تذکیرش

ایضاً

چراغ بزم طبع ۔ وہم ۔ بیان بیاخوش مضمون
تازگی زو بطبع من باشد
رائحہ گلشن سخن باشد

قطعہ تاریخ از نتیجہ فکر بلبل گلزار سخندانی طوطی شکرستان شیرین بیانی عالیجناب منشی ریاض الدین صاحب فدا اکبر آبادی صاحب دیوان و میر منشی محکمۂ مشرقی راجپوتانہ

دیوان وحید الدین کا جس شخص نے دیکھا کہا
کیونکر فروغ ان کو نہ ہو جانشین داغ ہیں
طبع کلام نغز کا یوں سال تم لکھو فدا

بیشک دُرِ معنی سے ہے بحر سخن کو بھر دیا
رنگیں طبیعت حق نے دی دل فتنۂ محشر دیا
گویا اک عالی طبع نے عالم کو بیخود کر دیا

تقریظ و تاریخ از رشحہ خامہ اعجاز رقم مشکین قلم سخنور دلپذیر معدن خلق عظیم ناثر شیریں بیان عالیجناب کنور بدری کرشن صاحب فروغ تلمیذ جناب شیوا زبان مرزا ہر گوپال تفتہ سکندر آبادی

بیخودی خویش را نازم کہ خود را از خودی می پردازم ۔ آنانکہ بہ بزم قال بیخود گشتند ۔ در مجلس وجد و حال بیخود گشتند ۔ رستند ز بند دہر و با جوش نشاط ۔ بر قدرت ذوالجلال بیخود گشتند ۔ خامہ را کہ بیراہہ پوئی و بی پروا خرام است چہ یارا کہ با کشاف کشف کشاف حقیقی پے برد ۔ رونق بہار گلزار جہاں کہ در نظر داشتنش مقصود نظارگیانست و خوبی خیابان لالہ زار جنان کہ تماشایش مطلوب وجود موجود جہانست از وست کہ نگہ را از تار نظر بسرود سرائی توصیفش مذاق تار طنبور در بر ۔ و پردہ دماغ را از خیال ترنم سرائی اوصافش صدائے زنگولہ نوازی در سر ۔ سرود نغمہ ہائے معرفت دارد چو دریائی ۔ صدائے نغمہ قلقل کہ من اندر گلو دارم ۔ دہان معشوقان زمان باظہار فضائلش در غنچہ گردیدن ۔ و زبان محبوبان جہاں باوصاف بہار حیرت افزایش با دامن انزوائے سوسن کشیدن ۔ چشم زمانیان بامید استماع جمالش ہمہ تن دل امید گوش گردیدن ۔ و گوش جہانیان باشتیاق تماشائے بہارش باستعارہ چشم در سخن سنجیدن ہما نا گلزاریست ہمیشہ بہار و بہاریست ہمیشہ گلزار ۔ روضہ رضوان بہ پرستاریش خط غلامی بر سر

کشیده۔ وگلزار فرخار بجاروب شعاع آفتاب خارہا از خیابانش فروچیدہ چشم خیال وخیال چشم جہاں از خیال چشم رسیدنش سپند بر آتش دل افروختہ حسن جمال وجمال حسن گلزار جہان بقربانی حسن وجمالش از سویدائے دل نقد درکیسہ اندوختہ۔ آسمانیاں بہوائے گلگشت مشتاق وبیاض دبیر چرخ بتحریر توصیف برگ درختانش پراگندہ اوراق۔ گلزارے کہ تقعد نظارگیان از واشناسانست وخیابانے کہ بخوبی خیابان جہاں ہمراز وہم نواست ہمین است کہ پیش نظر داشتہ ایم وتحریر توصیف رنگ وبویش قلم برداشتہ نامش گفتار بیخود است کہ از نتائج طبع وقاد مولانا سید وحید الدین احمد صاحب بیخود دہلوی سخن سنج وسخندان عالی خیالست کہ جانشین حضرت نواب فصیح الملک بہادر میرزا خاں داغ دہلوی است کہ تحریر توصیفش زبان ملائک چرخ گنگ ولال است ؎

ملائک برفلک سازند تعظیم خیال او
چو حرفے از مضامینش بہ پرواز بلند آید
حریر خامہ اش چوں نعرۂ از نالہ بردارد
ز صدر وابتدا واز عروض وضرب نظم او

گل خورشید بر دستار فرق فرقداں بینی
بنوک خامہ اش عنقائے معنی رانشاں بینی
حساب خفتگان گور در سود وزیاں بینی
نظام عنصر جسم عروس اندر جہاں بینی

تا این گلشن بہار ہمیشہ بہار آفتاب چہرۂ خویش را از سرادق رعنائی بجلوہ برآوردہ متاع صبر از کیسہ دل نظارگیان بغارت بردہ آفتاب از غایت شوق انظارش چشم بر رخ کشادہ واز جوشش اضطراب وانتظار جمال جہاں آرایش نعل در آتش افتادہ۔ سوسن دہ زبان گلزار جنان بسخن طرازی اوصافش رطب اللسان ست ونرگس بیمار بہ آرزوئے دیدارش از غایت اشتیاق چشم باز وحیرانست سطور سش باسطور ابروئے مہرخاں ہمراز است وبین السطورش باچہرۂ آتشین خورشید جبینان دمساز ہر نقطہ اش بانقطہ خال محبوباں در ناوک افگنی وہر حرفش باصاد چشم معشوقاں در چشمک زنی۔ الفاظ مسلسلش بازلف کشادہ مویان ہمسر و مضامین نازکش نزاکت ناز خوباں در بر۔ تا ماہ سپہر بمعیت خوبان ثوابت وسیار ومہر ضیا بخش دہر بجمعیت نازنینان دوازدہ برج در رفتار است وخامہ سیاہ جامہ فروغ ایجاد اں در توصیف خیالات مصنف در گفتار این گلشن بہار از صوادم چشم حاسدان برکنار باد وبہار

بعنوان جنان برشنمه گلرویان معانی های پنهانش قربان و نثار باد سه

مصنفنا چه می پرسی نشانش راچه محاکی ٭ بایران نام او شنوی بهندوستان نشان بینی

کمال پایه او تا کجا باشد که در حدیش ٭ فروغ نکته دان شیرین بیان را ترزبان بینی

قطعه تاریخ

زبان اردو از سر زنده گردید
شگفته شد چو این بستان بیخود
هم از تکمیل طبعش جو برین سال

کلام جانشین داغ شد طبع
باہل ہند صد احسان بیخود
پئے آغاز طبعش گر بگوئی
که بستان سخن دیوان بیخود

پدید آمد نشان شان بیخود
فروغ آورده گلہائے معنی
که نادر طبع شد دیوان بیخود

۱۹ ۱۲ ۳۲ ۱۳

قطعہ تاریخ من نتائج فکر وقاد طبع نقاد جناب محمد قمر الحسن صاحب قمر بدایونی شاگرد جناب نوح مرحوم دہلوی

قمر لکھو سال طبع تم بھی مُنے کا دیوان بیخود ہے ٭ کہ آج میخانۂ سخن میں بنٹ ہاتے جاتے ہیں جام بیخود

سلیس مضمون ہیں چست بندش کلام شیریں زبان دہلی ٭ نہ کیوں ہو شہرت سخنوری میں نہ کیوں ہو مشہور نام بیخود

کلام نواب میرزا خاں ہے جس طرح شاعروں کو نعمت ٭ اسی طرح سے سخنوروں کو ہے مژدہ نعمت کلام بیخود

۱۳ ۱۳

قطعہ تاریخ شاعر رنگین بیان شیریں زبان آغا حسن صاحب المتخلص بہ قدر

میرے استاد حضرت بیخود
ختم جن پر ہے بس ہمہ دانی
آسماں کر دیا زمینوں کو
ہم نے تو قدر تیری ہمہ دانی
فکر پرسش کے ہو گئی مجھکو
نسخہ بے بہا و لا ثانی

رشک عرفی و فخر خاقانی
جن کے زور قلم نے اردو کی
پتھروں کو بنا دیا پانی
یعنی دیوان دیدیا چھپنے
کام لیکن بنا یا آسانی

بزم اردو کی جن سے رونق ہے
ہر زمیں میں یہ کی درافشانی
ایک دن منہ کے یوں ہوئے گویا
تیری تاریخ رہ گئی آنی
یہ سنا سب سے از سر انصاف

۱۳ ۳۳

تقریظ و تاریخ از نتائج طبع سخنور خوش بیان دبیر عطارد تحریر جناب منشی گوری شنکر صاحب قصبہ دہلوی تلمیذ نواب فصیح الملک بہادر داغ و حضرت ظہیر دہلوی اور خورد منشی لالہ بہاری لال مشتاق دہلوی

چھپ گیا دیوان بیخود آج کیسا شاندار
کیا مضامیں بھر دیے ہیں اسمیں نگارنگ کے
فکر تاریخ اشاعت میں جو دل بیتاب تھا
کچھ ضرورت ہی نہیں اس میں زیادہ غور کی
عیسوی سن اسکے چھپ جانیکا یہ لکھدے قصیر

دیگر

فکر تھی دیوان کے تاریخ کی
کی ہدایت لکھہ قصیر خوشنوا

دیگر

دہ لکھے ہیں اسمیں مضامین شعر
جو ہے فکر تاریخ تم کو قصیر

دیگر

واہ کیا رنگیں ہیں مضمون کیا شگفتہ شعر ہیں
لکھدو تاریخ اشاعت بھی تم اس کی یہ قصیر

دیگر

حضرت بیخود بھی ہیں کیا شاعر روشن ضمیر
طبع کی تاریخ سمت میں یہ لکھدو اے قصیر

دیگر

خوب دیوان چھپا ہے بیخود کا
فصلی سن اس کا اے قصیر کہو

دیگر

واہ کیا پاکیزہ دیوان ہے زبان صاف کا
اس کا سال طبع یوں لکھدے قصیر ما وفا

واہ کیا نقشا نیا ہے کیا نرالی آن ہے
سچ تو یہ ہے واقعی حسن سخن کی کان ہے
ہاتف غیبی یہ بولا کس طرف کو دھیان ہے
بات جو مشکل سمجھ رکھی ہے وہ آسان ہے
جانشین داغ کا دیوان والا شان ہے

ہاتف غیبی یہ بولا والسلام
ہے بدل مشہور بیخود کا کلام

زبان قلم سے ہو تعریف کیا
کہو خوب بیخود کا دیوان چھپا

دیکھ کر دیوان ہوتا ہے گماں اک باغ کا
ہمزباں ہے بیخود کامل جناب داغ کا

چاندنی سی چاندنی ہر شعر سے جسکے کھلی
خوب ہے دیوان بیخود مایۂ روشن دلی

جس کا مداح اک زمانہ ہے
کیا فصاحت کا یہ خزانہ ہے

جس سے دلی کا ہوا مشہور اک عالم میں نام
ہے نیا منشی وحید الدین بیخود کا کلام

تقریظ مع تاریخ

تازہ مشام جان ہے پھیلی ہوئی ہے خوشبو
بندش ہے چست کیسی پاکیزہ روزمرہ
دہلی کی یہ زباں ہے شستہ محاورے ہیں
ہر لفظ تیر و خنجر ہر شعر نوک نشتر
زلفوں کی گر صفت ہے سنبل کے بل نکالے

عطر سخن ہے کس کا عالم مہک رہا ہے
سانچے میں مصرع مصرع گویا ڈھلا ہوا ہے
روشن ہیں سب معانی مطلب ہیں صاف صاف
معشوق کی نظر ہے عاشق کا دل فدا ہے
ابرو کی گر ثنا ہے خنجر کھنچا ہوا ہے

[illegible]	[illegible] کی صفائی اک شعلہ نور کا ہے
مضمون کمر کے لکھے عنقا صفت بنایا	قامت کا گر بیاں ہے محشر بپا ہوا ہے
معشوق کی نظر میں عشاق کے جگر ہیں	تیر نگاہ ظالم چھکا لگا گیا ہے
وصف دہن وہ لکھا موہوم سا ہے نقطہ	کھلتا نہیں معما کچھہ فکر نارسا ہے
دنیا سے ہے نرالا طرز خرام دلکش	رفتار کے چلن کو فتنہ بنا دیا ہے
دکھاں پر عاشقوں کی دل آگیا ہے کھنچکر	گویا کہ پھول نازک کانٹے میں تل رہا ہے
ہے جام بیخودی کا کیف سخن کی لذت	مست شراب ہوکر بلبل چہک گیا ہے
ہے داغ کی زبان کل شاید دہن میں گویا	وہ بول چال دیکھی اک لطف آرہا ہے
رنگ زبان دیکھو طرز بیان دیکھو	کیا پھول کھل رہے ہیں گلشن ہرا بھرا ہے
بلور کا ہے شیشہ گلرنگ ہے وہ صہبا	طوطی ہند شاید بلبل بنا ہوا ہے
بربین دشمنوں کے دلمیں ہے وہ خلش گر	کیا پھول اس کے سونگھیں کانٹا لگا ہوا ہے
تاریخ طبع اسکی لکھو کوئی قصیدہ اب	واللہ ہے یہ دیوان یا اک چمن کھلا ہے
ہاتف نے یوں ندا دی برجستہ ہو یہ مصرع	باغ کلام بیخود کیسا کھلا پھلا ہے

تقریظ و قطعہ تاریخ طبع زاد شاعر رنگین بیان سخنور شیرین زبان جناب منشی قمر الدین صاحب قمر دہلوی شاگرد رشید حضرت مصنف

ہے گفتار بیخود میں جو کیفیت	بیاں منہ [illegible] وہ کیفیت	ہر اک شعر میں رنگ مستانہ ہے
یہ دیوان نہیں پورا میخانہ ہے	ہزاروں طرح کی شراب اسمیں ہے	صفت یہ بڑی لاجواب اسمیں ہے
اسے پڑھ کے ہوتا ہے ایسا سرور	مے ناب کرتی ہے جیسا سرور	جنہیں ہے شراب سخن کا مزا
دل و جان سے ہیں جو تو اس پر فدا	یہ دیوان ہے مے پرستوں کی جان	یہ دیوان ہے ہم سے مستوں کی جان
ہر اک شعر میں اس کے ہے کیف مے	یہ دیوان ہے یا جام جمشید ہے	مصنف نے اسکے کیا ہے کمال
دکھایا ہے سارے زمانے کا حال	یہ دیوان ہے اسقدر بے نظیر	کہ ملتی نہیں جس کی ڈھونڈے نظیر
قصیدے رباعی مخمس غزل	مسجع مسدس ہیں سب بے بدل	میسر ہیں دیوان ایسے کہاں

زمیں جن کے ہر ایک ہو آسماں ؛ لگائے ہیں ہر صنف کو چار چاند ؛ یہ دیوان ہے وہ پر انوار چاند

کہوں کیا مری عقل حیران ہے
کہ ایک ایک شعر اسمیں دیوان ہے
یہ دیوان دنیا میں ہو آفتاب
یہ دیوان ہو آپ اپنا جواب
یہ دیوان بیشک ہے دنیا میں فرد
کئے اور دیوان سب اس نے گرد
مصنف کا روشن کرے گا یہ نام
جواہر کے بکھرے ہیں اس میں تمام
یہ ظاہر ہے صورت سے ہر شعر کی
پروئی ہے اک موتیوں کی لڑی
یہ دیوان پھولوں کا گلدستا ہے
جواہر کے مولوں بھی تو سستا ہے
یہ دیوان ہے گلشن بے خزاں
یہ دیوان ہے باغ اردو زباں
وہ کامل ہے اس باغ کا باغباں
نہیں مدح کر سکتی میری زباں
نہ سمجھیں اسے کس طرح سحر فن
لگایا ہے جس نے یہ تازہ چمن
نہیں کہتے اس کو سخن گستری
اسی کا تو ہے نام جادوگری
ہزاروں طرح کے کھلائے ہیں گل
برابر برابر جائے ہیں پھول
مصنف کی گل چینیوں کا گواہ
یہ دیواں ہے رنگینیوں کا گواہ
کروں اس کی تعریف میں کیا بیاں
کہ اسکا ثنا خواں ہو سارا جہاں
دلیل اور بھی ایک بین ہے یہ
کہ سب خوبیوں سے مزین ہے یہ
فصاحت بھی اسمیں بلاغت بھی ہے
تخیل کی ظاہر نزاکت بھی ہے
بہت بڑھ گئی شان علم ادب
یہ دیوان ہے جان علم ادب
کہیں ہیں بیان و معانی کے راز
کہیں ہے حقیقت کہیں ہے مجاز
لیا ہے کہیں کام تشبیہ سے
حذر ہے مگر عام تشبیہ سے
کہیں استعارے نرالے نئے
کہیں ہیں اشارے نرالے نئے
کسی جا ہے تاویل کا التزام
کہیں خوبصورت کنایے تمام
مثالیں ہیں اسکی بڑی بےمثال
کوئی کس سے آخر اسے دے مثال
صنائع بدائع لطیفے نکات
غرض اس میں موجود ہیں سب صفات
حقیقت میں ہیں خوبیاں تو تمام
نہیں عیب کا دیکھنے کو بھی نام
یہ ہر طرح کے [illegible] پاک ہے
کہ اردو کے چہرے کی یہ ناک ہے
درست ہر مثل اسکی ہر بات ٹھیک
نہیں ہے کوئی لفظ اس میں رکیک
کہیں تمکنت ہے شرارت کے ساتھ
کہیں ہے ظرافت متانت کے ساتھ
کہیں ہیں بڑے گہرے گہرے خیال
ہر اک کو ہی جن کا سمجھنا محال
کہیں ہے وہ مضمون آسان جسے
سنے کوئی بچہ بھی تو داد دے
یہ تصنیف ہے جس طرح بےمثال
مصنف بھی ایسا ہی ہے باکمال
ہو جی چاہے جیسی ہیں سنگلاخ
سمجھتے ہی اس کو نہیں سنگلاخ
بہت بے تکلف نکالے ہیں شعر
بلاغت کے سانچے میں ڈھالے ہیں شعر
روانی طبیعت میں ہے اس طرح
کہ دریا میں پانی بہے جس طرح
پڑے ہیں جو بحروں میں مشکل زحاف
تو گذرے ہیں ہر اک کی طرح صاف

لی ہے قیامت کی فکر رسا
کہ ہر بات میں بات ایجاد ہے
یہ دعویٰ نہیں ہے مرلب دلیل
نہیں کم ہیں استاد اسلاف سے
کوئی اُن کا مقابل نہیں
ملائے کوئی آنکھ بھی کیا مجال
تخیل کی قوت کی حالت ہے یہ
کیا ہے یہ پھر اور اُس پر غضب
کہیں طرز جرات کی سودا کا رنگ
قصیدوں میں دلی کے عرفی ہیں آپ
ہے ترکیب پر سب کی حاصل عبور
نہیں آتا وہم و گماں میں کوئی
حقیقت میں بیخود سے معجز بیاں
کہ یہ داغ صاحب کے ہیں جانشیں
وہی ہے زباں قابل امتیاز
ہے ان کی زباں میں بھی وہی اثر
وہی عاشقانہ ہیں سارے خیال
کلیجوں میں لینی وہی چٹکیاں
وہی کہنی ہر بات چبھتی ہوئی
تڑپ جائے سنتے ہی جنکو بشر
مضامین ان کے بطرز مثال
وہ دیوان کی اُنکے تفسیر ہے
کہیں ذکر ہے چاندنی رات کا

کسی کا اجارا یہ اُس کی عطا
یہ اوصاف سارے خداداد ہیں
یہ دیوان ہے دعوے کی مر دلیل
ہیں استاد میرے بڑے باکمال
کسی کو بھی یہ بات حاصل نہیں
دکھایا ہے ایسا طبیعت کا زور
طبیعت میں اُس پر نزاکت ہے یہ
کہیں ذوق غالب کی طرز بیاں
تخیل میں برتا ہے مومن کا ڈھنگ
روش اپنی سب سے جدا ہے مگر
نکلتے ہیں بچکر مگر سب سے دور
کچھ ایسی ہے ان پر خدا کی عطا
سخن سنج ہوتے ہیں پیدا کہاں
انہیں کے سے ان کے ہیں سارے خیال
وہی نقرے نقروں میں سوز و گداز
وہی ہے صفائی وہ ہی شستگی
وہی جابجا ذکر حسن و جمال
وہی سہل آسان طرز بیاں
وہی گفتگو دل میں کھبتی ہوئی
وہی داغ کی سی ہیں گلچینیاں
مجھے بھی دکھانے پڑے خال خال
کہیں جلسے کرنے شب ماہ میں
کہیں حال لکھا ہے برسات کا

طبیعت میں جدت خداداد ہے
ہمہ دان غرض میرے استاد ہیں
میں کہتا ہوں یہ بات انصاف سے
نہیں ہو زمانے میں ان کی مثال
خدا نے دیا ہے وہ اُن کو کمال
کہ سارے زمانے میں ہے یہ ہی شور
چنندہ مضامین لکھے ہیں سب
کہیں میر سے بڑھ گئی ہے زبان
مثالوں میں اردو کی سعدی ہیں آپ
مٹے ہیں فقط ہم تو اس بات پر
ادا ہے ایسا جہاں میں کوئی
کہ سارے زمانے کو منوا دیا
کچھ اس بات میں شبہ و شک نہیں
وہی ٹھیٹ دلی کی ہے بول چال
وہی بندشیں وہ ہی گہری نظر
وہی سب ہے مشاقی و پختگی
وہی شوخ مضمون کرنے بیان
وہی صاف شہری ہے اردو زبان
وہی ان کے اشعار میں ہے اثر
وہی مصرعے مصرعے میں ہیں نگینیاں
سمجھ لیں سب آگے جو تحریر ہے
کہیں شب کٹی نالہ و آہ میں
کہیں چرخ چرخ پر چھا رہی ہے گھٹا

کہیں مینہ برسنے لگا زور کا
کہیں پڑتی ہے ہلکی ہلکی پھوار
کسی جا ہے پیشِ نظر سبزہ زار
کہیں سرو قمری کی ہے داستاں
کہیں پہا صبا کا جال ہے
کہیں وصل کا شوق ارمان دید
ٹپکتی ہے اُس سے عجب آرزو
تمنا کسی کی ملاقات کی
کہیں وصل کی شب پلا کر شراب
کہیں وصل میں ہے جدائی کا خوف
کہیں منقبت کے لئے ہیں مزے
کسی جا حقیقت کے کھولے ہیں بھید
کہیں فقہ نے مسئلوں کا ہے حل
کہیں فلسفے کی جھلک ہے عیاں
کہاں تک کروں وصف منہ سے بیاں
مگر نکلی اسمیں تو پوری جھمیل
فقط فکرِ تاریخ باقی ہے اب
مجھے ہاتفِ غیب نے دی صدا
قمر ہے یہ دیوان وہ لاجواب
میرے اُستاد سا دنیا میں
اُن کے دیوان کی میں لکھوں تاریخ
اس سے مجبور ہوں کروں میں کیا
دل جلانے کو حاسدوں کا قمر

چمکتی ہے بجلی کہیں چرخ پر
دکھاتے ہیں جاری کہیں آبشار
دکھاتے ہیں منظر کہیں قدرتی
کسی جا ہیں گلشن میں نہریں رواں
کہیں لب پہ ہے وصل کی داستاں
کہیں وہ تو باتوں سے ہیں نا امید
حقیقت تو یہ ہے مضامین شوق
نہیں دیتی فرصت کبھی بات کی
کسی کے اٹھاتے ہیں شرم و حجاب
کہیں ذکر ہے عبد و معبود کا
کسی جا تصوف کے ہیں تذکرے
کہیں ہے شریعت کے اوپر نگاہ
ہر اک بات کی ہے بیاں برمحل
کہیں ہے نصیحت کہیں کچھ ہے پند
قمر تھک گئی اب تو میری زباں
یہ صدقہ ہے سب میرے اُستاد کا
نہیں چین ہے مجھکو جس کے سبب
تردد کی یہ بات ہرگز نہیں
خجل جسکو دیکھے سے ہو آفتاب
دوسرا کوئی ہو نہیں سکتا
حوصلا ہے مرا کہاں اتنا
سرِ اندیشہ کاٹ کر میں نے
دوسرا داغ ہو گیا پیدا
۱۲ ۲۵
۱۳ ۴۴

گرجتا ہے بادل کہیں رات بھر
لگی ہے کہیں حالت کوہسار
کہیں سیر ہوتی ہے باغات کی
کہیں بلبل و گل کا احوال ہے
کہیں ہے شبِ غم کا قصہ بیاں
جہاں کی ہے معشوق سے گفتگو
سکھاتے ہیں لوگوں کو آئین شوق
کہیں ہے یہ حالت شبِ انتظار
کہیں چرخ کی فتنہ زائی کا خوف
کہیں نعت اور حمد کی ہے ادا
کہیں معرفت کے ٹٹولے ہیں بھید
پھر اُس پر بتائی طریقت کی راہ
کہیں کی ہیں حکمت کی باتیں بیاں
یہ سمجھو کہ دریا ہے کوزے میں بند
سمجھتا تھا تقریظ لکھنے کو کھیل
کہ طے کر لیا میں نے یہ مرحلا
یہ تشویش ہوتی گئی جب سوا
جدا کر کے لکھدے سر بد یقیں

قطعہ تاریخ

داغ کا جانشیں ہو جو شخص
جوشِ الفت ابھارتا ہے مگر
طبع دیوان کا سال یوں لکھا
. . . .

تقریظ از نتیجہ فکر شاعر نغز گو شیریں زباں منشی عبد الغفار خاں المتخلص بہ قیصر شاگرد رشید حضرت مصنف

آج ساقی پلاوے کوئی جام
بھر کے دیدے شراب لالہ فام
مست ہو کر قلم اُٹھاؤں میں
اک اچھوتا چمن لگاؤں میں
اپنی بیتی سنانی ہے منظور
جس کو سن کر ہو رنج و غم کافور
رہنے والا ہوں شہر دہلی کا
ساری دنیا میں جس کا ہی چرچا
اس کے باشندے سب ہیں البیلے
آٹھ دن اور یہاں ہیں نو میلے
جمع دریا پہ ہوتے ہیں ہر اک
جن کے فن کی زمانہ میں ہو دھاک
ناچ گانے کا رنگ جمتا ہے
دور دریا پہ خوب چلتا ہے
نازنینوں کی عید ہوتی ہے
مہ جبینوں کی عید ہوتی ہے
قتل عشاق پر کمر کس کر
ماہ وش جاتے ہیں وہاں اکثر
میرے دل میں بھی شوق چڑھ آیا
میں بھی دریا کی سیر کو آیا
جا کے دیکھا عجیب رنگت تھی
پیاری پیاری ہر ایک صورت تھی
رشک خورشید نازنیں لاکھوں
غیرت حور مہ جبیں لاکھوں
کرتے پھرتے تھے سیر دریا کی
جن کے ہر ناز میں تھی بیباکی
چال پُر غش تھا فتنۂ محشر
اک قیامت تھی وہ پری پیکر
آنکھ اُن سے کہیں جو لڑ جائے
پانی زاہد کے مُنہ میں بھر آئے
ٹپکی پڑتی تھی رال یاروں کی
جان بیچین تھی ہزاروں کی
ان حسینوں کا واہ کیا کہنا
سادگی بھی تھی قدرتی گہنا
کوئی شوخی پہ جان دیتا تھا
دور ہی سے بلائیں لیتا تھا
کوئی شیدا تھا بھولی صورت پر
کوئی قرباں تھا گوری رنگت پر
کوئی رفتار پر فدا اُن کی
کوئی باتوں پہ مر مٹا اُن کی
کوئی بھرتا تھا دم حسینوں کا
نازنینوں کا مہ جبینوں کا
جس سے ہوتی تھیں ان کی آنکھیں چار
دل پہ چلتی تھی اُس کے اک تلوار
تھام کر دل کو آہ بھرتا تھا
بے اجل وہ غریب مرتا تھا
یار لوگوں کی ٹکریاں ہر جا
میں نے دیکھیں بہت لب دریا
دل لگی کے تھے ہر طرف ساماں
عقل میری تھی دیکھ کر حیراں
چھک گئے پیٹ بھر کے مے آشام
جمگھٹا یہ رہا وہاں تا شام
جب اندھیرا سا کچھ ہوا ظاہر
پھر تو دل میں ہر اک ہوا تر بھر
میں نے سوچا کہ دور جانا ہے
دن یہ اگلے برس بھی آنا ہے
دل یہ کہتا تھا اور دیکھو سیر
گھر کو آنا پڑا وہاں سے خیر
اس قدر تھک کے ہو گیا تھا چور
گھر میں آتے ہی سو گیا مجبور
میں نے اکثر یہ بات دیکھی ہے
دن میں جو کچھ کسی پہ بیتی ہے
شب کو آیا خیال کچھ اُس کا
گذرا جو کچھ وہ خواب میں دیکھا
میرے دل میں بسی ہوئی تھی سیر
خوب دریا کی میں نے کی تھی سیر

نازنینوں کے رنگ دیکھے تھے
عشقبازوں کے ڈھنگ دیکھے تھے
پتلیاں حسن کی نظر میں تھیں
پہلے دریا پہ اب وہ گھر میں تھیں
سر میں سودا کسی کے گیسو کا
گویا مجھ پر اثر تھا جادو کا
آنکھہ لگتے ہی دیکھتا کیا ہوں
دہن میں ایک حور وش کی لیٹا ہوں
دل میں کہتا ہوں واہ ری تقدیر
ہو گئی کس طرح وصل کی تدبیر
اس کی بانکی ادا نے مارا ہے
موت کے گھاٹ لا اُتارا ہے
میرے دم پر کہیں نہ بن جائے
سیر دریا کی رنگ کچھہ لائے
ایک اتنے میں شکل نورانی
سامنے جسکے حور ہو پانی
میرے آگے کھڑی ہوئی آکر
اور کہنے لگی کہ ہیں قیصر
آج تجھکو یہ فکر کیسی ہے
کیوں طبیعت تو تیری اچھی ہے
بد مزہ دشمنوں کا جی کیوں ہے
لب پہ رو دیکھی سی ہنسی کیوں ہے
دو گھڑی چل کے اپنا دل بہلا
ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا چمن کی کھا
میں نے اُس کو جو غور سے دیکھا
کچھہ محبت سی ہو گئی پیدا
جی میں آیا کہ ساتھ اس کے چلیں
پھر تو ہم دونوں ہو لیے پیدل
باتیں رستہ میں کرتے جاتے تھے
وسوسے میرے دل میں کتنے تھے
دل میں کہتا تھا دیکھیئے کیا ہو
کہیں ایسا نہ ہو کہ دھوکا ہو
اجنبی کے میں ساتھ جاتا ہوں
دیکھیئے کب پلٹ کے آتا ہوں
رستہ دونوں چلے تھے تھوڑی دور
اک عمارت نظر پڑی پر نور
مجھ سے اُس نے کہا کہ کچھہ دیکھا
باغ وہ یہ ہے ذکر جس کا تھا
اک نرالا نیا یہ گلشن ہے
قابل دید اُس کا جوبن ہے
لوگ کوسوں سے روز آتے ہیں
سیر سے اسکی حظ اُٹھاتے ہیں
باغ ہم نے نیا لگایا ہے
رشک جنت اسے بنایا ہے
قابل رشک ہر جو پودا ہے
ہم نے خون جگر سے سینچا ہے
باغ میں سیر کرنے والوں کا
میں نے دیکھا لگا ہوا تانتا
سینکڑوں لوگ جمع تھے در پر
ہم بھی دونوں پہنچ گئے اندر
میں نے جب باغ میں قدم رکھا
ہو گیا مجھکو اک اچنبا سا
آنکھہ سے میں نے وہ زمیں دیکھی
عمر بھر جو کبھی نہیں دیکھی
ٹھنڈی ٹھنڈی ہوائیں تھیں ہر سو
بھینی بھینی تھی ہر طرف خوشبو
ہر شجر اس کا رشک طوبےٰ تھا
سچ تو یہ ہے کہ فرد یکتا تھا
باغ میں نخل جو نظر آیا
میں نے ہر ایک بار ور پایا
ہر شجر سے عیاں خدا کی شان
دیکھنے والے دیکھکر حیراں
تر و تازہ ہر ایک ڈالی تھی
اپنے جوبن میں کچھہ نرالی تھی
پتہ پتہ تھا اُس کا ستھرا صاف
مثل آئینہ تھا ہر ایک شفاف
ہر شجر میں تھی بو محبت کی
شاخ ہر ایک حور جنت کی
جس ثمر پر نگاہ پڑتی تھی

آنکھ گھڑیوں اسی سے لڑتی تھی
خود بخود دل میں جوش ہوتا تھا
دیکھ کر لوگ جن پہ شیدا ہوں
جتنے پودے تھے انمیں سب اچھے
رشک جنت بنا ہوا گلزار
پھول جس وقت ایسے یاد نہیں
دل کو فرحت ہوئی وہاں جاکر
حوض پانی کے باغ کے اندر
چھوٹے چھوٹے تھے اُن میں فوارے
فرشِ مخمل سے گھاس بھی بڑھکر
ایک بارہ دری نظر آئی
سیر کرتے ہوئے چلے آگے
مجمع بارہ دری میں ہے کیسا
سب اسی باغ کے ہیں یہ مشاق
خوب فن کی ملی ہے اِن کو داد
وہ ہیں انشا بہت بڑے مشاق
ان کی مجھ سے نہ پوچھ کیفیت
وہ اسیر و امیر بیٹھے ہیں
رشک سعدی و غیرت طالب
حضرتِ ذوق واہ کیا کہنا
جن کے صدقے میں پھل گیا یہ باغ
سیر کرنے کو سب چلے آئے
شمع گلشن کے ہیں یہ پروانے

حسن دلکش کا سا اثر دیکھا
بیج الفت کا کوئی بوتا تھا
جا بجا باغ میں نظر آئیں
ایسے چشم فلک نے کب دیکھے
رنگ ہر گل کا تھا جداگانہ
کیوں نہ آنکھوں سے پھر لگاؤں میں
ہر جگہ بلبلوں کا اک غل تھا
گذرے میری نگاہ سے اکثر
ہر شجر پر تھے سینکڑوں ہی طیور
طاری حیرت سی ہو گئی مجھ پر
چند احباب اُس میں بیٹھے تھے
پاس بارہ دری کے ہم پہنچے
ہنس کے کہنے لگے بتائیں ہم
شاعری میں ہیں سب کے سب مشاق
پاس ان کے ہیں میرزا سودا
خوش بیانی میں شہرۂ آفاق
دیکھ وہ مصحفی ہیں ان کا نام
اچھے اچھوں سے یہ بھی اچھے ہیں
اُن کو مومن ہر ایک کہتا ہے
دیکھ بیٹھے ہوئے ہیں وہ دیکھا
سب اسی باغ کے ہیں فیدائی
ہو گئے خوب ان کے بہرپلے
اس کی تعریف سب ہی کرتے ہیں

میں نے معشوق ہر شجر دیکھا
چھوٹی چھوٹی سی کیا بیاں لکھوں
میں نے پھولوں سے سب بدلائی ہیں
پھول پودوں میں سارے خوشبو دار
بو ہر اک گل میں پائی مستانہ
نہریں جاری تھیں باغ کے اندر
کہیں غنچہ تھا اور کہیں گل تھا
آب شفاف سے تھے پُر سارے
ہر طرف باغ میں برستا نور
اور آگے نظر جو دوڑائی
اگلے وقتوں کی وضع کے تھے
اپنے ساتھی سے میں نے یہ پوچھا
حال ان کا تجھے سنائیں ہم
میر صاحب ہیں وہ جگت استاد
باکمالی کا ان کی ہے شہرا
چپکے بیٹھے ہیں حضرت جرأت
شعر گوئی میں خوب پایا نام
وہ ہیں مشہور میرزا غالب
شعر ان کا دلوں میں رہتا ہے
اور بیٹھے ہیں وہ جناب داغ
اس کی شہرت کہیں سے سن پائی
اور لوگوں کی تو خدا جانے
شوق سے دم چمن کا بھرتے ہیں

خوب ہر ایک گل کو پرکھا ہے
لگ گئی اس چمن کی ہم کو داد
ان بزرگوں کا کیا سناؤں حال
اور ادب سے زباں کو یوں کھولا
آج دنیا میں نام اُن کا ہے
دم سے اُن کے ہے شاعری کا نام
طبع نازک بلا کی پائی ہے
ہیں وہ سوداسے دو قدم آگے
اِن پہ کامل رہا یقین داغ
خوبیاں لاکھ ہر ترانے میں
جو غزل ہے وہ تیر و نشتر ہے
اِن کا دنیا میں اب نہیں ثانی
شعر آجاتا ہے جب ان کا یاد
ہنسکے کہنے لگے وہ اے بیہوش
میں نے گبھرا کے آنکھ جب دیکھا
اور کچھ ہو گئی مری حالت
اب نہ وہ باغ تھا نہ تھے اُستاد
مان دل میں خیال یہ آیا
میری جس باغ پر فدا ہے جاں
باغ لاریب بے بہا ہے وہ
خواب میں آ گئے مرے گھر پر
خواب تک میں بھی یہ عنایت ہے
میں نے موقع سحر کو جب پایا

جب یہ نکلا دہن سے اچھا ہے
ان میں ہر ایک ہی بڑا استاد
سب ہیں نقدِ سخن سے مالا مال
یہ تو تشریف سب یہاں لائے
مستند اب کلام اُن کا ہے
رشکِ غالب ہیں وہ بلاغت میں
سادگی میر کی دکھائی ہے
دنگ اُنکے کلام سے جرأت
اِن کو مانا ہے جانشین داغ
ان کی شوخی پہ مہ جبیں قرباں
شعر ایک ایک تیر خنجر ہے
میں نے ان کا کلام لکھا ہے
دل میں کہتا ہوں واہ وا اُستاد
ہم کو استاد عمر بھر مانا ؛؛ ؛
اُن کا ارشاد وہ بجا نکلا
نیچی کر لی جو میں نے جھٹ پٹ آنکھ
ہاتھوں اُچھلا مرا دلِ ناشاد
خوب جاگی ہے سوتیمیں تقدیر
میرے اُستاد کا ہے وہ دیواں
میں نہ حاضر ہوا جو خدمت میں
مہربانی یہ کی بڑی مجھ پر
صبح موقعہ اگر میں پاؤں گا
جاکے اُن سے یہ خواب دہرایا

ہم کو ان سب نے دی مبارکباد
ان سے ہے گلشن سخن آباد
سنتے سنتے میں چونک کر بولا
میرے استاد بھی کبھی آئے
شعر گوئی میں وہ نکالا نام
داغ ثانی ہیں وہ فصاحت میں
سب سے اُن کا رہا قلم آگے
بڑھ سکے ان سے کس کی ہے ہمت
فرد و یکتا ہیں وہ زمانے میں
سادگی پر فدا ہر اک کی جان
اِن کی مشہور ہے زباں دانی
خوب نظروں کی میری گذرا ہے
اتنا کہکر ہوا تھا میں خاموش
آج تو نے ہمیں نہ پہچانا
سٹپٹایا میں دیکھکر صورت
میری اتنے میں کھل گئی جھٹ آنکھ
خواب کا رنگ کچھ عجب پایا
ٹھیک بالکل ہے خواب کی تعبیر
چھپ کے تیار ہو رہا ہے وہ
میرے استاد جوشِ الفت میں
بیشک استاد کو محبت ہے
پہلے خدمت میں اُن کی جاؤنگا
حکم مجھکو ہوا کہ اچھا تم

نظم کر ڈالو سارا قصا تم
میں نے خوش ہوکے کردیا تحریر
خوش و خرم رہیں ہیں دلشاد
شاعروں کی یہ جان بنجائے

اپنے دیوان میں جگہ دینگے
فضلِ خالق سے کھل گئی تقدیر
مثل خورشید چمکے یہ دیواں
ہر زمین آسمان بن جائے

ہم تمہارا یہ خواب لکھ لینگے
یہ دعا ہے خدا سے اب اُستاد
اس پہ قربان کی تھی اپنے جان

قطعہ تاریخ از نتیجہ فکر حکیدہ قلم فصاحت رقم مولوی حکیم محمد عابد علی صاحب کوثر خیرآبادی

بحمد اللہ بود دیوان بخود
ز معنی جلوہ گرشانِ فصاحت
سوادش طرۂ طرار خوباں
سطورش زلف پیچانِ فصاحت
اگر پرسند کوثر سالِ طبعش
چوں مدون کرد پاکیزہ کلام
ناثر رنگین بیاں شیریں زباں
کامل و مشتاق در ہر علم و فن
نظم تر تازہ و شگفتہ گلستاں
منطبع گشتہ چو دیواں لطیف
دل کشا رنگیں و خنداں بوستاں

گل شاداب بستانِ فصاحت
مضامیں مرہم زخم بلاغت
بیاضش شمع ایوانِ فصاحت
بود الفاظ روشن نظم پرویں
بگو طرفہ گلستانِ فصاحت
بخود معجز رقم جادو بیاں
باعث صد نازش فضل و ہنر
در کمال فضل یکتائے جہاں
سنبل و ریحاں و لالہ شد خجل
شاد و خرم شد دل پیر و جواں

پہ مضموں شوکت الفاظ پیدا
معانی عیسی جانِ فصاحت
دوائر عکس خورشید درخشاں
حروفش نجم تابانِ فصاحت

(دیگر)

شاعر شکیں قلم زریں رقم
افتخار ناثران و شاعراں
نثر رنگیں گلشن سر سبز خلد
ہست دیواں یا بہار بے خزاں
سال طبعش خامۂ کوثر نوشت

قطعہ تاریخ از نتیجہ فکر فہیم سخنور شیریں کلام جناب محمد عبد الغفار خاں صاحب مفتون
تلمیذ نواب فصیح الملک بہادر داغ

چھپ گیا سید حمید الدین صاحب کا کلام
ایسے جو شوخیاں ہیں ایسے جو خوبیاں
جس نے اس دیوان کو دیکھا وہ دیوانہ ہوا

منتظر تھیں جسکی آنکھیں اب وہ صورت ہو عیاں
صفحہ صفحہ پر ہیں گلکاریاں یوں
لائے ہیں اشعار یہ خوب سودا قدرداں

میں کروں تعریف کیا خود دیکھ لینگے قدرداں
یا گلستاں کہو اسکو دیکھکر یا بوستاں
واہ کیا کہنا سبحان اللہ سال و صفت میں

شستہ مضمون چست بندش خوش بیاں شیریں زباں
آپ کے معتقدوں نے یہ تاریخ اسکی عرض کی

کیوں نہ ہو سے تیز الطیٰ آج بزم عام میں
بیخود شیریں زباں ہے شاعر جادو بیاں

خاص ہے تو فیضیاب بلبل ہندوستان

؂ ؂ ؂ ؂ ؂ ؂ ؂ ؂

کلک دوزباں نے یہ صدا دی دم تحریر
منہ سے جو سخن بیخودی شوق میں نکلے
سب جانتے ہیں حضرت بیخود کا ہے دیواں
سمت میں تو یہ طبع کی تاریخ کہو تم
یہ عیسوی و ہجری ہیں مفتوں کہو مصرع

دیگر

کچھ آپ کے لکھنے کی نہیں اس کو ضرورت
وہ کیوں نہ موقر ہو بتاؤ تو اے حضرت
ہرگز نہیں اس کو کسی تعریف کی حاجت
آئینہ راحت ہے کہ تصویر لیاقت
اتمام بلاغت ۔ گل خندان فصاحت

عیاں کو بیاں کی ضرورت نہیں
جھلک جس میں ہو نور فیضان کی
کرے واغ کا نام روشن سدا

دیگر

ہے اک طبع روشن کی یہ روشنی
ہے آخر کے مصرع میں تاریخ طبع
چراغ دل بیخود دہلوی

کہیں وہ تجلی بھی چھپ سکتی ہے
جو مفتوں نے ہاتف سے سنکر کہی

؂ ؂ ؂ ؂ ؂ ؂ ؂ ؂

تقریظ از نتیجہ فکر رسا ذہن ذکا خوش بیان فصیح زبان جناب حبیب احمد خانصاحب میکش شاگرد مصنف

چھوڑ میکش شراب کی باتیں
شعر سننے کا ذوق ہے تجھکو
شعر جو کی کے ہیں تمام اس میں
اُس کا ہر شعر ہے کمال بلند
اس کی شوخی کا پوچھنا کیا ہے
اک زباں کیا ہے آسماں ہے سنی
ہر غزل اُس کی نور کی پتلی
آج تک کس نے ہنسنا دیکھا
باغباں کا نہیں جواب اُس کے
اُس سے جاتی ہے بیکلی دل کی
شعر اُس کا ہے نشہ اک خم کا

ہم سے سن اک کتاب کی باتیں
ایک دیوان چھپ رہا ہے یہاں
چست بندش کے اہتمام اوسمیں
مصرع مصرع سے ہے ادا ظاہر
سادگی میں بھی دیکھہ کیا کیا ہے
نئے مضمون ہیں لاجواب ہے وہ
اُس کا ہر نقطہ حور کی پتلی
فرد ہے ایک میں ہزار میں وہ
پھول جتنے ہیں انتخاب اسکے
اُس سے دل کو سرور آتا ہے
ہوش رہتا نہیں تکلم کا ،

شعر گوئی سے شوق ہے تجھکو
دیکھہ اُس کی نئی ہے طرز بیاں
مستند ہے زبان خیال بلند
اور ہو گا کمال کیا ظاہر
اُس کی تعریف ہر زباں ہے سنی
سارے عالم کا انتخاب ہے وہ
حسن یہ شاہدان مضموں کا
ہے نسیم سحر بہار میں وہ
ہر کلی اُس کی ہے کلی دل کی
اُس سے آنکھوں میں نور آتا ہے
ہے زباں اُس کی مدح میں قاصر

خامہ ہاں اس کی مدح میں قاصر
میکدہ ہے یہ ہوش والوں کا
پھر نہ کچھ مجھسے انضباط ہوا
میرے استاد کا کلام ہے یہ
رنج و غم سارے اپنے بھول گیا
جانشیں داغ کے مرے استاد
ان کے ہونے سے شان اردو ہے
ماہر فن نہیں کوئی ان سا
ایسے پابند وضع لوگ کہاں
باکمالوں میں ہے شمار ان کا
جن زمینوں میں ہاتھ ڈالا ہے
ہے وہیں دھاک آج ان کی بھی
ہوئی شہرت کہاں کہاں ان کی
مانتا ہے ہر ایک ماہر فن
ان کا ہر مصرع ہے محاسن فن
عرش کے تارے توڑ لائے ہیں
میکشوں کے لئے ہے میخانہ
آرسی ہے یہ مہ جبینوں کی
ہے یہ غازہ پری جمالوں کا
اور اتنی ہے التجا حق سے

ہوش کھوتا ہے اُن کا ہر مصرع
نشہ دیتا ہے اس کا اور پتا
جا کے مطبع میں دیکھا دیواں کو
دور و نزدیک جس کا نام ہے
میں نے تقریظ کا کیا آغاز
شان دلی کی ہیں رہیں آباد
ان کے ہمعصر مانتے ہیں انہیں
اب نہیں ہے کہیں کوئی ایسا
اگلے لوگوں کی یادگار ہیں یہ
ملک معنی پہ اختیار ان کا
ہمسر آسماں بنایا ہے
نہ زباں میں نہ شوخیوں میں کم
داغ کی ہے زباں زباں انکی
نغز گوئی میں کب ہے ان کا جواب
شعر ان کا ستون قصر سخن
ان کے دیوان کی صفت کیا ہو
مئے الفت کا ہے یہ پیمانہ
حسن و خوبی کی خاص جاں ہے یہ
آئینہ ہے یہ باکمالوں کا
اس کی بنیاد کو خدا رکھے

یا نرگس کا ایسا ہر مصرع
سن کے یہ وصف بے قرار ہوا
دیکھکر میں نے جو ما دیواں کو
اب تو میں بھی خوشی سے بھول گیا
خامہ کو اپنے کر لیا دمساز
ان کے دم سے زبان اردو ہے
لوگ استاد جانتے ہیں انہیں
ہیں قدامت کے ان میں سارے نشاں
اُجڑی دلی کی اک بہار ہیں یہ
خامہ کو ناز ان کی پختگی میں
ہے جہاں دھوم داغ صاحب کی
ساتھ اُن کے ہیں یہ قدم بقدم
مستند ہے جہاں میں ان کا سخن
ان کا جو شعر ہے وہ ہے نایاب
ایسے پہلو نئے دکھائے ہیں
اتنا کہتا ہوں میں جو سچ پوچھو
اس کی شہرت ہوئی حسینوں میں
مہوشوں کا سنگھار داں ہے یہ
ہو یہ مقبول ہے دعا حق سے
میرے استاد کو خدا رکھے

قطعہ تاریخ از نتیجہ فکر شاعر شیریں بیان عبدالحمید جلالپوری مفتون تلمیذ جناب حضرت انور

کلام حضرت بیخود نے چھپکر
ہوا ہے یہ بڑا احسان بیخود
زمانے کو دکھا دی شان بیخود
کہی مفتوں نے تاریخ اشاعت
حقیقت تو یہ ہے اردو ادب پر
چھپا بہتر ز ہے دیوان بیخود
۱۳ ۳۳

تقریظ شاعر شیریں زبان معجز بیان مسٹر سید رفیع احمد صاحب المتخلص بہ مخمور شاگرد رشید و ہمشیرزادہ حضرت مصنف

گفتار بیخود کسی خاطر العقل یا دیوانے کی باتوں کا نام نہیں ہی بلکہ ایسے عالی دماغ صاحب عقل و فہم کامل و اکمل کا کلام ہے جس کو عقل کا پتلا کہنا کسی طرح بیجا نہ ہوگا جو اپنے فن کا استاد کامل ہی جس کو آج ہند کا نظیری اور خاقانی عرفی اور قاآنی ہونے کا فخر حاصل ہے جس نے اردو علم ادب میں قابل قدر اضافہ کیا ہی جس نے ایشیائی شاعری میں نئی روح پھونکی ہی جس نے گل و بلبل شمع و پروانہ کے ذکر میں فلسفہ و حکمت سے کام لیا ہے جس نے حسن و عشق کی تصویریں تصوف کا رنگ بھرا ہے جو معاملہ گوئی اور ادا بندی کا بادشاہ ہے جس کا ایک ایک شعر اس بات کا گواہ ہے کہ کسی سخنور کامل کی زبان سے نکلا ہے جس نے شاعری میں اعجاز دکھایا ہے جس نے زبان کو زبان بنایا ہے جس نے دنیا کو زبردستی منوایا کہ آجتک ایسا شاعر نہ ہے نہ ہوا وہ کون باکمال منشی سید وحید الدین احمد صاحب بیخود دہلوی جانشین حضرت نواب فصیح الملک بہادر داغ دہلوی مرحوم مغفور منشی صاحب کی روشن دماغی اور بلند خیالی اس بات کا کافی ثبوت ہی کہ حضرت داغ کے بعد بزم سخن کا چراغ آپ کے دم سے روشن ہے خدا آپ کو زندہ و سلامت رکھے

قطعہ تاریخ از نتیجہ فکر شاعر شیریں بیان رنگین زبان محمد صدیق صاحب مجنوں دہلوی تلمیذ حضرت منشی سید وحید الدین احمد صاحب بیخود دہلوی

شعر استاد کے بتان جہاں گائیں گلشن میں ڈال کر جھولے
عندلیب چمن بھی سن سن کر اپنی نغمہ سرائیاں بھولے
داغ کے جانشیں کا ہی دیواں شاعری آسے جو اسے چھو لے
فکر تاریخ کی نہ کر مجنوں کہدے باغ سخن میں گل پھولے

قطعہ تاریخ شاعر رنگیں زبان شیخ فضل الہی صاحب مخمور شاگرد مصنف

دل میں اپنے کہہ رہا تھا ایکدن ؁ شعر ہیں استاد کے کیا دلپذیر
یک بیک غیب سے آئی ندا ؁ فکر میں مخمور تو کیوں ہی اسیر
حشر تک چمکیگا مثل آفتاب ؁ چھپ گیا ہے یہ کلام بے نظیر

قطعہ تاریخ از نتیجہ فکر شاعر نغز گو فضل مبین احمد صاحب مبین تلمیذ جناب محمد مرزا خان صاحب عابد

مانوں تو شاگرد ہیں سبھی لاکھوں ⁂ جن سے روشن ہے شاعری کا چراغ
کوئی تو بات تم میں ہے بیخود ⁂ جو کیا تم کو جانشین داغ

قطعہ تاریخ و تقریظ۔ طبع زاد ناثر و ناظم باکمال ابو عبد العلی میر محفوظ علی مصلح سنگ دہلوی ومینیجر دلی پرنٹنگ ورکس دھلی

بندہ نے مجموعہ کلام منشی سید وحید الدین احمد صاحب بیخود جانشین فصیح الملک داغ الموسوم بہ "گفتار بیخود" کا مطالعہ کیا۔ اس کلام گوہربار کا ہر شعر لاجواب اور ہر مصرعہ انتخاب ہے بمضامین نفیس و زبان سلیس نقادان سخن کے دلوں پر سکہ زن اور بزم نشینان محفل حزن و ملال کے خواطر سے ہر آئینہ رافع زنگ اندوہ محن ہے۔ اس پر طرہ یہ ہے کہ خط پاکیزہ صحت عمدہ اور چھپائی لاجواب ہے۔ **قطعہ**

للہ الحمد وہ کلام چھپا ⁂ جس کا مشتاق اک زمانہ تھا
کہہ دو محفوظ مصرعہ تاریخ ⁂ خوب دیوان چھاپا بیخود کا

قطعہ تاریخ انطباع دیوان حضرت وحید الدین احمد صاحب بیخود دہلوی جانشین داغ دہلوی مغفور از سید ابن علی محشر متوطن ریاست جاوورہ تلمیذ جناب سائل دہلوی

طبع شد دیوان بیخود دہلوی ⁂ کامل فن شاعر عالی دماغ
گفت از محشر بصد زحمت سروش ⁂ سال تاریخ ست بیخود لطف داغ

قطعہ تاریخ از فکر شاعر شیریں زبان لالہ چھنومل صاحب نافذ دہلوی شاگرد مصنف

میرے استاد کا چھپا دیوان
جامہ تن گیا خوشی سے مسک
جس کی شیدا ہو دل سے کل مخلوق
ہو ستاروں کا جسکے اوپر شک
ہے یہ دیوان وہ ماہتاب عجیب

پہنچی جس وقت یہ خبر مجھ تک
اس خوشی میں یہ میں نے سنکے کہا
ہو خریدار جس کے جن و ملک
جسکی بین السطور کے آگے
جس کو دیکھے سے داغ کھائے فلک

وہ مسرت ہوئی مجھے حاصل
ایسا دیوان ہی نہ تھا اب تک
جس کے نقطے ہوں اس قدر روشن
مات ہو جائے کہکشاں کی چمک
شوخ مضموں ہیں تمام اس میں

کیوں نہ انسان سن کے جائے پھڑک
حاسدوں کو جلانہ اے نافذن
داغ کے رنگ کی عیاں ہے جھلک
فکر تاریخ میں ہو تو مشغول
آگ سی میرے دل میں اٹھی بھڑک
طبع روشن نے یہ کہا مجھہ سے

داغ کے جانشیں کی ہے تصنیف
انکے زخموں پہ تو نمک نہ چھڑک
منہ سے کہنے کی کیا ضرورت ہے
اب زیادہ ادہر ادہر نہ بھٹک
میں نے لکھی نہ تھی کبھی تاریخ
اسکی تاریخ ہے۔ چراغ فلک

نہیں اس بات میں کسی کو شک
تیرے کہنے کی کچھہ نہیں حاجت
پھول دیتا ہے اپنے آپ مہک
سُن کے یہ بات مجھکو آیا جوش
اس سبب سے تھی میری دل میں جھجک

⁂ ⁂ ⁂ ⁂ ⁂ ⁂ ⁂ ⁂ ⁂ ⁂

قطعہ تاریخ از فکر شاعر رطب اللسان منشی محمد نواب علیصاحب المتخلص اعجاز و نواب شاگرد مصنف

طبع استاد کا ہوا دیوان
ہے یہ دیوان ثانئے مہتاب
اس کے ہر شعر میں ہے وہ تاثیر
اس لئے ہے یہ تحفۂ نایاب
اسکی تاریخ کیا لکھے گا تو
دل میں شرما تو اپنے خانہ خراب
میری ہمت تو جھٹ گئی تھی مگر
ہاتف غیب نے کہا کہ شتاب

آئے جب لے کے یہ خبر احباب
داغ کے جانشیں کا ہے یہ کلام
مست کرتی ہے جس طرح سے شراب
فکر تاریخ جب ہوئی مجھکو
ہے یہ دیوان نادر و نایاب
سن کے یہ بات میں ہوا خاموش
شوق نے پھر کیا مجھے بیتاب
طبع کا سال اسکی اے نواب

یہ خبر سُن کے یہ کہا میں نے
خوبیوں میں ہے آپ اپنا جواب
ہر طرح کی ہیں خوبیاں اس میں
میرے دل نے دیا یہ مجھکو جواب
تجھہ میں اتنی کہاں ہے استعداد
اور کچھہ بن نہ آیا اس کا جواب
دیکھکر مجھہ کو شوق سے بیچین
لکھدے ہے سلک گوہر نایاب

قطعہ تاریخ مع تقریظ علامہ روزگار حافظ محمد رفیق صاحب واعظ نقشبندی مجددی مدرس مدرسہ نعمانیہ دہلی مصنف دیوان واعظ شاگرد جناب مصنف مدظلہٗ

گشت تصنیف وہ چہ دیوانے
بنگر اورا بدیدۂ یعقوب
صبر بر بود از دل عاشق

دلکش و بے نظیر و خوش اسلوب
رشک صبح بیاض روشن او
جدول او چہ گیسوئے محبوب

یوسف مصر خوبئے سخن است
عارفاں را بود ضیائے قلوب
منطبع شد دریں زمان دیواں

میر سد فرو ه از شمال وجنوب
من به شاگردیش همی نازم
صانه دہنا عن المکروب
دوستدار کلام نغز و بلند
آخر گفتگوے او لاریب
عاشقان کلام را محبوب
نغز گو شاعرے است هر شعرش
سال هجری - بود با مرغوب
چنان مسموع گردیده ز احباب
که بشگفته گل گلزار - بیخود
دعائے میکنم بر صفحہ دہر
فلک باشد معین و یار بیخود

بهر تفریح خاطر احباب
بیخود است از اساتذه محسوب
دهلوی است جانشین داغ
دشمن جان معنی معیوب
جانب سحر سامری منسوب
می کند مصرع مصرعش آگاه
پاک و صاف است از تمام عیوب

(دیگر)

کنون مطبوع شد گفتار بیخود
محال است از زمن داغ محال است
بماند سالها آثار - بیخود
سنین عیسوی گفتیم و ہجری

برستانے است جانفزا و خوب
نام نامی او وحید الدین
نام روشن ز شرق تا به غروب

. . . .

نازو انداز شاهد فکرش
از مقامات سالک و مجذوب
ختم دیوان چو گشت وا عنقا گفت

. . . .

بهار آمد عنادل را بگوئید
بیان خوبی اشعار بیخود
بود ذات او محمود خلائق
بر باغ سخن - ایثار بیخود

تقریظ از نتیجہ فکر شاعر رنگین بیان بشیر الدین غلام امام ملال و بشیر دہلوی خلف جناب منشی قمر الدین صاحب قمر
تلمیذ حضرت منشی سید وحید الدین احمد صاحب بیخود جانشین داغ مرحوم دہلوی

فصل گل آگئی مبارک باد
ہے یہ موسم بہار کا موسم
اس کی رحمت کا سر پہ سایا ہے
گل جو روتا تھا آج ہنستا ہے
جو شجر ہو گئے تھے مرداسے
سبز ہریوں کے پاجامے ہیں پرے
ٹہنیوں کو نہیں ہے غم اب کچھ
آپ بنتی ہے اپنے جوبن میں

شاد ہو اب تو بلبل ناشاد
ٹھنڈی ٹھنڈی ہوائیں چلتی ہیں
یا فلک پر یہ ابر چھایا ہے
ابر رحمت نے مینہ وہ برسایا
تندرست ہو گئے نہا دھو کے
شاخ ہر ایک لدکے پھولوں میں
پھول پتے ثمر ملا سب کچھ
پھول پھلکر ہر ایک نخل چمن

دیکھ ہے کس قدر بھلا موسم
بدلیاں رنگتیں بدلتی ہیں
شادمانی کا مینہ برستا ہے
کہ پلٹ دی جہان کی کایا
ہو گئے ہیں یہ نخل سوکھے ہرے
جھولتی ہے ہوا کے جھولوں میں
آئی ہے وہ بہار گلشن میں
نظر آتا ہے ایک نئی دلہن

صحن گلشن میں دیکھ کر سبزا
منہ سے بیساختہ مرے نکلا
سبز مخمل کا ہے زمیں پہ فرش
جس سے بہتر نہیں ہے کوئی فرش
ڈھیر ہر جا لگے ہیں پھولوں کے
جان آتی ہے جس کے دیکھے سے
سرخ پھولوں سے کونا کونا ہے
گویا یاقوت کا بچھونا ہے
سرو چلتی ہوا سے لڑتا ہے
آپ ہی آپ کچھ اکڑتا ہے
وصل قمری کو ہے نصیب کہیں
چہچہاتی ہے عندلیب کہیں
دیکھ کر فصل گل کا جوش و خروش
میکشوں کو بھی آگیا ہے ہوش
فکر ہے دل میں مے اڑانے کی
دھن لگی ہے شراب خانے کی
در پہ ساقی کے آج دھوم ہے پھر
بادہ خواروں کا اک ہجوم ہے پھر
رنگ ہی میکدہ کا ہے کچھ اور
چل رہا ہے شراب ناب کا دور
خوب پی کر بہک رہے ہیں رند
مثل بلبل چہک رہے ہیں رند
نشہ میں شور و غل مچاتے ہیں
شادمانی کے گیت گاتے ہیں
کچھ نشہ بھی ہے کچھ جنوں بھی ہے
شور یوں بھی ہے اور یوں بھی ہے
اب نہیں ہے قبائے تن کی خبر
دست وحشت نے پر نکالے پیر
نشہ کی ہے ترنگ ہر دل میں
الغرض ہے امنگ ہر دل میں
پیر پکڑ کے لی جو آگے راہ
پیر مرد اک نظر پڑا ناگاہ
خاص تاثیر جسکی بات میں تھی
اک انوکھی کتاب ہاتھ میں تھی
اس کو پڑھتا تھا داد دیتا تھا
آپ ہی آپ لطف لیتا تھا
دیکھ کر اس کے ذوق شوق کا حال
میں نے اس شخص سے کیا یہ سوال
کون ہے تو بتا خدا کے لئے
بات تو کر ذرا خدا کے لئے
نسخۂ لاجواب کیا ہے یہ
آخر ایسی کتاب کیا ہے یہ
محو کس دھن میں اسقدر ہے تو
دین و دنیا سے بے خبر ہے تو
بولا وہ کیا مجھے نہیں معلوم
ہے زمانے میں میرے نام کی دھوم
مجھکو انصاف لوگ کہتے ہیں
مجھ سے سرکش بھی ڈرتے رہتے ہیں
دوسری بات کا بھی اپنے جواب
سُن لے۔ ہے یہ وہ لاجواب کتاب
ساری دنیا میں جسکی شہرت ہے
جس کی ہر اک نظر میں وقعت ہے
فرد و بے مثل و بے نظیر ہے یہ
کہ وہ دیوان دلپذیر ہے یہ
جس کے دیکھے سے جان آتی ہے
جس سے اردو زبان آتی ہے
ایسا اب تک نہ تھا کوئی دیوان
جس کا شایق ہو دل سے ایک جہاں
دل کے بدلے جسے خریدیں لوگ
جان دیکر بھی جس کو لیں لوگ
ہے یہ دیوان علم و فن کی جان
اس کا ہر شعر ہے سخن کی جان
اس کا دنیا سے ہے نیا انداز
اس پہ جتنا بھی ہو بجا ہے ناز
مان لی سرکشوں نے اس کی زبان
اس پہ لائے بڑے بڑے ایمان
اس کے سر ہے زبان کا سہرا
کہ یہ مخزن ہے روزمرہ کا
اس پہ دیتے ہیں جان اہل سخن

اس کے ہیں قدر دان اہل سخن
دہاک ہندوستاں میں ہے جسکی
سعدی اردو کا جو مثالمیں ہے
جس سے ڈرتے ہیں چودھری کے
بادشاہ بھی ہے جو وزیر بھی ہے
مانتے اس کو ہوتے گر زندہ
اب جو ہے اپنے وقت کا غالب
شمع روشن ہے جو چراغ کے بعد
راج ملک سخن میں ہے جس کا
نام بیخود ہے خوش چمن داغ
مجھکو دیوان وہ دیکھنے کو دیا
دیکھ کر وہ کلام فرحت ناک
بھول گئی سب جہان کی مایا
وہ مسرت ہوئی مجھے حاصل
مست ہو کر کہا یہ دعوی سے
صاف اردو کا یہ خزینہ ہے
ہے بڑی مستند زباں اسکی
یہ نمونہ ہے ساغر جم کا
رنجتیں حاسدوں کی ہیں پہلی
کیوں نہ ہو اس کلام پر اعجاز
ہادی و رہنمائے راہ سخن
ان پہ کس طرح ہم نہ ہوں مغرور
ہے یہ طاقت ہلاک کب میری

کیوں نہ یکتا ہو ہے یہ اُن کا کلام
دہوم اردو زباں میں ہے جسکی
حاسدوں کا جو دل جلاتے ہیں
کہ یہ مثل اسیر باندھ نہ لے
باندھتا ہے معاملہ ایسا
ناسخ آباد میرا اور سودا
جو قصیدوں میں ذوق ثانی ہے
داغ ہے جو جناب داغ کے بعد
یعنی بزم سخن کا صدر نشیں
تیرا استاد جانشین داغ
میں نے جب لے کے اس کو دیوان
جسم پر تنگ ہو گئی پوشاک
کس قدر پر سرور ہیں مضمون
کھل گیا پھول کی طرح سے دل
دیکھنے کو نہیں ہے عیب کا نام
روزمرہ کا یہ دفینہ ہے
وصف کیا کر سکے بیان زباں
حال اس میں ہے ساری عالم کا
ہر طرح کے لکھے نہ کیوں اشعار
کیوں نہ ہم سمجھیں اس کو مایۂ ناز
آپ اس وقت میں ہیں اپنی نظیر
اُن کا ہمسر ہو کوئی کیا مقدور
ابھی تاریخ طبع دیوان کی

بادشاہ سخن ہے جس کا نام
مومن اس وقت جو خیال میں ہے
مثل آتش ہے اس زمانے میں
خسرو نظم بھی دبیر بھی ہے
رنگ پھیکا کرے جو جرأت کا
جس سے تلمیذ کے ہیں سب طالب
آج جو ہند کا قاآنی ہے
ذکر ہر انجمن میں ہے جس کا
صاحب علم و فن وحید الدین
کر کے اُس نے بیان یہ قصہ
دیکھا تو ہوش ہو گئے پران
ہاتھ استاد کا کلام آیا
بڑھ گیا تن میں میرے سیروں خون
اُس خوشی کے سرور میں میں نے
خوبیوں سے بھرا ہوا ہے تمام
خوبیاں کیا کروں بیان اسکی
ہیچ ہے اب ہو گئی زبان زباں
دیکھکر اس سخن کی رنگینی
ہو ہر اک رنگ جس کا تابعدار
میرے استاد بادشاہ سخن
داغ کی جیتی جاگتی تصویر
خوبیاں میں کروں بیاں اُنکی
عیسوی سن میں ہے مجھے لکھنی

یہ بھی استاد کی کرامت ہے میں نے لکھا شرحقیقت سے کیوں نہ پیدا ہو حاسدوں کو جلن
واسع کا نام کردیا روشن،

⁂ ⁂ ⁂ ⁂ ⁂ ⁂ ⁂ ⁂ ⁂ ⁂ ⁂ ⁂

قطعۂ تاریخ از نتیجۂ شاعر شیریں زبان رنگین بیان و فاضل اعظم جناب مرزا محمد مشرف یار خان صاحب شرف تلمیذ حضرت فصیح الملک

بیدل نے کل کے خط میں مژدہ ہمیں سنایا ⁂ دہلی میں چھپ رہا ہے افسانۂ وحیدی
یہ بھی لکھا کہ بیخود اس طرح ہیں پیامی ⁂ تم سے رہے نہ خالی پیمانۂ وحیدی

بیساختہ شرف کو ہاتف نے یہ ندا دی
تاریخ طبع لکھدے خمخانۂ وحیدی
۳۴ ھ

تاریخ از نتیجۂ فکر شاعر شیریں زبان حکیم سید ابراہیم صاحب رامپوری المتخلص بہ ظرافت مقیم بمبئی نہ

ہے بیخود کی طبع وہ جدت طراز
ہے گنج فلاطون کی یہ کلید
کہیں ہے بناوٹ کہیں سادگی
یہ دیوان ہے یا ہے گنج فرید
جو نکلا تو اک سیپ تھی ہاتھ میں
محیط سخن در جہاں فرید
۲۴ ھ ۱۳

نئی طرح لکھی ہے بحر جدید
انوکھی طبیعت انوکھا بیاں
عجب طبع بیخود بھی ہے دل پسند
ہوئی فکر تاریخ کی جب مجھی
جو کھولا تو تھا گوہر دل پدید
⁂ ⁂ ⁂ ⁂ ⁂

کہیں فکر منطق کہیں ذکر طب
انوکھی لکھی ہے زمین شدید
جواہر رقم دیکھکر کہہ اٹھے
دیا بحر طبع میں غوطہ جدید
ظرافت تھا اس پر رقم صاف صاف
⁂ ⁂ ⁂ ⁂ ⁂

قطعۂ تاریخ از نتیجۂ طبع شیریں و نغز گو منشی عبد الغفور صاحب تائب تلمیذ حضرت مصنف

میرے استاد کا چھپا دیواں
خوب ہے خوب ہے یہ دلکش نظم
اس کا طالب ادب کا طالب ہے
ایسی مرغوب ہے یہ دلکش نظم
توڑ کر غیر کی کمر کو لکھا

لکھی کیا خوب ہے یہ دلکش نظم
ذوق و غالب کا رنگ اس میں ہے
جس کو مطلوب ہے یہ دلکش نظم
طبع کا سال اس کی لکھنے کو
میں نے کیا خوب ہے یہ دلکش نظم
۱۳۲۴ = ۱۵ - ۴۴ ۱۳

اس کو سنتا ہے جو وہ کہتا ہے
کس سے مغلوب ہے یہ دلکش نظم
لوگ سنتے ہیں رات دن تائب
مجھکو مطلوب ہے یہ دلکش نظم
نوٹ یہ تاریخیں بوجہ رہجانیکے سلسلہ میں
نہ درج ہو سکیں